

سُنَنُ ابْنِ مَاجَهَ (مُتَرَجِم)

جلد اول

کتاب السنّة - أبواب المساجد والجماعات

أحاديث: 01 - 802

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ

ترجمہ و فوائد: مولانا عطاء اللہ شاہ

تحقیق و تخریج: حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی

دار السلام

دارالسلام
کتاب سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ



سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الرياض: 11416: 4033962-4043432 00966 1 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com

Website: www.darussalam.com

- الرياض: الفیاض: 4614483: 01 فیکس: 4644945 • الملز: 4735220: 01 فیکس: 4735221 • سوہم: 2860422: 01
- منسوب الریاض: سوہم: 0503459695-0505196736 • قسیم (بریدہ): 3696124: 06 سوہم: 0503417156
- مکہ مکرمہ: سوہم: 0502839948-0506640175 • مدینہ منورہ: 8234446: 04 فیکس: 8151121: 0503417155
- جندہ: 6879254: 02 فیکس: 6336270 • الخبر: 8692900: 03 فیکس: 8691551
- تبخ: البحر: 3908027: 04 سوہم: 0500887341 • خمیس مشیطہ: 2207055: 07 سوہم: 0500710328

شمارچہ: 5632623: 6 00971 • امریکہ: • بزنس: 7220419: 001 713 • نیویک: 6255925: 001 718

لندن: 44 208 539 4885: 0044 • آسٹریلیا: 2 9758 4040: 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و قسٹمر سروسز)

• 36- لورنال، سیکرٹریٹ شاہ، لاہور

فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072

سوہم: 4212174-0321 8484569-0322 • غزنی سٹریٹ، اندرونی بازار، لاہور: 7120054 فیکس: 7320703

Website: www.darussalam.pk.com E-mail: info@darussalam.pk.com

گراچی: طارق روڈ، بالقابل فری پورٹ شاہنگ مال فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937

اسلام آباد: F-8 مرکز اسلام آباد فون: 5122815 51 0092 فیکس: 5370378

www.KitaboSunnat.com

③ مکتبہ دارالسلام، ۱۴۲۸ھ

فہرست مکتبہ السملک فہد الوطنیۃ أثناء النشر

ابن ماجہ، محمد بن یزید

سنن ابن ماجہ اللغة الاردية. / محمد بن یزید ابن ماجہ - الرياض، ۱۴۲۸ھ

ص: ۱۳۲ مقاس: ۲۱×۱۴ سم

ردمک: ۷-۷-۹۹۶۹-۹۹۶۹-۹۷۸ (مجموعہ)

۱-۸-۹۹۶۹-۹۹۶۹-۹۷۸ (ج ۱)

۱- الحديث - متن ۲- الحديث - الكتب الستة ۱. العنوان

ديوي ۲۳۵.۶ ۱۴۲۸/۴۸۹۸

رقم الإيداع: ۱۴۲۸/۴۸۹۸

ردمک: ۷-۷-۹۹۶۹-۹۹۶۹-۹۷۸

۱-۸-۹۹۶۹-۹۹۶۹-۹۷۸ (ج ۱)

جلد اول
سُنن ابن ماجہ
(مترجم)

کتاب السنۃ — أبواب المساجد والجماعات احادیث: 1 — 802

تالیف

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ہارون بن زید بن فہیم بن یزید بن عیینہ رضی اللہ عنہ

ترجمہ و تفسیر

فیضان مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و ترمیم

حافظ ابو طاهر زبیر علی بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ

تقریری، تصحیح اور اضافات

حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ابو عبد اللہ محمد عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ حافظ آصف اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ابو محمد محمد جلیل رحمۃ اللہ علیہ حافظ عبد الحاق رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عثمان منیب رحمۃ اللہ علیہ



قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نَضَّا اللَّهُ امْرَأً

مَعَ مَا جَاءَتْهُ فَخِظَ مَرِيضًا

ww

com

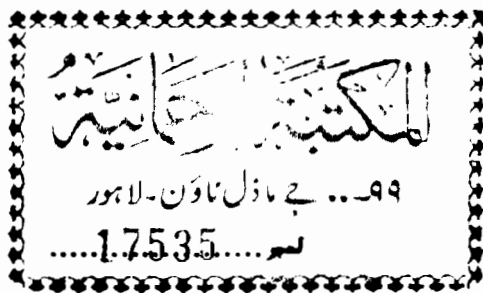
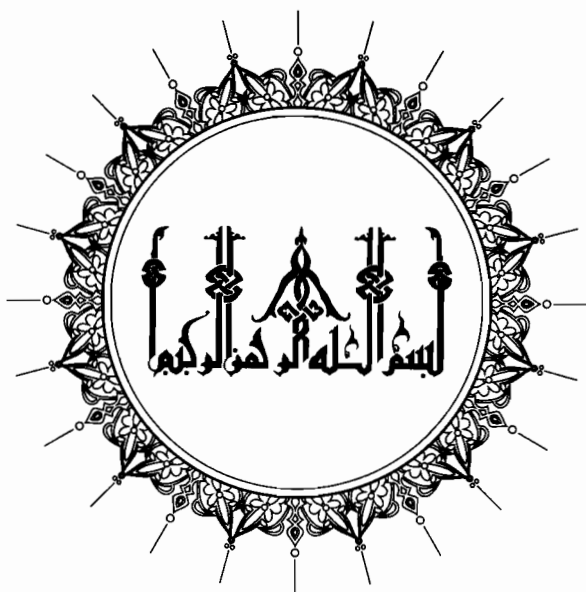
صَدَقَ حَبِيبُ اللَّهِ ﷺ

”اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ اور شاداب رکھے جس نے ہم سے
کوئی حدیث منسیٰ پھر اسے یاد کر کے لوگوں تک پہنچا دیا۔“

(شیخ ابوداؤد، الجامع، حدیث ۴۷۳۰)

الَا اِنِّي اُوتِيْتُ
الْحِكْمَافِ مِثْلَهُ
الَا اِنِّي اُوتِيْتُ
الْقُرْآنِ مِثْلَهُ

”ابھی مجھ نُن لو! مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ
اس کی مثل (سنت) بھی، خبردار! مجھے قرآن دیا گیا ہے
اور اس کے ساتھ اس کی مثل (سنت) بھی۔“ (مسند احمد ۲/۱۳)



19	عرض ناشر۔
23	حرف اول۔
25	مترجم کا شخصی تعارف۔
26	مقدمہ۔
36	مقدمۃ التحقيق (سنن ابن ماجہ حقیقہ و ترجیح احادیث کا اسلوب)۔
40	حالات زندگی امام ابن ماجہ رحمہ اللہ۔
44	سنن ابن ماجہ اور اس کی امتیازی خصوصیات۔
49	اصطلاحات محدثین۔
60	سنن ابن ماجہ سے استفادے کا طریقہ۔



63	سنت کی اہمیت و فضیلت	کتاب السنۃ
69	باب: سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا بیان	۱- بَابُ اتِّبَاعِ سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
79	باب: حدیث رسول کی تعظیم اور اس کی مخالفت کرنے والے پر سختی کرنے کا بیان	۲- بَابُ تَعْظِيمِ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالتَّغْلِیظِ عَلٰی مَنْ عَادَصَهُ
89	باب: رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنے میں احتیاط کا بیان	۳- بَابُ التَّوَقُّفِ فِي الْحَدِيثِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
94	باب: رسول اللہ ﷺ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے	۴- بَابُ التَّغْلِیظِ فِي تَعَمُّدِ الْكُذْبِ عَلٰی رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
98	باب: جس حدیث کے متعلق معلوم ہو کہ وہ جھوٹ ہے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا منع ہے	۵- بَابُ مَنْ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ [حَدِيثًا] وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ
100	باب: ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کی پیروی کا بیان	۶- بَابُ اتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ

باب: بدعات اور غیر ضروری بحث و تکرار سے پرہیز کرنے کا بیان	۷- بَابُ اجْتِنَابِ الْبِدْعِ وَالْجَدَلِ
103	
باب: رائے اور قیاس سے پرہیز کا بیان	۸- بَابُ اجْتِنَابِ الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ
111	
باب: ایمان سے متعلق احکام و مسائل	۹- بَابُ فِي الْإِيمَانِ
114	
باب: تقدیر سے متعلق احکام و مسائل	۱۰- بَابُ فِي الْقَدْرِ
134	
باب: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے فضائل و مناقب	۱۱- بَابُ فِي فَضَائِلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
151	
باب: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب	۱۱/۱- فَضْلُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ [رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ]
160	
باب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب	۱۱/۲- فَضْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
168	
باب: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب	۱۱/۳- فَضْلُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
174	
باب: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب	۱۱/۴- فَضْلُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
179	
باب: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب	۱۱/۵- فَضْلُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
187	
باب: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب	۱۱/۶- فَضْلُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
190	
باب: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب	۱۱/۷- فَضْلُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
193	
باب: عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب	۱۱/۸- فَضَائِلُ الْعَشْرَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
195	
باب: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی فضیلت	۱۱/۹- فَضْلُ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجُرَّاحِ [رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ]
196	
باب: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱/۱۰- فَضْلُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
198	
باب: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱/۱۱- فَضْلُ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
200	
باب: حضرت حسن اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے فضائل	۱۱/۱۲- فَضْلُ الْحُسَيْنِ وَالحُسَيْنِ ابْنَيْ عَلِيٍّ بْنِ
201	
باب: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کے فضائل	۱۱/۱۳- فَضْلُ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ
205	
باب: حضرت سلمان ابو ذر اور مقداد رضی اللہ عنہم کے فضائل	۱۱/۱۴- فَضْلُ سَلْمَانَ وَآبِي ذَرٍّ وَالْمِقْدَادِ
207	
باب: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱/۱۵- فَضَائِلُ بِلَالٍ
210	
باب: حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱/۱۶- فَضَائِلُ خَبَّابٍ
211	
باب: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی فضیلت	۱۱/۱۷- فَضْلُ أَبِي ذَرٍّ
213	
باب: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱/۱۸- فَضْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ
214	

- ۱۱/۱۹ - فَضْلُ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْجَلِيلِيِّ
باب: حضرت جریر بن عبد اللہ جلی کے فضائل 215
- ۱۱/۲۰ - فَضْلُ أَهْلِ بَذْرِ
باب: جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کے فضائل 216
- ۱۱/۲۱ - [فَضْلُ الْأَنْصَارِ]
باب: انصار کی فضیلت 218
- ۱۱/۲۲ - فَضْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ
باب: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فضائل 221
- ۱۲ - بَابُ فِي ذِكْرِ الْخَوَارِجِ
باب: خوارج کا بیان 222
- ۱۳ - بَابُ يَمَّا أَتَتْكَ الْجَهْمِيَّةُ
باب: فرقہ جہمیہ نے جس چیز کا انکار کیا 230
- ۱۴ - بَابُ مَنْ سَنَّ سُنَّةَ حَسَنَةٍ أَوْ سَيِّئَةٍ
باب: اس شخص کا بیان جس نے اچھا یا برا طریقہ جاری کیا 232
- ۱۵ - بَابُ مَنْ أَخْبَا سُنَّةَ قَدْ أُبَيِّتَتْ
باب: مردہ سنت زندہ کرنے والے شخص کے (اجر) کا بیان 252
- ۱۶ - بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ
باب: قرآن کا علم حاصل کرنے اور اس کی تعلیم دینے والے کی فضیلت 256
- ۱۷ - بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ
باب: علماء کی فضیلت اور حصول علم کی ترغیب 264
- ۱۸ - بَابُ مَنْ بَلَغَ عِلْمًا
باب: علم کی باتیں دوسروں تک پہنچانے والے کی فضیلت 272
- ۱۹ - بَابُ مَنْ كَانَ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ
باب: جو شخص نیکی کی چابی ہو 276
- ۲۰ - بَابُ ثَوَابِ مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرِ
باب: لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے کا ثواب 277
- ۲۱ - بَابُ مَنْ حَرَمَ أَنْ يُوَطَّأَ عَيْنَاهُ
باب: جس نے ساتھیوں کا پیچھے چلنا پسند نہ کیا 281
- ۲۲ - بَابُ الْوَصَاةِ بِطَلَبَةِ الْعِلْمِ
باب: طالبان علم کے حق میں وصیت 283
- ۲۳ - [بَابُ] الْإِنْتِفَاعِ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ بِهِ
باب: علم سے فائدہ اٹھانا اور اس پر عمل کرنا 285
- ۲۴ - بَابُ مَنْ سِئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكْتَمَهُ
باب: علم کی بات پوچھے جانے پر علم چھپانے والے کے گناہ کا بیان 283

۱- أبواب الطهارة وسننها
طہارت کے مسائل اور اس کی سنتیں 299

۱- بَابُ مَا جَاءَ فِي مِقْدَارِ الْمَاءِ لِلْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ
باب: وضو اور غسل جنابت کیلئے پانی کی مقدار کا بیان 302

- 304 باب: اللہ تعالیٰ بغیر پاکیزگی کے نماز قبول نہیں فرماتا
- 306 باب: پاکیزگی نماز کی نجی ہے
- 307 باب: وضو کی حفاظت کرنا
- 309 باب: وضو نصف ایمان ہے
- 311 باب: طہارت کا ثواب
- 315 باب: مسواک کا بیان
- 319 باب: امور فطرت کا بیان
- 323 باب: بیت الخلاء میں جاتے وقت آدمی کیا کہے؟
- 326 باب: بیت الخلاء سے باہر آ کر کیا پڑھے؟
- باب: بیت الخلاء میں اللہ کا ذکر کرنا اور گھنٹی لے کر جانا
- 327
- 328 باب: غسل خانے میں پیشاب کرنے کی کراہت کا بیان
- 329 باب: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا
- 330 باب: بیٹھ کر پیشاب کرنا
- باب: دائیں ہاتھ سے عضو خاص کو چھونا اور دائیں
- 332 ہاتھ سے استنجہ کرنا ممنوع ہے
- باب: استنجہ کے لیے پتھر کا استعمال نیز لید اور ہڈی
- 333 سے ممانعت
- باب: پیشاب پاخانے کے وقت قبلہ رو ہونے کی
- 337 ممانعت کا بیان
- باب: قبلہ کی طرف منہ کرنا بیت الخلاء میں جائز ہے
- 339 صحرا میں نہیں
- باب: پیشاب کے بعد اس کے قطرات سے بچاؤ
- 343 حاصل کرنا
- باب: جس نے پیشاب کے بعد پانی استعمال نہ کیا

- ۲- بَابُ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ بَغَيْرِ طَهْوٍ
- ۳- بَابُ مِفْتَاحِ الصَّلَاةِ الطَّهْوُ
- ۴- بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى الْوُضُوءِ
- ۵- بَابُ الْوُضُوءِ شَطْرَ الْإِيمَانِ
- ۶- [بَابُ] ثَوَابِ الطَّهْوِ
- ۷- بَابُ السَّوَاكِ
- ۸- بَابُ الْفِطْرَةِ
- ۹- بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ
- ۱۰- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ
- ۱۱- بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْخَلَاءِ وَالْخَائِمِ فِي الْخَلَاءِ
- ۱۲- بَابُ كَرَاهِيَةِ الْبُؤْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ
- ۱۳- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبُؤْلِ قَائِمًا
- ۱۴- بَابُ فِي الْبُؤْلِ قَاعِدًا
- ۱۵- بَابُ كَرَاهَةِ مَسِّ الذِّكْرِ بِالْيَمِينِ وَالْأَسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ
- ۱۶- بَابُ الْأَسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الرُّوثِ وَالرَّمَةِ
- ۱۷- بَابُ النَّهْيِ عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقُبْلَةِ بِالْعَائِطِ وَالْبُؤْلِ
- ۱۸- بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ فِي الْكُنُفِ، وَإِبَاحَتِهِ دُونَ الصَّحَارِي
- ۱۹- بَابُ الْأَسْتِنْجَاءِ بَعْدَ الْبُؤْلِ
- ۲۰- بَابُ مَنْ بَالَ وَلَمْ يَمْسَ مَاءً

- ۲۱- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْخَلَاءِ عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ باب: راستے پر قضاے حاجت کی ممانعت کا بیان 344
- ۲۲- بَابُ التَّبَاعُدِ لِلتَّرَازِي فِي الْقَضَاءِ باب: میدان میں قضاے حاجت کے لیے (لوگوں سے) دور جانا 346
- ۲۳- بَابُ الْأَزْتِمَادِ لِلْغَانِطِ وَالْبَوْلِ باب: پیشاب اور پاخانہ کے لیے مناسب جگہ تلاش کرنا 348
- ۲۴- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاجْتِمَاعِ عَلَى الْخَلَاءِ وَالْحَدِيثِ عِنْدَهُ باب: قضاے حاجت کے وقت ایک دوسرے کے قریب بیٹھنا اور باتیں کرنا منع ہے 351
- ۲۵- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ باب: ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے 352
- ۲۶- بَابُ التَّشْدِيدِ فِي الْبَوْلِ باب: پیشاب سے انتہائی احتیاط کی تاکید 353
- ۲۷- بَابُ الرَّجُلِ يَسْلُمُ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبُولُ باب: پیشاب کرنے والے کو سلام کہنا 356
- ۲۸- بَابُ الاسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ باب: پانی سے استنجا کرنا 359
- ۲۹- بَابُ مَنْ ذَلِكَ يَدُهُ بِالْأَرْضِ بَعْدَ الاسْتِنْجَاءِ باب: جس نے استنجا کے بعد ہاتھ زمین پر رگڑے 361
- ۳۰- بَابُ تَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ باب: برتن ڈھانک کر رکھنا 362
- ۳۱- بَابُ غَسْلِ الْإِنَاءِ مِنْ وَلُوغِ الْكَلْبِ باب: برتن میں کتا مت ڈال دے تو اسے دھونا چاہیے 363
- ۳۲- بَابُ الْوُضُوءِ بِسُورِ الْهَرَّةِ وَالرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ باب: بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کا بیان 365
- ۳۳- بَابُ الرُّخْصَةِ بِفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ باب: عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی کے استعمال کی رخصت 366
- ۳۴- بَابُ النَّهْيِ عَنْ ذَلِكَ باب: اس (پانی سے وضو اور غسل) کی ممانعت 368
- ۳۵- بَابُ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ باب: میاں بیوی ایک برتن سے پانی لے کر غسل کر سکتے ہیں 369
- ۳۶- بَابُ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ يَتَوَضَّأَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ باب: مرد اور عورت ایک ہی برتن میں سے وضو کر سکتے ہیں 371
- ۳۷- بَابُ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ باب: نبیذ سے وضو کرنا 373
- ۳۸- بَابُ الْوُضُوءِ بِمَاءِ الْبَحْرِ باب: سمندر کے پانی سے وضو کرنا 374
- ۳۹- بَابُ الرَّجُلِ يَسْتَعِينُ عَلَى وَضُوءِهِ فَيَصَّبُ عَلَيْهِ باب: وضو میں دوسرے آدمی سے مدد لینا اور اس کا پانی ڈالنا 377

- ۴۰- بَابُ الرَّجُلِ يَسْتَقِظُ مِنْ مَنَامِهِ هَلْ يَدْخُلُ يَدَهُ
باب: کیا آدمی نیند سے بیدار ہو کر بغیر ہاتھ دھوئے،
379 فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا
- ۴۱- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْمِيَةِ فِي الْوُضُوءِ
باب: وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا
381
- ۴۲- بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْوُضُوءِ
باب: وضو میں دائیں طرف سے شروع کرنا
383
- ۴۳- بَابُ الْمُضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ مِنْ كَفِّ وَاجِدٍ
باب: ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا
384
- ۴۴- بَابُ الْمُبَالَغَةِ فِي الْاسْتِنْشَاقِ وَالِاسْتِنْشَارِ
باب: ناک میں اچھی طرح پانی ڈالنا اور اسے خوب
385 صاف کرنا
- ۴۵- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً
باب: وضو کے اعضاء ایک ایک بار دھونا
387
- ۴۶- بَابُ الْوُضُوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا
باب: وضو کے اعضاء تین تین بار دھونا
388
- ۴۷- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مَرَّةً وَمَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا
باب: وضو میں اعضاء کو ایک بار دو بار اور تین بار دھونا
390
- ۴۸- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقَصْدِ فِي الْوُضُوءِ وَكَرَاهِيَةِ
باب: وضو میں میانہ روی اختیار کرنے کا اور زیادتی
392 التَّعَدِّي فِيهِ
- ۴۹- بَابُ مَا جَاءَ فِي إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ
باب: کامل وضو کرنا
394
- ۵۰- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَخْلِيلِ اللَّحْيَةِ
باب: ڈاڑھی کا غلال کرنا
395
- ۵۱- بَابُ مَا جَاءَ فِي مَسْحِ الرَّأْسِ
باب: سر کے مسح کا بیان
397
- ۵۲- بَابُ مَا جَاءَ فِي مَسْحِ الْأُذُنَيْنِ
باب: کانوں کے مسح کا بیان
400
- ۵۳- بَابُ الْأُذُنَيْنِ مِنَ الرَّأْسِ
باب: کان سر کا حصہ ہیں
401
- ۵۴- بَابُ تَخْلِيلِ الْأَصَابِعِ
باب: انگلیوں کا غلال کرنا
402
- ۵۵- بَابُ غَسْلِ الْعَرَاقِبِ
باب: ایڑیاں دھونا
403
- ۵۶- بَابُ مَا جَاءَ فِي غَسْلِ الْقَدَمَيْنِ
باب: دونوں پاؤں دھونے کا بیان
406
- ۵۷- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ عَلَى مَا أَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى
باب: اللہ کے حکم کے مطابق وضو کرنا
407
- ۵۸- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّضَحُّعِ بَعْدَ الْوُضُوءِ
باب: وضو کے بعد چھینے مارنا
409
- ۵۹- بَابُ الْيُسْبِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ وَبَعْدَ الْغُسْلِ
باب: وضو اور غسل کے بعد رومال استعمال کرنا
410
- ۶۰- بَابُ مَا يُقَالُ بَعْدَ الْوُضُوءِ
باب: وضو کے بعد پڑھنے کی دعا
412
- ۶۱- بَابُ الْوُضُوءِ بِالصُّفْرِ
باب: جیتل کے برتن میں وضو کرنا
413

- ۶۲- بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ باب: نیند کی وجہ سے وضو کرنا 415
- ۶۳- بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ باب: شرم گاہ کو چھونے سے وضو کرنا چاہیے 418
- ۶۴- بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ باب: مذکورہ صورت میں وضو نہ کرنے کی اجازت 420
- ۶۵- بَابُ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ باب: آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنا 421
- ۶۶- بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ باب: مذکورہ صورت میں وضو نہ کرنے کی اجازت 423
- ۶۷- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ باب: اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنا 425
- ۶۸- بَابُ الْمَضْمَضَةِ مِنْ شُرْبِ اللَّبَنِ باب: دودھ پی کر کلی کرنا 427
- ۶۹- بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْقُبْلَةِ باب: بوسہ لینے سے وضو کرنا 428
- ۷۰- بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَذْيِ باب: مذی خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے 429
- ۷۱- بَابُ وَضُوءِ النَّوْمِ باب: سوتے وقت وضو کرنا 432
- ۷۲- بَابُ الْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَالصَّلَوَاتِ كُلِّهَا باب: ہر نماز کے لیے الگ الگ وضو کرنا اور ایک پُوضوءٌ وَّاحِدٌ 432
- ۷۳- بَابُ الْوُضُوءِ عَلَى طَهَارَةٍ باب: پاؤں دھو ہونے کے باوجود دوبارہ وضو کرنا 433
- ۷۴- بَابُ لَا وَضُوءَ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ باب: حدث کے بغیر وضو کرنا ضروری نہیں 435
- ۷۵- بَابُ مِقْدَارِ الْمَاءِ الَّذِي لَا يُتَجَسَّسُ باب: کس قدر پانی ناپاک نہیں ہوتا؟ 436
- ۷۶- بَابُ الْحِيَاضِ باب: حوضوں کا حکم 438
- ۷۷- بَابُ مَا جَاءَ فِي بَوْلِ الصَّبِيِّ الَّذِي لَمْ يَطْعَمْ باب: شیرخوار بچے کے پیشاب کا حکم 439
- ۷۸- بَابُ الْأَرْضِ يُصَيِّهَا الْبَوْلُ كَيْفَ تُغْسَلُ باب: اگر زمین پیشاب زدہ ہو جائے تو اسے کس طرح دھویا جائے؟ 443
- ۷۹- بَابُ الْأَرْضِ يُطَهَّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا باب: زمین کا ایک حصہ دوسرے حصے کو پاک کر دیتا ہے 445
- ۸۰- بَابُ مَصَافَحَةِ الْجَنْبِ باب: جنبی سے مصافحہ کرنا 446
- ۸۱- بَابُ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ باب: اگر کپڑے کو منی لگ جائے تو 448
- ۸۲- بَابُ فِي قَوْلِكَ الْمَنِيِّ مِنَ الثَّوْبِ باب: مادہ منویہ کو کپڑے پر سے کھرچ دینا 448
- ۸۳- بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيهِ باب: ہم بستری کے وقت جو کپڑا پہنا ہوا ہو اسی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے 450

451	باب: موزوں پر مسح کرنا	۸۴- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَيْنِ
455	باب: موزوں پر اوپر پرچے (دونوں طرف) مسح کرنا	۸۵- بَابُ فِي مَسْحِ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلِهِ
456	باب: مقیم اور مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت والمساویر	۸۶- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّوَقُّيْتِ فِي الْمَسْحِ لِلْمُقِيمِ وَالْمُسَافِرِ
458	باب: غیر معینہ مدت کے لیے مسح کرنا	۸۷- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ بِغَيْرِ تَوَقُّيْتٍ
460	باب: جرابوں اور جوتوں پر مسح کرنا	۸۸- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْجُورَبَيْنِ وَالْتَعْلَيْنِ
461	باب: چکڑی پر مسح کرنے کا بیان	۸۹- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ
463	تیمم کے احکام و مسائل	[ابواب التيمم]
463	باب: تیمم کی مشروعیت کا بیان	۹۰- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّيْمُمِ
465	باب: تیمم کے لیے (زمین پر) ایک بار ہاتھ مارنا	۹۱- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّيْمُمِ ضَرْبَهُ وَاحِدَةً
467	باب: تیمم کے لیے زمین پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا	۹۲- بَابُ فِي التَّيْمُمِ ضَرْبَتَيْنِ
468	باب: زخمی کو اگر غسل کرنے کی ضرورت میں (موت یا شدت مرض کا) خطرہ محسوس ہو تو (تیمم کر لے)	۹۳- بَابُ فِي الْمَجْرُوحِ نَصِيْبُهُ الْجَنَابَةَ فَيَخَافُ عَلَى نَفْسِهِ إِنْ اغْتَسَلَ
471	باب: غسل جنابت کا طریقہ	۹۴- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ
472	باب: غسل جنابت کے احکام و مسائل	۹۵- بَابُ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ
474	باب: غسل کے بعد وضو کرنا	۹۶- بَابُ فِي الْوُضُوءِ بَعْدَ الْغُسْلِ
475	باب: آدی غسل کر کے گرمی حاصل کرنے کے لیے عورت کے ساتھ لیٹ سکتا ہے جبکہ عورت نے ابھی غسل نہ کیا ہو	۹۷- بَابُ فِي الْجُنُبِ يَسْتَنْدِفِي بِأَمْرَاتِهِ قَبْلَ أَنْ تَغْتَسِلَ
476	باب: جنبی پانی استعمال کیے بغیر سو سکتا ہے	۹۸- بَابُ فِي الْجُنُبِ يَنَامُ كَهَيْئَتِهِ لَا يَمَسُّ مَاءً
477	باب: اس قول کی دلیل کہ جنبی کو نماز والا وضو کیے بغیر نہیں سوتا چاہیے	۹۹- بَابُ مَنْ قَالَ لَا يَنَامُ الْجُنُبُ حَتَّى يَتَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ
478	باب: جنبی دوبارہ مباشرت کرنا چاہے تو وضو کر لے	۱۰۰- بَابُ فِي الْجُنُبِ إِذَا أَرَادَ الْعَوْدَ تَوَضَّأَ
479	باب: تمام بیویوں سے مقاربت کے بعد ایک ہی غسل کافی ہے	۱۰۱- بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَغْتَسِلُ مِنْ جَمِيعِ نِسَائِهِ غُسْلًا وَاحِدًا

- 102- بَابُ فِيمَنْ يَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ وَاحِدَةٍ غُسْلًا باب: ہر بیوی کے پاس جا کر غسل کرنا 479
- 103- بَابُ فِي الْجُنُبِ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ باب: جنبی (غسل کیے بغیر) کھا پی سکتا ہے 480
- 104- بَابُ مَنْ قَالَ يُجْزِئُهُ غُسْلُ يَدَيْهِ باب: اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے کہ جنبی کے لیے ہاتھ دھونا کافی ہے 481
- 105- بَابُ مَا جَاءَ فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ باب: بے وضو قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا بیان 481
- 106- بَابُ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ باب: ہر ہر بال کے نیچے جنابت ہے 483
- 107- بَابُ فِي الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ باب: جس عورت کو نیند میں مرد کی طرح احکام ہو 485
- 108- بَابُ مَا جَاءَ فِي غُسْلِ الشَّاءِ مِنَ الْجَنَابَةِ باب: عورتوں کے غسل جنابت کا بیان 487
- 109- بَابُ الْجُنُبِ يَنْعَمِسُ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ أَمْ يُجْزِئُهُ باب: کیا جنبی کے لیے پھرے ہوئے پانی میں غوطہ لگا لینا کافی ہے؟ 488
- 110- بَابُ الْمَاءِ مِنَ الْمَاءِ باب: انزال سے غسل واجب ہوتا ہے 489
- 111- بَابُ مَا جَاءَ فِي وَجُوبِ الْغُسْلِ إِذَا انْقَضَى الْخِتَانَانِ باب: جب شرم گاہیں مل جائیں تو (محض دخول سے) غسل واجب ہو جاتا ہے 490
- 112- بَابُ مَنْ اخْتَلَمَ وَلَمْ يَزَلْ بَلَلًا باب: جسے خواب میں احتلام ہو لیکن کپڑے گیلیے نہ ہوں 492
- 113- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِسْتِنَارِ عِنْدَ الْغُسْلِ باب: نہاتے وقت پردے کا اہتمام کرنا 492
- 114- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّهْمِ لِلْحَاقِنِ أَنْ يُصَلِّيَ باب: پیشاب پاخانہ کی حاجت ہو تو نماز پڑھنا منع ہے 494
- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقْرِيرِ الدَّمِ باب: استحاضہ کی مریضہ عورت کو اگر یہ بیماری شروع ہونے سے پہلے کی ماہانہ عادت کے ایام معلوم ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟ 495
- 116- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ إِذَا اخْتَلَطَ عَلَيْهَا الدَّمُ فَلَمْ يَقِفْ عَلَى أَيَّامٍ خَنِصِهَا باب: اگر استحاضہ کی مریضہ کو خون کی پہچان نہ ہو اور اسے حیض کے ایام کا پتہ نہ چلے تو؟ 499
- 117- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبِكْرِ إِذَا ابْتَدَأَتْ مُسْتَحَاضَةً أَوْ كَانَتْ لَهَا أَيَّامٌ خَنِصٍ فَتَسْبِغُهَا باب: جس کنواری عورت کو شروع ہی سے استحاضہ آتا ہو یا اسے حیض کے ایام یاد نہ رہے ہوں 500
- 118- بَابُ فِي مَا جَاءَ فِي دَمِ الْخَنِصِ يُصِيبُ الثَّنَوْبَ باب: اگر کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے 502
- 119- بَابُ الْحَائِضِ لَا تَقْضِي الصَّلَاةَ باب: عورت حیض کے دنوں میں چھوڑی ہوئی نمازوں

- 503 کی قصائد دے
- ۱۲۰- بَابُ الْحَائِضِ تَتَنَاوَلُ الشَّيْءَ مِنَ الْمَسْجِدِ : باب: حائضہ (ہاتھ بڑھا کر) مسجد سے کوئی چیز لے سکتی ہے
- 504
- ۱۲۱- بَابُ مَا لِلرَّجُلِ مِنْ امْرَأَتِهِ إِذَا كَانَتْ حَائِضًا : باب: مرد اپنی حائضہ بیوی سے کس قدر قریب ہو سکتا ہے؟
- 505
- ۱۲۲- بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِيْتَانِ الْحَائِضِ : باب: حائضہ سے مباشرت کی ممانعت کا بیان
- 508
- ۱۲۳- بَابُ فِي كَفَّارَةِ مَنْ أَتَى حَائِضًا : باب: حیض کی حالت میں مقاربت کا کفارہ
- 509
- ۱۲۴- بَابُ فِي الْحَائِضِ كَيْفَ تَغْتَسِلُ : باب: حیض سے فارغ ہو کر غسل کرنے کا طریقہ
- 510
- ۱۲۵- بَابُ مَا جَاءَ فِي مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ وَسُورِهَا : باب: حائضہ کے ساتھ مل کر کھانا اور اس کا جوٹھا کھا لی لینا درست ہے
- 512
- ۱۲۶- بَابُ فِي مَا جَاءَ فِي اجْتِنَابِ الْحَائِضِ الْمَسْجِدَ : باب: حائضہ عورت مسجد میں داخل ہونے سے پرہیز کرے
- 513
- ۱۲۷- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَائِضِ تَرَى بَعْدَ الطُّهْرِ : باب: عورت اگر پاک ہونے کے بعد زرد یا مائلے رنگ کا پانی دیکھے تو؟
- 514
- ۱۲۸- بَابُ النِّسَاءِ كَمْ تَجْلِسُ : باب: نفاس والی عورت کتنا عرصہ نماز روزہ سے پرہیز کرے؟
- 515
- ۱۲۹- بَابُ مَنْ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ : باب: جو شخص حائضہ بیوی سے مباشرت کر لے
- 516
- ۱۳۰- بَابُ فِي مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ : باب: حائضہ کے ساتھ مل کر کھانا درست ہے
- 517
- ۱۳۱- بَابُ فِي الصَّلَاةِ فِي ثَوْبِ الْحَائِضِ : باب: حائضہ کا کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھنا
- 517
- ۱۳۲- بَابُ إِذَا حَاضَتِ الْجَارِيَةُ لَمْ تُصَلَّ إِلَّا بِحِمَارٍ : باب: جب لڑکی بالغ ہو جائے تو (سر پر) اوڑھنی لیے بغیر نماز نہ پڑھے
- 518
- ۱۳۳- بَابُ الْحَائِضِ تَخْتَضِبُ : باب: حائضہ عورت مہندی لگا سکتی ہے
- 519
- ۱۳۴- بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْجَبَانِ : باب: بیویوں پر مسح کرنا
- 520
- ۱۳۵- بَابُ اللَّعَابِ بِصَيْبِ الثَّوْبِ : باب: کپڑے کو تھوک لگ جائے تو کوئی حرج نہیں
- 520
- ۱۳۶- بَابُ الْمَجْعِ فِي الْإِنَاءِ : باب: برتن میں کلی کرنا
- 521

- ۱۳۷- بَابُ النَّهْيِ أَنْ يَرَى عَوْرَةَ أُخِيهِ باب: کسی کی شرم گاہ کا دیکھنا منع ہے 522
- ۱۳۸- بَابُ مَنْ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَبَقِيَ مِنْ جَسَدِهِ باب: اگر غسل جنابت کے دوران میں جسم کا کوئی 523
- لُغْمَةٌ لَمْ يَصْبِهَا الْمَاءُ كَيْفَ يَصْنَعُ تھوڑا سا حصہ خشک رہ جائے تو کیا کرے؟
- ۱۳۹- بَابُ مَنْ تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعًا لَمْ يَصْبِهُ الْمَاءُ باب: وضو کے دوران میں (بے احتیاطی سے) جگہ خشک 524
- رہ جائے تو کیا کرے؟

نماز سے متعلق احکام و مسائل

۲- کتاب الصلاة

- ۱- أَبْوَابُ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ باب: اوقات نماز کے احکام و مسائل 532
- ۲- بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الْفَجْرِ باب: فجر کی نماز کا وقت 535
- ۳- بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ باب: نماز ظہر کا وقت 538
- ۴- بَابُ الْإِزَادِ بِالظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ باب: سخت گرمی کے ایام میں ظہر کو بخشنا کرنا 540
- ۵- بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ باب: نماز عصر کا وقت 542
- ۶- بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ باب: نماز عصر کی پابندی ضروری ہے 543
- ۷- بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ باب: نماز مغرب کا وقت 545
- ۸- بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ باب: نماز عشاء کا وقت 547
- ۹- بَابُ مِيقَاتِ الصَّلَاةِ فِي الْعَتَمِ باب: بادل ہونے کی صورت میں نماز کا وقت 549
- ۱۰- بَابُ مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ نَسِيَهَا باب: نیند یا بھول کی وجہ سے نماز چھوٹ جانے کا بیان 550
- ۱۱- بَابُ وَقْتِ الصَّلَاةِ فِي الْعُذْرِ وَالضَّرُورَةِ باب: عذر اور ضرورت کی صورت میں نماز کا وقت 553
- ۱۲- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّوَمُّ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَعَنِ الْحَدِيثِ بَعْدَهَا باب: عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنا ممنوع ہے 555
- ۱۳- بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُقَالَ صَلَاةُ الْعَتَمَةِ باب: نماز عشاء کو "عتمة" کہنے کی ممانعت کا بیان 557

۳- أبواب الأذان والسنة فيها

اذان کے مسائل اور اس کا طریقہ

- ۱- بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ باب: اذان کا آغاز 562
- ۲- بَابُ التَّرْجِيعِ فِي الْأَذَانِ باب: اذان میں شہادتین کے کلمات دوبارہ کہنا 566
- ۳- بَابُ الشُّعْءِ فِي الْأَذَانِ باب: اذان کا طریقہ 571
- ۴- بَابُ مَا يُقَالُ إِذَا أَدَّنَ الْمُؤَذِّنُ باب: اذان سن کر کیا کہنا چاہیے؟ 575

579	باب: اذان کی فضیلت اور مؤذنوں کا ثواب	۵- بَابُ فَضْلِ الْآذَانِ وَتَوَابِ الْمُؤَذِّنِينَ
582	باب: اکہری تکبیر کہنا	۶- بَابُ إِفْرَادِ الْإِقَامَةِ
584	باب: اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت کا بیان	۷- بَابُ إِذَا أُذِّنَ وَأُتَتْ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا تَخْرُجَ
587	مسجد اور نماز باجماعت کے مسائل	۴ أَبْوَابُ الْمَسَاجِدِ وَالْجَمَاعَاتِ
590	باب: اللہ کی رضا کیلئے مسجد تعمیر کرنے والے کا ثواب	۱- بَابُ مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا
592	باب: مسجدوں کی سجاوٹ	۲- بَابُ تَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ
593	باب: مسجد کس جگہ بنانا جائز ہے؟	۳- بَابُ أَيْنَ يَجُوزُ بِنَاءُ الْمَسَاجِدِ
596	باب: جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے	۴- بَابُ الْمَوَاضِعِ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلَاةُ
598	باب: مسجدوں میں جو کام مکروہ ہیں	۵- بَابُ مَا يُكْرَهُ فِي الْمَسَاجِدِ
600	باب: مسجد میں سونا	۶- بَابُ النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ
600	باب: سب سے پہلے کون سی مسجد بنی؟	۷- بَابُ أَيِّ مَسْجِدٍ وُضِعَ أَوَّلُ
602	باب: گھروں میں نماز کی جگہ مقرر کر لینا درست ہے	۸- بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ
605	باب: مسجدوں کو پاک صاف رکھنا اور خوشبو لگانا	۹- بَابُ تَطْهِيرِ الْمَسَاجِدِ وَتَطْيِيبِهَا
606	باب: مسجد میں تھوکنے کی کراہت کا بیان	۱۰- بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ
609	باب: گم شدہ چیزوں کا اعلان مسجد میں کرنا منع ہے	۱۱- بَابُ التَّهْنِئَةِ عَنِ إِنْشَادِ الصَّوَالِ فِي الْمَسْجِدِ
611	باب: اونٹوں اور بکریوں کے ہارے میں نماز پڑھنے کا بیان	۱۲- بَابُ الصَّلَاةِ فِي أُعْطَانِ الْإِبِلِ وَمُرَاحِ الْغَنَمِ
612	باب: مسجد میں داخل ہونے کی دعا	۱۳- بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ
614	باب: نماز کے لیے (مسجد کی طرف) چلنے کا بیان	۱۴- بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ
620	باب: مسجد میں زیادہ دور سے آنے والوں کا ثواب زیادہ ہے	۱۵- بَابُ الْأَبْعَدِ فَلَا يَبْعُدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا
623	باب: نماز باجماعت کی فضیلت	۱۶- بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي جَمَاعَةٍ
625	باب: نماز باجماعت سے پیچھے رہ جانا سخت گناہ ہے	۱۷- بَابُ التَّخْلُفِ فِي التَّخْلُفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ
	باب: نماز عشاء اور نماز فجر باجماعت ادا کرنے کی فضیلت	۱۸- بَابُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَالْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ
628	باب: مساجد میں زیادہ وقت گزارنے اور نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت	۱۹- بَابُ لُزُومِ الْمَسَاجِدِ وَاتِّظَارِ الصَّلَاةِ
630		

عرض ناشر

بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اسلام نے دو مستند حوالے اور راستے پیش کیے ہیں۔ ان میں سے ایک راستہ قرآن حکیم کی آیات پینات سے ملتا ہے جب کہ اس سے ہم آہنگ ایک دوسرا جادہ شریعت ہے جسے ہم سنت یا حدیث کہتے ہیں۔ قرآن مجید نے اپنی اصولی اور اجمالی تعلیمات کی تشریح و تفسیر اور توضیح و تصریح کے لیے خود سنت اور اسوۂ حسنہ کی ضرورت کو بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کے احکام و نصوص کی وضاحت کے لیے اگر ذخیرہ احادیث موجود نہ ہو تو دین و شریعت کا ماخذ اوّل خود پیستان بن جائے گا۔ پیش نظر رہے کہ احادیث میں شریعت کا جو تشریحی اور توضیحی سرمایہ موجود ہے، نبی ﷺ کو یہ علم بھی اللہ تعالیٰ سے جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے سے میسر آتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔

عربی زبان میں ”حدیث“ کا لفظ گفتگو، نئی بات، قابل ذکر واقعہ، نئی چیز یا کلام کے معنی میں مستعمل ہے، مگر جب یہ ایک اصطلاح کے طور پر استعمال ہو تو اس سے مراد رسول کریم ﷺ کے اقوال و افعال اور اعمال و احوال ہوتے ہیں یا یوں کہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اور رسالت سے متعلق راویوں (صحابہ کرام اور ان کے فیض یافتگان) کے ذریعے سے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے، وہ حدیث کہلاتا ہے۔ حدیث کو سنت، خبر اور اثر بھی کہتے ہیں۔ یہ تمام ذخیرہ حدیث قولی، فعلی یا تقریری نوعیت کا ہے، البتہ بعض حضرات نے آپ ﷺ کے شامل (خصائل و عادات) کو بھی گنجینہ حدیث میں شامل رکھا ہے۔

ذخیرہ حدیث کی حیثیت، صداقت اور شرعی حیثیت ایک امر مسلم ہے۔ رسول کریم ﷺ کی بعثت کے آغاز ہی سے قلم و قراطس اور تحریر و نگارش کا سلسلہ شروع ہوا۔ ﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ (العلق) اور ﴿وَنَزَّلْنَا الْقُرْآنَ فَسُطُورًا﴾ (القلم) کی آیات کے حوالے سے عہد رسالت میں کتابت کے فن کو فروغ ملا۔ عرب و حجاز کے لوگ جو استحضار (حفظ و ضبط) کو اپنا شرف و افتخار سمجھتے تھے اب ان کے ہاں تحریر و تسوید کا پہلو بھی سامنے آیا۔ کتب میں قرآن مجید کے پچاس سے زائد کاتبوں کا تذکرہ ملتا ہے جبکہ احادیث کی روایت و کتابت کا عہد بہ عہد ایک

وسیع نظام دکھائی دیتا ہے۔ عہد رسالت میں قرآن مجید کے علاوہ جن امور کو باقاعدہ لکھا جا رہا تھا وہ درج ذیل تھے:

اسلامی ریاست کے سرکاری مراسلے، مکتوبات نبوی، دستور مملکت، خطبات نبوی، معاہدات، ہبہ نامے، امان نامے، مردم شماری، غلاموں کی آزادی کے پروانے، مختلف علاقوں اور صوبوں کے گورنروں اور عمال کے نام سرکاری ہدایات، بیت المال میں آمد و خرچ کی تفصیلات اور متعدد صحابہ کا ذخیرہ احادیث جو آپ کے افعال کی رویت یا گفتگو کی سماعت پر مشتمل ہوتا تھا..... کمال ضبط و احتیاط سے مختلف چیزوں پر لکھے ہوئے اس گرانقدر سرمائے کے علاوہ عہد صحابہ میں احادیث کے ذخیرے کو جس توجہ اور ذمے داری کے ساتھ لکھا گیا، اس کی مستند تفصیلات ہمارے سامنے موجود ہیں۔

نبی ﷺ نے متعدد مواقع پر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت کی کہ وہ آپ سے حاصل ہونے والے علم کو لکھ لیا کریں۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر یمن کے ابوشاہ کی درخواست پر اسے لکھوایا گیا۔

عہد نبوی اور دور صحابہ کی ان روایات کو جب بعد کے طبقات و ادوار میں جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی تو اس کے حوالے سے روایت و روایت، جرح و تعدیل اور اصطلاحات حدیث کا ایک ایسا علم وجود میں آیا جس نے اس ذخیرہ حدیث کی حفاظت، ثقاہت، وضاحت اور استناد میں ایک سائنٹیفک اسلوب فراہم کیا۔ ان علوم الحدیث میں اسماء الرجال تو تاریخ عالم کا ممتاز ترین علم اور فن ہے جس کے متعلق ”الإصابة في تمييز الصحابة“ کو ایڈٹ کرتے ہوئے جرمن مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر نے اپنے مقدمہ میں یہ تاریخی الفاظ لکھے:

”دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں گزری اور نہ آج کہیں موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا

عظیم المرتبت فن ایجاد کیا ہو جس کے باعث پانچ لاکھ مسلمانوں کے احوال معلوم ہو سکتے ہیں۔“

ہمیں اعتراف ہے کہ دشمنان اسلام، منافقین اور بعض دجالوں نے احادیث کو اپنی جانب سے وضع کر کے پھیلانے کی کوشش کی۔ اس موقع پر محدثین نے جس ایمانی غیرت، مشاہداتی قوت، علمی اور ادراک، تاریخی ذوق اور سائنسی شعور کے ساتھ ان وضامین کا مقابلہ کیا اور ذخیرہ حدیث سے ان کی جعلی روایات کو نکال باہر کیا، یہ تاریخ علوم انسانی کا سب سے بڑا انفتاح ہے۔ اس سلسلے میں ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ کیجیے:

خلیفہ ہارون الرشید (170ھ تا 193ھ) نے ایک زندیق کو گرفتار کر کے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا جو وضع حدیث کے جرم میں گرفتار تھا۔ اس موقع پر اس زندیق نے ہارون سے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ ان چار

ہزار احادیث کا کیا کریں گے جو میں نے وضع کی ہیں اور ان میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیا ہے، حالانکہ ان میں ایک لفظ بھی رسول کریم ﷺ نے بیان نہیں فرمایا؟ اس پر ہارون نے کہا:

[أین أنت یا عدو اللہ من أبی إسحاق الفزاري وعبد اللہ بن المبارک ینخلانہا، فیخرجانہا حرفاً حرفاً]

”اے اللہ کے دشمن! تو ابو اسحاق فزاری اور عبد اللہ بن مبارک سے بچ کر کہاں جائے گا جو ان (وضعی احادیث) کو چھلنی کی طرح چھان کر ان کا ایک ایک حرف نکال باہر پھینکیں گے؟“

یہ حقیقت الم نشرح ہے کہ اس امت کی ہدایت کے لیے قرآن کے بعد حدیث کے چشمہ صافی کو محدثین عظام رحمہم کی علمی اور تحقیقی کاوشوں نے استناد اور اعتماد عطا کر دیا۔ روایت و درایت، جرح و تعدیل اور اسماء الرجال کے علوم و فنون کی روشنی میں جب تمام ذخیرہ حدیث کی تیقحات و تصریحات سامنے آ گئیں تو تدوین حدیث کا عظیم الشان مرحلہ شروع ہوا۔ کتب ستہ کے علاوہ مصنفات، جوامع، سنن، مسانید، معاجم، مستدرکات اور مستخرجات کا عظیم ذخیرہ محدثین عظام رحمہم کی جلیل القدر محنت و ریاضت اور عقیدت و مسؤلیت کے نتیجے میں امت کے ہاتھ آیا جس کے ہزاروں مخطوطات عہد بہ عہد شروع و حواشی اور تحقیق و تخریج کے ساتھ مرتب ہوئے جو آج بھی عالمی کتب خانوں میں اور باب تحقیق کی توجہات کا مرکز ہیں مگر ان میں صحاح ستہ گل سرسبد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ایک مدت سے میرے دل میں اس بات کی آرزو تھی کہ صحاح ستہ کا جدید اور شگفتہ اردو زبان میں ایسا ترجمہ پیش کیا جائے جس میں ہر حدیث کے نتائج و فوائد بھی درج کیے جائیں اور ان تمام مکمل مقامات پر جہاں کسی عصری اور زمانی موضوع پر کوئی حدیث بیان کی گئی ہو، اس پر ایک تفصیلی اور تحقیقی شذرہ اس اسلوب سے لکھا جائے کہ دور جدید میں شبہات کی دلدل میں گھرا ہوا ذہن کامل اطمینان اور مکمل یقین حاصل کر سکے، چنانچہ دار السلام نے اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کے لیے برصغیر کے اہل علم اور محققین کی خدمات حاصل کیں جو کتب ستہ کے تراجم و فوائد پر بڑی دل جمعی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ واللہ الحمد کہ سنن اربعہ میں سے ایک جزو اعظم سنن ابی داؤد پر کام مکمل ہو چکا ہے اور اب سنن ابن ماجہ کا وقع کام آپ کے سامنے ہے۔

اس مجموعے کی جملہ احادیث کی تخریج عظیم محقق حافظ زبیر علی زئی رحمہم نے کی ہے، جس کی تصحیح و تنقیح اور پروف ریڈنگ کے فرائض رفقاء ادارہ مولانا سلیم اللہ زمان اور حافظ عبدالحق رحمہم نے نہایت جاں فشانی اور ذمہ داری

سے نبھائے۔ ترجمہ کی متن کے ساتھ مراجعت اور کتابیات کے ابتدائے مولانا ابو محمد محمد اجمل (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے بڑی محنت سے تحریر کیے ہیں۔

عہد حاضر کے فاضل مفسر و مترجم اور مؤلف کتب کثیرہ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ مدبر شعبہ تحقیق و تصنیف دار السلام لاہور اور ان کے معاونین مولانا ابو عبد اللہ محمد عبد الجبار حافظ محمد آصف اقبال حافظ عبد الحاق، مولانا محمد عثمان بنیہ رحمہم نے دن رات کی ان تھک محنت سے اس پر نظر ثانی اور علمی و تحقیقی فوائد و مسائل کا اضافہ کیا جبکہ کتاب کی تصحیح و تنقیح اور پروف ریڈنگ کی ذمہ داری مذکورہ علمائے کرام کے علاوہ مولانا غلام مرتضیٰ رحمہ اللہ نے بڑی عرق ریزی اور محنت سے ادا کی ہے۔ علاوہ ازیں حافظ محمد آصف اقبال نے حدیث کی صحت و ضعف کے اعتبار سے فوائد و مسائل میں حک و اضافہ کیا ہے نیز وہ مسائل جو تفصیل اور تحقیق کے متقاضی تھے ان پر تحقیقی بحث کی ہے۔

سنن ابن ماجہ (اردو) کی تیاری کے فنی مراحل کمپوزنگ، ڈیزائننگ وغیرہ میں محمد عامر رضوان، اخلاص الحق ساجد، شیخ محمد یعقوب اور عبد الجبار غازی نے اسے خوب سے خوب تر بنانے میں بھرپور محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

ان جملہ احباب کی شانہ روز محنت کے باعث سنن ابن ماجہ کا یہ ترجمہ ان شاء اللہ العزیز اردو خواں حضرات علمائے دین، قانون دانوں، اساتذہ، طلبہ اور عامۃ المسلمین میں قبولیت حاصل کرے گا۔ اس سلسلے میں برادر عزیز حافظ عبد العظیم اسد نے اس منصوبے کی تکمیل کے لیے جس محنت، انہماک اور ذمے داری کا مظاہرہ کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ قارئین محترم سے درخواست ہے کہ وہ کتب ستہ کے بقیہ جاری شدہ منصوبے کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے اسے جلد از جلد مکمل کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

خادم کتاب و سنت

عبد المالک مجاہد

صدر: دار السلام الریاض۔ لاہور

رجب 1427ھ / اگست 2006ء



حرفِ آغاز

دینِ اسلام قال اللہ وقال الرسول ﷺ کا نام ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے قرآن مجید کے الفاظ کی تعلیم بھی دی اور اس کی قوی و عملی تشریح اور وضاحت کا فریضہ بھی انجام دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِنُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل: ۴۴) ”اور ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث مبارکہ کو سنا، یاد کیا، لکھا اور انھیں عملی طور پر اپنی زندگی میں سمولیا، پھر ”فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدَ الْغَائِبَ“ کے حکم کی تعمیل میں علم کے اس نور کو پھیلا نا شروع کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ارشادات نبوی کا پہلا مجموعہ تیار کیا جو ”صحیفہ صادقہ“ کے نام سے معروف ہوا۔ روایت حدیث اور تدوین حدیث کا یہ مبارک سلسلہ تیسری صدی ہجری میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ اسی دور میں مسند احمد بن حنبل جیسا ضخیم ذخیرہ حدیث جمع ہوا، نیز حدیث کے چھ اہم ترین مجموعے منصہ شہود پر آئے جنھیں امت اسلامیہ ”صحاح ستہ“ یا ”کتب ستہ“ کے نام سے جانتی ہے۔ علمائے اسلام نے ان چھ کتابوں کو انتہائی اہمیت دی اور ان کی تدریس و تفہیم اور شرح و تفسیر کا سلسلہ ہر دور میں جاری رہا اور اب تک جاری ہے۔ سنن ابن ماجہ بھی ان چھ کتابوں میں سے ایک ہے جس پر کام کرنے کا مجھے موقع ملا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

دارالسلام کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دین حق کی خدمت اور قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت کا شرف بخشا ہے۔ میں دارالسلام کے احباب اور بالخصوص اس کے مدیر جناب عبدالملک مجاہد رضی اللہ عنہ اور ان کے دستِ راست محترم حافظ عبدالعظیم اسد رضی اللہ عنہ کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے بھی خدمت حدیث کا کام کرنے کی ترغیب دی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ مجھے یہ کام اپنی بساط سے بڑھ کر نظر آ رہا تھا لیکن ان عبادِ مکرم کے محبت و شفقت بھرے اصرار نے ہمت بندھائی اور اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

میں نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ سادہ و سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ متن حدیث سے قریب تر ہو۔ اس مقصد

کے لیے میں نے سنن ابن ماجہ کے مختلف تراجم سے حسب ضرورت استفادہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ ”النهاية في غريب الحديث و الاثر لابن الاثير“ سے بہت مدد لی ہے۔ فوائد و مسائل کے لیے زیادہ تر متن حدیث کو مد نظر رکھا گیا ہے اور اس سے جو مسائل معمولی غور و فکر کے بعد سامنے آتے ہیں بیان کیے ہیں البتہ کہیں کہیں بعض مسائل کے لیے دیگر مراجع سے استفادہ کیا گیا ہے مثلاً: فتح الباری، سبل السلام، نووی شرح صحیح مسلم اور نیل الاوطار وغیرہ۔ میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کام کی تکمیل میں معاونت فرمائی، نظر ثانی فرمائی یا کسی بھی انداز سے اس میں تعاون فرمایا۔

مجھے احساس ہے کہ کتاب کا مقام و مرتبہ جس بلند معیار کا تقاضا کرتا ہے میں اپنی علمی اور عملی کوتاہیوں پر اس سے بہت پیچھے رہ گیا ہوں۔ اگر یہ کام کسی بڑی علمی شخصیت کے ہاتھوں انجام پاتا تو بے شمار فوائد و برکات کا حامل ہوتا۔ اب یہ جیسا کچھ بھی ہے، قارئین کے سامنے ہے۔ اس میں جو لغزش یا غلطی ہے وہ میری کم فہمی یا علمی تہی دہشی کا نتیجہ ہے اور اگر دیکھنے والوں کو اس میں کوئی خوبی نظر آئی ہے تو وہ سراسر اللہ عز و جل کا احسان اور اس کی ذرہ نوازی ہے اور اس کے بعد میرے محترم اساتذہ کرام کی محنت و شفقت کا نتیجہ ہے جو چٹائیوں پر بیٹھ کر سنگریزوں کو لعل و گہر میں تبدیل کرنے کی سعی کرتے رہے۔ ان میں سے جو حضرات اس عالم آب و گل سے تشریف لے جا چکے، اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرما کر انھیں جنت کے اعلیٰ درجات عطا فرمائے، اور جو حضرات ابھی اس جہان رنگ و بو کو آباد کیے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے اور زیادہ سے زیادہ طالبان علم کو ان کے چشمہ ہائے فیض سے سیراب ہونے کی توفیق بخشے اور خدمت دین کی اس حقیر کوشش کو ان کے لیے بلندی درجات کا ذریعہ بنائے، جن کی کوششوں سے میں قلم اٹھانے کے قابل ہوا۔ آمین۔

عطاء اللہ ساجد

گوجرانوالہ

رجب 1427ھ / اگست 2006ء

شخصی تعارف

اس کتاب کے فاضل مترجم مولانا عطاء اللہ ساجد رحمۃ اللہ علیہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی، سینئر استاد جامعہ اسلامیہ گوجرانوالا ہیں جنہوں نے بڑی عمر کی ساتھ اس کا ترجمہ مکمل کیا اور اکثر و بیشتر احادیث کے فوائد و مسائل بھی تحریر کیے۔ نعمت پور ریاست پٹیالہ (بھارت) کے ایک مہاجر گھرانے سے تعلق رکھنے والے عطاء اللہ ساجد نے بی اے کے بعد دو سال جامعہ محمدیہ گوجرانوالا میں پڑھا اور جدید علماء سے کسب فیض کیا، پھر جامعہ اسلامیہ (گوجرانوالا) میں مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ (مدیر الاستقامات وفاق المدارس السلفیہ) سے ترمذی اور ابوداؤد پڑھیں۔ مزید دو سال جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں تعلیم حاصل کی اور مولانا عبدالسلام کیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح مسلم اور مولانا محمد عبدہ الفلاح رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ 1396ھ/1976ء میں جامعہ سلفیہ سے فراغت پا کر انیس مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم اور الشہادۃ العالیہ کی سند حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مدینہ سے سند فنیلیت حاصل کرنے کے بعد جامعہ ابی بکر الاسلامیہ (کراچی) میں بطور مدرس 18 سال کام کیا اور ربیع الاول 1418ھ سے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالا میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مولانا عطاء اللہ ساجد رحمۃ اللہ علیہ نے تدریس کے علاوہ بعض عربی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جن میں چند نمایاں کتب درج ذیل ہیں:

- ❖ منهاج المسلم (ابوبکر جابر الجعفی رحمۃ اللہ علیہ) ترجمہ: ”مسلمان کا طرز حیات“ مع تخریج احادیث۔
- ❖ اقتضاء الصراط المستقیم فی..... أصحاب الحجیم (ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) ترجمہ: ”مسئلہ تشبہ بالکفار“۔
- ❖ فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء سعودی عرب، جلد دوم۔
- ❖ الحسنۃ والسیئۃ (ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) ترجمہ: ”مسئلہ خیر و شر“۔
- ❖ سنن ابن ماجہ ترجمہ وفوائد جو اس وقت پیش خدمت ہے۔
- ❖ ”خطبات جمعہ“ مولانا عبدالسلام بستوی رحمۃ اللہ علیہ کے ”اسلامی خطبات“ میں سے پچاس سے زائد منتخب خطبات ترمیم و اضافہ کے ساتھ۔

مقدمہ

قرآن کریم کے بعد شرعی احکام و دلائل کا دوسرا مأخذ حدیث رسول ہے۔ حدیث کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات پر ہوتا ہے۔ تقریر سے مراد ایسے امور ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کیے گئے لیکن آپ نے اس پر کوئی تکلیف نہیں فرمائی بلکہ خاموش رہ کر اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرما دیا۔ ان تینوں قسم کے علوم نبوت کے لیے بالعموم چار الفاظ استعمال کیے گئے ہیں: ① خبر ② اثر ③ حدیث ④ سنت (جن کا تذکرہ اصطلاحات محدثین میں تفصیلاً آ رہا ہے۔)

اول الذکر دو لفظوں (خبر اور اثر) کے مقابلے میں ثانی الذکر الفاظ (حدیث اور سنت) کا استعمال علوم نبوت کے لیے عام ہے اور اس میں اتنا خصوص پیدا ہو گیا ہے کہ جب بھی حدیث یا سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے نبی ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات ہی مراد ہوتے ہیں۔ اس مفہوم کے علاوہ کسی اور طرف ذہن منتقل ہی نہیں ہوتا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے حدیث اور سنت کے مفہوم میں بھی فرق کیا ہے اور اس کی بابت مختلف اقوال بیان کیے ہیں لیکن یہ سب باتیں صحیح نہیں۔ محدثین نے سنت اور حدیث کے مفہوم کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ وہ سنت اور حدیث دونوں کو مترادف اور ہم معنی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح سنت سے صرف عادات و اطوار مراد لے کر ان کی شرعی حیثیت سے انکار بھی غلط ہے جو کہ انکار حدیث کا ایک چور دروازہ ہے۔ اور اسی طرح صرف اعمال مستترہ (داعی عمل) کو قابل عمل کہنا، احادیث کے ایک بہت بڑے ذخیرے کا انکار اور منکرین حدیث کی یہ انداز دیگر ہم نوائی ہے۔ علاوہ ازیں حدیث رسول کو بظاہر قرآن کے خلاف باور کرا کے اسے رد کرنا بھی اہل اسلام کا شیوہ نہیں۔ یہ طریقہ بھی صرف اہل زلیغ اور اہل ابواء کا ہے جنہوں نے موافقت قرآن کے خوش نما عنوان سے بے شمار احادیث رسول کو ٹھکرا دیا۔

اسلام کی ابتدائی دو صدیوں کے بعد معتزلہ نے بعض احادیث کا انکار کیا لیکن اس سے ان کا مقصد اپنے گمراہ کن عقائد کا اثبات تھا۔ اسی طرح گزشتہ ایک ڈیڑھ صدی پہلے نیچر پرستوں نے احادیث کی حجت شرعیہ میں مین میکہ نکالی اس سے بھی ان کا مقصد اپنی نیچر پرستی کا اثبات اور معجزات قرآنی کی من مانی تاویلات تھا۔ نیچر پرستوں

کا یہی گروہ اب مستشرقین کی ”تحقیقات نادرہ“ سے متاثر، ساحرانِ مغرب کے افسوس سے مسحور اور شاید تہذیب کی عشوہ طرازیوں سے مرعوب ہو کر ایک منظم طریقے سے قومِ رسولِ ہاشمی کو ان کی تہذیب و معاشرت سے محروم کرنا اور اسلامی اقدار و روایات سے بیگانہ کر کے تہذیبِ جدید کے سانچے میں ڈھالنا چاہتا ہے۔

بہر حال حدیث اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو کہا جاتا ہے اور یہ بھی قرآن کریم کی طرح دین کا مأخذ، شریعت کا مصدر اور مستقل بالذات قابلِ استناد ہے۔ حدیثِ رسول سے استفادے اور استناد کے لیے چند امور کا جاننا ضروری ہے جو حسب ذیل ہیں:

چند قابلِ غور و فکر پہلو

- 1- اللہ کا نازل کردہ دین ایک ہی ہے اور وہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔ ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران: ۱۹/۳) ”بے شک اللہ کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے۔“ ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (آل عمران: ۸۵/۳) ”اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین چاہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا“ اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔“ اس دین کو تھامنے کا حکم دیا اور جدِ اجداد ہونے سے منع فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آل عمران: ۱۰۳/۳) اور اپنے رسول کے ذریعے سے بھی اس کا اعلان کروایا۔ ﴿وَإِنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ (الأنعام: ۱۵۳/۶) ”یہ میرا سیدھا راستہ ہے، تم اسی کی پیروی کرو اور کئی راستوں کے پیچھے مت لگو، وہ تمہیں اس سیدھے راستے سے پلٹا دیں گے۔“
- 2- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر تفرق سے روکا ہے جس کا مطلب فرقوں اور گروہوں میں بٹ جانا ہے۔ علاوہ ازیں نبی ﷺ نے بھی ایک ہی راستے پر چلنے کی تلقین فرمائی ہے اور دوسرے تمام راستوں کو غلط قرار دیا ہے۔ اس اعتبار سے حق کا راستہ ایک ہی ہو سکتا ہے نہ کہ متعدد۔ عقل و نقل کے اعتبار سے متعدد راستے بہ یک وقت کس طرح ”حق“ ہو سکتے ہیں؟ قرآن تو کہتا ہے ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾ (یونس: ۳۲/۱۰) ”حق ایک ہی ہے باقی سب گمراہی۔“

3- یہ دین اسلام یا صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اور کہاں ہے؟ یہ بنیادی طور پر دو چیزوں پر مشتمل ہے: ایک قرآن مجید اور

دوسری حدیث رسول مقبول ﷺ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

[تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُم بِهِمَا، كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ] (موطأ، إمام

مالك، كتاب القدر، حديث: ۳)

”میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ تم جب تک ان دونوں کو تھامے رہو گے، ہرگز گمراہ نہیں ہو

گے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبی کی سنت۔“

4- یہ دین، سابقہ دینوں کی طرح غیر محفوظ نہیں رہا۔ چونکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے یہی دین

راہ نجات ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا اور فرمایا:

[إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ] (الحجر: ۹/۱۵)

”ہم ہی نے اس ”الذکر“ کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

﴿الذکر﴾ سے مراد قرآن مجید ہے جو محفوظ ہے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے اور نہ آئندہ ہی ہو

سکے گا۔ چونکہ حدیث رسول کے بغیر اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ناممکن تھا اس لیے اس کی حفاظت کے مفہوم میں

حدیث کی حفاظت بھی شامل ہے، چنانچہ حدیث کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے محدثین کا گروہ پیدا فرمایا جس

نے بے مثال کاوش و محنت سے حدیث کی حفاظت کا عظیم الشان کام سرانجام دیا۔

اس لیے اس دین کے مآخذ صرف اور صرف قرآن کریم اور احادیث صحیحہ ہیں، البتہ ان کو سمجھنے کے لیے

صحابہ کرام کے منہج اور سلف صالحین کی تعبیر و تشریح سے استفادہ ضروری ہے۔

5- ائمہ کرام میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان کی بات حرفِ آخر ہے بلکہ اس کے برعکس انھوں نے یہ کہا ہے

کہ ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ اسی لیے انھوں نے اس امر کی بھی تاکید کی ہے کہ ان کے قول کے مقابلے

میں صحیح حدیث آجائے تو ہماری بات کو چھوڑ دینا اور حدیث پر عمل کرنا۔ علاوہ ازیں خود ان کا بھی کئی باتوں میں

رجوع ثابت ہے۔ اور بعض مسائل میں ان کے شاگردوں کی بھی یہ صراحت موجود ہے کہ یہ حدیث ہمارے

استاد اور امام کے سامنے نہیں تھی اس لیے انھوں نے اس کے برعکس رائے اختیار کی۔ اگر انھیں یہ حدیث مل

جاتی تو وہ یقیناً اپنی رائے سے رجوع کر لیتے۔ دراصل ائمہ کے دور میں احادیث کی جمع و تدوین اور ان کی جانچ

پر کھکا وہ کام نہیں ہوا تھا جو کتب ستہ اور دیگر کتابوں کے مولفین نے کیا۔ چونکہ ان کے سامنے احادیث کے یہ مجموعے نہیں تھے اس لیے وہ تو اپنی اجتہادی خطا پر معذور بلکہ مآجور ہی ہوں گے لیکن احادیث صحیحہ کے مجموعے مرتب و ممدون ہو جانے کے بعد حدیث کے مقابلے میں کسی فقہی رائے پر اصرار کرنے کا اور مختلف انداز سے حدیثوں کو مسترد کرنے کا کیا جواز ہے؟

6۔ ان ائمہ کے شاگردان رشید نے بہت سے مسائل میں دلیل کی بنیاد پر اپنے ائمہ اور اساتذہ سے اختلاف کیا ہے۔ اور اس اختلاف کے باعث کسی نے انھیں قابلِ مذمت نہیں گردانا بلکہ یہ اختلاف ان کی حق گوئی اور علمی قابلیت پر ہی محمول کیا گیا، چنانچہ آج بھی اگر دلیل شرعی کی بنا پر کوئی عالم دین ائمہ کرام کی بعض آراء سے اختلاف کرتا ہے تو وہ حق بجانب ہے اور اس کے اس نقطہ نظر کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیے۔

چند گزارشات سنن اربعہ کے حوالے سے

سنن اربعہ سے مراد سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں ”صحاح ستہ“ کی اصطلاح معروف اور زبان زد عام و خاص ہے۔ اور اس سے حدیث کی چھ کتابیں مراد ہوتی ہیں۔ چار مذکورہ سنن اربعہ اور صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ ان آخری دو کتابوں کو الگ ”صحیحین“ کہا جاتا ہے۔ ان آخراذکر دونوں کتابوں کی بابت تو اہل سنت کے ہاں یہ بات مسلمہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں صحیح احادیث کے مجموعے ہیں۔ ان میں کوئی بھی روایت سند کے اعتبار سے ضعیف نہیں ہے اسی لیے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ان دونوں کتابوں کی بابت کہا ہے:

[اما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع وإنهما متواتران الى مصنفيهما وإنه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين] (حجة الله البالغة: ۱۳۳/۱ طبع المكتبة السلفية لاہور)

”صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بابت محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں جتنی بھی متصل مرفوع احادیث ہیں وہ قطعی طور پر صحیح ہیں اور وہ اپنے مصنفین تک متواتر ہیں نیز یہ کہ جو شخص بھی ان دونوں (مجموعہ ہائے حدیث) کی شان گھٹاتا ہے وہ بدعتی ہے اور مومنوں کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے کا پیروکار ہے۔“

البتہ سنن اربعہ کی بابت سب تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں کچھ حصہ ضعیف احادیث کا بھی ہے، انھیں ”صَحِیحِیْن“ کے ساتھ ملا کر جو ”صحاح سنہ“ (حدیث کی چھ صحیح کتابیں) کہا جاتا ہے، اسکی وجہ ان میں صحاح کی تعداد کا زیادہ ہونا اور ضعف کا کم ہونا ہے۔ گویا انھیں یہ حیثیت مجموعی صحیح قرار دیا گیا ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی طرح تمام تر صحیح ہیں تاہم ”صحاح سنہ“ کی اصطلاح سے عوام میں یہ تاثر ضرور پھیلا کہ یہ چھ کی چھ کتابیں صحیح احادیث کے مجموعے ہیں اور علماء سے تعلق رکھنے والا ایک بہت بڑا طبقہ بھی جو فن نقد حدیث اور اسماء الرجال سے بالعموم نا آشنا ہے، کسی حدیث کے سنن اربعہ میں سے کسی ایک کے اندر ہونے کو صحت کے لیے کافی سمجھتا ہے۔ بالخصوص بحث و جدال میں اس اصطلاح سے خوب فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اور ان کتابوں کا حوالہ دے کر ان کی ضعیف احادیث کو بھی صحیح باور کرایا جاتا ہے۔ علماء کی اکثریت کے لیے یہ معلوم کرنا کہ ان میں صحیح کون سی ہے اور ضعیف کون سی نہایت مشکل امر تھا، کیونکہ اصول حدیث اور اسماء الرجال میں دسترس کے بغیر یہ فیصلہ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ اور علوم حدیث میں اس قسم کی مہارت اور عبور رکھنے والے علماء نہایت قلیل ہوتے ہیں۔

یہ صورت حال عرصہ دراز سے یوں ہی چلی آ رہی تھی کہ اس دور میں محدث عصر اور عظیم محقق علامہ شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1999ء) کو اللہ تعالیٰ نے تجدیدی شان کے ساتھ احادیث کی تحقیق کا مہم بالشان کام کرنے کی توفیق سے نوازا۔ شیخ کی مساعیٰ حسنہ کی بدولت تحقیق حدیث کا یہ کام جو مؤلفین کتب حدیث کے بعد جمود یا تساہل کا شکار چلا آ رہا تھا، نئے آہنگ اور نئے عزم کے ساتھ شروع ہوا۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف تو اپنے تلامذہ کی ایسی ٹیم تیار کی جو شیخ ہی کی طرح تحقیق حدیث کے محدثانہ ذوق سے بہرہ ور ہے، اور دوسری طرف خود بھی نہایت وسیع پیمانے پر تحقیق حدیث کا کام سرانجام دیا جس کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

ان کی ایک عظیم خدمت حدیث یہ ہے کہ انھوں نے سنن اربعہ کی احادیث کی تحقیق اور چھان پھک کر کے ضعیف اور صحیح دونوں قسم کی روایات کی نشاندہی کر دی جس سے اس بات کی وضاحت ہو گئی کہ ان چاروں کتابوں کی حدیثیں صحیح بخاری و صحیح مسلم کی طرح، ساری کی ساری، صحیح نہیں ہیں۔ اور کسی حدیث کا محض سنن میں ہونا ہی اس کے مستند ہونے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ محدثانہ اصول کی روشنی میں ان کی صحت و ضعف کا فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ کر کے اور دو دوصوں میں تقسیم کر کے علماء کو آسانی مہیا فرمادی۔ اب ہر عالم جو تحقیق حدیث کے فن سے آشنائی یا اس میں درک اور تجربہ نہیں رکھتا (اور اکثریت ایسے ہی علماء کی ہے) وہ بھی ان میں موجود

روایات سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے کہ کون سی روایت صحیح ہے اور کون سی ضعیف۔ علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ کا یہ موقف بھی تھا کہ ”صحاح ستہ“ کی اصطلاح قابل اصلاح ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ بخاری و مسلم کو صحیحین (حدیث کے دو صحیح مجموعے) اور باقی چار کتابوں کو سنن اربعہ کہا جائے اور صحاح ستہ کی اصطلاح ترک کر دی جائے تاکہ لوگ سنن اربعہ کو بھی صحیحین کی طرح صحیح احادیث کا مجموعہ نہ سمجھیں اور ان سب کو کتب ستہ سے تعبیر کیا جائے۔

حدیث کی نشر و اشاعت میں دار السلام کا شاندار کردار: ان تمہیدی گزارشات اور شیخ البانی کی خدمات کے تذکرے کے بعد ضروری ہے کہ ”دار السلام“ کے ارباب بست و کشاد کے جذبہ خدمت حدیث کا ذکر کیا جائے جن میں برادر عزیز حافظ عبدالعظیم اسد جنرل منبر دار السلام لاہور اور برادر عظیم مولانا عبدالملک مجاہد ڈائریکٹر جنرل دار السلام الریاض لاہور رحمہما سب سے نمایاں ہیں۔ دار السلام نے جب یہ فیصلہ کیا کہ کتب ستہ کو اردو میں از سر نو نئے تراجم اور فوائد کے ساتھ شائع کیا جائے، کیونکہ مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ کے تراجم کی زبان کی قدامت کی وجہ سے ایک نئے ترجمے کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی تو معائنہ کے ذہن میں یہ بھی آیا کہ تحقیق حدیث کا جو ذوق عام ہوا ہے (جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں بیان ہوئی) اس کے پیش نظر سنن اربعہ کی احادیث کی تحقیق بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر ان کو اردو زبان میں شائع کرنا اس ذوق کی نفی ہے جب کہ ضرورت اس ذوق کی نشوونما اور اس کی آبیاری کرنے کی ہے۔ یہ اگرچہ نہایت کٹھن کام تھا اور اس کے لیے کثیر وسائل کی ضرورت تھی جس کے لیے عام ناشرین تیار نہیں ہوتے، لیکن دار السلام کے پیش نظر چونکہ محض تجارت نہیں تھی بلکہ منہج محدثین کے مطابق حدیث کی خدمت اور عوام کی صحیح دینی رہنمائی تھی اس لیے انھوں نے دنیوی نفع نقصان سے بالا ہو کر محض رضائے الہی کی خاطر یہ فیصلہ کیا کہ چاہے اس پر کتنے ہی وسائل صرف ہو جائیں ہم سنن اربعہ کو ان کی احادیث کی تحقیق کے بغیر شائع نہیں کریں گے۔

چنانچہ جہاں کتب ستہ کے اردو تراجم و فوائد کے لیے مختلف علماء کی خدمات حاصل کی گئیں وہاں سنن اربعہ کی احادیث کی تحقیق کے لیے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (حضر و انک) کی خدمات حاصل کی گئیں۔ شیخ زبیر علی زئی عظیم محقق خدمت حدیث کے جذبے سے بہرہ ور تحقیق حدیث کے ذوق سے آشنا ورفن اسماء الرجال کے ماہر ہیں۔ علوم حدیث پر بھی ان کی نظر گہری ہے اور فقہائے محدثین کی طرح صحیح حدیث کو ضعیف سے ممتاز کرنے کا جذبہ بھی رکھتے ہیں اور اس کام کی اہلیت و صلاحیت بھی چنانچہ دار السلام کی درخواست پر مولانا موصوف نے سنن اربعہ کی مکمل

تحقیق و تخریج کی ہے جو ان شاء اللہ اردو ایڈیشن کے علاوہ عربی اور انگریزی ایڈیشنوں میں بھی شامل ہوگی۔ کتبِ ستہ کے عربی اور انگلش ایڈیشن بھی (مع تخریج) دارالسلام کی طرف سے ان شاء اللہ عنقریب اشاعت پذیر ہوں گے۔ اس تحقیق و تخریج میں شیخ زبیر علی زئی نے ہر حدیث پر اپنی تحقیق کے مطابق حکم لگایا ہے کہ وہ صحیح، حسن یا ضعیف ہے۔ صحیح یا حسن ہے تو اس کی تخریج کی ہے، یعنی بتایا ہے کہ وہ حدیث کتبِ ستہ میں سے کس کس کتاب میں ہے اور کہاں کہاں ہے۔ بعض جگہ حسب ضرورت دوسری حدیث کی کتابوں کے حوالے بھی ہیں۔ اور اگر روایت ضعیف ہے تو مختصر اوجہ ضعف بھی بیان کر دی ہے، مثلاً: اس میں فلاں راوی مدلس ہے اور اس نے اسے عن کے ساتھ بیان کیا ہے، ایسی حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے، الا یہ کہ تحدیث کی صراحت مل جائے یا مثلاً: اس میں فلاں راوی ضعیف ہے یا آخر عمر میں وہ سوء حفظ اور اختلاط کا شکار ہو گیا تھا، ایسے راویوں کی بعد الاختلاط کی روایات بھی ضعیف ہوتی ہیں۔

قارئینِ کرام سے ایک گزارش

ہمارے وہ معزز کرم فرما جن کی نظر سے دارالسلام کی مطبوعہ کتبِ ستہ گزریں گی، ہماری ان سے گزارش ہے کہ وہ ان کتب کو پڑھتے پڑھاتے وقت سب سے پہلے اپنی نیوٹوں کو خالص کر لیں، یعنی ان کے دل میں یہ نیت ہو کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے اور اس کو دوسروں کی رائے کے مقابلے میں ترجیح دینی ہے۔

دوسرے اللہ سے صحیح راستے کی رہنمائی کی دعا کریں، یہ ہم ہر نماز میں پڑھتے بھی ہیں۔ **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** ﴿اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا﴾، لیکن ترجمہ نہ جاننے کی وجہ سے اس کا ہمیں صحیح معنوں میں احساس و شعور نہیں ہوتا۔ آپ دل کی گہرائیوں سے یہ دعا کریں اور خاندانی طور پر یا مخصوص ماحول کے زیر اثر آپ نے جس مسلک کو اپنایا ہوا ہے اس پر قانع نہ رہیں اور ہدایت کی طلب صادق اپنے دل میں پیدا کریں اور اس کے پانے کی دعا بھی کریں۔

تیسرے یہ کہ اللہ نے آپ کو عقل و فہم سے نوازا ہے، اسے آپ جس طرح اپنی دنیا بہتر سے بہتر بنانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، ہماری استدعا ہے کہ اپنی آخرت سنوارنے کے لیے بھی اسے استعمال کریں۔ آپ دنیا کے اتنے ہی اسباب و وسائل پر قناعت نہیں کرتے جو آپ کو اپنے والدین سے ورثے میں ملتے ہیں، بلکہ آپ اپنی

محنت اور جدوجہد کے ذریعے سے اس میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس دنیا کے لیے تو جو عارضی فانی اور چند روزہ ہے آپ شب و روز مصروف رہیں زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے لیے وقف رکھیں اپنی تمام توانائیاں اس پر صرف کرتے رہیں آپ کی دوستیاں اور دشمنیاں بھی اسی محور پر گھومیں لیکن آخرت کی زندگی جو دائمی ہے جسے فنا اور زوال نہیں اس کی بہتری اور اصلاح کے لیے آپ کے پاس نہ کوئی وقت ہو اور نہ اس کے لیے آپ اپنی عقل و فہم کا استعمال کرنے کی ضرورت ہی محسوس کریں بلکہ انہی مذہبی روایات پر عمل کر لینے کو کافی سمجھتے رہیں جو آپ کو اپنے خاندان یا ماحول سے ورثے میں ملیں۔ یہ عدل و انصاف نہیں ہے اللہ کی دی ہوئی نعمت عقل و فہم کا صحیح استعمال نہیں ہے بلکہ یہ اپنے نفس پر اور اپنی آل و اولاد پر ظلم ہے۔ آپ اپنے آپ کو بھی اور اپنی آل و اولاد کو بھی اس سُخرانِ آخرت سے بچانے کی کوشش کریں جو صراطِ مستقیم سے انحراف کی صورت میں آپ کا مقدر بن سکتا ہے۔ اور اس کا طریقہ وہی ہے جو ہم نے گزشتہ سطور میں بیان کیا ہے۔

✽ ہمارا طرزِ عمل اور عند اللہ باز پرس کا احساس: جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم بھی مذکورہ باتوں سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اور الحمد للہ ہم اللہ عز و جل کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم نے حدیث کی صحت و ضعف کا فیصلہ کرنے میں کسی حزبی تعصب اور جانب داری کا مظاہرہ نہیں کیا ہے اپنے ذہنی تحفظات کو سامنے نہیں رکھا ہے اور اپنے خاندان اور ماحول کے اثرات کو اس پر اثر انداز نہیں ہونے دیا ہے بلکہ پوری امانت و دیانت سے نقد و تحقیق کے محدثانہ اصول ہی کی روشنی میں احادیث کو جانچا اور پرکھا ہے اور پھر انہی مسائل کا اثبات یا ان کی ارجحیت کا فیصلہ کیا ہے جو احادیث صحیحہ کا اقتضا ہے۔ احادیث کو توڑ مروڑ کر ان کی دُور از کار تاویل کرنا یا صحیح حدیث کو ضعیف اور ضعیف حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا یا بلا دلیل کسی حدیث کو ناخ یا منسوخ قرار دینا یہ سب طریقے ہمارے نزدیک دجل و تبلیس اور کتمانِ حق کی ذیل میں آتے ہیں۔ ہم ان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور قارئینِ کرام کو بھی پورے اعتماد و اذعان سے یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہمارا دامن ان تمام چابک دستیوں سے یکسر پاک ہے۔ محدثانہ اصول کے انطباق میں ہم سے غلطی ہو سکتی ہے، معلومات میں کمی یا عدم رسائی کی وجہ سے غلطی ہو سکتی ہے، فہم و استنباط میں ہم سے غلطی ہو سکتی ہے (اور ان پر متنبہ کرنے والوں کے ہم منون ہوں گے اور ان شاء اللہ ان غلطیوں کی اصلاح کر دی جائے گی) لیکن ان کوتاہیوں میں الحمد للہ کسی قسم کی بددیانتی کا عنصر شامل نہیں ہے، مسلکی پس منظر کا دخل نہیں ہے، کسی اور جذبے اور مفاد کی اس میں کارفرمائی نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُولُ وَكِیْلٌ

چند باتیں تصحیح و طباعت کے حوالے سے

اب صحیحین اور سنن اربعہ کے ترجمہ و فوائد تصحیح و نظر ثانی اور اشاعت کے بارے میں چند گزارشات۔ جب دار السلام نے کتبِ سنہ کے اردو ترجمے کا پروگرام بنایا تو مختلف علماء اور شیوخ الحدیث کو ایک ایک کتاب کے ترجمہ و فوائد کا کام دے دیا گیا، چنانچہ انھوں نے اپنا اپنا کام مکمل کر کے ادارے کے سپرد کر دیا۔ صرف صحیح بخاری کے ترجمہ و فوائد کا کام ابھی جاری ہے اس کی تکمیل اب تک بہ وجہ نہیں ہو سکی۔ دوسری کتابوں کے طباعتی مراحل کی تکمیل تک امید ہے کہ اس کے ترجمہ و تفسیر کا کام بھی ان شاء اللہ مکمل ہو جائے گا۔

ان ترجمہ شدہ کتابوں کی کمپوزنگ، ترجمہ و متن کا مقابلہ، فوائد و تراجم میں ترمیم و اصلاح اور اضافہ اور پھر پروف ریڈنگ، علاوہ ازیں سنن اربعہ کی حد تک تحقیق و تخریج کی وجہ سے احادیث کی صحت و ضعف کی روشنی میں فوائد میں تبدیلی وغیرہ اور اس طرح کے دیگر بہت سے امور جن سے عام لوگ تو آشنائیں ہیں، لیکن طباعت کی دنیا سے آگاہی رکھنے والے ان مراحل کی مشکلات اور درجہ بدرجہ کٹھنائیوں سے باخبر ہیں۔ بالخصوص جب مقصد صرف دولت کمانا نہ ہو بلکہ اصل مقصد ہر لحاظ سے معیاری کتب عوام کو فراہم کرنا ہو جیسا کہ دار السلام کا نصب العین (Motto) ہے تو اس راہ کی دشواریوں میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

ہم اس توفیق الہی پر بارگاہ الہی میں سجدہ ریز ہیں کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اس کے کرم اور توفیق ہی سے ہوا ہے اور آئندہ بھی جو کچھ ہوگا اس کے کرم ہی سے ہوگا۔

ہمارے ہاتھ اسی کی بارگاہ میں اس التجا کے لیے پھیلے ہوئے ہیں کہ وہ بقیہ کتابوں کی بھی جلد از جلد تکمیل کی توفیق ہمیں عنایت فرمائے اور راستے کی تمام مشکلات کو ہمارے لیے آسان فرمادے۔ قارئینِ کرام سے بھی خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

❖ کلماتِ تشکر و امتنان: ارشاد نبوی: [مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ] (سنن الترمذی) حدیث: ۱۹۵۵۔ ”جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا، اس نے اللہ کا شکر بھی نہیں کیا۔“ کی روشنی میں مذکورہ دونوں عظیم القدر بھائیوں (عبد المالک مجاہد اور حافظ عبد العظیم اسد) کا شکر یہ ادا کرنا ضروری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات صبر و ضبط اور ایثار و قربانی کا غیر معمولی مظاہرہ نہ کرتے جو انھوں نے اس عظیم منصوبے کے لیے کیا

ہے تو یہ کام بظاہر نہایت مشکل تھا۔ یہ عظیم کام اللہ تعالیٰ نے ان دونوں عظیم بھائیوں کے لیے مقدر کر رکھا تھا جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے ایک صدی کے بعد ان کے نصیب میں رکھ دی۔ بَارَكَ اللَّهُ فِيْ عُمْرِهِمَا وَجُھُوْدِهِمَا وَتَقَبَّلَ اللَّهُ مَسْأَلَهُمَا آمِينَ۔

✽ سنن ابن ماجہ کے اس ترجمے میں شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی تخریج و تحقیق کے علاوہ ادارے کے حسب ذیل رفقاء گرامی نے تصحیح و پروف ریڈنگ اور ترمیم و اصلاح کے فرائض سرانجام دیے ہیں۔

✽ مولانا سلیم اللہ زمان اور ابوالحسن حافظ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے بڑی ذمہ داری اور محنت سے تخریج و تحقیق کی تصحیح و تصحیح اور پروف ریڈنگ کے فرائض سرانجام دیے۔

✽ مولانا محمد احممل رحمۃ اللہ علیہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے ترجمے کی متن کے ساتھ مراجعت اور کتابیات کے ابتدائی بڑی محنت اور جاں فشانی سے تحریر کیے۔

✽ مولانا ابو عبد اللہ محمد عبد الجبار حافظ محمد آصف اقبال حافظ عبدالخالق مولانا محمد عثمان نیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب پر نظر ثانی اور علمی و تحقیقی فوائد و مسائل کی تصحیح و تصحیح میں راقم الحروف کی معاونت کی اور بڑی عرق ریزی اور محنت سے تصحیح و تصحیح اور پروف ریڈنگ کا کام بھی سرانجام دیا۔

✽ حافظ محمد آصف اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی صحت و ضعف کے اعتبار سے فوائد و مسائل میں حک و اضافہ کیا ہے نیز وہ مسائل جو تفصیل اور تحقیق کے متقاضی تھے ان پر ضروری حد تک گفتگو کی ہے۔

آخر میں راقم الحروف نے پوری کتاب پر نظر ثانی کر کے اور حسب ضرورت اصلاح و ترمیم اور اضافے کر کے اس کو آخری شکل دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم منصوبے کے بقیہ حصوں کی تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائے اور جلد از جلد انھیں بھی منظر عام پر لانے کے اسباب و وسائل مہیا فرمائے۔ ویرحہم اللہ عبد اللہ قال آمینا۔

حافظ صلاح الدین یوسف

مدیر: شعبہ تحقیق و تالیف و ترجمہ

دارالسلام B/36 لوئر مال لاہور

۱۳۴۳ھ شاداب کالونی علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور

رجب 1427ھ - اگست 2006ء

سنن ابن ماجہ تحقیق و تخریج احادیث کا اسلوب

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ،
وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ،
أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرُّ الْأُمُورِ
مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَالَّةٌ۔

اللہ رب العزت کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے ”سنن اربعہ“ (سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ) کی تحقیق و تخریج کی توفیق بخشی وَالْحَمْدُ لِلَّهِ۔

سنن اربعہ میں سے سنن ابن ماجہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس پر تعلق و تحقیق کو میں نے عربی زبان میں ”تسهيل الحاجة في مختصر تخريج سنن ابن ماجه“ کے عنوان سے مکمل کیا، یہی سنن ابن ماجہ (اردو) میں تحقیق و تخریج کے نام سے شامل ہے۔ تسهيل الحاجة في مختصر تخريج سنن ابن ماجه میں راقم الحروف کے منہج و عمل کو جاننے کے لیے درج ذیل نکات کا جاننا ضروری ہے:

● سنن ابن ماجہ میں دو طرح کی حدیثیں ہیں:

(۱) جو صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) یا صحیحین میں سے کسی ایک کتاب میں موجود ہیں۔

(۲) جو صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں موجود نہیں ہیں۔

میری تحقیق میں صحیح بخاری و صحیح مسلم کی تمام (مرفوعہ سند) روایات صحیح ہیں جیسا کہ علمائے امت کا بھی اس بات پر اتفاق ہے۔ دوسری روایات پر میں نے صحت و ضعف کے لحاظ سے حکم لگا دیا ہے، مثلاً: دیکھیے حدیث: ۵: إسناده حسن اور حدیث: ۱۱: إسناده ضعيف۔

● جن روایات پر ضعف کا حکم لگایا گیا ہے وہاں وجہ ضعف بھی مختصر اُبیان کر دی ہے، مثلاً: دیکھیے حدیث: 19 کی

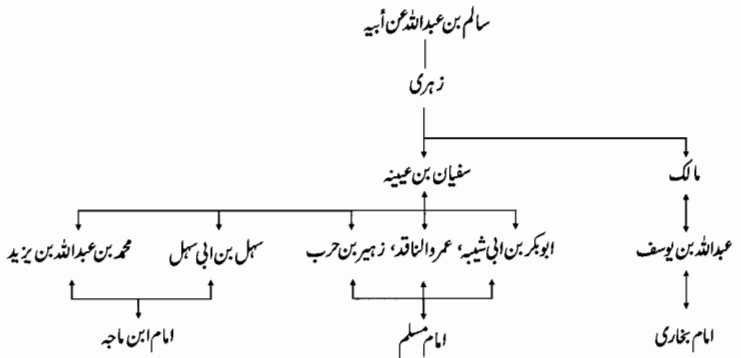
سند [حدثنا أبو بكر بن الخلال الباهلي: حدثنا يحيى بن سعيد، عن شعبة، عن ابن عجلان أنبأنا عون بن عبد الله، عن عبد الله بن مسعود] پر ضعف کا حکم لگانے کے بعد لکھا

ہے: [هذا إسناد فيه انقطاع * عون بن عبد الله لم يسمع من عبد الله بن مسعود] "اس کی سند میں انقطاع ہے، یعنی عون بن عبد اللہ کا حضرت عبد اللہ بن مسعود سے سماع ثابت نہیں ہے۔" جس روایت کو حسن یا صحیح قرار دیا گیا ہے اگر اس کی تصحیح و تحسین کسی دوسرے محدث سے ثابت ہے تو اس کا حوالہ دے دیا ہے، دیکھیے حدیث: ۸۷۔

سنن ابن ماجہ کی جو روایات صحیحین اور دوسری کتابوں میں موجود ہیں ان کی تخریج میں صرف صحیحین پر اکتفاء کرتے ہوئے عام طور پر صحیحین ہی کا حوالہ دیا ہے، مثلاً: حدیث نمبر: ۱۰، وأخرجہ مسلم، حالانکہ یہ روایت سنن ترمذی (حدیث: ۲۲۲۹) میں بھی موجود ہے۔

أخرجہ البخاری، وأخرجہ مسلم کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ یہ روایت من وعن اسی متن کے ساتھ صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں موجود ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ مختصر یا مطولاً صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اصل متن کا مفہوم ایک ہے الفاظ میں کمی بیشی اور اختلاف ہو سکتا ہے۔

اہل تحقیق کے نزدیک صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے، لہذا تخریج میں صحیح بخاری کو مقدم کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر تخریج میں صحیح مسلم کا ذکر اس لیے پہلے آیا ہے کہ ان روایات کی سند کا زیادہ حصہ صحیح مسلم میں ہے، مثلاً: دیکھیے حدیث: ۵۸، (أخرجہ مسلم من حديث سفیان بن عیینة والبخاري من حديث مالك) اسے درج ذیل جدول کے ساتھ سمجھ لیں:



تنبیہ: بعض علماء امام علیؑ کو متساہل سمجھتے ہیں، راقم الحروف کے نزدیک یہ موقف صحیح نہیں ہے بلکہ امام علیؑ عام محدثین امام احمد اور ابن مہین وغیرہم کی طرح معتدل ہیں۔

● روایت کی تصحیح و تحسین اس کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے، مثلاً: نافع بن محمود المقدسی کی حدیث کو دارقطنی اور بیہقی نے حسن یا صحیح قرار دیا ہے، لہذا یہ راوی دارقطنی اور بیہقی کے نزدیک ثقہ ہے۔ نیز دیکھیے نصب الراية: ۱/۳۹ و ۳/۲۶۳ و السلسلة الصحيحة: ۱۶/۷۷ حدیث: ۳۰۰۷۔ ایسے راوی کو مجہول یا مستور قرار دینا غلط ہے۔

● تصحیح حدیث و تحسین میں شواہد و متابعات کا بھی اعتبار کیا گیا ہے، لہذا بعض روایات کو شواہد و متابعات کے ساتھ صحیح اور حسن قرار دیا گیا ہے۔

● ان منہجی اصولوں کے باوجود انسان خطا کا پتلا ہے۔ یہاں میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ میری جس تحقیق و تخریج میں خطا ثابت ہوئی تو مجھے رجوع کرنے میں تامل نہیں ہوگا۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ !

● راویوں پر جرح و تعدیل میں راقم الحروف نے اسماء الرجال کی اصل کتابوں کی طرف رجوع اور مکمل تحقیق کر کے اعدل الاقوال اور رائج قول لکھا ہے، اگر کسی سابق محدث کا حوالہ بغیر تنبیہ کے دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس سے متفق ہوں۔

ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی

اگست 2006ء

حالاتِ زندگی امام ابن ماجہ رحمہ اللہ

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ علمِ حدیث کے اُن درخشندہ ستاروں میں سے ہیں جو افقِ عالم پر آج بھی روشن اور تاباں ہیں۔ آپ کا شمار فنِ حدیث کے جلیل القدر اور عظیم ترین ائمہ میں ہوتا ہے۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ کا نام اُن ائمہ ستہ کی فہرست میں آتا ہے جن کی کتبِ حدیث کو مسلمانوں کے ہاں قبولِ عام حاصل ہے۔

دوسرے ائمہ کی طرح امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بھی خدمتِ حدیث میں بڑا نام کمایا اور تدوینِ حدیث میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے پوری زندگی گُلستانِ حدیث کی آبیاری کرتے ہوئے گزاری۔ فرامینِ نبوی کی جمع و تدوین کے لیے مختلف ممالک کی طرف رختِ سفر باندھا اور اپنے دور کے عظیم شیوخ الحدیث و محدثین سے کسبِ فیض اور حدیثِ نبوی کے لوگوں کے آبدار سے نہ صرف اپنے ہی دامن کو بھرا بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی ان کو یکجا کر دیا۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ حدیث، تفسیر اور تاریخ کے بہت بڑے عالم تھے، خصوصاً علمِ حدیث میں تو آپ حافظ اور ماہر فن گردانے جاتے تھے، اسی لیے حافظِ شمس الدین ذہبی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور دیگر ناقدینِ فن نے علمِ حدیث میں آپ کی امامت، رفعتِ شان و وسعتِ نظر، حفظِ حدیث اور ثقاہت کا اعتراف کیا ہے اور آپ کی علمی و فنی خدمات کو سراہا ہے۔

نام و نسب: ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ الربیع القرظی بنی المعروف بابن ماجہ۔ آپ عجمی الاصل تھے۔ ربیع ربیعہ کی طرف نسبت ہے اور یہ نسبتِ ذلاء ہے اور اپنے علاقے قزوین (ایران) کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ قزوینی کہلاتے ہیں۔

آپ ابن ماجہ کے نام سے معروف ہیں۔ اس کے متعلق علامہ زبیدی رحمہ اللہ نے تاج العروس میں مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ”ماجہ“ آپ کی والدہ کا نام ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ بھی بستانِ الحدیث میں نقل کرتے ہیں: [و صحیح آنست کہ ماجہ

(بتخفيف جسيم) مادر او بود یعنی صحیح بات یہ ہے کہ ماجہ آپ کی والدہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ”ابن ماجہ“ میں الف کے ساتھ امتیاز کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ابن ماجہ، محمد کی صفت ہے نہ کہ عبد اللہ کی۔ بعض علماء کے نزدیک ماجہ آپ کے والد گرامی کا لقب تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

❁ ولادت اور ابتدائی تعلیم: 209 ہجری بمطابق 824 عیسوی میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، چنانچہ یاقوت بن عبد اللہ الحموی نے جعفر بن ادريس کی تاریخ قزوین کے حوالے سے نقل کیا ہے: مات أبو عبد الله سنة ٢٧٣ هـ وسمعه يقول ولدت سنة ٢٠٩ هـ۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کا عہد طفولیت اگرچہ پردہ خفا میں ہے، تاہم معلوم ہوتا ہے کہ عام دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد امام صاحب نے علم حدیث کی طرف رجوع کیا اور اس کی ابتدا اپنے ہی شہر سے کی جو اس وقت علم حدیث کا گہوارہ بن چکا تھا۔

❁ علمی سفر: اپنے شہر اور دونوں اح کے شیوخ سے کسب فیض کے بعد 230 ہجری میں جب آپ کی عمر تقریباً 21، 22 سال تھی۔ آپ نے تلاش علم حدیث کے لیے دوسرے ممالک کی طرف رخت سفر باندھا چنانچہ ابن الجوزی ”المنتظم“ میں لکھتے ہیں: ”پھر آپ نے خراسان، عراق، حجاز، مصر اور شام کے شہروں کے سفر کیے اور محدثین کی مجالس میں حاضر ہوتے رہے۔“

امام حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”ارتحل إلى العراقين و مصر و شام“ یعنی آپ نے عراقین (کوفہ و بصرہ)، مصر اور شام کی طرف سفر کیے۔ علاوہ ازیں آپ نے مکہ اور مدینہ کے شیوخ سے بھی استفادہ کیا اور پھر بغداد کی طرف سفر کیا جو اس وقت بقول امام ذہبی رحمہ اللہ کے ”دارالاسناد العالی والحفظ و منزل الخلافة والعلم“ تھا۔“

اسی پر بس نہیں بلکہ آپ نے اپنے علمی ذوق کی تسکین اور حدیث نبوی کی جمع و تدوین کے لیے دمشق، حمص، مصر، صہبان، عسقلان اور نیشاپور تک کے اساطین علم و حدیث کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حدیث نبوی کے حصول کے لیے کتنی تک و دو اور سعی کی اور ان جواہر پاروں کو جمع کرنے کے لیے اپنے دور کے تقریباً تمام علمی مراکز تک رسائی حاصل کی اور اکابر محدثین کی مجالس میں حاضر ہو کر استفادہ کیا اور اپنے قلب و ذہن کو حدیث نبوی سے منور کیا۔

اساتذہ کرام: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کو اپنے وقت کے عظیم محدثین سے شرف تلمذ حاصل رہا جن میں کئی مدنی اور قزوینی محدثین بھی شامل ہیں، چنانچہ مدینے میں آپ کے اساتذہ میں حافظ ابن مصعب الزبیری، احمد بن ابوبکر العونی اور حافظ ابراہیم بن المنذر شامل ہیں جبکہ مکے میں آپ نے حافظ جلولانی ابو محمد حسن بن علی الخلال، حافظ زبیر بن بکار قاضی، مکہ حافظ سلمہ بن شیب وغیرہم سے استفادہ کیا۔ اہل قزوین میں سے عمرو بن رافع بجلی، اسماعیل بن توبہ اور محمد بن ابوالخالد القزوینی قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ جبارہ بن المغلس، ابوبکر بن ابی شیبہ، نصر بن علی الجھضمی، محمد بن یحییٰ نیشاپوری، ابوبکر بن خلاد باہلی، محمد بن بشار، علی بن محمد الطنافسی اور علی بن منذر آپ کے قابل ذکر اساتذہ ہیں۔

تلامذہ: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ سے کسب فیض کرنے والے حضرات کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔ آپ کے تلامذہ نہ صرف قزوین ہی میں تھے بلکہ ہمدان، اصفہان، بغداد اور دنیا کے دیگر علمی مراکز تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں علی بن سعید بن عبداللہ الفلانی، ابراہیم بن دینار الجرجسی، احمد بن ابراہیم القزوینی، حافظ ابویعلیٰ الخلیلی اور ابو عمرو احمد بن محمد بن حکیم المدنی الاصفہانی قابل ذکر ہیں۔

سنن ابن ماجہ کے راوی: آپ کے وہ شاگردان خاص جنہیں سنن ابن ماجہ روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا، ان میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں: ابوالحسن القطان، سلیمان بن یزید، ابو جعفر محمد بن عیسیٰ، ابوبکر حامد الالبہری۔ اہل علم کی طرف سے اعترافِ عظمت: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اپنے دور کے عظیم محدث، مفسر اور مؤرخ تھے۔ فن حدیث میں آپ کے علمی مقام و مرتبہ کا اعتراف ہر دور کے علماء و ماہرین فن نے کیا ہے۔

● امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”امام ابن ماجہ حافظ الحدیث، ناقد فن، راست باز اور وسیع علم رکھنے والے تھے۔“ تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی رحمہ اللہ ان کی بابت لکھتے ہیں: ”آپ بہت بڑے حافظ اور اہل قزوین میں سے محدث و مفسر تھے۔“

● ابویعلیٰ خلیلی کہتے ہیں: ”آپ بہت ثقہ، قابلِ حجت اور علوم حدیث کی معرفت رکھنے والے تھے۔“

● علامہ سندی کہتے ہیں: ”آپ ائمۃ المسلمین میں سے بلند مرتبہ پرہیزگار اور بالاتفاق ثقہ امام تھے۔“

* امام صاحب کی تصنیفی خدمات: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے تحصیل علم کے بعد تالیف و تصنیف میں بھی دلچسپی لی اور الباقیات الصالحات کے طور پر تین بڑی کتابیں چھوڑیں جو درج ذیل ہیں:

سنن ابن ماجہ حالات زندگی امام ابن ماجہ رحمہ اللہ

① السنن: اس کا شمار صحاح ستہ (کتب ستہ) میں ہوتا ہے اور درجے کے لحاظ سے یہ چھٹی کتاب ہے۔ اس کا تذکرہ آئندہ صفحات میں تفصیل سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

② التفسیر: یہ ایک بہت بڑی تفسیر تھی جس میں آپ نے احادیث، آثار صحابہ و تابعین کو بالاسناد جمع کیا تھا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر طبری کے بعد تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن ماجہ کو بڑی تفاسیر میں شمار کیا ہے۔ البدایہ میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اسے بہت بڑی تفسیر قرار دیا ہے۔

③ الترویج: یہ بھی مؤلف کی جلالت علمی کی مظہر ہے اور ان کے علم و فضل کے مطابق ایک اہم تاریخ ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسے تاریخ کامل کہا اور مشہور مؤرخ ابن خلکان نے اسے تاریخ طلیح کہا ہے لیکن افسوس کہ مؤرخ الذکر دونوں کتابیں اب ناپید ہیں۔

وفات: 22 رمضان المبارک 273 ہجری بمطابق 887 عیسوی کو 64 سال کی عمر میں پیر کے دن آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور دارِ فانی سے رحلت فرما کر دارِ بقا میں تشریف فرما ہوئے۔ اللہم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

آپ کی تجہیز و تکفین میں آپ کے برادران ابوبکر اور عبداللہ اور صاحبزادہ عبداللہ پیش پیش تھے۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بھائی عبداللہ نے پڑھائی۔ متعدد شعراء نے آپ کی وفات حسرت آیات پر دردناک مرثیے بھی لکھے۔ محمد بن اسود قزوینی کا ایک شعر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے۔

لقد أوہی دعائم عرش علم وضع ركنه فقد ابن ماجه

”ابن ماجہ کی موت نے یوانِ علم کی بنیادوں کو کمزور کر دیا اور اس کے ستون کو ہلا کر رکھ دیا۔“



سنن ابن ماجہ اور اس کی امتیازی خصوصیات

احادیث نبویہ کو تحریری صورت میں محفوظ کرنے کا کام عہد نبوی میں شروع ہو چکا تھا، تاہم یہ انفرادی مجموعے تھے۔ ان کا مقصد صرف احادیث کو قلم بند کرنا تھا اور ان میں کوئی خاص ترتیب پیش نظر نہ تھی۔ بعد ازاں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ خلافت (99 تا 101 ہجری) میں سرکاری طور پر اس پر توجہ دی گئی، تاہم زیادہ کام انفرادی کاوشوں پر ہی مشتمل تھا، پھر دوسری صدی میں موطاً اور مسند الشافعی جیسی معرکہ آرا کتب مرتب ہوئیں لیکن تدوین حدیث کا سنہری دور تیسری صدی ہجری ہے جس میں بہت سے مجموعے مرتب ہوئے۔ ان میں کتب سنہ جنہیں صحاح سنہ بھی کہا جاتا ہے، بھی شامل ہیں اور انھی کتب سنہ میں سنن ابن ماجہ بھی ہے۔ اس کا شمار کتب سنہ میں آخری کتاب کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ کو پانچویں صدی ہجری کے آخر میں کتب سنہ میں داخل کیا جانے لگا۔ اس کے بعد ہر دور میں یہ کتاب اپنی حیثیت منواتی گئی۔ محنت و قوت کے لحاظ سے صحیح ابن حبان، سنن دارمی، سنن دارقطنی اور دوسری کئی کتب سنن ابن ماجہ سے برتر تھیں لیکن ان کتب کو وہ پذیرائی اور قبول عام حاصل نہ ہو سکا جو سنن ابن ماجہ کو ہوا۔ یاد رہے علمائے حدیث کی اصطلاح میں ”السنن“ اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں احادیث احکام کتاب الطہارۃ سے لے کر کتاب الوصایا تک فقہی ترتیب سے جمع کی گئی ہوں۔ سنن ابن ماجہ کی اہمیت و افادیت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی یہ تصنیف جب امام ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کی تو انھوں نے اس کتاب کو دیکھتے ہی کہا: ”اگر یہ کتاب لوگوں کو میسر آگئی تو موجودہ تمام جوامع یا ان میں سے اکثر معطل ہو جائیں گی۔“ امام ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول حرف بحرف صحیح ثابت ہوا اور سنن ابن ماجہ کی مقبولیت کے سامنے کئی جوامع، مسانید اور سنن بہت پیچھے رہ گئیں۔

❦ زمانہ تالیف: امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ 230 ہجری کے بعد تلاش حدیث کی غرض سے اپنے وطن سے نکلے۔ اسی دوران میں انھوں نے اپنی کتاب السنن ترتیب دی اور امام ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کی۔ امام ابو زرعہ کی وفات 264 ہجری میں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن ابن ماجہ کی تالیف 230 سے 260 ہجری کے درمیانی

عرصے میں ہوئی۔

● سنن ابن ماجہ اہل فن کی نظر میں: ● ابن اثیر رحمہ اللہ کا قول ہے: ”یہ کتاب انتہائی مفید اور فقہی اعتبار سے بہت نفع بخش ہے لیکن اس میں ضعیف بلکہ منکر احادیث بھی پائی جاتی ہیں۔“

● امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اگر ابو عبد اللہ اس کتاب کو ضعیف اور کمزور احادیث سے مکدر نہ کرتے تو یہ بہت اچھی کتاب تھی۔“

● حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”تقریب التہذیب“ میں اس کتاب کو ”جامع جید“ کہا ہے، یعنی یہ کتاب نہایت عمدہ ہے۔

● کتب حدیث میں سنن ابن ماجہ کا درجہ: شروع شروع میں ابن السکن اور ابن مندہ رحمہ اللہ وغیرہ نے کتب حدیث میں سے صرف چار کا انتخاب کیا اور انھیں ”اصول اربعہ“ کا نام دیا۔ اصول اربعہ میں صحیح بخاری صحیح مسلم سنن ابی داؤد اور سنن نسائی تھیں۔ بعد میں سنن ترمذی کو بھی ان میں شامل کر لیا گیا۔ یوں ”اصول خمسہ“ کی اصطلاح وضع ہوئی، پھر پانچویں صدی کے آخر میں حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ نے سنن ابن ماجہ کو اصول خمسہ کے ساتھ شامل کیا اور اسے ”سادس السنۃ“ قرار دیا اور کتاب شروط الأئمة السنۃ لکھ کر اسے مستقل طور پر کتب ستہ میں شامل کر دیا۔ بعد میں حافظ عبد الغنی المقدسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الکمال میں ابن طاہر کی متابعت کی لیکن بعض علماء نے موطا امام مالک کو اس کی جگہ کتب ستہ میں شامل کیا۔ ان میں سے پہلے شخص ابن طاہر کے ہم عصر رزین بن معاویہ العبدری رحمہ اللہ ہیں اور بعد میں ابن الاثیر رحمہ اللہ نے بھی انھی کا اتباع کرتے ہوئے موطا کو ”سادس السنۃ“ قرار دیا لیکن حافظ ابن حجر امام ابن کثیر اور ابن خلدون رحمہ اللہ کے اقوال سے سنن ابن ماجہ کے کتب ستہ کی آخری کتاب ہونے کے اشارے ملتے ہیں اور یہی اقوال رائج معلوم ہوتے ہیں۔

● سنن ابن ماجہ کی امتیازی خصوصیات: سنن ابن ماجہ کی کچھ امتیازی خصوصیات ہیں جن کی بنا پر یہ دوسری کتب حدیث سے ممتاز ہوتی ہے اور انھی خصوصیات کی وجہ سے اسے یہ بلند مقام اور قبول عام ملا اور یہ ہر دور کے علماء کی توجہ کا مرکز بھی رہی۔ اس کی وہ امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں:

● کتاب کا اسلوب انتہائی شاندار ہے اور تراجم ابواب کی احادیث سے مطابقت نہایت واضح ہے۔ اس میں کسی قسم کی الجھن یا پیچیدگی نہیں ہے، نیز ابواب کی فقہی رعایت اور ترتیب احادیث سے استنباط مسائل میں

کوئی دقت نہیں ہوتی۔

- حسن ترتیب و تہویب کے لحاظ سے بھی سنن ابن ماجہ کو خاص امتیاز حاصل ہے اور یہ کتاب تکرار سے بھی مبرا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو بقیہ کتب اصول میں ناپید ہے۔
- کتاب مختصر ہونے کے باوجود احکام و مسائل میں نہایت جامع ہے۔ اسی جامعیت کی وجہ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں اسے ”جامع جید“ لکھا ہے۔
- متعدد مقامات پر احادیث کے غریب ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اگرچہ اس معاملے میں امام ترمذی رحمہ اللہ مشہور ہیں لیکن امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے خاص ابواب میں جو غرائب کا حکم لگایا ہے وہ دوسری کتب میں نہیں ملتا۔
- بعض روایات مخصوص شہروں کے محدثین کے ساتھ خاص ہوتی تھیں اور دوسرے شہروں میں اس کو روایت کرنے والے نہیں ہوتے تھے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اس قسم کی روایات نقل کرتے وقت بتا دیتے ہیں کہ یہ فلاں شہر والوں کی روایت ہے۔



- امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں 482 صحیح احادیث کا اضافہ کیا ہے جو باقی کتب خمسہ میں نہیں ہیں۔
- سنن ابن ماجہ میں 3002 احادیث ایسی ہیں جو باقی کتب خمسہ میں بھی موجود ہیں لیکن امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے انھیں دوسرے طرق سے روایت کیا ہے، یعنی کتب خمسہ میں وہ متون ان طرق سے نہیں ہیں۔ اس طرح امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے احادیث میں کثرت طرق سے زیادہ قوت پیدا کر دی ہے اور یہ سنن ابن ماجہ کا ایسا امتیاز ہے جو کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں۔
- سنن ابن ماجہ میں 1339 احادیث ایسی بھی ملتی ہیں جو کتب خمسہ میں نہیں ہیں۔ علماء نے انھیں ”الزوائد“ کے نام سے مدون بھی کیا ہے۔ ان زوائد ہی کی وجہ سے سنن ابن ماجہ کو سادس ستہ ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

❖ شرائط: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ رواۃ حدیث کے انتخاب کے معاملے میں وسیع المشرب ہیں اور ہر قسم کے راویوں کی روایت قبول کر لیتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی سنن میں ایسی روایات لانا چاہتے تھے جو دوسری کتب اصول میں نہیں اور اسی وجہ سے انھوں نے راویوں کے ضعف کو بھی برداشت کر لیا ہے۔

❖ تعداد مرویات اور ان کی فنی حیثیت: ابوالحسن القطان رحمہ اللہ کے بقول سنن ابن ماجہ میں 32 کتب 1510

ابواب اور 4000 احادیث شامل ہیں جبکہ علامہ محمد فواد عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب 37 کتب، 1560 ابواب اور 434 احادیث پر مشتمل ہے اور یہی ترتیم رائج ہے۔

سنن ابن ماجہ کی 1339 زوائد میں سے فواد عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق 428 صحیح، 199 حسن، 613 ضعیف اور 99 مرویات منکر و موضوع ہیں۔ شیخ ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف ابن ماجہ کے نام سے جو کتاب تالیف کی ہے اس میں ضعیف احادیث کی تعداد 948 ہے۔

❖ شروحات ابن ماجہ: دوسری کتب خمسہ کی طرح سنن ابن ماجہ کی افادیت و اہمیت اور شہرت و مقبولیت کی وجہ سے اس پر قابل قدر شروحات و حواشی لکھے گئے۔ کچھ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

① شرح سنن ابن ماجہ: یہ شرح حافظ علاء الدین مغلطی، بن قلیج رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھویں صدی ہجری میں لکھی۔ یہ پانچ جلدوں پر مشتمل تھی لیکن نامکمل رہی۔

② مائتس إلیہ الحاجة إلی سنن ابن ماجہ: یہ شرح شیخ سراج الدین عمر بن علی بن المسکن رحمۃ اللہ علیہ نے 801 ہجری میں لکھی۔ یہ زوائد ابن ماجہ کی شرح ہے جو کہ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں غریب الفاظ کی شرح اور مشکل اسماء و لکنی کا ضبط ہے۔

③ الدیباچۃ علی سنن ابن ماجہ: یہ شیخ کمال الدین محمد بن موسیٰ الدیمیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب حیاۃ الحیوان الکبریٰ کی تالیف ہے اور یہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

④ شرح ابن ماجہ: یہ کتاب شیخ برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ بہت ہی لطیف تعلیق ہے۔

⑤ مصباح الزجاجة: یہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر حاشیہ ہے۔

⑥ کفایۃ الحاجة فی شرح ابن ماجہ: یہ شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالبادی سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ ہے۔ علامہ سندھی بارہویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں۔ اس حاشیے میں علامہ سندھی نے غریب الفاظ کے حل، الفاظ کے ضبط اور بیان اعراب کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔ یہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیے سے قدرے جامع ہے۔

⑦ رفع العجاجة عن سنن ابن ماجہ: یہ مولانا وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ و تشریح ہے۔

⑧ إنجاح الحاجة: یہ شیخ عبدالغنی المجددی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ ہے۔

سنن ابن ماجہ اور اس کی امتیازی خصوصیات

⑨ تعلیق سبط ابن الجمی: یہ حافظ سبط ابن الجمی رحمہ اللہ کی سنن ابن ماجہ پر ایک عمدہ تعلق ہے۔

⑩ إيجاز الحاجة بشرح سنن ابن ماجہ: یہ شرح پاکستان کے نامور سلفی عالم دین الشیخ الاستاذ محمد علی

جانباز رحمہ اللہ نے عربی میں لکھی ہے۔ یہ انتہائی مفید اور جامع شرح ہے۔ اس میں انھوں نے ہر حدیث کی

تخریج کے بعد اس پر صحت و ضعف کا حکم لگایا ہے، حدیث میں آنے والے راویوں کے مختصر حالات زندگی

بیان کیے ہیں، اسماء الرجال اور اماکن کا ضبط کیا ہے، امام ابن ماجہ کی روایت کردہ حدیث کی ہم معنی دیگر

روایات بھی نقل کر دی ہیں، نیز شرح کرتے ہوئے مذاہب فقہاء کا ذکر ان کی مستند کتب سے کیا ہے اور ہر

فقہ کے دلائل کا قرآن و سنت کی رُو سے غیر جانبداری کے ساتھ تجزیہ کرنے کے بعد رائج موقف کا ذکر بھی

کیا ہے اور ہر جلد کے آخر میں اعلام المتزجمین کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ ان تمام خصوصیات کی وجہ سے یہ

شرح واقعی نہایت عمدہ، جامع اور افادیت کی حامل ہے لیکن ابھی زیر تکمیل ہے۔ تقریباً نصف کتاب کی شرح

چھ ضخیم جلدوں میں منظر عام پر آ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ اسے جلد پایہ تکمیل تک پہنچائے اور

شارح کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث کی اقسام

قَوْلِی حدیث فِعْلِی حدیث تَقْرِیری حدیث شَمَائِلِ نَبَوِی

حدیث کی اقسام — نسبت کے اعتبار سے

حَدِیثِ قُدْسِی مَرْفُوع مَوْقُوف مَقْطُوع

حدیث کی اقسام — راویوں کی تعداد کے اعتبار سے

مُتَوَاتِر

مُتَوَاتِر

مَشْهُور مُسْتَفِیض عَزِیز غَرِیب غَرِیب مُطْلَق غَرِیبِ نِسْبِی

مقبول حدیث کی اقسام

صَحِیح لَدَائِمِہ صَحِیح لِغَیْرِہ حَسَن لَدَائِمِہ حَسَن لِغَیْرِہ

مقبول حدیث کے درجات

مُتَّقِی عَلَیْہ أَفْرَادُ بَخَّارِی أَفْرَادُ مُسْلِمِہ صَحِیح عَلِی شَرْطِہَا صَحِیح عَلِی شَرْطِہَا صَحِیح عَلِی شَرْطِہَا صَحِیح عَلِی شَرْطِہَا صَحِیح عَلِی شَرْطِہَا

① مردود حدیث کی اقسام — انقطاع سند کے اعتبار سے

مُعَلَّق مُرْسَل مُعْضَل مُنْقَطِع مُدْلَس مُرْسَل خَفِی مُعْلُول یا مُعْلَل

② مردود حدیث کی اقسام — راوی کے عادل نہ ہونے کی وجہ سے

مَتْرُوک مَوْضُوع رَوَاۃُ الْفَاسِقِ رَوَاۃُ الْمُبْتَدِعِ

③ مردود حدیث کی اقسام — راوی کے ضابطہ نہ ہونے کی وجہ سے

مَقْلُوب مُتَرَج الْمُزْنِید شَاذ مُنْكَر رَوَاۃُ سَتِّی الْجَهْطِ کَثِیْر الْعَقْلَہ رَوَاۃُ فَاجِسِ الْفَلْطِ الْمُخْتَلِطِ رَوَاۃُ الْمُضْطَرِبِ مُعْلَل

④ مردود حدیث کی اقسام — راوی کے مجهول ہونے کی وجہ سے

مُہْم رَوَاۃُ مَجْہُولِ الْعِیْنِ رَوَاۃُ مَجْہُولِ الْحَالِ

اصطلاحاتِ محدثین

❖ حدیث کی تعریف: رسول اللہ ﷺ سے متعلق راویوں کے ذریعے سے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے وہ حدیث کہلاتا ہے۔ حدیث کو بعض دفعہ سنت، خبر اور اثر بھی کہا جاتا ہے۔

❖ بنیادی اقسام:

● قَوْلِي حَدِيثُ: وہ حدیث جس میں آپ کا فرمان مذکور ہو۔

● فِعْلِي حَدِيثُ: وہ حدیث جس میں آپ کا فعل مذکور ہو۔

● تَقْرِيرِي حَدِيثُ: وہ حدیث جس میں آپ کا کسی بات پر خاموش رہنا مذکور ہو۔

● شَمَائِلِ نَبَوِي: وہ احادیث جن میں آپ کے عادات و اخلاق یا بدنی اوصاف مذکور ہوں۔

نوٹ: کسی حدیث کی اصل عبارت ”مُتْن“ کہلاتی ہے۔ متن سے پہلے راویوں کے سلسلے کو سند کہتے ہیں۔ سند کا کوئی راوی حذف نہ ہو تو وہ ”مُتَّصِل“ ہوتی ہے ورنہ ”مُنْقَطِع“۔

❖ نسبت کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:

● حَدِيثُ قُدْسِي: اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان جسے نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہو، راویوں کے ذریعے سے ہم تک پہنچا ہو اور قرآن مجید میں موجود نہ ہو۔

● مَرْفُوع: وہ حدیث جس میں کسی قول، فعل یا تقریر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔

● مَوْقُوف: وہ حدیث جس میں کسی قول، فعل یا تقریر کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔

● مَقْطُوع: وہ حدیث جس میں کسی قول یا فعل کو تابعی یا تبع تابعی کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔

❖ راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:

● مُتَوَاتِر: وہ حدیث جس میں تواتر کی چار شرطیں پائی جائیں:

(۱) اسے راویوں کی بڑی تعداد روایت کرے۔

(ب) انسانی عقل و عادت ان کے جھوٹا ہونے کو محال سمجھ۔

(ج) یہ کثرت عہد نبوت سے لے کر صاحب کتاب محدث کے زمانے تک سند کے ہر طبقے میں پائی جائے۔ (و)
حدیث کا تعلق انسانی مشاہدے یا سماعت سے ہو۔

نوٹ: راویوں کی جماعت جس نے ایک استاد یا زیادہ اساتذہ سے حدیث کا سماع کیا ہو، ”طبقہ“ کہلاتی ہے۔

- خَبَرٌ وَاحِدٌ: وہ حدیث جس میں متواتر حدیث کی شرطیں جمع نہ ہوں۔ اس کی چار قسمیں ہیں:
- مَشْهُورٌ: وہ حدیث جس کے راویوں کی تعداد ہر طبقے میں دو سے زیادہ ہو مگر یکساں نہ ہو، مثلاً کسی طبقے میں تین، کسی میں چار اور کسی میں پانچ راوی اسے بیان کرتے ہوں۔
- مُسْتَفِیْضٌ: وہ حدیث جس کے راوی ہر طبقے میں دو سے زیادہ اور یکساں تعداد میں ہوں یا سند کے اول و آخر میں ان کی تعداد یکساں ہو۔

● عَزِيزٌ: وہ حدیث جس کے راوی کسی طبقے میں صرف دو ہوں۔

- غَرِيبٌ: وہ حدیث جسے بیان کرنے والا کسی زمانے میں صرف ایک راوی ہو۔ اگر وہ صحابی یا تابعی ہے تو اسے غَرِيبٌ مُطْلَقٌ کہیں گے اور اگر کوئی راوی ہے تو اسے غَرِيبٌ نِسْبِیٌ کہیں گے۔
- نوٹ: مذکورہ بالا اقسام میں سے متواتر حدیث علم التحقین کی حد تک سچی ہوتی ہے۔ باقی اقسام مقبول یا مردود ہو سکتی ہیں۔
- مقبول و رد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:

● مَقْبُولٌ: وہ حدیث جو واجب العمل ہو۔

● مَرْدُودٌ: وہ حدیث جو مقبول نہ ہو۔

● مقبول حدیث کی اقسام و درجات (شرائط قبولیت کے اعتبار سے):

① صَحِيحٌ لِدَّلَاتِهِ ② صَحِيحٌ لِّغَيْرِهِ ③ حَسَنٌ لِدَّلَاتِهِ ④ حَسَنٌ لِّغَيْرِهِ

● صَحِيحٌ لِدَّلَاتِهِ: وہ حدیث جس میں صحت کی پانچ شرطیں پائی جائیں:

(۱) اس کی سند متصل ہو، یعنی ہر راوی نے اسے اپنے استاد سے اخذ کیا ہو۔

(ب) اس کا ہر راوی عادل ہو، یعنی کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو، صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو، شائستہ طبیعت کا

مالک اور بااخلاق ہو۔

(ج) وہ کَامِلُ الضَّبْطِ ہو، یعنی حدیث کو تحریر یا حافظے کے ذریعے سے کما حقہ محفوظ کرے اور آگے پہنچائے۔

(9) وہ حدیث شاذ نہ ہو (ہ) معلول نہ ہو۔ (شاذ اور معلول کی وضاحت آگے آرہی ہے۔)

● حَسَنٌ لِّذَاتِهِ: وہ حدیث جس کے بعض راوی صحیح حدیث کے راویوں کی نسبت خَفِيفُ الضَّبْطِ (ہلکے ضبط والے) ہوں باقی شرطیں وہی ہوں۔

نوٹ: حَسَنٌ لِّذَاتِهِ کا درجہ صَحِيحٌ لِّغَيْرِهِ کے بعد ہے مگر تعریفات کو آسان تر کرنے کیلئے ترتیب بدلی گئی ہے۔
● صَحِيحٌ لِّغَيْرِهِ: جب حسن حدیث کی ایک سے زائد سندیں ہوں تو وہ حسن کے درجے سے ترقی کر کے صحیح کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے غیر (دوسری سندوں) کی وجہ سے درجہ صحت کو پہنچی۔

● حَسَنٌ لِّغَيْرِهِ: وہ حدیث جس کی متعدد سندیں ہوں، ہر سند میں معمولی ضعف ہو مگر متعدد سندوں سے اس ضعف کی تلافی ہو جائے تو وہ حسن لغیرہ کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔

✽ صحیح حدیث کی اقسام و درجات (کتب حدیث میں پائے جانے کے اعتبار سے):

● مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وہ حدیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں پائی جائے متفق علیہ کہلاتی ہے اور صحت کے سب سے اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے۔

● أَفْرَادٌ بُخَارِيٌّ: ہر وہ حدیث جو صحیح بخاری میں پائی جائے صحیح مسلم میں نہ پائی جائے۔

● أَفْرَادٌ مُسْلِمٌ: ہر وہ حدیث جو صحیح مسلم میں پائی جائے صحیح بخاری میں نہ پائی جائے۔

● صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِهِمَا: وہ حدیث جو صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں نہ پائی جائے لیکن دونوں ائمہ کی شرائط کے مطابق صحیح ہو۔

● صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ: وہ حدیث جو امام بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح ہو مگر صحیح بخاری میں موجود نہ ہو۔

● صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ: وہ حدیث جو امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہو مگر صحیح مسلم میں موجود نہ ہو۔

● صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ غَيْرِهِمَا: وہ حدیث جو امام بخاری و امام مسلم کے علاوہ دیگر محدثین کی شرائط کے مطابق صحیح ہو۔

✽ مردود حدیث کی اقسام انقطاع سند کی وجہ سے:

● مُعْلَقٌ: وہ حدیث جس کی سند کا ابتدائی حصہ یا ساری سند ہی (عمداً) حذف کر دی گئی ہو۔

- مُرْسَل: وہ حدیث جسے تابعی بلا واسطہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرے۔
- مُعْضَل: وہ حدیث جس کی سند کے درمیان سے دو یا دو سے زیادہ راوی اکٹھے حذف ہوں۔
- مُقْطِع: وہ حدیث جس کی سند کے درمیان سے ایک یا ایک سے زائد راوی مختلف مقامات سے حذف ہوں۔
- مُدْلَس: وہ حدیث جس کا راوی کسی وجہ سے اپنے استاد یا استاد کے استاد کا نام (یا تعارف) چھپائے لیکن سننے والوں کو یہ تاثر دے کہ میں نے ایسا نہیں کیا، سند متصل ہی ہے، حالانکہ اس سند میں راویوں کی ملاقات اور سماع کو ثابت ہوتا ہے مگر متعلقہ روایت کا سماع نہیں ہوتا۔
- مُرْسَل حَقِیْقَی: وہ حدیث جس کا راوی اپنے ایسے ہم عصر سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات ثابت نہ ہو۔
- مُعْلُولُ یا مُعْلَلُ: وہ حدیث جو بظاہر مقبول معلوم ہوتی ہو لیکن اس میں ایسی پوشیدہ علت یا عیب پایا جائے جو اسے غیر مقبول بنا دے۔ ان عیوب و غل کا پتہ چلانا ماہرین فن ہی کا کام ہے۔ ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔
- ❖ مردود حدیث کی اقسام راوی کے عادل نہ ہونے کی وجہ سے:
- رِوَايَةُ الْمُبْتَدِعِ: وہ حدیث جس کا راوی بِذَعْبٍ مُكْفَرٌ کا قائل و فاعل ہو لیکن اگر راوی کی بدعت، مکفرہ نہ ہو اور وہ عادل و ضابط بھی ہو تو پھر اس کی روایت معتبر ہوگی یا درہے بدعت مکفرہ (کافر بنانے والی بدعت) سے ارتداد لازم آتا ہے۔
- رِوَايَةُ الْفَاسِقِ: وہ حدیث جس کا راوی کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو لیکن حد کفر کو نہ پہنچے۔
- مُتْرُوكٌ: وہ حدیث جس کا راوی عام بول چال میں جھوٹ بولتا ہو اور محدثین نے اس کی روایت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہو۔
- مَوْضُوعٌ: وہ حدیث جس کے راوی نے کسی موقع پر حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولا ہو یا ایسے راوی کی ہر روایت کو موضوع (من گھڑت) کہتے ہیں۔
- ❖ مردود حدیث کی اقسام راوی کے ضابط نہ ہونے کی وجہ سے:
- مُصَحِّفٌ: وہ حدیث جس کے کسی لفظ کی ظاہری شکل تو درست ہو مگر نقطوں، حرکات یا سکون وغیرہ کے بدلنے سے اس کا تلفظ بدل گیا ہو۔
- مَقْلُوبٌ: وہ حدیث جس کے الفاظ میں راوی کی بھول سے تقدیم و تاخیر واقع ہو گئی ہو یا سند میں ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔

- مُدْرَج: وہ حدیث جس میں کسی جگہ راوی کا اپنا کلام عمداً یا سہواً درج ہو جائے اور اس پر الفاظ حدیث ہونے کا شبہ ہوتا ہو۔
- اَلْمَزِيدُ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ: جب دوراوی ایک ہی سند بیان کریں ان میں ایک ثقہ اور دوسرا زیادہ ثقہ ہو۔ اگر ثقہ راوی اس سند میں ایک راوی کا اضافہ بیان کرے تو اس کی روایت کو مزید فی متصل الأسانید کہتے ہیں۔
- شَاذٌ: وہ حدیث جس کا راوی مقبول (ثقہ یا صدوق) ہو اور بیان حدیث میں اپنے سے زیادہ ثقہ یا اپنے جیسے بہت سے ثقہ راویوں کی مخالفت کرے (شاذ کے بالمقابل حدیث کو محفوظ کہتے ہیں)۔
- مُنْكَرٌ: وہ حدیث جس کا راوی ضعیف ہو اور بیان حدیث میں ایک یا زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرے (منکر کے بالمقابل حدیث کو معروف کہتے ہیں)۔
- رِوَايَةُ سَبْعِ الْحِفْظِ: وہ حدیث جس کا راوی سبھی الحفظ، یعنی پیدائشی طور پر کمزور حافظے والا ہو۔
- رِوَايَةُ كَثِيرِ الْغَلْطِ: وہ حدیث جس کا راوی شدید غفلت یا کثیر غلطیوں کا مرتکب ہو۔
- رِوَايَةُ فَاحِشِ الْغَلْطِ: وہ حدیث جس کے راوی سے فاش قسم کی غلطیاں سرزد ہوں۔
- رِوَايَةُ الْمُخْتَلِطِ: وہ حدیث جس کا راوی بڑھاپے یا کسی حادثے کی وجہ سے یادداشت کھو بیٹھے یا اس کی تحریر کردہ احادیث ضائع ہو جائیں۔
- مُضْطَرِبٌ: وہ حدیث جس کی سند یا متن میں راویوں کا ایسا اختلاف واقع ہو جو حل نہ ہو سکے۔
- مَرْدُودٌ: حدیث کی اقسام راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے:
- رِوَايَةُ مَجْهُولِ الْعَيْنِ: وہ حدیث جس کا راوی مجہول العین ہو، یعنی اس کے متعلق ائمہ فہن کا کوئی ایسا تبصرہ نہ ملتا ہو جس سے اس کے ثقہ یا ضعیف ہونے کا پتہ چل سکے اور اس سے روایت کرنے والا بھی صرف ایک ہی شاگرد ہو جس کے باعث اس کی شخصیت مجہول ٹھہرتی ہو۔
- رِوَايَةُ مَجْهُولِ الْحَالِ: وہ حدیث جس کا راوی مجہول الحال ہو، یعنی اس کے متعلق ائمہ فہن کا کوئی تبصرہ نہ ملتا ہو اور اس سے روایت کرنے والے لکل دو آدمی ہوں جس کے باعث اس کی شخصیت معلوم اور حالت مجہول ٹھہرتی ہو۔ ایسے راوی کو مستور بھی کہتے ہیں۔
- مُبْهَمٌ: وہ حدیث جس کی سند میں کسی راوی کے نام کی صراحت نہ ہو۔

کتب احادیث کی اقسام

● کُتُبِ صِحَاح: ہر وہ کتاب جس کے مؤلف نے اپنی کتاب میں صحیح روایات لانے کا التزام کیا ہو اور ”صحیح“ کے لفظ کو کتاب کے نام کا حصہ بنایا ہو۔ ایسی کتاب کی روایات کم از کم اس کے مؤلف کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں۔ اور اگر وہ خود ہی کسی حدیث کی علت بیان کر دے تو اس سے اس کتاب کے صحیح ہونے پر حرف نہیں آتا۔

● صِحَاحِ سَنَہ: حدیث کی چھ کتب صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ صحاح ستہ کہلاتی ہیں۔ انھیں ”أصولِ سَنَہ“ یا ”کُتُبِ سَنَہ“ بھی کہا جاتا ہے۔ پہلی دو کتابیں ”صحیحین“ کہلاتی ہیں اور یہ صرف اپنے مؤلفین کے نزدیک ہی صحیح نہیں ہیں بلکہ پوری امت کے نزدیک صحت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ ان پر اعتراض برائے اعتراض کرنے والا شخص شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بقول اجماع امت کا مخالف اور بدعتی ہے جبکہ آخری چار کتابوں کو سنن اربعہ کہتے ہیں۔ گوان میں ضعیف احادیث موجود ہیں تاہم صحیح حدیثوں کی کثرت کی وجہ سے اکثر علماء انھیں ”صحاح ستہ“ میں شمار کرتے ہیں۔

● جَامِع: جس کتاب میں اسلام سے متعلق تمام موضوعات مثلاً: عقائد، احکام، تفسیر، جنت، دوزخ وغیرہ سے تعلق رکھنے والی احادیث روایت کی گئی ہوں مثلاً: صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ۔

● سُنَن: جس کتاب میں صرف عملی احکام سے متعلق احادیث فقہی تبویب و ترتیب پر جمع کی گئی ہوں مثلاً: سنن ابی داؤد۔

● مُسْنَد: جس کتاب میں ایک صحابی یا متعدد صحابہ کی روایات کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً: مسند احمد، مسند حیدری۔

● مُسْتَخَرَج: جس کتاب میں مصنف کسی دوسری کتاب کی حدیثوں کو اپنی سندوں سے روایت کرے مثلاً:

مستخرج اسماعیلی علی صحیح البخاری۔

- مُسْتَدْرَك: جس کتاب میں مصنف ایسی روایات جمع کرے جو کسی دوسرے مصنف کی شرائط کے مطابق ہوں لیکن اس کی کتاب میں نہ ہوں، مثلاً: مستدرک حاکم۔
- مُعْجَم: جس کتاب میں مصنف ایک خاص ترتیب کے ساتھ اپنے ہر استاد کی روایات کو الگ الگ جمع کرے، مثلاً: معجم طبرانی۔
- أَرْبَعِيْنَ: جس کتاب میں کسی ایک یا مختلف موضوعات پر چالیس احادیث جمع کی گئی ہوں، مثلاً: اربعین نووی، اربعین میناکی وغیرہ۔
- جُزْء: وہ کتاب جس میں صرف ایک راوی یا ایک موضوع کی روایات جمع کی گئی ہوں، جیسے امام بخاری رحمہ اللہ کی ”جُزْء رَفْعِ الْيَدَيْنِ“ اور ”جُزْء الْقِرَاءَةِ وَ خَلْفَ الْإِمَامِ“ یا امام بیہقی رحمہ اللہ کی ”كِتَابُ الْقِرَاءَةِ وَ خَلْفَ الْإِمَامِ“ وغیرہ۔

کتب احادیث کے مختلف طبقات یا درجات

① پہلا طبقہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا امام مالک پر مشتمل ہے۔ موطا امام مالک زمانہ تالیف کے لحاظ سے صحیحین سے متقدم لیکن مرتبہ و مقام کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے ہم خیال علماء کی رائے کے مطابق اس کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ دوسرے محدثین کے نزدیک اس کی منقطع یا مرسل روایات (مختلف کتابوں میں) دیگر سندوں سے متصل ہیں (لیکن صرف اتالی سند صحت حدیث کے لیے کافی نہیں ہوتا)

② دوسرا طبقہ سنن اربعہ پر مشتمل ہے۔ بعض کے نزدیک مسند احمد اور سنن دارمی بھی غالباً اسی طبقہ میں شامل ہیں۔ ان کے مؤلفین علم حدیث میں متبحر تھے، ثقاہت و عدالت اور ضبط حدیث میں معروف تھے۔ انھوں نے جن مقاصد اور شرائط کو مد نظر رکھا، ان کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ان کی کتابوں کو ہر دور کے محدثین اور دیگر اہل علم میں بے پناہ پذیرائی ملی۔

③ وہ مسانید، جوامع اور مصنفات جو صحاح ستہ سے پہلے یا ان کے زمانے میں یا ان کے بعد لکھی گئیں۔ ان کے مؤلفین کی غرض محض احادیث کو جمع کرنا تھا یہی وجہ ہے کہ ان میں ہر قسم کی احادیث پائی جاتی ہیں۔ محدثین میں گو یہ کتابیں اجنبی نہیں، تاہم زیادہ معروف و مقبول بھی نہیں، چنانچہ جو احادیث پہلے دو طبقوں کی کتابوں میں موجود نہیں بلکہ صرف اسی طبقہ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، فقہاء نے ان کا زیادہ استعمال نہیں کیا اور محدثین نے بھی ان کی صحت و سقم، قبول و رد اور تشریح و توضیح کا زیادہ اہتمام نہیں کیا، مثلاً: مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند طحاوی، بیہقی، طحاوی اور طبرانی وغیرہ۔

④ وہ کتابیں جن کے مؤلفین نے زمانہ دراز کے بعد ان احادیث کو جمع کیا جو پہلے دو طبقوں کی کتابوں میں نہیں تھیں بلکہ ایسے مجموعوں میں پائی جاتی تھیں جن کی (علمی دنیا میں) کوئی وقعت نہ تھی۔ یہ احادیث عموماً

واعظمین کے استدلالات، حکماء کے اقوال و زریں اور اسرائیلی روایات پر مشتمل ہیں جنہیں ضعیف راویوں نے سہوایا عمداً احادیث نبویہ سے خلط ملط کر دیا یا کتاب وسنت کے بعض احتمالات ہیں جنہیں بعض جاہل صوفیائے بامعنی روایت کر دیا اور انہیں مرفوع احادیث سمجھ لیا گیا یا چند احادیث سے جملے منتخب کر کے ایک نئی حدیث بنا دی گئی وغیرہ مثلاً: ابن حبان کی ”کِتَابُ الضُّعْفَاء“ ابن عدی کی ”الْکَامِلُ“ حَظِیْبُ بَعْدَادِی، أَبُو نُعَیْمٍ أَصْبَهَانِی، ابْنُ عَسَاکَر، جَوْرَقَانِی، ابْنُ نَحَّار اور دِلْمِی کی کتب۔ اسی طرح ”مُسْنَدُ خَوَارِزْمِی“ ابْنِ جَوْرِزِی اور ملا علی قاری کی ”الْمَوْضُوعَات“ وغیرہ بھی اسی طبقے میں شامل ہیں۔

⑤ اس طبقے کی کتابوں میں وہ احادیث شامل ہیں جو فقہاء صوفیاء، مؤرخین اور مختلف فنون کے ماہرین کی زبانوں پر مشہور تھیں، نیز وہ احادیث بھی شامل ہیں جو بے دین زبان دانوں نے کلامِ بلیغ سے وضع کیں اور ان کے لیے سندیں بھی گھڑ لیں۔

☆ پہلے اور دوسرے طبقے کی کتابوں پر محدثین کا کامل اعتماد ہے۔ انہیں ہمیشہ ان کتابوں سے وابستگی رہی ہے۔
☆ تیسرے طبقے کی احادیث سے استدلال کرنا ان ماہرین حدیث کا کام ہے جو راویوں کے حالات اور حدیث کی مخفی علتوں کے جاننے والے ہوں۔ عموماً ایسی احادیث خود دلیل نہیں بن سکتیں، البتہ کسی مقبول حدیث کی تائید میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

☆ پہلے دو طبقوں کی احادیث کی تقویت میں چوتھے طبقہ کی احادیث کو جمع کرنا اور ان سے استدلال کرنا علمائے متاخرین کا محض تکلف ہے۔ اہل بدعت اسی قسم کی احادیث سے اپنے اپنے مذاہب کی تائید میں شواہد مہیا کرتے ہیں لیکن محدثین کے نزدیک اس طبقہ کی احادیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ (مُلَخَّصٌ از حُجَّةِ اللَّهِ الْبَالِغَةِ)
☆ مصادر اور مراجع کا مفہوم:

☆ مَصَادِر: وہ کتب جن میں مصنفین نے احادیث کو اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہو۔ مذکورہ بالا طبقات میں جو درجہ بندی کی گئی ہے ان میں عموماً مصادر ہی مراد ہیں۔

☆ مَرَاجِع: وہ کتب جن میں احادیث کو مختلف مصادر سے منتخب کر کے جمع کیا گیا ہو۔ ان کی تین اقسام ہیں:
(۱) وہ مراجع جن میں صرف صحیح احادیث کو جمع کیا گیا ہے مثلاً: ”الْمُلَوَّلُوْا وَالْمَرْجَانُ فِيمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الشَّيْخَانِ“ اور ”عُمْدَةُ الْأَحْكَامِ“ وغیرہ۔

(ب) وہ مراجع جن میں عموماً مستند مصادر سے احادیث منتخب کی گئی ہیں لیکن ان میں ضعیف احادیث بھی موجود ہیں جیسے ”مَشْكُوَّةُ الْمَصَابِيحِ، رِيَاضُ الصَّالِحِينَ، التَّرْغِيبُ وَالتَّرْهِيْبُ، بُلُوْغُ الْمَرَامِ“ وغیرہ۔
(ج) وہ مراجع جن میں کسی معیار اور تحقیق کے بغیر بہت سے مستند اور غیر مستند مصادر سے احادیث لے کر جمع کر دی گئی ہوں مثلاً: ”كَنْزُ الْعَمَلِ“ وغیرہ۔

نوٹ: دوسری اور تیسری قسم کے مراجع میں مذکور کسی حدیث سے تحقیق کے بغیر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

* دو مقبول احادیث کے ظاہری تعارض کو دور کرنے کی مختلف صورتیں

① سب سے پہلے ان کا کوئی ایسا مشترک مفہوم مراد لیا جائے گا جس سے ہر حدیث پر عمل کرنا ممکن ہو جائے اور اس سلسلے میں اس مفہوم کو ترجیح دی جائے گی جو کسی تیسری حدیث میں بیان ہوا ہو یا فقہائے محدثین نے اسے بیان کیا ہو۔

② اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر یہ تحقیق کی جائے گی کہ آیا ان میں سے کوئی حدیث منسوخ تو نہیں ہے۔ اس صورت میں منسوخ کو چھوڑ کر ناخ پر عمل کیا جائے گا۔

③ اگر نسخ کا ثبوت نہ ملے تو پھر ایک حدیث کو کسی مسلک کا لحاظ کیے بغیر محض وجوہ ترجیح (فنی خوبیوں) کی بنا پر ترجیح دی جائے گی اور دوسری حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا مثلاً: کوئی حدیث صحت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو یا اعلیٰ طبقے کی کسی کتاب میں مروی ہو تو کمتر درجے یا طبقے کی حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا..... وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ: اگر مقبول اور مردود حدیثوں کا تعارض آئے گا تو وہاں مردود حدیث کو رد کر کے صرف مقبول حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

سنن ابن ماجہ سے استفادے کا طریقہ

✽ تعارف کتاب: سنن ابن ماجہ حدیث کے بنیادی مراجع میں سے ہے۔ کتب ستہ (صحاح ستہ) میں صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کے بعد اسے ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس کتاب کی ترتیب موضوع وار ہے۔ اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (209ھ تا 273ھ) نے موضوع کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے: (1) ابواب (2) ذیلی ابواب (3) احادیث۔ اس تقسیم و ترتیب کو اصطلاح میں ”فقہی ترتیب“ یا ”فقہی تبویب“ (باب بندی) کا نام دیا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ کی کل کتابیں 37 اور کل احادیث 4341 ہیں۔

✽ ابواب: سب سے پہلے کتاب کی فقہی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے موضوع کے اعتبار سے عنوان قائم کیا گیا ہے مثلاً ”أبواب الطهارة و سننها“ أبواب ماجاء في الجنائز وغيره۔ اس طرز پر سنن ابن ماجہ کے کل 37 ابواب بنتے ہیں جن کی الگ سے ایک صفحے میں فہرست دے دی گئی ہے۔

✽ ذیلی ابواب: کتاب میں ”فقہی موضوعات“ میں سے ہر موضوع کے متعلق عناوین دیے گئے ہیں مثلاً: ”أبواب الطهارة و سننها کے 139 ذیلی ابواب قائم کیے گئے ہیں اسی طرح أبواب الأذان، أبواب المساجد وغيره۔

✽ احادیث: ہر باب اور عنوان کے تحت احادیث کو خوبصورت معنوی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو حسب ضرورت کسی باب میں کم اور کسی باب میں زیادہ ہیں۔ قارئین کرام کو جس مسئلے کے متعلق حدیث تلاش کرنی ہو انھیں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

✽ المعجم اور التحفة: سنن ابن ماجہ کے عربی حصے میں ابواب اور ہر ذیلی باب کے شروع میں (المعجم) اور آخر میں (التحفة) کا لفظ آتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(1) ”المعجم“ سے مراد ”المعجم المفہرس لألفاظ الحديث“ کتاب ہے جو سات آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے یہ کتاب کتب تبعہ (9 کتابیں) یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی،

سنن ابن ماجہ، مسند احمد، مؤطا امام مالک اور سنن دارمی کی احادیث کے متن کی مادے کے اعتبار سے حروفِ تجنی کا لحاظ رکھتے ہوئے فہرست ہے۔ اس کا مقصد حدیث کے متن کی تلاش میں آسانی پیدا کرنا ہے کہ ایک حدیث ان مذکورہ بالا کتابوں میں کہاں کہاں بیان کی گئی ہے۔ احادیث کی سات آٹھ جلدوں پر مشتمل یہ فہرست مستشرقین کی ٹیم (غیر مسلم اسکالر) نے 1922ء سے 1987ء تک 65 سال کے طویل عرصے میں مرتب کی۔

﴿”التحفة“ سے مراد ”تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف“ ہے۔ یہ کتاب جمال الدین ابوجاج یوسف مزنی رحمہ اللہ نے مرتب کی۔ اسے امام مزنی رحمہ اللہ نے 696ھ سے 722ھ تک تقریباً 27 سال کے طویل عرصے میں تیار کیا۔ یہ کتب ستہ کے علاوہ ”السنن الکبریٰ للنسائی“ اور ”شمائل ترمذی“ کی احادیث کے متن کی فہرست ہے جس کا اسلوب صحابہ کرام ان کے شاگرد تابعین اور ان کے شاگرد تبع تابعین کے ناموں کے حوالے سے حروفِ تجنی کے اعتبار سے ان کی احادیث کو جمع کرنا ہے۔ اس ترتیب کو اصطلاح میں ”مسند“ کہا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ عربی حصے میں ”المعجم“ اور ”التحفة“ کے ساتھ کچھ نمبر دیے گئے ہیں جن سے رہنمائی کی گئی ہے کہ یہ احادیث ”المعجم المفہرس“ اور ”تحفة الأشراف“ میں کہاں کہاں آئی ہیں تاکہ قاری ان کتابوں کی مدد سے احادیث کے دیگر مراجع تک باسانی پہنچ جائے۔ محققین کو حدیث کی تلاش میں ان کتابوں سے بہت آسانی ہوگئی ہے۔

﴿رقم الحدیث: محمداً و عبدالباقی رحمہ اللہ نے آج سے ساٹھ ستر سال پہلے صحیحین اور سنن ابن ماجہ کی احادیث کے شروع میں حدیث نمبر کا اضافہ کیا تاکہ احادیث کی تلاش آسان ہو جائے۔ اسے عربی میں ”رقم الحدیث“ کہتے ہیں۔ اب تقریباً حدیث کی تمام کتابوں کے شروع میں حدیث نمبر کا سلسلہ ملتا ہے۔ آپ ان نمبروں کے ذریعے سے مطلوبہ حدیث کو فوراً تلاش کر سکتے ہیں۔

﴿سند حدیث: محدث حدیث بیان کرتے وقت اپنے استاد سے لے کر ہر راوی حدیث کو صحابی رسول تک بیان کرتا ہے راویوں کے اس سلسلے کو ”سند“ کہا جاتا ہے۔

﴿متن حدیث: سند کے اختتام پر جو کلام شروع ہوتا ہے، اسے ”متن“ کہا جاتا ہے۔

﴿فوائد و مسائل: اردو ایڈیشن میں ہر حدیث کا مفہوم واضح کرنے کے لیے اور اس حدیث سے جو جو مسائل اخذ ہو سکتے ہیں انھیں بیان کرنے کے لیے ”فوائد و مسائل“ کا عنوان دیا گیا ہے۔ فوائد و مسائل لکھتے وقت

سنن ابن ماجہ سے استفادے کا طریقہ

قرآن مجید اور دیگر کتب احادیث سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جن کا مکمل حوالہ درج کیا گیا ہے۔ بعض اوقات فوائد کے ضمن میں حدیث کے نمبر کا حوالہ دیا جاتا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آپ اس حدیث نمبر کے ذریعے سے مزید فوائد بھی دیکھ سکتے ہیں۔

قارئین کرام سنن ابن ماجہ کے اس اردو ایڈیشن میں ہر صفحہ کے آخر میں مذکور احادیث کی تحقیق و تخریج بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ ایک فنی چیز ہے جس سے بھرپور فائدہ تو علمائے کرام اور ماہرین فن حدیث ہی صحیح معنوں میں اٹھا سکتے ہیں مگر اس میں حدیث کی صحت و ضعف کا حکم ضرور دیکھا جاسکتا ہے کہ کون سی حدیث صحیح اور کون سی ضعیف ہے۔ اس سلسلے میں چند بنیادی اصطلاحات حدیث بھی پیچھے ذکر کی جا چکی ہیں جن کو پڑھ کر ذہن نشین کرنا مفید ہوگا۔

سنت کی اہمیت و فضیلت

* سنت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف: لغت میں سنت کا مطلب ہے: [السِّيَرَةُ وَالطَّرِيقَةُ حَسَنَةً كَانَتْ أَوْ قَبِيحَةً] ”سیرت اور طریقہ خواہ وہ اچھا ہو یا برا۔“
 ارشاد نبوی ﷺ ہے: [مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْءٌ.....] (صحیح مسلم، الزکاة، باب الحث علی الصدقة.....، حدیث: ۱۰۱۷) ”جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ رائج کیا، اسے اس کا اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والے تمام افراد کے اجر کے برابر بھی اجر ملے گا، جبکہ ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔“

اصطلاح میں محدثین نے سنت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: [كُلُّ مَا أُتِرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيرٍ أَوْ صِفَةٍ] ”نبی اکرم ﷺ سے منقول قول، فعل، تقریر یا صفت خلقی یا خلقی کو سنت کہتے ہیں۔“

آپ کے قول کی مثال جیسے آپ کا ارشاد گرامی ہے: [صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أَصِلِّي] (صحیح

البخاری، الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعة.....، حدیث: (۶۳۱) ”نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔“

آپ کے فعل کی مثال: [كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُسَوِّي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلَاةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ] (سنن أبي داود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حدیث: ۶۶۵) ”جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ہماری صفیں درست فرماتے تھے پھر جب ہم برابر ہو جاتے تو آپ تکبیر کہتے۔“

آپ کی تقریر کی مثال: [كُنَّا نَصَلِّي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَكَعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ..... كَانَ يَرَانَا نَصَلِّيهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا] (صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتين قبل صلاة المغرب، حدیث: ۸۳۶) ”رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں (نفل) پڑھا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہمیں یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن آپ نے ہمیں اس کا حکم دیا اور نہ منع کیا۔“

* سنت کی فضیلت و اہمیت فرامین باری تعالیٰ کی روشنی میں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قرآن مجید کا لاثانی مجروح عطا کر کے تمام بلغائے عرب، فصحاء ادباء اور شعراء کا ناطقہ بند کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو قرآن مجید کے ارشادات کی تفسیر، تشریح، توضیح اور بیان کے لیے مقرر فرما کر انسانیت پر احسان عظیم فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل: ۳۳) ”یہ ذکر ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔“

چونکہ آپ کی حیثیت شارح قرآن اور مفسر کی ہے تو آپ کے اتباع اور پیروی کا مکمل حکم دے دیا گیا اور آپ کی سنت کو اختیار کرنے کا لازمی حکم دیا گیا: ﴿وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد: ۳۳) ”اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔“ گویا سنت رسول کی خلاف ورزی کا حتی نتیجہ اعمال کی بربادی ہے۔ نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ

وَمَا نَهَاكُم عَنْهُ فَأَتَيْتُهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿﴾ (الحشر: ۷) ”تمہیں جو کچھ رسول دے اُسے لے لو اور جس سے روک دے (اُس سے) رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔“

چونکہ رسول اللہ ﷺ ارشادات ربانی ہی کی توضیح و تبیین فرماتے ہیں اور اپنی مرضی اور منشا سے کچھ نہیں فرماتے، لہذا فرمان نبوی کی پیروی کو ارشاد ربانی ہی کی پیروی قرار دیا گیا ہے: ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: ۸۰) ”جو شخص رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرے تو اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔“ لہذا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنت کا اتباع کریں گے انھیں نہایت عزت و احترام اور ذی وقار مقام عطا کیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ (النساء: ۶۹) ”جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ ان لوگوں کی رفاقت کتنی اچھی ہے۔“ جبکہ نافرمانوں کے لیے سخت ترین سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ يُعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ (النساء: ۱۳) ”اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں ہمیشہ رہے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔“

* اتباع سنت کی فضیلت ارشادات نبویہ کی روشنی میں: رسول اکرم ﷺ کے ارشادات جس طرح اعمال میں قابل اطاعت ہیں اسی طرح عقائد و معاملات میں واجب الاتباع ہیں۔ ان میں فرق کرنا سراسر گمراہی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: [كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى] (صحیح البخاری، الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۷۲۸۰) ”میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون شخص انکار کرے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں جانے سے) انکار کیا۔“

چنانچہ ہر وہ عمل جو سنت نبوی کے مطابق نہ ہو وہ بے اجر اور باطل و مردود ہوگا۔ ارشاد نبوی ہے: [مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ] (صحیح مسلم، الأفضیۃ، باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور، حدیث: ۱۷۱۸) ”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہوا تو وہ مردود ہے۔“ اس لیے اعمال، عقائد، معاملات اور عبادات میں اتباع سنت ہی کے ذریعے سے اجر و ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے جبکہ سنت کی پیروی اور اتباع میں دین و دنیا کی فلاح و کامیابی ہے۔

* سنت کا مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل کی روشنی میں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی زندگیوں کو سنت رسول کے آئینے میں ڈھال کر ہمارے لیے شاندار اسوہ چھوڑا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر حال اور ہر وقت اتباع سنت کو واجب مانتے تھے۔ اس سلسلے میں کوئی ڈھیل انہیں گوارا نہیں تھی۔ آج منکرین سنت نے جو حیلے گھڑ لیے ہیں ان کا تصور بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں نہیں تھا۔ اگر کبھی کسی شخص نے سنت سے اعراض کرنے کی جسارت کی تو اسے نہایت سخت سرزنش کی گئی۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو چھوٹی چھوٹی کنکریاں پانی میں پھینک رہا تھا تو آپ نے اسے کہا: کنکریاں مت پھینکو کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ نہ تو شکار کر سکتی ہیں نہ دشمن کا کچھ نقصان کرتی ہیں، البتہ کسی (راہ گیر) کا دانت توڑیں گی یا اس کی آنکھ پھوڑیں گی۔ کچھ دیر بعد دیکھا تو وہ آدمی پھر وہی حرکت کر رہا تھا۔ آپ اس پر سخت ناراض ہوئے اور کہا: میں تجھے رسول اکرم ﷺ کا فرمان سناتا ہوں اور تو پھر بھی وہی حرکت کر رہا ہے۔ جاؤ میں تجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا۔ (صحیح البخاری، الصيد والذبائح، باب الحذف والبنذۃ، حدیث: ۵۴۷۹) اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے عمل سے سنت کے واجب الاتباع ہونے کو ہم تک منتقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر حال میں سنت رسول پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آراء الرجال کی بے وقعتی اور بے حیثیتی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:



[إِيَّاكُمْ وَ أَصْحَابَ الرَّأْيِ فَإِنَّهُمْ أَعْدَاءُ السَّنَنِ أَعْيَتْهُمْ أَحَادِيثُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَحْفَظُوهَا فَقَالُوا بِالرَّأْيِ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا] (مفتاح الحنة فى الاحتجاج بالسنۃ ص: ۳۷)

”اصحاب رائے سے بچو کیونکہ وہ سنت رسول کے دشمن ہیں۔ وہ فرامین رسول کو یاد کرنے سے عاجز آ گئے تو انھوں نے اپنی رائے سے احکام بیان کرنے شروع کر دیئے اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔“

* مقام سنت اقوال ائمہ کی روشنی میں: سنت کا مقام و مرتبہ سلف صالحین اور ائمہ امت کے نزدیک نہایت بلند تھا۔ ان کے نزدیک سنت کی اتباع ہر حال میں واجب تھی لہذا وہ ہر وقت سنت پر کاربند رہتے اور اس کی پیروی کا حکم دیتے تھے۔ اقوال ائمہ سے یہ بات پوری طرح عیاں ہے۔

① جناب ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [إِذَا حَدَّثْتُ الرَّجُلَ بِالسُّنَّةِ فَقَالَ: دَعْنَا مِنْ هَذَا وَ حَدَّثْنَا مِنَ الْقُرْآنِ فَأَعْلَمُ أَنَّهُ ضَالٌّ مُضِلٌّ] (مفتاح الحنة ص: ۳۵) ”جب آپ کسی شخص کو سنت نبوی بیان کریں اور وہ کہے کہ سنت کو رہنے دیں، ہمیں قرآن سے مسائل بیان کریں تو جان لو کہ وہ گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔“

② امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُحْطِئُ وَأُصِيبُ، فَانْظُرُوا فِي قَوْلِي فَكُلُّ مَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوا بِهِ وَمَا لَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرَكُوهُ] (اعلام الموقعین ۸۱/۱) ”بلاشبہ میں ایک انسان ہوں جس سے کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے اور کبھی حق بات بھی صادر ہوتی ہے لہذا میری آراء کو غور سے دیکھو جو کتاب و سنت کے مطابق ہو اسے قبول کر لو اور جو اس کے موافق نہ ہو اسے ترک کر دو۔“

③ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور فرمان ہے: [الْحَدِيثُ الضَّعِيفُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ آرَاءِ الرِّجَالِ] (حقیقۃ الفقہ ص: ۸۸ بحوالہ رد المحتار (المعروف فتاویٰ شامی لابن عابدین) شرح درالمختار: ۵۱/۱) ”مجھے ضعیف حدیث: لوگوں کی آراء سے زیادہ محبوب ہے۔“

④ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے: [أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ مِنْ اسْتَبَانَ لَهُ سُنَّةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لَهُ أَنْ يَدَّعِهَا بِقَوْلِ أَحَدٍ] (حقیقۃ الفقہ ص: ۹۳ بحوالہ ناظرۃ الحق ص: ۲۶)

”سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت واضح ہو جانے کے بعد اُسے کسی دوسرے کے قول کی وجہ سے چھوڑنا جائز نہیں۔“

⑤ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [أَخَذُوا عَمَلَكُمْ مِنْ حَيْثُ أَخَذَهُ الْأَئِمَّةُ وَلَا تَقْنَعُوا بِالتَّقْلِيدِ فَإِنَّ ذَلِكَ عَمَى فِي الْبَصِيرَةِ] (حقیقۃ الفقہ، ص: ۹۷ بحوالہ میزان الشعرانی: ۱۷/۱) ”اپنا علم وہاں سے لو جہاں سے امام لیتے ہیں اور تقلید پر قناعت نہ کرو کیونکہ یہ عقل و بصیرت کے باوجود اندھا پن ہے۔“



(المعجم ...) کتاب السنّة (التحفة ۱)

سنت کی اہمیت و فضیلت

باب ۱- سنت رسول اللہ ﷺ کی

پیروی کا بیان

(المعجم ۱) - باب اتّباع سنّة

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (التحفة ۱)

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: ”جس کام کا میں تمہیں حکم دوں اس پر عمل کرو اور جس سے منع کروں اس سے باز رہو۔“

۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَخُذُوهُ، وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا».

🌟 فوائد و مسائل: ① نبی اکرم ﷺ کا ہر حکم واجب التعمیل ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات سے یہی حکم ثابت

ہوتا ہے۔ ② جس کام سے نبی ﷺ منع فرمادیں اس سے بچنا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۵) ”اور رسول جو بھی تمہیں (حکم) دے اسے لے لو اور جس سے تمہیں روک دے اس سے رک جاؤ۔“ ③ اس سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ [الْأَمْرُ لِلرَّحْمَنِ] یعنی (بالعوم) امر و وجوب کے لیے ہوتا ہے البتہ دوسرے قرائن کی موجودگی میں استحباب یا جواز بھی مراد ہو سکتا ہے۔

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: ”جس تک میں تمہیں (کسی معاملہ میں آزاد) چھوڑے رکھوں تب تک تم بھی مجھے چھوڑے رکھو“

۲- حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَ: أُنْبَأَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

۱- [صحیح] أخرجه أحمد: ۲/۳۵۵ من حديث شريك به، وانظر الحديث الآتي.

۲- أخرجه مسلم، الفضائل، باب توقيه ﷺ ... الخ، ح: ۱۳۳۷ بعد، ح: ۲۳۵۷ من طريقين عن الأعمش به، وأصله عند البخاري، ح: ۷۲۸۸، وله طرق أخرى.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فخذوا منه مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَانْتَهُوا».

(بلا وجہ سوال نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء ﷺ سے سوالات کرنے اور (پھر) ان (کے احکام) کی مخالفت کرنے کی وجہ ہی سے ہلاک ہوئے لہذا جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حسبِ ہمت اس کی تعمیل کرو اور جب کسی کام سے منع کروں تو اس سے رک جاؤ۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① دنیوی معاملات میں اصول یہ ہے کہ ہر وہ کام جائز ہے جس سے قرآن و حدیث نے منع نہ کیا ہو۔ اس کے برعکس عبادات میں وہی کام جائز ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو۔ اس لیے دینی امور میں نیا ایجاد کیا ہوا کام بدعت ہے دنیوی معاملات میں نہیں۔ ② ایسے فرضی مسائل کے بارے میں بحث مباحثہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے، جن کا عملی معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔ ③ پیغمبر ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہلاکت کا باعث ہے۔ ④ اگر کوئی شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے ایک حکم کی تعمیل کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اللہ کے ہاں مجرم نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة: ۲۸۶) ”اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔“ ⑤ جس کام سے شریعت نے منع کیا ہو اس سے مکمل طور پر پرہیز کرنا ضروری ہے۔



۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ».

نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ مسئلہ قرآن مجید میں بھی ان الفاظ میں بیان ہوا ہے: ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: ۸۰) ”جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شریعت کے احکام اپنی رائے اور پسند کے مطابق نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کے مطابق بیان فرماتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم: ۴۳) ”وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے بلکہ وہ وحی ہے جو (ان پر) نازل کی جاتی ہے۔“ یہی وجہ ہے کہ خود نبی اکرم ﷺ بھی ان احکام پر اسی طرح عمل کرتے تھے جس طرح دوسرے مومنین، بلکہ نبی ﷺ تو

عام مومنوں سے بھی کہیں زیادہ تقویٰ اور عمل صالح کا اسوہ حسنہ پیش فرماتے تھے۔ ① قرآن مجید فرامین نبوی اور صحابہ و تابعین کرام کے اقوال، سنت نبوی کی پیروی اور اتباع کو لازم ٹھہراتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند فرامین درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”لوگو! اصحاب الراءے سے بچو، کیونکہ وہ سنت کے دشمن ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرامین کو حفظ کرنے سے عاجز آگئے تو انھوں نے اپنی رائے سے مسائل بیان کرنے شروع کر دیے۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔“ دیکھیے: (مفتاح الحنة في الاحتجاج بالسنۃ، ص: ۳۷)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ کو عصر کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: ”مت پڑھا کرو۔“ وہ کہنے لگے: میں تو پڑھوں گا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: ”نبی اکرم ﷺ نے عصر کے بعد نفل نماز سے منع کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں ان دو رکعتوں پر ثواب کی بجائے سزا ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (الأحزاب: ۳۶) ”کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم مقرر کر دیں تو وہ اس کا میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔“ (سنن الدارمی، المقدمة، باب ما یبقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ و قول غیرہ عند قوله ﷺ، حدیث: ۴۲۸)

(۳) حضرت ایوب سختیانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جب تو کسی شخص کو سنت نبوی کی تعلیم دے اور وہ کہے: سنت نبوی کو چھوڑیے قرآن سے تعلیم دیں۔ تو جان لو ایسا شخص گمراہ ہے۔“ دیکھیے: (مفتاح الحنة، ص: ۳۷)

(۴) امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو فرمان نبوی سنایا تو وہ کہنے لگا: فلاں فلاں شخص تو ایسے ایسے کہتے ہیں۔ امام صاحب کہتے ہیں: میں تجھے فرمان نبوی سناتا ہوں اور تو مجھے لوگوں کی آراء سناتا ہے؟ جا! آج کے بعد میں تیرے ساتھ بات نہیں کروں گا۔“ دیکھیے: (إيقاظ الهمة لاتباع نبي الأمة، ص: ۱۲۳) اسلاف کے اس طرز عمل سے ثابت ہوا کہ ائمہ کی تقلید اور لوگوں کی آراء کی پیروی قطعاً درست اور جائز نہیں۔

⑤ علامہ ملا علی قاری حنفی رضی اللہ عنہ تقلید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: [وَالْتَقْلِيدُ قَبُولُ قَوْلِ الْغَيْرِ بِلَا ذَلِيلٍ، فَكَأَنَّهُ لَقَبُولِهِ جَعَلَهُ قِلَادَةً فِي عُنُقِهِ] (شرح قصيدة امالی، ص: ۳۳) ”کسی دوسرے کی بات بغیر دلیل کے قبول کرنا تقلید ہے۔ گویا کہ مقلد شخص نے امام کے قول کو قبول کر کے گلے کا ہار بنالیا ہے۔“ ⑥ تقلید کی ابتدا خیر القرون کے بعد چوتھی صدی ہجری میں ہوئی۔ اس سے پہلے یہ بدعت موجود نہ تھی بلکہ صحابہ کرام، تابعین کرام اور ان کے شاگرد قرآن و سنت کی پیروی ہی کو واجب سمجھتے تھے۔ شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [اعْلَمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا قَبْلَ الْهَيَاةِ الرَّابِعَةِ غَيْرَ مُحْتَمِعِينَ عَلَى التَّقْلِيدِ الْحَالِصِ لِمَذْهَبٍ وَاحِدٍ] ”جان لو کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے لوگ کسی ایک خالص مذہب کی تقلید پر متفق نہ تھے۔“ (حجة الله البالغة، ص: ۱۵۷) ⑦ تقلید کے رد میں صحابہ کرام اور ائمہ مذاہب کے فرامین ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی روح قبض کی نہ ان سے وحی منقطع کی حتیٰ کہ ان کی امت کو لوگوں کی آراء سے بے پروا فرمادیا۔“
دیکھیے: (حقیقۃ الفقہ، ص: ۷۵)

(ب) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں آتا کہ وہ تمہیں عذاب میں مبتلا کر دے یا تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ تم کہتے ہو رسول اللہ ﷺ نے ایسے فرمایا تھا اور فلاں شخص نے یوں فرمایا ہے، یعنی فرمان نبوی کے مقابلے میں کسی شخص کی رائے کو پیش کرنا عذاب الہی کو دعوت دینا ہے۔“ (حقیقۃ الفقہ، ص: ۷۶)

(ج) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”تم میں سے کوئی شخص دین کے بارے میں کسی کی تقلید نہ کرے کہ اگر وہ (متبوع) مومن رہا تو اس کا مقلد بھی مومن رہے گا اور اگر وہ کافر ہوا تو اس کا مقلد بھی کافر ہو جائے گا۔ اس اعتبار سے یہ تقلید بلاشبہ برائی میں اسوہ ہے۔ (الإيقاظ لهم أولی الأبصار) أعاذنا الله منه۔

(د) حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: [لَا فَرْقَ بَيْنَ بَهِيمَةٍ تَنْقَازٍ وَإِنْسَانٍ يُقْلِدُ] ”مقلد شخص اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔“ (حقیقۃ الفقہ، ص: ۷۸)

(۲) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [لَا تُقْلَدُ وَلَا تُقْلَدَنَّ مَالِكًا وَلَا غَيْرَهُ وَخِذَا الْأَحْكَامَ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ] (حقیقۃ الفقہ، ص: ۹۰) ”میری تقلید نہ کرنا نہ مالک کی نہ کسی اور کی تقلید کرنا۔ احکام کو وہاں سے حاصل کرو جہاں سے انھوں نے حاصل کیے ہیں، یعنی کتاب و سنت سے۔“ نیز فرمایا: ”کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ میری دلیل سے واقف ہوئے بغیر میرے کلام کا فتویٰ دے۔“ (حقیقۃ الفقہ، ص: ۸۸)

(۳) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر شخص کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور رد بھی، سوائے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے (وہ واجب الاتباع ہے۔)

(۴) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جب تم دیکھو کہ میرا قول حدیث نبوی کے خلاف ہے تو حدیث نبوی پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔“ نیز فرمایا: [إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي] (عقد الحجد و حجة الله البالغة، ۱/۱۵۷) ”جب صحیح حدیث مل جائے تو میرا مذہب وہی ہے۔“

(۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کسی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کلام کی گنجائش نہیں۔“ (کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے کسی کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں۔)

(۶) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [هَلْ يُقْلَدُ إِلَّا عَصِي] ”تقلید تا فرمان ہی کرتا ہے۔“

(۷) علامہ جلال الدین خفنی فرماتے ہیں: [إِنْ كَانَ لِضَلَالٍ أُمَّ فَالتَّقْلِيدُ أُمَّه] ”اگر گمراہی کی کوئی ماں ہوتی تو وہ تقلید ہی ہوتی۔“ [حقیقۃ الفقہ، ص: ۵۸۰، ۵۱] ائمہ سلف کے مذکورہ اقوال سے معلوم ہوا کہ گمراہی کا اصل اور اس کی جڑ تقلید ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے اور تقلید سے نجات دے۔ آمین۔

۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ : حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے :
 حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ، عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا لَمْ يَعُدَّهُ وَلَمْ يَقْصُرْ دُونَهُ .
 انھوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتے تو نہ اس میں اضافہ کرتے اور نہ کی کرتے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حدیث پر عمل اور بدعت سے اجتناب کا جذبہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ارشادات نبویہ پر حرف برف عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس میں کوتاہی کرتے نہ اس میں اپنی طرف سے اضافہ کر کے نبی ﷺ سے آگے قدم رکھنے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ قرآن مجید نے اس کام سے منع فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (الحجرات: ۱) ”اے ایمان والو! اللہ سے اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔“ ② اس حدیث کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو ارشاد مبارک سنتے تھے اسے بعینہ اسی طرح روایت فرماتے الفاظ میں کمی بیشی نہ کرتے۔ حدیث کو بالعمنی روایت کرنا اگرچہ جائز ہے تاہم محدثین روایت باللفظ کو افضل قرار دیتے تھے۔

۵- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ الدَّمَشَقِيُّ : حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ ہم فقر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور اس سے خوف کا اظہار کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ”کیا تم فقر سے ڈرتے ہو؟ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم پر دنیا (قتی زیادہ) برسادی جائے گی حتیٰ کہ کسی کے دل کو اس کے سوا کوئی چیز مائل نہیں کرے گی (ہر شخص اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا)۔ اللہ کی قسم! میں تمھیں روشن (چاند کی راتوں جیسی) شریعت پر چھوڑ رہا ہوں جس کے رات اور دن برابر ہیں۔“
 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَيْسَى بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ سَمِيعٍ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَقْطَسِيُّ، عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُرَشِيِّ، عَنْ جُبَيْرِ ابْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ نَذْكُرُ الْفَقْرَ وَنَتَخَوُّهُ. فَقَالَ: «الْفَقْرُ تَخَافُونَ؟ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَصْبِيَّ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا صَبًّا حَتَّى لَا يُزِيغَ قَلْبَ أَحَدِكُمْ إِزَاعَةً إِلَّا هَبَّةً. وَأَيُّمُ اللَّهِ لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ» .

۴- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ۸۲/۲ من حديث محمد بن سوكة به مطولاً .

۵- [إسناده حسن] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ۴۷ عن هشام به .

قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: صَدَقَ وَاللَّهِ، رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَرَكَنَا وَاللَّهِ، عَلَى مِثْلِ النِّبْضَاءِ، لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ. حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! آپ ہمیں ایسی روشن شریعت پر چھوڑ کر تشریف لے گئے ہیں جس کے رات اور دن برابر ہیں۔

🌞 فوائد و مسائل: ① مفلسی بھی اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہوتی ہے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ تلاش رزق کے حرام طریقے اختیار کر لیتے ہیں اور دولت کی فراخی بھی آزمائش ہے جس کی وجہ سے انسان فخر، تکبر اور لالچ جیسی بیماریوں کا شکار ہو کر بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ مال کا فتنہ مفلسی کے فتنے سے زیادہ شدید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر آزمائش سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ② اگر قناعت کی دولت حاصل نہ ہو تو دنیا کے مال و دولت کی کثرت کے باوجود دل مطمئن نہیں ہو پاتا بلکہ مزید حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور یہی اندھی حرص بالآخر تباہی کا باعث ہوتی ہے۔ انسان کے سامنے ہر وقت صرف دنیا ہی رہتی ہے آخرت بالکل فراموش ہو جاتی ہے۔ ③ شریعت کے مسائل واضح ہیں جنہیں سمجھنا آسان ہے اور اللہ کے احکام آسان ہیں جن پر عمل کرنا مشکل نہیں۔ ④ رات اور دن برابر ہونے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں رات اور دن جیسا فرق موجود نہیں بلکہ ہر چیز واضح اور روشن ہے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح آفتاب نوبت (آپ ﷺ) کی موجودگی میں حق اور باطل صحیح اور غلط کا امتیاز واضح ہے۔ اسی طرح اس آفتاب ہدایت کے غروب (وفات نبوی) کے بعد بھی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی روشنی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے جس کی بنیاد پر غلط و صحیح اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنا بالکل آسان ہے۔

٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ»۔ حضرت قرۃ بنیٰ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے ایک گروہ کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی (مدد حاصل رہے گی ان کی مدد نہ کرنے والا ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا تا آنکہ قیامت قائم ہو جائے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو یہ شرف بخشا ہے کہ وہ اس طرح مکمل طور پر گمراہ نہیں

ہوگی جس طرح سابقہ امتیں گمراہ ہو گئیں کہ ان میں سے کوئی بھی صراطِ مستقیم پر قائم نہ رہا۔ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللہ۔ ⑤ دین حق قیامت تک کے لیے محفوظ ہے کیونکہ قرآن مجید بھی محفوظ ہے اور حدیث نبوی بھی روایتاً اور عملاً محفوظ ہے۔ ⑥ حدیث میں جس جماعت کا ذکر کیا گیا ہے اکثر علماء نے اس سے ”صحابہ الحدیث“ کو مراد لیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو مطاع مطلق قرار نہیں دیتے۔ کوئی شخص ارشاد نبوی اور اسوۂ نبوی پر جس قدر زیادہ عمل کرنے والا ہوگا وہ اسی قدر اس حدیث کا زیادہ مصداق ہوگا۔ ⑦ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اہل حق کو ابتلاء و آزمائش سے محفوظ رکھا جائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ آزمائش انھیں راہ حق سے ہٹانے سے روکے گی۔ جس طرح امام مالک، امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر بزرگان دین کے حالات زندگی سے ظاہر ہے کہ آخر کار اللہ نے انھیں عزت دی اور ان کا موقف ہی درست تسلیم کیا گیا کیونکہ وہ قرآن و سنت کی نصوص پر پختہ تھے۔ ⑧ ”قیامت تک“ سے مراد یہ ہے کہ قیامت سے پہلے جب تک اسلام باقی رہے گا کیونکہ بنی آدم کی آخری نسل کی جن پر قیامت قائم ہوگی، کیفیت یہ ہوگی کہ وہ اللہ کا نام تک نہ لیں گے جیسے نبی ﷺ نے فرمایا: ”قیامت نہیں آئے گی حتیٰ کہ (یہ کیفیت ہو جائے گی کہ) زمین میں ”اللہ“ ”اللہ“ نہیں کہا جائے گا۔“ (صحیح مسلم، الإيمان، باب ذهاب الإيمان آخر الزمان، حدیث: ۱۳۸)

۷- حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَلْقَمَةَ نَصْرُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ الْأَسْوَدِ، وَكَثِيرِ بْنِ مَرْوَةَ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَوَّامَةٌ عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهَا مَنْ خَالَفَهَا».

۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”میری امت میں سے ایک گروہ اللہ کے احکام پر ہمیشہ پوری طرح قائم رہے گا اس کی مخالفت کرنے والا اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“

۸- حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ بْنُ مَلِيحٍ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ زُرْعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْبَةَ الْخَوْلَانِيَّ، وَكَانَ قَدْ صَلَّى الْفُلْبَتَيْنِ مَعَ

۸- حضرت ابو عبد اللہ خولانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے..... یہ وہ (صحابی) ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے..... انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: ”اللہ

۷- [إسناده حسن] * نصر بن علقمة الحمصي وثقه دحييم الشامي، وابن حبان، وله شاهد عند أحمد: ۳۲۱/۲، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ۱۸۵۳.

۸- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ۲۰۰/۴ عن الهيثم بن خارجة عن الجراح به، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ۸۸، وقال البوصيري: "هذا إسناده صحيح".

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَزَالُ اللَّهُ يَغْرِسُ فِي هَذَا الدِّينِ غَرْسًا يَسْتَعْمِلُهُمْ فِي طَاعَتِهِ».

تعالیٰ اس دین میں ہمیشہ (نئے) پودے لگاتا رہے گا اور ان سے اپنی اطاعت میں کام لیتا رہے گا۔

سُؤَالُ وَمَسْأَلُ: ① حضرت ابو بکر خولانی رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، انھوں نے تحویل قبلہ کے حکم سے پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے بھی نماز پڑھی ہے جیسا کہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے سے قبل سولہ سترہ مہینے نماز پڑھتے رہے تھے۔ ② دین اسلام کی توسیع کسی خاص زمانہ تک محدود نہیں، بلکہ ہر دور میں لوگ دوسرے مذاہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے اور امت مسلمہ ان کی صلاحیتوں سے مستفید ہوتی رہے گی۔ ③ اسلام میں کوئی شخص محض اس بنیاد پر کسی اہمیت کا مستحق نہیں ہو جاتا کہ وہ پشت ہاپشت سے مسلمان آ یا وہ اجداد کی اولاد ہے بلکہ ہر فرد اپنے اعمال و کردار اور اپنی خدمات کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرتا ہے۔ ④ ہر دور میں اور ہر معاشرے کی ضروریات کے مطابق قرآن و حدیث کی رہنمائی میں علمی اور عملی کام کی گنجائش باقی رہے گی۔ اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ فلاں میدان میں اسلام کی خدمت کا کام اتنا زیادہ ہو چکا ہے کہ اب مزید کام کی ضرورت نہیں۔ اس کام کی توفیق جس طرح نسلہ کسی مسلمان کو مل سکتی ہے، اسی طرح کسی نو مسلم کو بھی یہ شرف حاصل ہو سکتا ہے۔



۹- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ نَافِعٍ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَامَ مُعَاوِيَةُ خَطِيبًا فَقَالَ: أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا وَطَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ، لَا يَبَالُونَ مَنْ حَدَثَهُمْ وَلَا مَنْ نَصَرَهُمْ».

۹- حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے والد شعیب بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور (خطبے کے دوران میں) فرمایا: ”تمہارے علماء کہاں ہیں؟ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے: ”قیامت قائم نہ ہوگی مگر میری امت کی ایک جماعت لوگوں پر غالب رہے گی انھیں کوئی پروا نہیں ہوگی کہ کوئی ان کو ذلیل و خوار کرے یا ان کی مدد کرے۔“

سُؤَالُ وَمَسْأَلُ: ① ”تمہارے علماء کہاں ہیں؟“ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں شک ہے تو ان کبار صحابہ رضی اللہ عنہم

سے پوچھ لو وہ بھی میری تائید کریں گے یا یہ مطلب ہے کہ علماء تمہیں یہ حدیثیں کیوں نہیں سناتے؟ ① غالب رہنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ دلائل و براہین کی قوت کے ساتھ گمراہ فرقوں پر غالب رہیں گے یا یہ مطلب ہے کہ ظاہری غلبہ بھی انجام کار اہل حق ہی کو حاصل ہوگا۔ ② علمائے حق کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ صحیح بات کا پرچار کرتے ہیں اور غلط کام اور غلط عقیدے پر تنقید کرتے ہیں اس سلسلے میں یہ نہیں دیکھتے کہ ان کی حمایت کرنے والے کم ہیں یا زیادہ اور مخالفت کرنے والے قوت و اقتدار کے کس مقام پر فائز ہیں۔ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ جیسے اکابر کی زندگیاں اس کا بہترین نمونہ ہیں۔

۱۰۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور اس کی مدد کی جاتی رہے گی ان کی مخالفت کرنے والے انھیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے“
 حتی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے۔“

۱۰۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحْبِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مَنْصُورِينَ، لَا يَصُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ، عَزَّ وَجَلَّ».

🌞 موطأ: حدیث نمبر ۹ اور ۱۰ کے فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

انھوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ ﷺ نے ایک خط کھینچا (پھر) اس کی دائیں طرف دو خط کھینچے اور بائیں طرف بھی دو خط کھینچے۔ پھر درمیان والے خط پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ”یہ اللہ کا راستہ ہے۔“ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ھُوَ اَنْ هَذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا..... ﴿۱﴾ ”اور یہ میرا راستہ ہے سیدھا لہذا اس

۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ [عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

سَعِيدٍ]: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَالِدًا يَذْكُرُ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَخَطَّ خَطًّا. وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنِ يَمِينِهِ، وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنِ بَسَارِهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي الْخَطِّ الْأَوْسَطِ فَقَالَ: «هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ». ثُمَّ تَلَا

۱۰۔ آخرچہ مسلم، الإمامۃ، باب قوله ﷺ لا تزال طائفة... الخ، ح: ۱۹۲۰ من حدیث ایوب عن أبي قلابه به.

۱۱۔ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۳/۳۹۷ عن عبد الله بن محمد عن أبي خالد به * مجالد ضعيف (تلخيص المستدرک: ۲/۵۹۷) لبعض الحديث شواهد عند ابن حبان (موارد)، ح: ۱۷۴۱ وغيره، وصححه الحاكم: ۲/۳۱۸، والذهبي، وحدث أحمد: ۱/۴۳۵ يغني عنه.

هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَإِنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا كِيْ بِيْرُوْى كِرُوْى اور (دوسری) راہوں پر نہ چلوْ ورنہ وہ فَاَتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيْلَ فَتَقْرَفَ بِكُمُ عَنْ تَحِيْمِ اس (اللہ) کی راہ سے دور کر دیں گی۔“

سَبِيْلُوْہٖ﴾ . [الانعام: ۱۵۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے تھوڑے سے الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ مندرجہ بالا حدیث میں ہے، اس کے متحققین نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية: ۲۸۸/۷) ۳۳۶ نیز شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح ابن ماجہ میں درج کیا ہے، اس اعتبار سے یہ روایت بعض اہل علم کے نزدیک ضعیف ہونے کے باوجود قابل حجت ہے۔ ② سیدہ حارستہ جو اللہ تک پہنچنا چاہتی ہے، جبکہ گمراہی کے راستے بہت سے ہیں۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے گمراہی کو ظاہر کرنے کے لیے سیدھے خط کے دونوں طرف خط کھینچے۔ اس طرح اس میں غالباً یہ اشارہ تھا کہ گمراہی بعض اوقات غلو اور افراط کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوقات تفريط اور کوتاہی کی صورت میں، ظلو کی وجہ سے بدعات ایجاد ہوتی ہیں اور شرکیہ اعمال و عقائد اختیار کیے جاتے ہیں، جبکہ تفريط کی وجہ سے فرائض و سنن کی بجا آوری میں کوتاہی ہوتی ہے اور گناہوں کی جرأت پیدا ہوتی ہے اور آخر کار کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ④ سیدہ حارستہ افراط و تفريط کے درمیان ہے۔ خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو (جیسے مٹھلے اور مشتبہ کے درمیان اہل سنت کا راستہ) یا اعمال سے ہو (جیسے اسراف اور بخل کے درمیان جائز مقام پر خرچ کرنے کا طریقہ۔) ⑤ علمی مسائل کی وضاحت کے لیے اشکال وغیرہ سے مدد لینا درست ہے۔ آج کے دور میں کلاس میں بلیک بورڈ کا استعمال یا جدید سیمی و بصری اشیاء کا استعمال شریعت کے منافی نہیں الا یہ کہ کسی صورت یا کسی چیز کا استعمال شریعت کی واضح تعلیمات کے خلاف ہو۔ ⑥ ارشادات نبویہ قرآن مجید کی وضاحت پر مبنی ہیں اس لیے بعض اوقات نبی ﷺ مسئلے کی متعلقہ آیت بھی ذکر فرما دیتے تھے اور بعض اوقات ذکر نہیں فرماتے تھے۔ بہر حال کوئی صحیح حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں، اگر کوئی حدیث بظاہر کسی آیت کے خلاف محسوس ہوتی ہو تو محدثین آیت اور حدیث کی وضاحت اس انداز سے فرمادیتے ہیں کہ اشکال دور ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی مثالیں خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ملتی ہیں۔ ⑦ اللہ کا راستہ ایک ہی ہے۔ چار یا پانچ یا چھ نہیں۔ اور وہ ایک راستہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات اور عملی اسوہ سے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ فروعی مسائل میں ائمہ کرام کے اختلافات محض اجتہادی اختلاف ہیں، ان کی بنیاد پر امت کا الگ الگ گروہوں میں تقسیم ہو جانا درست نہیں۔ بد قسمتی سے بہت سے علماء نے ائمہ کرام کے اجتہادات کو اتنی زیادہ اہمیت دے دی کہ انھیں قرآن و حدیث کی نصوص سے بھی بالاتر سمجھ لیا گیا۔ اسی جمود اور تقلیدی طرز عمل کی وجہ سے امت مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئی۔ اب اسی تقسیم کو تقسیم ربانی سمجھ کر کہا جاتا ہے کہ سب حق پر ہیں، حالانکہ حق ایک ہی ہو سکتا ہے نہ کہ بیک وقت سب کے سب۔ اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حق ایک ہی ہے نہ کہ متعدد۔ اللہ کا راستہ ایک ہی ہے نہ کہ چار پانچ۔

(المعجم ۲) - **بَابُ تَعْظِيمِ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالتَّغْلِيزِ عَلَى مَنْ عَارَضَهُ**
(التحفة ۲)

باب: ۲- حدیث رسول کی تعظیم اور اس کی مخالفت کرنے والے پر سختی کرنے کا بیان

۱۲- حضرت مقدم بن معدی کرب کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عقرب (ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ) آدمی اپنے تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا اسے میری کوئی حدیث سنائی جائے گی تو کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان (فیصلہ کرنے والی) اللہ عزوجل کی کتاب ہے۔ ہمیں اس میں جو چیز حلال ملے گی، اسے حلال مانیں گے اور جو چیز اس میں حرام پائیں گے، ہم اسے حرام قرار دیں گے۔ لو! جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ نے حرام فرمایا، وہ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح اللہ کا حرام کیا ہوا۔“

۱۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ: حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ الْمُقَدَّمِ بْنِ مَعْدِيكَرِبِ الْكِنْدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «يُوشِكُ الرَّجُلُ مَتِّكًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يُحَدِّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِي فَيَقُولُ: بَيَّنَّا وَبَيَّنَّكُمْ كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ. فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَا وَإِنْ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ».

🌞 فوائد و مسائل: ① [أَرِيكَةُ] لغت میں اس چار پائی یا تخت کو کہتے ہیں جسے مزین کر کے رکھا گیا ہو۔ اہل عرب نئی لہن کے لیے پردوں وغیرہ سے مزین کر کے جو چار پائی تیار کرتے تھے اسے بھی [أَرِيكَةُ] کہتے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ حدیث کا انکار کرنا بھروسے پر پٹ والے ناز و نعمت کے شیدائیوں کا کام ہے جو راستہ پلنگ یا تخت پر ٹیک لگا کر بیٹھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ② مولانا وحید الزمان خان رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ پیش گوئی عبداللہ چکڑ الوی پر صادق آتی ہے جو برصغیر پاک و ہند میں انکار حدیث کا فتنہ کھڑا کرنے والوں کا ایک سرغنہ تھا۔ مولانا فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں منکرین حدیث کے بانی عبداللہ چکڑ الوی کی طرف بھی اشارات پائے جاتے ہیں جو لفظ بلفظ پورے ہوئے۔ جن لوگوں نے عبداللہ چکڑ الوی کو شیش چٹو کے طویلے میں پلنگ پر ٹیک لگائے دیکھا ہے وہ آج بھی یعنی شہادت دے سکتے ہیں کہ یہ حدیث لفظ بلفظ پوری ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی حدیث کا مضمون وحی ہوتا تھا ورنہ آپ کی پیش گوئی لفظ بلفظ پوری نہ ہوتی۔“ (ترجمہ سنن ابن ماجہ از وحید الزمان خاں۔ حاشیہ حدیث ہذا) ③ جس طرح قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور قرآن مجید میں منع کیے ہوئے کاموں کا ارتکاب حرام ہے اسی

طرح حدیث سے بھی فرضیت اور حرمت ثابت ہوتی ہے۔ دونوں میں فرق کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ قرآن مجید میں بعض خواتین سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے، مثلاً ماں، بیٹی وغیرہ جبکہ حدیث سے خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنا بھی حرام ثابت ہوتا ہے۔ ان دونوں کی حرمت میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح نماز کے لیے کعبہ شریف کو قبلہ قرار دیے جانے کی آیات نازل ہونے سے پہلے نبی اکرم ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، کیونکہ اس وقت یوں ہی نماز ادا کرنا فرض تھا حالانکہ یہ حکم قرآن مجید میں نازل نہیں ہوا تھا۔

۱۳- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، فِي بَيْتِهِ، أَنَا سَأَلْتُهُ، عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ، ثُمَّ مَرَّ فِي الْحَدِيثِ قَالَ: أَوْ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا أَلْفَيْنَ أَحَدَكُمْ مُتَكِنًا عَلَى أَرِيكَتِهِ، يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ، فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَاهُ».

۱۳- حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ پلنگ پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو، اسے میرے احکام میں سے کوئی حکم یا ممانعت پہنچے اور وہ کہہ دے: میں نہیں جانتا، ہم جو کچھ اللہ کی کتاب میں پائیں گے اس کی پیروی کریں گے۔“



🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے احکام کی تعمیل جس طرح ان حضرات پر فرض تھی جو براہ راست نبی ﷺ سے سنتے تھے اسی طرح ان لوگوں پر بھی فرض ہے جن تک یہ حکم دوسروں کے واسطے سے پہنچتے ہیں۔ البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ واسطہ قابل اعتماد ہو۔ چنانچہ محدثین کے اصولوں کی روشنی میں جو حدیث صحیح یا حسن ثابت ہو جائے اس کی تعمیل ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ② حدیث کو سن کر یہ کہنا کہ ”میں نہیں جانتا“ انکار و تکبر کا اظہار ہے۔ گویا اس شخص کے نزدیک ارشاد نبوی کی کوئی اہمیت نہیں اور یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: ۶۳) ”جو لوگ نبی کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے کہیں وہ کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔“ ③ حدیث کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے کیونکہ قرآن میں واضح طور پر نبی ﷺ کی اطاعت و اتباع کا حکم دیا گیا ہے

اور قرآن مجید کی قوی اور عملی تشریح کو نبی ﷺ کا مقصد بعثت قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں حدیث کا انکار سب سے پہلے خوارج نے کیا، جن کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا: ”وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ بننے والے جانور سے آر پار ہو جاتا ہے۔“ (صحیح مسلم، الزکاة، باب ذکر الخواارج و صفاتهم، حدیث: ۱۰۶۳)

۱۴- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَخَذَتْ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ، فَهُوَ رَدٌّ».

۱۳- حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ہمارے دین میں وہ چیز ایجاد کرے جو (اصل میں) اس میں (شامل) نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① [فہی أمرنا] سے مراد دینی اور شرعی معاملات ہیں یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام ہیں اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ ”دین“ کیا ہے۔ دین کے جو معاملات عبادت یا عقائد سے تعلق رکھتے ہیں ان میں اپنی رائے سے کسی بیشی کرنا ”بدعت“ کہلاتا ہے۔ اسی کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہر بدعت گمراہی ہے۔“ (صحیح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حدیث: ۸۶۷) دنیوی معاملات، مثلاً لباس کے مختلف انداز کھانا پکانے کے علاقائی طریقے یا کاشت کاری کے جدید آلات کا استعمال ان کا شرعی ”بدعت“ سے تعلق نہیں۔ لیکن ان میں وہ کام بہر حال منع ہوں گے جو شریعت کے بیان کردہ عام اصولوں کے خلاف ہوں گے، مثلاً ایسا لباس جو پردہ کے بنیادی مقصد کو پورا نہ کرے یا غیر مسلموں کا لباس سمجھا جاتا ہو وغیرہ۔ ② [فہو رد] ”وہ ناقابل قبول ہے۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ عمل قبول نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کی تردید اور اس سے منع کرنا چاہیے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگا اور اس پر ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔ ③ وہ کام جس سے اللہ کے نبی ﷺ نے کسی خاص وجہ سے اجتناب فرمایا ہو اور آپ اس کی خواہش رکھتے ہوں وہ بنیادی طور پر جائز ہوتا ہے جب وہ رکاوٹ دور ہو جائے تو اسے انجام دینا بدعت میں شامل نہیں ہوگا۔ مثلاً نبی اکرم ﷺ کا پورے ماہ رمضان میں نماز تراویح پڑھانے سے اجتناب، تاکہ وہ فرض نہ ہو جائے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی ﷺ کی زندگی میں قرآن مجید کو ایک نسخہ کی صورت میں جمع نہ کرنا، کیونکہ ہر وقت نئی آیات نازل ہونے یا کسی پہلی آیت کے منسوخ ہونے کا امکان موجود تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو یہ امکان باقی نہ رہا اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کا ایک مستند نسخہ تیار کر لیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کا باجماعت اہتمام کرنے کا حکم دیا۔

۱۴- أخرجه البخاري، الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، ح: ۲۶۹۷، ومسلم، الأفضى، باب نقض الأحكام الباطلة... الخ، ح: ۱۷۱۸ من حديث إبراهيم بن سعد به.

۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنُ
الْمُهَاجِرِ الْمِصْرِيُّ: أَنَّ أَبَا اللَّيْثِ بْنَ
سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ
الزُّبَيْرِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ: أَنَّ
رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي
يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ. فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ:
سَرَحَ الْمَاءَ يَمُرُّ. فَأَبَى عَلَيْهِ. فَانْتَخَصَمَا
عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:
«اسْقِ يَا زُبَيْرُ. ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ»
فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ!
أَنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوْنَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ ثُمَّ قَالَ: «يَا زُبَيْرُ، اسْقِ. ثُمَّ اخْبِسِ
الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَذْرِ» قَالَ: فَقَالَ
الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ
نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ
حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا
يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ
وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾. [النساء: ۶۵]

عظمت حدیث، نیز اس کی مخالفت کرنے والے پر سختی کا بیان

۱۵- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف حرہ کی ان برساتی ندیوں کے متعلق دعویٰ پیش کیا جن سے وہ کھجوروں (کے باغات) کو سیراب کرتے تھے۔ انصاری نے کہا: پانی چھوڑ دو کہ گزر کر (میرے کھیت میں) آجائے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ دونوں اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے تو آپ نے فرمایا: ”زبیر! (اپنے باغ کو) سنبھال کر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ دیا کرو۔“ انصاری نے ناگواری کا اظہار کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! (آپ نے یہ فیصلہ) اس لیے (کیا ہے) کہ وہ آپ کی بھوپھی کا بیٹا ہے۔ (یہ سن کر) اللہ کے رسول ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ پھر فرمایا: ”زبیر! باغ کو پانی دو پھر پانی کو روکے رکھو حتیٰ کہ منڈیروں تک پہنچ جائے (اور باغ خوب سیراب ہو جائے)۔“ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ ”قسم ہے آپ کے رب کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلاف میں آپ کو منصف نہ مان لیں پھر آپ کے فیصلے پر دل میں کوئی ناگواری بھی محسوس نہ کریں اور (اسے) پوری طرح تسلیم کر لیں۔“

🌞 فائدہ و مسائل: ① دریا اور ندی وغیرہ کے پانی پر ان لوگوں کا حق فائق ہے جن کی زمین میں پانی پہلے پہنچتا ہے

ان کی ضرورت پوری ہونے کے بعد ان کے ساتھ والوں کا حق ہے۔ ① ہمسائے کی ضرورت کا خیال رکھنا مسلمان کا اخلاقی فرض ہے۔ ② فیصلہ کرتے وقت بہتر ہے کہ اس انداز سے فیصلہ کیا جائے جس میں دونوں فریقوں کو فائدہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء: ۱۲۸) ”صلح کرنا بہتر ہے۔“ ③ حق کو راکھنا اور حق دلایا جائے تو یہ بھی درست ہے اگرچہ اس سے دوسرے فریق کو فائدہ نہ پہنچے جیسے رسول اللہ ﷺ نے پہلے جو فیصلہ کیا تھا اس میں فریقین کے فائدے کو مد نظر رکھا تھا۔ بعد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو پورا حق دلوادیا۔ ④ مندرجہ سے مراد چھوٹی سی دیوار سے مشابہ حد بندی ہے، یعنی اتنا پانی دو کہ کھیت پورا بھر جائے۔ اس کا اندازہ علمائے کرام نے پاؤں کے ٹخنے تک بیان کیا ہے، یعنی اتنا پانی ہو جائے کہ کھیت میں پاؤں رکھیں تو ٹخنوں تک پانی پہنچے۔ یا اس سے مراد وہ مندرجہ ہے جو کھجور کے ہر ایک درخت کے گرد بنائی جاتی ہے تاکہ تھالے (گڑھے) میں پانی بھر جائے۔ ⑤ ناگوار بات سن کر دل میں ناراضی پیدا ہونا اور چہرے پر اس کا اثر ظاہر ہونا بشری تقاضا ہے، لیکن غصے کا اثر فیصلے پر نہیں پڑنا چاہیے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ”قاضی کو غصے کی حالت میں دو افراد کے درمیان فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔“ (صحیح البخاری، الأحکام، باب هل يقضى القاضي أوفى وهو غضبان، حدیث: ۷۱۵۸، وصحیح مسلم، الأقضية، باب كراهة قضاء القاضي وهو غضبان، حدیث: ۱۷۱۷) نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی حفاظت حاصل تھی اس لیے آپ غصے کی حالت میں بھی ہر بات حق اور درست ہی فرماتے تھے جبکہ کوئی اور شخص اس سے معصوم نہیں۔ ⑥ بدظنی بری چیز ہے جس کی بنیاد شیطان دوسوے پر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اس شخص نے نبی ﷺ کے بارے میں بھی یہ تصور کر لیا کہ نبی ﷺ نے فیصلہ کرتے ہوئے قربت کا لحاظ کیا ہے۔ ⑦ ایمان کا تقاضا ہے کہ اختلاف کے موقع پر قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے اور پھر اس فیصلے کو خوش دلی سے قبول بھی کیا جائے۔ تاہم نبی ﷺ کے بعد کوئی عالم یا قاضی معصوم نہیں اس سے نادانستہ طور پر غلطی کا صدور ہو سکتا ہے۔ اسی لیے سلف صالحین کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوتا تھا تو وہ اپنے فیصلے اور فتوے سے رجوع فرما لیا کرتے تھے۔ اب بھی علمائے حق کا یہی شیوہ ہے اور ہونا چاہیے۔

۱۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى التَّيْسَابُورِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ أَنْ يُصَلِّيْنَ فِي الْمَسْجِدِ» فَقَالَ ابْنُ

۱۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی بندویوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع نہ کرو۔“ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک بیٹے نے کہا: ہم تو انھیں منع کریں گے۔ سالم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: میں تجھے اللہ

عظمتِ حدیث، نیز اس کی مخالفت کرنے والے پر سختی کا بیان

لَهُ: إِنَّا لَنَمْنَعُهُنَّ، فَقَالَ: فَعَزَبَ عَزَبًا شَدِيدًا، وَقَالَ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَنَقُولُ: إِنَّا لَنَمْنَعُهُنَّ؟

سورۃ نساء ۱: عورتوں کو نماز یا جماعت ادا کرنے کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے۔ تاہم گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ ۲: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناراضی ذاتی وجوہات کی بنا پر نہیں ہوتی تھی، لیکن کوئی غلط کام ہو تو دیکھ کر غلط بات سن کر وہ برداشت نہیں کرتے تھے۔ البتہ غلط کام سے روکنے کے لیے موقع ملنے کی مناسبت سے مناسب طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ ۳: جہاں زجر و توبخ کے زیادہ مؤثر ہونے کی امید ہو وہاں یہ طریقہ اختیار کرنا بھی جائز ہے۔ ۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے جناب بلال رضی اللہ عنہ کا مقصد ارشاد نبوی کی تعمیل سے انکار نہیں تھا، بلکہ مقصد یہ تھا کہ آج کل عورتیں گھر سے نکلنے ہوئے ضروری آداب کا محققہ خیال نہیں رکھتیں، اس لیے انھیں اجازت نہیں دینی چاہیے، لیکن ان کے الفاظ چونکہ ظاہری طور پر مناسب تھے اس لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انتہائی ناراضی کا اظہار فرمایا۔ مسند احمد کی روایت (۲/۳۶۷) میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب تک زندہ رہے ان سے بات تک نہ کی۔

۱۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ ثَابِتٍ الْجَحْدَرِيُّ وَأَبُو عَمْرٍو حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا إِلَى جَنْبِهِ ابْنُ أَخٍ لَهُ، فَخَذَفَ فَتَهَاها، وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْهَا. وَقَالَ: «إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا وَلَا تَنْكِي عَدُوًّا، وَإِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَقْفَأُ الْعَيْنَ». قَالَ: فَعَادَ ابْنُ أَخِيهِ يَخْذِفُ، فَقَالَ: أَحَدُكَ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْهَا، ثُمَّ عُدْتَ تَخْذِفُ؟ لَا أَكَلِمَكَ أَبَدًا.

 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے ہر غلط اور نقصان دہ کام سے منع فرمایا ہے، اگرچہ بظاہر وہ معمولی ہو، کیونکہ

بعض اوقات ایک کام بظاہر معمولی نظر آتا ہے، لیکن اس کا انجام معمولی نہیں ہوتا۔ ④ کسی گناہ کے عام ہو جانے کی وجہ سے بھی ہم اسے معمولی سمجھ لیتے ہیں حالانکہ اللہ کے ہاں وہ بڑا گناہ ہوتا ہے اس لیے صغیرہ گناہوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ ⑤ ہر وہ کام جس میں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہ ہو اور نقصان کا اندیشہ ہو اس سے بچنا ہی چاہیے۔ ⑥ گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو تنبیہ کرنے کے لیے اور اس کے گناہ سے نفرت کے اظہار کے لیے ملاقات ترک کر دینا جائز ہے تاکہ وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے۔ ⑦ ہر اس کام سے اجتناب ضروری ہے جس سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

۱۸- حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ (جو بیعت عقبہ میں) انصار کے نمائندے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں روم کے علاقے میں جہاد کیا۔ (وہاں) انھوں نے دیکھا کہ لوگ سونے کی ڈلیوں کے بدلے دیناروں کا اور چاندی کی ڈلیوں کے بدلے درہموں کا لین دین کر رہے ہیں۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! تم تو سود کھا رہے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”سونے کو سونے کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر نہ اس میں زیادتی ہو نہ ادھار۔“ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوالولید! میرے خیال میں سود وہی ہے جس میں ادھار ہو۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان سناتا ہوں اور آپ مجھے اپنی رائے بتاتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ مجھے (اس جہاد سے صحیح سلامت) واپس لے گیا تو میں اس علاقے میں نہیں رہوں گا جہاں مجھ پر آپ کی حکومت ہو۔ جب وہ جہاد سے واپس ہوئے تو (حضرت

۱۸- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْرَةَ: حَدَّثَنِي بُرْدُ بْنُ سَيَّانٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ قَبِيصَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيَّ، الثَّقِيفِيَّ، صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ غَزَا مَعَ مُعَاوِيَةَ أَرْضَ الرُّومِ. فَنَظَرَ إِلَى النَّاسِ وَهُمْ يَتْبَاعُونَ كِسْرَ الذَّهَبِ بِالدَّنَانِيرِ، وَكِسْرَ الْفِصَّةِ بِالدَّرَاهِمِ. فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ تَأْكُلُونَ الرِّبَا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا تَبْتَاعُوا الذَّهَبَ بِالدَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، لَا زِيَادَةَ بَيْنَهُمَا وَلَا نَظْرَةَ». فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: يَا أَبَا الْوَلِيدِ! لَا أَرَى الرِّبَا فِي هَذَا إِلَّا مَا كَانَ مِنْ نَظْرَةٍ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أَحَدُكُمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَتَحَدَّثَنِي عَنْ رَأْيِكَ! لَئِنْ أَخْرَجَنِي اللَّهُ لَا أَسَايِكَ بِأَرْضٍ لَكَ عَلَيَّ فِيهَا إِمْرَةٌ. فَلَمَّا قَفَلَ لِحَقِّ بِالْمَدِينَةِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَا

أَقْدَمَكَ يَا أَبَا الْوَلِيدِ؟ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، وَمَا قَالَ مِنْ مُسَاكَنَتِهِ. فَقَالَ: أَرْجِعْ يَا أَبَا الْوَلِيدِ! إِلَى أَرْضِكَ، فَقَبَّحَ اللَّهُ أَرْضاً لَسْتُ فِيهَا وَأَمْثَالُكَ، وَكَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ: لَا أَمْرَةَ لَكَ عَلَيْهِ وَآخِيزِ النَّاسَ عَلَى مَا قَالَ، فَإِنَّهُ هُوَ الْأَمْرُ.

معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام جانے کے بجائے مدینہ جا پہنچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوالولید! آپ یہاں کیوں تشریف لے آئے؟ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان فرمایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ بھی بیان فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوالولید! اپنے علاقے میں واپس چلے جائیے اللہ برا کرے اس علاقے کا جس میں آپ اور آپ جیسے افراد نہ ہوں۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا: عبادہ رضی اللہ عنہ پر آپ کی کوئی حکومت نہیں اور عبادہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا ہے لوگوں سے اسی کے مطابق عمل کراؤ کیونکہ (شریعت کا) حکم یہی ہے۔



 **فوائد ومسائل:** ① سونے کا سونے سے یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ صرف اسی صورت میں جائز ہے جب دونوں طرف مقدار برابر ہو اور دونوں فریق بیک وقت ادائیگی کر دیں۔ البتہ اگر سونے کا تبادلہ چاندی سے کیا جائے تو دونوں کی مقدار برابر ہونے کی شرط نہیں تاہم دونوں طرف سے ادائیگی ایک ہی مجلس میں ہو جانی چاہیے۔ اسی پر قیاس کر کے کہا جاسکتا ہے کہ پرانے کرنسی نوٹوں کا نئے نوٹوں سے تبادلہ بھی انہی شروط کے ساتھ جائز ہے۔ مثلاً سو روپے کے نئے نوٹوں کے بدلے ایک سو دس روپے کے پرانے نوٹ لینا دینا جائز نہیں۔ ② حدیث نبوی کے مقابلے میں کسی کی رائے معتبر نہیں، اگرچہ وہ ایک صحابی کی رائے ہو۔ تاہم ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک صحابی نے حدیث سے ایک مطلب سمجھا ہے دوسرے صحابی کی رائے میں اس سے وہ مسئلہ نہیں نکلتا یا وہ دوسری حدیث کو راجح سمجھتا ہے۔ اس صورت میں دونوں آراء کو سامنے رکھ کر غور کیا جاسکتا ہے کہ کون سا قول زیادہ صحیح ہے۔ اس اجتہاد میں اگر غلطی ہو جائے تو عند اللہ معاف ہے۔ ③ صحابہ کرام کی نظر میں حدیث کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ حدیث سے ہٹ کر ایک رائے ظاہر کی گئی تو صحابی رسول اس قدر ناراض ہوئے کہ انھوں نے وہ علاقہ ہی چھوڑ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے اس جذبہ کی قدر کی تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دے دیا کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ تمھارے ماتحت نہیں ہوں گے۔ ④ جب کسی مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی مختلف آراء ہوں تو وہ رائے زیادہ قابل قبول ہوگی جس کی تائید قرآن و حدیث سے ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں آراء معلوم ہونے پر اس قول کو ترجیح دی جو فرمان نبوی سے ثابت تھا اور اسے قانوناً نافذ کر دیا۔

۱۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جب میں تمھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سناؤں تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ گمان رکھو جو زیادہ بہتر اور ہدایت و تقویٰ سے قریب تر ہو۔

۱۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْخَلَدِ الْأَهْلِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ أَنَّ أَبَا عَوْنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَظَنُّوا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّذِي هُوَ أَهْنَاهُ وَأَهْدَاهُ وَأَنْقَاهُ.

۲۰- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جب میں تمھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سناؤں تو تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ گمان رکھو جو زیادہ بہتر اور ہدایت و تقویٰ سے قریب تر ہو۔

۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةٍ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّلْمِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ. قَالَ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا فَظَنُّوا بِهِ الَّذِي هُوَ أَهْنَاهُ وَأَهْدَاهُ وَأَنْقَاهُ.

🌟 فوائد و مسائل: ① مذکورہ دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ایسی صحیح حدیث سانسے آئے جس سے بظاہر کوئی نامناسب مفہوم سمجھ میں آتا ہو تو اس کی تشریح ایسے انداز سے کی جانی چاہیے جس سے وہ ظاہری قباحت باقی نہ رہے، کیونکہ بعض اوقات ایک حدیث کو ایک سے زیادہ انداز سے سمجھا جانا ممکن ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس کا وہ مطلب صحیح ہوگا جس کی تائید قرآن مجید اور دوسری صحیح احادیث سے ہوتی ہو۔ ② جس طرح قرآن مجید کی بعض آیات میں ایسے مسائل بیان کیے گئے ہیں جو عقل سے ماوراء ہیں (خلاف عقل نہیں) اسی طرح بعض اوقات کسی حدیث میں بھی ایسا مسئلہ بیان ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں صحیح طرز عمل یہی ہے کہ حدیث پر ایمان رکھا جائے اور کہا جائے کہ اس کا مطلب کما حقہ اللہ ہی جانتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات یا اقربا اور برزخ کے حالات بیان کرنے والی احادیث۔ یہی طرز عمل سب سے بہتر اور ہدایت و تقویٰ سے قریب تر ہے۔

۱۹- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۱/ ۳۸۵، ۴۱۵ عن يحيى بن سعيد، وقال البوصيري: "هذا إسناده فيه انقطاع * عون ابن عبد الله لم يسمع من عبد الله بن مسعود."

۲۰- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ۱/ ۱۲۲، ۱۲۶ من حديث شعبة بن، وقال البوصيري: "هذا إسناده صحيح، رجاله محتج بهم في الصحيحين."

۲۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے علم میں یہ بات نہیں آئی چاہیے (اس سے اجتناب کرو) کہ تم میں سے کسی کو میری حدیث سنائی جائے اور وہ اپنے پلنگ پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور (میری حدیث سن کر) کہہ دے: قرآن پڑھو۔ (بات یہ ہے کہ) جو بھی اچھی بات کہی گئی ہے وہ میں نے کہی ہے۔“

۲۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا الْمُقْبِرِيُّ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَا أَعْرِفَنَّ مَا يُحَدَّثُ أَحَدُكُمْ عَنِّي الْحَدِيثَ وَهُوَ مُتَكِبٌ عَلَى أَرِيكَيْهِ فَيَقُولُ: أَفْرَأُ قُرْآنًا. مَا قِيلَ مِنْ قَوْلٍ فَأَنَا قُلْتُهُ».

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس کے آخری جملے کی تردید عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی اس متواتر حدیث سے ہوتی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”جس نے جان بوجھ کر جھوٹی بات (اپنے پاس سے بنا کر) میرے ذمے لگائی اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیتا چاہیے (وہ جہنمی ہے۔)“ (صحیح البخاری، العلم، باب إنهم من كذب على النبي ﷺ، حدیث: ۱۱۰) اس لیے جو بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی اسے آپ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں اگرچہ وہ بات فی نفسہ اچھی ہی ہو، البتہ اس حدیث کے پہلے حصے کی تائید اس باب کی پہلی اور دوسری حدیث (حدیث نمبر ۱۱۲ اور ۱۱۳) سے ہوتی ہے۔ ② ضعیف حدیث وہ ہے جس میں ”صحیح“ اور ”حسن“ حدیث کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں۔ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے بارے میں علماء کی تین آراء ہیں: (۱) جمہور محدثین، محققین اور محتاط علمائے کرام ضعیف حدیث کو قابلِ حجت اور قابلِ عمل نہیں مانتے، خواہ اس کا تعلق احکام سے ہو یا فضائل اعمال سے۔ (ب) کچھ محدثین اور علمائے کرام فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث کو قبول کر لیتے ہیں۔ (ج) جبکہ ایسے علماء بھی ہیں جو فضائل اعمال میں چند شرائط کے ساتھ ضعیف حدیث کو قبول کرتے ہیں۔ مثلاً: ① وہ ضعیف حدیث شدید ضعیف نہ ہو۔ ② وہ حدیث کسی عام کے تحت داخل ہو۔ ③ اس پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا یقین نہ رکھا جائے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جسے آپ نے ارشاد نہیں فرمایا۔ لیکن ان شرائط پر عمل نہایت مشکل ہے لہذا دیانت و احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ضعیف حدیث کو قبول نہ کیا جائے۔ وَاللَّهِ أَعْلَمُ.

۲۲- حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کہا: بھتیجے! جب میں تمہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سناؤں تو اس کے مقابلے میں مثالیں نہ بیان کیا کرو۔

۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ بْنِ آدَمَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: وَحَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ

سَلِيمَانَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لِرَجُلٍ: يَا ابْنَ أَخِي! إِذَا حَدَّثْتُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا فَلَا تَضْرِبْ لَهُ الْأَمْثَالَ.

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْكِرَائِسِيُّ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ مَرْثَةَ، مِثْلَ حَدِيثِ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث سنتے ہی اس پر عمل کرتے تھے اور چونہ و چرا نہیں کرتے تھے۔ ② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے طرز عمل کو غلط قرار دیتے ہوئے تنبیہ فرمائی ہے جس نے حدیث سن کر عقلی موٹگیوں کے ذریعے سے اس پر اعتراض کرنے کی کوشش کی تھی۔

(المعجم ۳) - باب التَّوْقِي فِي الْحَدِيثِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (التحفة ۳)

باب: ۳- رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنے میں احتیاط کا بیان

۲۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِطَيْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: مَا أَضَلَّنِي ابْنُ مَسْعُودٍ عَشِيَّةَ خَمِيسٍ إِلَّا أَتَيْتُهُ فِيهِ. قَالَ: فَمَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَشَيْءٍ قَطُّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ عَشِيَّةٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. قَالَ، فَتَكَسَّرَ. قَالَ فَظَنَرْتُ إِلَيْهِ فَهُوَ قَائِمٌ مُحَلَّلَةٌ أَرْزَارُ قَمِيصِهِ، قَدْ اغْرُورَقَتْ عَيْنَاهُ، وَانْتَفَحَتْ أَوْدَاجُهُ.

۲۳- حضرت عمرو بن ميمون رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کو بلا تاخیر دن ڈھلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، میں نے انہیں کبھی یہ کہتے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے۔ ایک دن انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:..... (اس کے بعد) سر جھکا لیا (خاموش ہو گئے) میں نے آپ کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ وہ قمیص کے بٹن کھولے کھڑے ہیں آنکھیں بھرا آئی ہیں اور رگیں پھول گئی ہیں (حدیث بیان کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی) آخر فرمایا: آپ ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا تھا، یا اس سے

کیا کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کی حدیثیں سنائیے۔ انھوں نے فرمایا: ہم بوڑھے ہو گئے ہیں اور بھولنے لگے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرنا بہت مشکل کام ہے۔

مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: قُلْنَا لِرَزِيدِ بْنِ أَرْقَمَ: حَدَّثْنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: كَبِرْنَا وَنَسِينَا وَالْحَدِيثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَدِيدٌ.

🌟 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث نبوی کو بہت اہم اور عظیم چیز سمجھتے تھے۔ اس لیے صرف وہی بات روایت کرتے تھے جو اچھی طرح یاد ہوتی۔ ② اس سے محدثین نے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ ایک عالم کو جب بڑھاپے کی وجہ سے احادیث بیان کرنے میں غلطیاں ہونے لگیں تو اس کے لیے روایت حدیث ترک کر دینا مناسب ہے۔ ③ علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ اپنی تقریروں اور خطبوں میں صرف وہی احادیث بیان کریں جن کے بارے میں انھیں یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ وہ صحیح یا حسن درجے کی ہیں اور ضعیف روایات سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ: جَالَسْتُ ابْنَ عُمَرَ سَنَةً فَمَا سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا.

۲۶۔ امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں سال بھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مجلس میں حاضر رہا (اس دوران میں) میں نے انھیں کبھی رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز بیان کرتے نہیں سنا۔

🌟 فوائد و مسائل: ① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر اسی وجہ سے روایت نہیں کرتے تھے جس وجہ سے مذکورہ بالا دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احتیاط کرتے تھے، یعنی وہ ڈرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے نام سے سہو ایسے الفاظ بیان نہ ہو جائیں جو آپ نے نہیں فرمائے۔ ② اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ کرام دین کی تبلیغ نہیں کرتے تھے بلکہ بات یہ ہے کہ ان کا طریقہ مختلف تھا وہ لوگوں کو بتاتے تھے کہ فلاں کام فرض ہے فلاں حرام فلاں کام کرنا جائز ہے اور فلاں کام سے اجتناب بہتر ہے۔ وہ حضرات یہ مسائل ان احادیث کی روشنی ہی میں بیان فرماتے تھے جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھیں، لیکن آپ کا نام بالعموم نہیں لیتے تھے۔

۲۶۔ أخرجه البخاري، أخبار الآحاد، باب خبر المرأة الواحدة، ح: ۷۲۶۷، ومسلم، الصيد والذبايح، باب إباحة الفص، ح: ۱۹۴۴ من حديث توبة العنبري عن الشعبي به مطولاً، وحديث ابن أبي السفر أخرجه أحمد: ۱۵۷/۲

رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنے میں احتیاط کا بیان

۲۷- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّا كُنَّا نَحْفَظُ الْحَدِيثَ، وَالْحَدِيثُ يُحْفَظُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَأَمَّا إِذَا رَكِبْتُمُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ، فَهَنَاتِ.

۲۷- حضرت طاووس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انھوں نے فرمایا: ہم حدیثیں یاد کیا کرتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کی حدیثیں یاد کی جاتی ہیں، لیکن جب تم نے سخت اور نرم زمین پر چلنا شروع کر دیا تو (تم پر اعتماد) دور کی بات ہے۔

سُؤَال و مُسْأَل: ① احادیث نبویہ شرعی حجت ہیں، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوری کوشش اور تندہی سے حدیثیں سنتے اور یاد کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں بچپن کی عمر سے گزر رہے تھے، اس لیے آپ ﷺ سے بہت کم حدیثیں سن سکے، البتہ بعد میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت سی حدیثیں سن کر یاد کیں، حتیٰ کہ ان کا شمار کثیر الروایت صحابہ کرام میں ہونے لگا۔ ② اصل دلیل صرف فرمان نبوی ہے، دوسرے حضرات کے فتوؤں کا وہ مقام نہیں ہو سکتا، اس لیے ہر مسئلہ میں قرآن و حدیث سے دلیل تلاش کرنا ضروری ہے۔ ③ صحابہ و تابعین کے اقوال سے وہاں کام لیا جاسکتا ہے جہاں حدیث نبوی نہ ملے۔ اس لیے تابعین صحابہ کرام کے اقوال بھی لکھ لیتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس عمل کو مناسب نہیں سمجھا کہ حدیث نبوی کے ساتھ دوسروں کے اقوال لکھے جائیں، اس لیے توجہ دلائی کہ حدیثیں یاد کرنا اقوال اور فتوے نہیں۔ ④ سخت اور نرم زمین پر چلنے کا مطلب ہے کہ تم قابل قبول اور ناقابل قبول روایات میں امتیاز نہیں کرتے۔ [الْصَّعْبُ وَالذَّلُولُ] کا ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے: ”تم نے اڑیل اور مطیع جانوروں پر سوار کی کرنا شروع کر دی۔“ حالانکہ اڑیل جانور سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہر روای سے روایت نہ لی جائے بلکہ صرف قابل اعتماد اور ثقہ حضرات کی روایت قبول کی جائے تاکہ نادانستہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے فرمائی ہی نہیں۔

۲۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ مُجَالِيدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ قُرْظَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: بَعَثَنَا عُمَرُ بْنُ

٢٧- أخرجه مسلم في مقدمة صحيحه، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء... الخ، ح: ٧ من حديث عبد الرزاق به.

٢٨- [إسناده ضعيف] * مجالد تقدم، ح: ١١، وتابعه بيان في رواية سفيان بن عيينة (المستدرک: ١/ ١٠٢) لكنه عنعن، وصححه الحاكم.

لُحْطَابٍ إِلَى الْكُوفَةِ وَشَبَعَنَا. فَمَشَى مَعَنَا
إِلَى مَوْضِعٍ يُقَالُ لَهُ صِرَارٌ. فَقَالَ: أَتَذَرُونَ
بِمَ مَشَيْتُمْ مَعَكُمْ؟ قَالَ: قُلْنَا: لِحَقِّ صُحْبَةِ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلِحَقِّ الْأَنْصَارِ. قَالَ:
لِكُنِّي مَشَيْتُمْ مَعَكُمْ لِحَدِيثٍ أَرَدْتُ أَنْ
أُحَدِّثَكُمْ بِهِ، فَأَرَدْتُ أَنْ تَحْفَظُوهُ لِمِمَّشَايَ
نَعَكُمْ. إِنَّكُمْ تَقْدُمُونَ عَلَى قَوْمٍ، لِلْقُرْآنِ
بِي صُدُورِهِمْ هَزِيْزٌ كَهَزِيْزِ الْمِرْجَلِ. فَإِذَا
أَوُّكُمْ مَدُّوْا إِلَيْكُمْ أَعْنَاقَهُمْ وَقَالُوا:
أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ. فَأَقْلَبُوا الرِّوَايَةَ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ أَنَا شَرِيكُكُمْ.

ہمارے ساتھ چلتے چلتے مقام "صِرَار" تک پہنچ گئے تب
فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں تمہارے ساتھ
چل کر آیا ہوں؟ ہم نے عرض کیا: (ہمارے) اصحاب
رسول ﷺ ہونے کا حق سمجھتے ہوئے اور انصار کے حق
(کی ادائیگی) کے خیال سے۔ فرمایا: بلکہ میں تو اس لیے
تمہارے ساتھ چل کر آیا ہوں کہ میں تم سے ایک بات
کہنا چاہتا تھا۔ میں نے چاہا کہ میرے اس چلنے کی وجہ
سے تم اسے یاد رکھو۔ (تاکہ تمہیں یاد رہے کہ یہ وہ اہم
نصیحت ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے اتنی دور
ہمارے ساتھ آ کر ہمیں کی تھی۔) تم ایسے لوگوں کے پاس
جا رہے ہو جن کے سینے قرآن کی وجہ سے اس طرح جوش
مار رہے ہیں جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے جب وہ تمہیں
دیکھیں گے تو گردنیں اٹھا کر تمہاری طرف متوجہ ہوں گے
اور کہیں گے: یہ محمد ﷺ کے ساتھی ہیں۔ تو اللہ کے رسول
ﷺ کی حدیثیں کم بیان کرنا (جب تم اس پر عمل کرو گے
تو) پھر میں بھی (اجر میں) تمہارا شریک ہوں گا۔

🕌 فائدہ: اس روایت سے مکرین حدیث حدیث کی اہمیت کے گھٹانے پر استدلال کرتے ہیں، لیکن یہ روایت سنداً
ضعیف ہے۔ اگر صحیح بھی ہو تو اس سے مراد احادیث کے بیان کرنے میں احتیاط کو ملحوظ رکھنے کی طرف توجہ مبذول کرانا
تھا اور ایسی بات ہے جس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ گویا اس سے اصل مقصد احادیث کو تحقیق کے ساتھ بیان
کرنے کی اہمیت کو بیان کرنا تھا تاکہ نبی ﷺ کی طرف غلط نسبت نہ ہو۔

۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّحْمَنِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ
بُخَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ،
۲۹- حضرت سابع بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انہوں نے فرمایا: میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک
حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کا ہم سفر رہا۔ (پورے سفر

قَالَ: صَحِبْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ مِنَ الْمَدِينَةِ (میں نے آپ کو نبی ﷺ سے ایک حدیث بھی اِلیٰ مَکَّہ، فَمَا سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ روایت کرتے نہیں سنا۔ بِحَدِيثٍ وَاحِدٍ۔

☀ فائدہ: اس کی وجہ وہی احتیاط ہے جو صحابہ کرام کی عادت تھی تاہم وہ لوگوں کو مسائل بیان فرماتے اور ان کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور یہ سب کچھ احادیث ہی سے ماخوذ ہوتا تھا۔

(المعجم ۴) - **بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَعْمُدِ الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ** (التحفة ۴)

باب ۴- رسول اللہ ﷺ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے

۳۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَشُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ زُرَّارَةَ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى قَالُوا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»۔

۳۰- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، اسے چاہیے کہ (جہنم کی) آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔“

☀ فوائد و مسائل: ① جھوٹ باندھنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے پاس سے کوئی بات بنا کر نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دے اور اسے حدیث کے طور پر پیش کرے۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ ② اسی سے محدثین نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ جب کسی موقع پر کوئی ضعیف حدیث بیان کرنے کی ضرورت پڑے تو سامعین کو بتا دیا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس سے استدلال درست نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ضعیف حدیث کے متعلق یہ یقین نہیں ہوتا کہ یہ واقعی اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے یا راوی نے غلطی سے اس طرح بیان کر دی ہے۔ ③ جہنم کی آگ میں ٹھکانا بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔ اسے یقین کر لینا چاہیے کہ اس کے اس گناہ کی وجہ سے جہنم میں اس کے لیے جگہ متعین ہو چکی ہے، لیکن اگر وہ توبہ کر لے اور سب کو بتا دے کہ اس کی بیان کردہ فلاں فلاں حدیث خود ساختہ ہے تو امید کی جاسکتی ہے کہ اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ تاہم محدثین اس کے بعد بھی اس کی روایت قبول نہیں کرتے۔ ④ یہ حدیث [متواتر] ہے۔ حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اسے باسٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت

کیا ہے جن میں عشرہ مہشرہ بھی شامل ہیں۔

۳۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھ پر جھوٹ نہ باندھو جھوٹی بات میرے ذمے لگانا آگ (جہنم) میں داخل کر دیتا ہے۔“

۳۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ زُرَّارَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى قَالَا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رَبِيعِ بْنِ جَرَّاشٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ، فَإِنَّ الْكَذِبَ عَلَيَّ يُورِلُجُ النَّارِ».

۳۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مجھ پر جھوٹ بولا..... میرا گمان ہے آپ نے یہ بھی فرمایا: جان بوجھ کر..... تو اسے چاہیے کہ (جہنم کی) آگ میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔“

۳۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحٍ الْمِصْرِيُّ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ - حَسِبْتُهُ قَالَ: مُتَعَمِّدًا - فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

🌞 فوائد و مسائل: ① راوی (عالم) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ شک ہے کہ ”مُتَعَمِّدًا“ کا کلمہ بھی فرمایا نہیں اور باقی حدیث میں کوئی شک نہیں۔ ② یہ راوی کی دیانتداری ہے کہ اسے حدیث رسول ﷺ کے کلمات میں سے جس کلمہ پر شک تھا اس نے اس کا برملا اظہار کر دیا۔ ③ دیگر روایات سے واضح ہے کہ ”مُتَعَمِّدًا“ کا کلمہ حدیث رسول میں شامل ہے۔ اسے راوی کا شک کہنا درست نہیں ہے۔

۳۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مجھ پر جھوٹ بولا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنا لے۔“

۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

۳۱۔ أخرجه البخاري، العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، ح: ۱۰۶، ومسلم، المقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ، ح: ۱، من حديث شعبة عن منصور به.

۳۲۔ [صحيح] أخرجه الترمذي، العلم، باب ما جاء في تعظيم الكذب على رسول الله ﷺ، ح: ۲۶۶۱ من حديث الليث به، وقال: 'هذا حديث حسن غريب صحيح من هذا الوجه من حديث الزهري'.

۳۳۔ [صحيح متواتر] أخرجه أحمد: ۳/۳۰۳ عن هشيم به، وصرح بالسماع عنده، والحديث متواتر كما في 'الآزهار المتناثرة في الأحاديث المتواترة' وغيره.

۳۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ، فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

۳۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میرے ذمے وہ بات لگائی جو میں نے نہیں کہی اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنا لے۔“

۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى التَّمِيمِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَعْبُدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى هَذَا الْمِنْبَرِ: «إِنَّا كُمْ وَكَثْرَةُ الْحَدِيثِ عَلَيَّ، فَمَنْ قَالَ عَلَيَّ فَلْيَقُلْ حَقًّا أَوْ صِدْقًا. وَمَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ، فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

۳۵- حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس منبر پر یہ فرماتے سنا ہے: ”مجھ سے بکثرت حدیثیں بیان نہ کرو اور جو شخص میری طرف منسوب کر کے کوئی بات کہے وہ حق سچ بات کہے جس نے میری طرف نسبت کر کے وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنا لے۔“



۳۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا غُنْدَرُ مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ أَبِي صَخْرَةَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ: مَا لِي لَا أَسْمَعُكَ تَحْدُثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَمَا أَسْمَعُ ابْنَ مَسْعُودٍ وَفُلَانًا وَفُلَانًا؟ قَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ أَفَارِقْهُ

۳۶- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے (اپنے والد) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو اللہ کے رسول ﷺ سے اس طرح حدیثیں بیان کرتے نہیں سنتا جس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور فلاں فلاں صحابی کو سنتا ہوں؟ فرمایا: میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے نبی ﷺ سے (آپ کی وفات تک کبھی) جدا نہیں ہوا، لیکن میں نے آپ ﷺ سے ایک کلمہ سنا ہے (جس کی وجہ

۳۴- [صحیح] أخرجه أحمد: ۵۰۱/۲ من حديث محمد بن عمرو به، وهو حسن الحديث (میزان الاعتدال:

۶۷۳/۳)، وللحديث طرق كثيرة جدًا.

۳۵- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ۲۹۷/۵ من حديث محمد بن إسحاق به، وهو صرح بالسماع عنده.

۳۶- أخرجه البخاري، العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، ح: ۱۰۷ من حديث شعبة به.

مُنْذُ أَسْلَمْتُ، وَلِكَيْ سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً يَقُولُ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»۔
 سے روایت حدیث سے اجتناب کرتا ہوں) آپ ﷺ فرماتے تھے: ”جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنالے۔“

۳۷- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»۔
 ۳۷- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔“

☀ فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب جھوٹی روایت کو ”موضوع“ کہتے ہیں۔ موضوع روایت کے متعلق چند اصول درج ذیل ہیں: ① موضوع روایت کو بیان کرنا بالاتفاق حرام ہے ہاں تنبیہ کی غرض سے بیان کرنا درست ہے۔ ② موضوع روایت کو پہچاننے کے لیے چند قواعد درج ذیل ہیں: (الف) جھوٹا شخص اقرار کرے کہ اس نے نبی ﷺ کا نام لے کر فلاں فلاں جھوٹ گھڑا ہے جیسا کہ ابو عصمہ نوح بن ابی مریم نے قرآنی سورتوں کے فضائل گھڑے تھے اور اس کا اقرار بھی کیا تھا۔ (ب) ایسے اساتذہ سے سننے کا دعویٰ کرے جو اس کی پیدائش سے قبل فوت ہو گئے ہوں یا ان سے زندگی بھر ملاقات نہ ہوئی ہو۔ (ج) کوئی شخص اپنے گروہ کے فضائل اور مخالفین کی مذمت میں روایت بیان کرے۔ (د) روایت کے الفاظ انتہائی رکیک ہوں کہ زبان نبوی سے ان کا نکلنا محال ہو۔ ③ موضوع روایات کو گھڑنے کے چند اسباب علمائے کرام نے بیان کیے ہیں۔ موضوع روایت کو بیان کرنا یا فضائل اعمال میں ان کو قابل عمل سمجھنا یا لوگوں کو اس کی تبلیغ کرنا ان اسباب سے ان کی قباحت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ مثلاً: اپنے مذہب کی حمایت اور دوسرے مذہب کی مذمت میں احادیث گھڑنا۔ حکمرانوں کا تقرب حاصل کرنا۔ اسلام میں طعن و تشنیع طلب رزق شہرت کا حصول وغیرہ۔ ④ موضوع روایات سے عصمت انبیاء پر حرف آتا ہے۔ ائمہ و علماء کی بے ادبی ہوتی ہے اور اسلام کا روشن چہرہ دھندلا جاتا ہے نیز بدعات کے فروغ کا ایک اہم سبب موضوع روایات بھی ہیں لہذا ان روایات کو بیان کرنا بالکل حرام ہے۔ ⑤ موضوع روایات کی قباحت واضح کرنے کے لیے چند مثالیں: (الف) عمر بن موسیٰ نامی جھوٹے نبی ﷺ پر یہ بہتان باندھا کہ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جب غصے میں ہوتا ہے تو وحی عربی زبان میں نازل کرتا ہے اور جب راضی ہوتا ہے تو وحی فارسی میں نازل کرتا ہے۔“ اس کے جواب میں اسماعیل نامی کذاب نے یہ روایت گھڑی: ”اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ زبان فارسی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہے۔“ (ب) مامون بن

۳۷- [صحیح] أخرجه أحمد: ۳/ ۳۹ من حديث عطية بن سعد العوفي به، وهو "تابعي معروف، ضعيف الحفظ، مشهور بالتدليس القبيح" (طبقات المدلسين/ المروية الرابعة)، وانظر أيضاً: ح: ۱۱۲۹، والحديث متواتر كما تقدم، ح: ۳۳۔

احمد رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی مدت اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف میں یہ روایت بتائی ہے، آپ نے فرمایا: ”میری امت میں ایک شخص محمد بن ادریس ہوگا جو میری امت کے لیے ابلیس سے زیادہ نقصان دہ ہے جبکہ ایک شخص ابو حنیفہ ہوگا وہ میری امت کا سراج ہے۔“ موضوع روایات کی معرفت کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ نہایت مفید ہے: ① کتاب الموضوعات / لأبی الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی. ② اللآلی المصنوعة / للإمام السيوطي. ③ سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة / للشيخ الألباني.

(المعجم ۵) - باب مَنْ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ [حَدِيثًا] وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ
باب: ۵۔ جس حدیث کے متعلق معلوم ہو کہ وہ جھوٹ ہے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا منع ہے (التحفة ۵)

۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثًا وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ».

۳۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے میری طرف نسبت کر کے کوئی حدیث بیان کی حالانکہ اس کے خیال میں وہ جھوٹ ہے تو وہ بھی دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔“



🌞 فوائد و مسائل: ① جس طرح جھوٹی حدیث گھڑنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے اسی طرح اس جعلی حدیث کو دوسروں تک پہنچانا بھی بڑا جرم ہے۔ ایسی حدیث روایت کرنے والا اسے گھڑنے والے کے ساتھ گناہ میں شریک ہے لہذا وہ بھی اسی وعید کا مستحق ہے جو حدیث گھڑنے والے کے حق میں وارد ہے، یعنی وہ جہنمی ہے۔ ② [الکاذِبین] حدیث کا یہ لفظ دو طرح سے پڑھا گیا ہے، تثنیہ کے صیغے سے [الکاذِبین] اور جمع کے صیغے سے [الکاذِبین]۔ مکرور بالا ترجمہ تثنیہ کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ جمع کے لحاظ سے ترجمہ یوں ہوگا: ”وہ بھی جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔“ اس اختلاف سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ③ ان دو جھوٹوں سے مراد دو دعویٰ نبوت ہیں، مسیلہ کذاب یمامہ (نجد) میں اور اسود غلسی یمن میں۔ دونوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا، اس لیے جس نے کوئی حدیث گھڑی تو گویا اس نے دعویٰ کیا کہ وہ نبی ہے کیونکہ قرآن کی طرح حدیث بھی ایک طرح سے وحی ہے کیونکہ یہ بھی اللہ کی طرف سے الہام ہوتی ہے۔ جمع والا معنی کرنے سے مراد ہوگا کہ قیامت تک جتنے نبوت کا

دعویٰ کرنے والے آئیں گے وہ بھی ان میں سے ایک ہوگا۔ ایک حدیث میں آپ نے قیامت سے پہلے پہلے میں کذاب و دجال (جھوٹے نبیوں) کا ذکر فرمایا ہے (مسند أحمد: ۱۰۳/۲) اور جھوٹی روایت گھڑنے والے کو ان کے ساتھ شام کیا ہے۔ ⑤ لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے ایسی روایت بیان کرنا جائز ہے تاکہ وہ اس سے دھوکا کھا کر اس پر عمل نہ کر بیٹھیں، کیونکہ اس صورت میں مقصود دھوکا دینا نہیں بلکہ دھوکے سے بچانا ہوتا ہے۔

۳۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ. ح. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثًا وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ».

۳۹۔ حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ. ح. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثًا وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ».

۴۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ رَوَى عَنِّي حَدِيثًا وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ».

۴۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ رَوَى عَنِّي حَدِيثًا وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ».

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ [عَبْدُ اللَّهِ]: أَتَانَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْجَبِ عَنْ شُعْبَةَ. مِثْلَ حَدِيثِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ.

محمد بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں جناب حسن بن موسیٰ نے شعبہ سے حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی مثل حدیث بیان کی۔

۴۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ رَوَى عَنِّي حَدِيثًا وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ».

۴۱۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

۳۹۔ أخرجه مسلم في مقدمة صحيحه، باب وجوب الرواية عن الثقات . . . الخ عن ابن أبي شيبة به.

۴۰۔ [صحيح] انظر الحديث السابق، وأخرجه عبدالله بن أحمد في زوائد المسند (۱/ ۱۱۲، ح: ۹۰۳) عن عثمان ابن أبي شيبة به.

۴۱۔ أخرجه مسلم، المقدمة، باب وجوب الرواية عن الثقات . . . الخ عن ابن أبي شيبة به، وفيه: «عن شعبة»

- کتاب السنہ -

خلفائے راشدین کے طریقے کی پیروی کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص میری طرف منسوب کر کے کوئی حدیث بیان کرتا ہے اور اس کے علم کے مطابق وہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹ بولنے والے دو افراد میں سے ایک ہے۔“

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَيْبٍ، عَنِ الْمُعْبِرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبَيْنِ».

🌞 فائدہ: ان روایات میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کا عذاب مذکور ہے اور حقیقت میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا تمام جہان کے جھوٹ سے بدرجہ۔

باب: ۶- ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کی پیروی کا بیان

(المعجم ۶) - باب اثْبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ (التحفة ۶)

۴۲- حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور ایک متاثر کن وعظ فرمایا جس سے دل (اللہ کی ناراضی اور عذاب سے) خوف زدہ ہو گئے اور آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمیں ایسے صیحت فرمائی ہے جس طرح رخصت کرنے والا صیحت کیا کرتا ہے آپ ہم سے کوئی عہد و پیمان لے لیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور حکم کر کہیں کرو اگر چہ (تمہارا حاکم) کوئی جشی غلام ہو۔ اور تم میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے“ تو میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کرنا“ اسے ڈانٹوں سے پکڑ کر رکھنا“ (اس پر مضبوطی سے قائم رہنا) اور نئے نئے کاموں سے

۴۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، ابْنُ دُكَّوَانَ الدَّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَعْلَاءِ يَعْنِي: ابْنَ زُبَيْرٍ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعُرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ يَقُولُ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ذَاتَ يَوْمٍ، فَوَعظَنَا مَوْعِظَةً بَلِغَةً وَجَلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ. فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَعظْتَ مَوْعِظَةً مُؤَدِّعَ، فَأَعْهَدَ إِلَيْنَا بِعَهْدٍ: «عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا. وَسَتَرُونَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافًا شَدِيدًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا

عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْأُمُورَ پرہیز کرنا، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔
الْمُحَدَّثَاتِ، فَإِنَّ كُلَّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

🌟 فوائد و مسائل: ① رخصت کے وقت نصیحت اور وصیت کرنا مسنون ہے۔ ② تقویٰ کی اہمیت، تقویٰ کا مطلب ہے اللہ کی ناراضی سے بچنے کے لیے برے کاموں سے پرہیز کیا جائے تاکہ جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں۔ ③ شرعی حاکم کی فرماں برداری فرض ہے، الیہ کہ وہ کوئی ایسا حکم دے جو واضح طور پر خلاف شریعت ہو۔ ④ نبی ﷺ نے فرمایا کہ امت میں بہت سے اختلافات ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں میں مذہبی اور سیاسی بنیادوں پر بہت سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ کا پہلے سے اس کی خبر دے دینا آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔ ⑤ اختلافات میں فیصلہ کن چیز قرآن و حدیث ہے۔ سنت نبوی کی یہ اہمیت قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: ۵۹) ”اگر کسی معاملے میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ طرز عمل بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔“ ⑥ خلفائے راشدین کی زندگی بھی قرآن و حدیث پر عمل کی روشن مثال ہے۔ انھوں نے اسلام کی تعلیمات براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی تھیں اس لیے ان کا فہم دین قابل اعتماد ہے۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ خود نبی ﷺ نے ان حضرات کو ”ہدایت یافتہ“ فرمایا ہے۔ ⑦ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام قرآن و سنت پر عمل کرتے تھے اور بدعات سے اجتناب کرتے تھے اس لیے بدعات سے پرہیز ضروری ہے۔ ⑧ بدعت کو حسن اور سیئہ میں تقسیم کر کے بعض بدعات کو اچھی اور جائز قرار دینا درست نہیں البتہ وہ ایجادات جن کا تعلق دین سے نہیں جائز دنیوی امور سے ہے انھیں شرعاً بدعت نہیں کہا جاتا اس لیے ان کا استعمال درست ہے۔

۴۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَنْصُورٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ السَّوَّافِ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو السَّلَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ الْعُرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ يَقُولُ: وَعَظَنَا ۴۳- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (ایسا) وعظ فرمایا جس کے اثر سے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل (اللہ کی ناراضی اور عذاب سے) خوف زدہ ہو گئے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تو ایسا وعظ ہے جیسے کسی رخصت کر نیوالے کی نصیحت، تو آپ ہم سے کیا

۴۳- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، السنة، باب في لزوم السنة، ح: ۴۶۰۷، والترمذي، ح: ۲۶۷۶، وقال: "حسن صحيح"، ورواه أحمد: (۱۲۶/۴) عن عبد الرحمن بن مهدي به، وصححه ابن حبان: (۱۰۲)، والحاكم: ۱/ ۹۵، ۹۶، والذهبي.

وعدہ لیتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں روشن (شریعت) پر چھوڑ رہا ہوں۔ جس کی رات بھی دن کی طرح (روشن) ہے میرے بعد وہی شخص کج روی اختیار کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔ تم میں سے جو کوئی زندہ رہے گا وہ جلد بہت اختلاف دیکھے گا لہذا تمہیں میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا جو طریقہ معلوم ہو اسی کو اختیار کرنا۔ اسے ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑنا۔ اور (امیر کی) اطاعت کو لازم پکڑنا اگرچہ وہ جشی غلام ہو کیونکہ مومن تو تکمیل والے اونٹ کی طرح ہوتا ہے جہاں لے جایا جائے چلا جاتا ہے۔“

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجَلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ. فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ هَذِهِ لَمَوْعِظَةٌ مُودِّعٌ. فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ قَالَ: «قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا. لَا يَزِغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ، مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسِرِّي اخْتِلَافًا كَثِيرًا. فَعَلَيْكُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. وَعَلَيْكُمْ بِالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبِشِيًّا. فَإِنَّمَا الْمُؤْمِنُ كَالْجَمَلِ الْأَنْفِ، حَيْثُمَا قِيدَ انْقَادًا».



🌞 نوامد و مسائل: ① شرعی احکام سے روگردانی ہلاکت کا باعث ہے۔ ② مومن شرعی احکام کی اتباع کرتا ہے اگرچہ بظاہر مشکل ہوں۔ مومن کو اونٹ کے ساتھ تشبیہ اس لیے دی گئی ہے کہ وہ اپنے مالک کے حکم کے مطابق چلتا ہے اگرچہ سفر مشکل ہی ہو۔ ③ اسلام نے غلامی کے سلسلے میں جو دور رس اصلاحات کیں اور جس طرح انہیں بہ تدریج تمام انسانی حقوق سے نوازا ان ہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کی بنیاد پر اعلیٰ سے اعلیٰ منصب پر بھی فائز ہو سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کو یہی ہدایت ہے کہ وہ اس پر ناک بھوں نہ چڑھائیں بلکہ اس کی اس حیثیت کو تسلیم کریں جو اسے اس کی ذہنی و دماغی صلاحیتوں کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو۔ ④ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق قرونِ ثلاثہ کے بعد امت محمدیہ میں وسیع اختلاف ہوا نئے نئے مذاہب اور گمراہ فرقوں نے جنم لیا۔ ہر ایک نے اپنا اپنا امام اور پیشوا ٹھہرا لیا ہے کہ اختلاف کے وقت اس کی طرف رجوع کرے اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو بھول گئے ہیں حالانکہ آپ نے وصیت کی تھی کہ اختلاف کے وقت میری اور خلفائے راشدین کی سنت پر چلنا۔

۴۴- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر چہرہ مبارک ہماری طرف پھیر لیا اور ایک پر تاثیر وعظ فرمایا..... اس کے بعد راوی نے پوری

۴۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْمِسْمَعِيُّ: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ الْعَرَبِاضِ بْنِ

نَارِيَّةً، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَدِيثُ بَيَانٍ كِي-
عَلَاةُ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعظَنَا
نُوعِظَةً بَلِيغَةً. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مسنون ہے۔ ② وعظ و نصیحت کے لیے فرض نماز کے بعد کا وقت مناسب ہے کیونکہ اس موقع پر مسلمان جمع ہوتے ہیں اور توجہ سے امام کی بات سنتے ہیں۔ تاہم وعظ اس قدر طویل نہیں ہونا چاہیے کہ سامعین اکتاہٹ محسوس کرنے لگیں۔

(المعجم ۷) - باب اجتناب البدع
وَالْجَدَلِ (التحفة ۷)
باب ۷- بدعات اور غیر ضروری
بحث و تکرار سے پرہیز کرنے کا بیان

* بدعت کی تعریف: ہر وہ کام جسے دین میں تقرب الہی کے حصول کے لیے ایجاد کیا گیا ہو اور اس کی صحت پر کوئی دلیل کتاب اللہ سنت رسول اور صحابہ کے عمل سے نہ ہو۔

* بدعت کے رد میں علمائے سلف کے اقوال: (۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی لگاتے ہوں۔“ (شرح اعتقاد اہل السنۃ: ۹۲/۱) (۲) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جس شخص نے اسلام میں کوئی بدعت نکالی، اسے محسن جانا تو گویا اس نے حضرت محمد ﷺ کو رسالت میں خیانت کا مرتکب قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾“ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔“ لہذا جو چیز اس (جنت الوداع کے دن) دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں۔“ (کتاب الاعتصام، ص: ۶۳، إيقاظ الهمّة، ص: ۱۳۳) (ج) حضرت ابراہیم بن میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جس نے کسی بدعت کی عزت اور احترام کیا اس نے اسلام کو برباد کرنے میں تعاون کیا۔“ (شرح اعتقاد اہل السنۃ: ۱۳۹/۱) (د) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا۔“ (شرح الاعتقاد: ۱۳۹/۱)

* بدعات کی ابتدا اور پھیلاؤ کے اسباب: ① بدعت کی غلط تقسیم: بدعت کو دو قسموں میں تقسیم کر کے بے شمار خرافات کو دین میں داخل کر دیا گیا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے حالانکہ ہر بدعت گمراہی ہے مثلاً بدعت حسنہ کے نام سے نیا دین متعارف کروا دیا گیا ہے جس میں ولایت، طریقت، سلوک، بیعت، اجازت، عنایت، فیض، مراقبہ، چلہ، سماع، رقص، حال، وجد، عرس، چہلم، چادر پوشی، قبر کا غسل، میلاد، گیارہویں اور اسی قسم کی بے شمار گمراہیاں شامل ہیں۔ ② آباؤ اجداد کی پیروی: اکثر جہلاء اپنے باپ دادا کی رسومات کو دین سمجھ کر اپناتے ہیں اور پھر دین و دنیا کی بربادی پر شاداں و فرحان پھرتے ہیں مثلاً حزاروں پر حاضری، عرس میں شرکت، سالانہ فاتحہ خوانی، محفل میلاد اور برسیاں منانا محض بدعت کے سوا کچھ نہیں جنہیں بدکردار سیاستدان، خود غرض مولوی صاحبان اور آباؤ اجداد کی اندھی تقلید میں جہلاء

خوب پروان چڑھا رہے ہیں۔ ⑤ بزرگان کی محبت میں غلو: جبلاء قرآن و سنت کی تعلیمات سے دور ہونے کے باوجود بزرگوں کی محبت کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اسی اندھی محبت کی وجہ سے طرح طرح کی بدعات کے ذریعے سے بزرگوں کی خوشنودی اور تقرب کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔ ⑥ دین سے دوری: بدعات کی ابتدا اور ترقی ہمیشہ بے دین اور جبلاء میں ہوئی ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیم سے بے رغبتی بدعات کی دلدل کو ہر روز وسیع کر رہی ہے۔ ⑦ علماء کی بھرماندہ خاموشی: علمائے حق کی خاموشی بدعات کے فروغ کا بہت بڑا سبب ہے۔ جب علمائے حق بدعات کا پرزور رد نہیں کرتے تو عوام انھیں دین سمجھ کر اپنا لیتے ہیں۔ ⑧ حکمرانوں کی سرپرستی: بدعمل اور بدکردار حکمران عوام کو مشغول رکھنے کے لیے مختلف بدعات کی سرپرستی کرتے ہیں تاکہ عوام بدعات کو دین و ثواب سمجھ کر ان میں مصروف رہیں اور خود حکمران اپنی عیاشیوں میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ کریں۔ جیسا کہ وطن عزیز میں چند برسوں سے محافل میلاد، تعزیر اور ماتم کے جلوسوں میں ہو رہا ہے۔ ⑨ سالانہ بدعات کی ایک جھلک: عہد حاضر میں بدعت نے جس طرح تیز رفتاری سے ترقی کی ہے شاید ہی کسی اور شعبے نے ایسی ترقی کی ہو۔ سال بھر میں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں کسی نہ کسی بدعت کی محفل نہ بنتی ہو۔ سال بھر کی مشہور و معروف بدعات کچھ یوں ہیں: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ماتم، تعزیر اور رونے پینے کی بدعات، نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے نام پر محافل میلاد کا انعقاد شب برات اور شب معراج کی ٹھٹھیں، گیارہویں شریف، تیج، سا تو ان، چالیسواں، اجرت پر قرآن پڑھانا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ تمام بدعات سے بچنے اور سنت نبوی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ⑩ بدعتی شخص اسلام اور علمائے اسلام کی نظر میں: قرآن و سنت کی اتباع چھوڑ کر لوگوں کی آراء اور بدعات کو اختیار کرنے والا شخص اسلام اور علمائے اسلام کی نظر میں انتہائی برا ہے۔ اس سلسلے میں فرامین نبوی اور اقوال علماء درج ذیل ہیں: رسول اکرم ﷺ نے بدعتی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ”مدینہ منورہ غیر پہاڑ سے لے کر تور تک حرم ہے جس شخص نے اس میں کوئی بدعت رائج کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔“ (صحیح البخاری، فضائل المدینۃ، باب حَرَمِ المدینۃ حدیث: ۹۸۵۰، وصحیح مسلم، الحج، حدیث: ۱۳۶۰) نیز ارشاد نبوی ہے: ”جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے اپنے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے گمراہی کی طرف بلایا اسے گمراہی پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا جب کہ ان کے اپنے گناہوں میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔“ (صحیح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة.....، حدیث: ۲۶۷۳) حضرت ہشام بن حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بدعتی شخص کا روزہ، نماز، حج، جہاد، عمرہ، صدقہ خیرات، غلام آزاد کرنا، نفلی عبادت اور فرض عبادت کچھ بھی قبول نہیں فرماتا۔ (کتاب الاعتصام: ۱۱۳/۱) حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں: بدعتی شخص نماز روزے میں معنی محنت کرتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ (کتاب الاعتصام: ۱۱۳/۱) امام ابوالجوزاء رضی اللہ عنہ بدعتی کے ساتھ اپنی نفرت کا

اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بدعتی شخص کے پاس بیٹھے سے کہیں زیادہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرا گھر بندروں اور خزیروں سے بھر جائے (اور میں ان کی مجلس اختیار کر لوں۔) (العصام: ۹۱/۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بدعتی شخص سے سلام لینا بھی گوارا نہیں فرماتے تھے۔ ایک شخص نے آ کر کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ اس نے فلاں بدعت شروع کی ہے اگر یہ صحیح ہے تو اسے میری طرف سے سلام مت پہنچانا۔ (سنن الدارمی، المقدمة، باب اجتناب اهل الأهواء والبدع والخصومة، حدیث: ۳۹۷)

۴۵- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور غصہ تیز ہو جاتا۔ (یوں محسوس ہوتا) گویا آپ (دشمن کے) لشکر سے خوف دلاتے ہوئے کہہ رہے ہیں: وہ صبح یا شام کو حملہ آور ہونے والا ہے اور آپ اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر فرماتے: ”مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے جس طرح دو انگلیاں (ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔)“ علاوہ ازیں فرماتے: ”اما بعد! بہترین چیز اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے۔ اور بدترین کام نئے ایجاد کردہ کام (بدعتیں) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ اور فرماتے تھے: ”جو شخص (مرتے وقت) مال چھوڑ جائے وہ اس کے گھر والوں کا ہے اور جو (اپنے ذمے) قرض چھوڑ جائے یا بیوی بچوں کو (لاوارث) چھوڑ جائے تو (اس کی ادائیگی اور ان کی کفالت) میرے ذمے ہے۔“

نوائد و مسائل: ① خطبہ کا اصل مقصد غلطیوں پر تنبیہ کرنا اور ان کے برے انجام سے ڈرانا ہے لہذا خطبہ میں حالات کے مطابق عوام کی غلطیوں کی نشاندہی اور صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کرنا ضروری ہے۔ ② موضوع کی مناسبت سے خطبے میں جذباتی رنگ اختیار کرنا بھی درست ہے۔ ③ صراطِ مستقیم کا خلاصہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ

ﷺ کی پیروی ہے۔ ⑤ خطبے کے دوران میں انگلی سے اشارہ مسنون ہے اور کوئی بات سمجھانے کے لیے مناسب اشارات سے مدد لینا درست ہے۔ ⑥ قرب قیامت کی صراحت میں یہ اشارہ موجود ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ جس طرح درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کے درمیان کوئی اور انگلی نہیں ہوتی، اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے بعد قیامت سے پہلے کسی کو نبی بنا کر مبعوث نہیں کیا جائے گا، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں، کیونکہ انھیں نبوت پہلے مل چکی تھی اور اب وہ شریعت محمدی کے مطابق عمل کریں گے۔ ⑦ قیامت قریب ہونے میں امت کے افراد کے لیے یہ سبق ہے کہ وہ دنیا میں منہمک ہو کر قیامت کو فراموش نہ کر دیں بلکہ زیادہ توجہ سے آخرت کے لیے تیاری کریں۔ ⑧ بدعت کو حسنہ اور سیرہ میں تقسیم کرنا درست نہیں بلکہ ہر بدعت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ⑨ فوت ہونے والے کا ترکہ قرآن و حدیث میں بیان کیے ہوئے اصولوں کے مطابق وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے، حکام اس میں تبدیلی کرنے کا حق نہیں رکھتے بلکہ ان کا فرض ہے کہ ہر وارث کے لیے اس کے مقررہ حصے کا حصول یقینی بنائیں۔ ⑩ لا وارث اور ضرورت مند افراد کی کفالت کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس حالت میں فوت ہو کہ اس کے ذمہ قرض ہو لیکن وہ اتنا مال نہ چھوڑ گیا ہو جس سے قرض ادا ہو سکے تو اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ بیت المال سے اس کا قرض ادا کرے اور اس کے پسماندگان کے جائز اخراجات پورے کرے۔



۴۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چیزیں دو ہی ہیں: کلام اور عملی طریقہ تو بہترین کلام اللہ کا کلام ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ خبردار! نئے نئے کاموں سے بچو، سب سے برے کام وہ ہیں جو (دین میں) نئے ایجاد کیے گئے ہوں اور ہر نو ایجاد عمل بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ خبردار! تم میں لمبی زندگی کا خیال پیدا نہ ہو جائے ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ خبردار! جو کچھ آنے والا ہے وہ قریب ہی ہے، دو تو وہ ہے جو آنے والا نہیں۔ خبردار! بد نصیب وہ ہے جو مال

۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ بْنُ مَيْمُونٍ الْمَدَنِيُّ أَبُو عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا هُمَا اثْنَتَانِ: الْكَلَامُ وَالْهَدْيُ، فَأَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللَّهِ، وَأَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، إِلَّا وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ شَرَّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ،

۴۶۔ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ۲۵ من حديث محمد بن جعفر به مختصراً * أبو إسحاق مشهور بالتدليس، وهو تابعي ثقة * (طبقات المدلسين للمحافظ ابن حجر/ المرتبة الثالثة) وعنن، وأكثر ألفاظ الحديث صحيحة في أحاديث أخرى.

زَكُلْ بِذَعَةِ ضَلَالَةٍ. أَلَا لَا يَطُولَنَّ عَلَيْكُمْ
لَا مَدَّ فَتَقْسُوا قُلُوبُكُمْ، أَلَا إِنَّ مَا هُوَ أَتَى
نَرِيبَ، وَإِنَّمَا الْبَعِيدُ مَا لَيْسَ بِأَتَى. أَلَا
تَمَّا الشَّقِيَّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ،
وَالسَّعِيدُ مَنْ وَعِظَ بِغَيْرِهِ: أَلَا إِنَّ قِتَالَ
لُؤْمَيْنِ كُفْرٍ وَسِبَابُهُ فُسُوقٌ، وَلَا يَحِلُّ
بِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ. أَلَا
زِيَارَتُكُمْ وَالْكَذِبُ، فَإِنَّ الْكَذِبَ لَا يَصْلُحُ
بِالْجِدِّ وَلَا بِالْهَزْلِ، وَلَا يَبْعِدُ الرَّجُلُ صَبِيَّهُ
نَمَّ لَا يَفِي لَهُ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى
لُفْجُورٍ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ،
وَإِنَّ الصَّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ
يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّهُ يُقَالُ لِلصَّادِقِ:
صَدَقَ وَرَّ. وَيُقَالُ لِلْكَاذِبِ: كَذَبَ
وَفَجَرَ. أَلَا وَإِنَّ الْعَبْدَ يَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ
عِنْدَ اللَّهِ كَذَابًا.

کے پیٹ میں بدنصیب قرار پا گیا اور خوش نصیب وہ ہے
جس نے دوسروں (کے برے انجام) سے نصیحت
حاصل کر لی۔ خبردار! مومن سے جنگ کرنا کفر ہے اور
اسے گالی دینا فسق ہے۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں
کہ تین دن سے زیادہ اپنے (مسلمان) بھائی سے قطع
تعلق کیے رہے۔ خبردار! جھوٹ سے بچو جھوٹ نہ
سنجیدگی سے بولنا جائز ہے اور نہ مذاق میں۔ ایسا نہیں ہونا
چاہیے کہ آدمی اپنے بچے سے کوئی وعدہ کرے پھر اسے
پورا نہ کرے۔ بلاشبہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے
اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور سچ نیکی کی راہ
دکھاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ سچے کے
بارے میں کہا جاتا ہے: اس نے سچ بولا اور نیکی کا کام کیا
اور جھوٹ کو لکھا جاتا ہے: اس نے جھوٹ بولا اور گناہ کا
ارتکاب کیا۔ خبردار! (بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ)
بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں اسے کذاب
لکھ دیا جاتا ہے۔“

🕌 فائدہ: یہ روایت سندا ضعیف ہے تاہم اس کے اکثر جملے صحیح حدیثوں میں بھی آئے ہیں اس لیے وہ صحیح ہیں
جہاں جہاں وہ روایات آئیں گی وہاں ان سے متعلق فوائد بھی ذکر کر دیے جائیں گے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ۔

۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ
خِدَاشٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيَّةَ: حَدَّثَنَا
أَيُّوبُ. ح. وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَابِيتٍ
الْجَعْدَرِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ، قَالَا:
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ
۴۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ
ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ
الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ
مُتَشَابِهَاتٌ..... وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ ”وہی ہے
جس نے آپ پر کتاب نازل کی اس کی کچھ آیات محکم

۴۷- [صحیح] أخرجه أحمد: ۴۸/۶ عن إسماعيل به، وله طريق آخر، متفق عليه عن ابن أبي مليكة عن القاسم بن محمد عنها، رضي الله عنها.

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تَلَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ - إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أَهْلَ الْأَنْبِيَاءِ﴾ [آل عمران: ٧]

(واضح) ہیں، جو اس کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری متشابہات (غیر واضح) ہیں، تو جن کے دلوں میں کبھی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو متشابہ (غیر واضح) ہیں ان کا مقصد محض فتنے اور تاویل کی تلاش ہوتا ہے حالانکہ ان کی اصل حقیقت سے اللہ کے سوا کوئی واقف نہیں اور علم میں پختگی رکھنے والے کہتے ہیں: ہمارا ان (متشابہات) پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقل مند ہی حاصل کرتے ہیں۔“

پھر فرمایا: ”اے عائشہ! جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ان (متشابہات) کے بارے میں بحث کرتے ہیں تو (جان لو کہ) یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے (اس آیت) (میں) مراد لیا ہے، لہذا ان سے بچو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① قرآن مجید کی بعض آیات احکام پر مشتمل ہیں جو واضح ہیں یا صحیح احادیث سے ان کی وضاحت ہو جاتی ہے اور ان پر عمل کرنے میں کوئی مشکل نہیں، اس طرح کی سب آیات محکم ہیں۔ بعض آیات کا تعلق عقائد سے ہے، مثلاً توحید، رسالت، قیامت وغیرہ۔ قرآن مجید اور احادیث میں ان کی تفصیل موجود ہے اور ان کے دلائل بھی مذکور ہیں، یہ بھی محکم ہیں۔ اس کے برعکس بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کا واضح مفہوم متعین نہیں کیا جاسکتا، مثلاً حروف مقطعات۔ ان پر اس حد تک ایمان لانا کافی ہے کہ یہ بھی قرآن کا جز ہیں اور اللہ کا کلام ہیں جن کی تلاوت پر اسی طرح ثواب ملتا ہے جس طرح دوسری آیات کی تلاوت باعث ثواب ہے۔ اس سے زیادہ جستجو کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح وہ معاملات جن کا تعلق عالم غیب سے ہے ان پر بھی اس انداز سے ایمان لانا کافی ہے کہ یہ اشیاء یقیناً موجود ہیں یا یہ حالات یقیناً پیش آنے والے ہیں اور ان کی جو تفصیلات قرآن و حدیث میں مذکور ہیں، وہ ہمارے لیے کافی ہیں، اس سے زیادہ تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں، مثلاً فرشتے اللہ کی ایک اطاعت گزار مخلوق ہیں جو اپنے اپنے متعین دائرہ کار میں مصروف عمل ہیں۔ یا قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا وزن ہوگا۔ اس پر ایمان لانا چاہیے۔ یہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ اعمال تو غیر مادی اشیاء ہیں اور وزن مادی اشیاء کا ہوتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے جس طرح کے ترازو سے چاہے گا ان کا وزن کر لے گا۔ اسی طرح عذاب قبر کا تعلق بھی عالم غیب سے ہے۔ اس لیے یہ اعتراض بے جا ہے کہ ہمیں کافروں اور بدکاروں کی قبروں میں عذاب کے آثار نظر نہیں آتے اور نیک لوگوں کی قبروں میں نعمت کے آثار نظر نہیں آتے۔ ان مسائل میں جتنی زیادہ بحث و تہیص کی جائے، لغزش کے

امکانات اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں لہذا ان پر مجمل ایمان کافی ہے۔ ⑤ مشابہات میں بلا ضرورت بحث سے پرہیز ہی علمائے حق کا طریقہ ہے۔ ⑥ اس قسم کے معاملات کو زیر بحث لانے سے فتنے کے دروازے کھلتے ہیں لہذا جو لوگ اس قسم کے مباحث چھیڑیں ان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے تاکہ وہ عوام کے ایمان کے لیے خطرہ نہ بنیں۔

۴۸- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”کچھ لوگ ہدایت پر تھے پھر اس کے بعد گمراہی اختیار کر لی تو انھیں جھگڑے ہی نصیب ہوئے۔“ پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾ ”بلکہ یہی لوگ جھگڑا لو ہیں۔“

۴۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُثَنِّرِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ. ح: وَحَدَّثَنَا حَوْثَرَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أَوْتُوا الْجَدَلَ». ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾. [الزخرف: ۵۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① حق کے مقابلے میں باطل اور جھوٹی گفتگو کرنے کا نام ”جدل“ ہے۔ ② اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ حق و باطل میں امتیاز فرمادیں پھر کچھ لوگ ایمان لے آتے ہیں کچھ حق واضح ہو جانے کے باوجود باطل پر اڑے رہتے ہیں پھر مومن کہلانے والوں میں سے بھی بعض پختہ اور کامل ایمان کے حامل ہوتے ہیں، بعض لوگ کمزور ایمان والے ہوتے ہیں جن کے بارے میں یہ خطرہ ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ غلط راستہ اختیار کر لیں گے اس لیے ایمان والوں کو استقامت کی دعا کرتے رہنا چاہیے تاکہ ایمان پر خاتمہ ہو۔ ③ بعض اوقات پختہ ایمان والوں کی آئندہ نسل کمزور ایمان والی یا ایمان سے محروم بھی ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ دنیوی مفاد کے لیے اپنے آپ کو مسلمان کہلانا بھی ضروری سمجھتے ہیں اور اسلام کی تعلیمات پر کما حقہ عمل کرنے کی ہمت بھی نہیں پاتے، چنانچہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنی غلط روی کے جواز کے لیے کسی آیت یا حدیث سے التماسیدھا استدلال کر کے اپنے ضمیمہ کو بھی مطمئن کر لیں اور ناقدین کو بھی خاموش کر دیں لیکن چونکہ ان کے دلائل کمزور ہوتے ہیں لہذا بحث و مباحثہ کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور ان کی نفس پرستی کی وجہ سے امت کا اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ ④ اختلافات کے خاتمے کا فطری اور درستی طریقہ یہ ہے کہ بحث و مباحثہ اخلاص کے ساتھ حق کی تلاش کے جذبہ سے کیا جائے۔ جب ایک موقف صحیح ثابت ہو جائے تو اسے تسلیم کر لیا جائے۔

۴۸- [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، التفسير، باب ومن سورة الزخرف، ح: ۳۲۵۳ من حديث محمد بن بشر وغيره، وقال: "هذا حديث حسن صحيح"، وصححه الحاكم، والذهبي.

بدعات اور غیر ضروری بحث و تکرار سے پرہیز کرنے کا بیان

۴۹- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ بدعتی کا روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز نہ صدقہ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ نفل نہ فرض۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال نکل جاتا ہے۔“

۴۹- حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْعَسْكَرِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ أَبُو هَاشِمٍ ابْنِ أَبِي خِدَاشٍ الْمُؤَصِّلِيُّ. قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِخْصَنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عُبَيْلَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَقْبَلُ اللَّهُ لِصَاحِبٍ بِدْعَةَ صَوْمًا وَلَا صَلَاةً، وَلَا صَدَقَةً، وَلَا حَجًّا، وَلَا عُمْرَةً، وَلَا جِهَادًا، وَلَا صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا. يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ».

۵۰- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے بدعتی کا عمل قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ شخص بدعت ترک کر دے۔“

۵۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ الْحَيَّاطُ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْمُعْبِرَةِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَبَى اللَّهُ أَنْ يَقْبَلَ عَمَلُ صَاحِبٍ بِدْعَةٍ حَتَّى يَدَعَ بِدْعَتَهُ».

۵۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص باطل پر ہوتے ہوئے جھگڑا ترک کر دے اس کے لیے جنت کے اطراف میں

۵۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشْقِيُّ، وَهَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ

۴۹- [إسناده موضوع] * محمد بن محسن العكاشي كذاب كما قال الإمام ابن معين وغيره، (تهذيب التهذيب).

۵۰- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ۳۹ من حديث عبدالله بن سعيد الأشج به * أبوزيد، وأبو المغيرة مجهولان كما في التقريب وغيره.

۵۱- [حسن] أخرجه الترمذي، البر الوصلة، باب ماجاء في المراء، ح: ۱۹۹۳ من حديث ابن أبي فديك به، وقال: "حديث حسن" * سلمة ضعيف (تقريب)، وله شاهد حسن عند أبي داود، الأدب، باب في حسن الخلق وغيره، ح: ۴۸۰۰.

وَرَدَان، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ قَصْرٌ فِي رِيعِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ، وَهُوَ مُحَقَّقٌ بُنِيَ لَهُ فِي وَسْطِهَا، وَمَنْ حَسَنَ خُلُقَهُ بُنِيَ لَهُ فِي أَعْلَاهَا»۔
ایک محل تیار کیا جائے گا اور جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا ترک کر دے اس کے لیے جنت کے وسط میں (محل) تیار کیا جائے گا اور جو شخص اپنے اخلاق اچھے کر لے اس کے لیے (جنت کے) بلند ترین حصے میں محل تیار کیا جائے گا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① کسی بھی دینی یا دنیوی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اسے ختم کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء: ۱۲۸) ”صلح بہتر ہے۔“ ② جب کوئی شخص اپنی غلطی محسوس کر لے تو اسے چاہیے کہ اس آیت کی تلاوت کرے تاکہ اختلاف ختم ہو جائے۔ یہ عمل اس قدر عظیم ہے کہ اس کی جزا کے طور پر جنت میں ایک محل ملے گا۔ ③ دنیوی معاملات میں یہ ممکن ہے کہ انسان اپنا جائز حق چھوڑ کر جھگڑا ختم کر دے۔ باہمی اتفاق و اتحاد کے لیے دی گئی یہ قربانی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت عظیم عمل ہے جس کا انعام یہ ہے کہ ایسے شخص کو جنت کے درمیان میں ایک عمدہ محل ملے گا۔ ④ مسلمان کے اخلاق اعلیٰ درجے کے ہونے چاہئیں تاکہ روزمرہ کے معاملات خوش اسلوبی سے چلتے رہیں، خوش خلقی، برداشت اور نرم خوئی کی صفات سے مزین ہو کر لڑائی، جھگڑے کے امکانات ہی ختم کر دیے جائیں۔ معاشرے میں اس قسم کے افراد جتنے زیادہ ہوں گے، اتنا ہی امن و امان زیادہ ہوگا، اس لیے ایسا شخص مذکورہ بالا دونوں قسم کے افراد سے بلند تر مقام کا حامل ہے اور جنت میں بھی اسے ان سے اعلیٰ تر مقام حاصل ہوگا۔

(المعجم ۸) - باب اجتناب الرأي
باب ۸- رائے اور قیاس سے پرہیز کا بیان
وَالْقِيَاسِ (التحفة ۸)

۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ إِدْرِيسَ، وَعَبْدَةُ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ: ح: وَحَدَّثَنَا سُؤْدَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَحَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ،

۵۲- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں کے دلوں سے سلب کر لے، بلکہ وہ علماء کو فوت کر کے علم کو اٹھائے گا۔ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہل سردار مقرر کر لیں گے، پھر ان سے (مسائل) پوچھے جائیں

۵۲- أخرجه البخاري، العلم، باب كيف يقبض العلم، ح: ۱۰۰، وسلم، العلم، باب رفع العلم وقبضه... الخ، ح: ۲۶۷۳ من حديث هشام به، وتابعه أبو الأسود عندهما، والبخاري أيضاً، الاعتصام، باب ما يذكر من ذم الرأي وتكلف القياس، ح: ۷۳۰۷ بلفظ "يفتون برأيهم فيضلون ويضلون... الخ".

گے تو وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے۔ (اس طرح خود) گمراہ ہوں گے اور (دوسروں کو بھی) گمراہ کریں گے۔“

عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا، يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، فَإِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَالًا، فَسَبُّوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا».

🌞 فوائد و مسائل: ① مسلمان شرعی علوم سے ایک بارگی محروم نہیں ہوں گے بلکہ بتدریج یہ نوبت آئے گی کہ معاشرے سے علماء ختم ہو جائیں گے اس طرح شرعی علوم کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ ② خطرناک صورت حال سے حتی الامکان محفوظ رہنے کے لیے مسلمان معاشرے کا فرض ہے کہ وہ شرعی علوم کے ماہر علماء پیدا کرے اور اس مقصد کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ ③ عالم کا فرض ہے کہ وہ علم یعنی قرآن و حدیث کی روشنی میں فتویٰ دے، محض اپنی رائے اور قیاس پر اعتماد کرتے ہوئے فتویٰ نہ دے۔ ④ شرعی دلائل کو نظر انداز کرتے ہوئے محض عقل کی روشنی میں شرعی مسائل پر رائے دینے کی کوشش گمراہی ہے جس کے نتیجے میں عوام میں بھی گمراہی پھیلتی ہے۔ ⑤ نصوص پر عقلی دلائل کو ترجیح دینے سے شریعت کی اہمیت کم ہوتی ہے جس کے نتیجے میں طرح طرح کے فتنے پھیلتے ہیں۔ ماضی میں خوارج، معتزلہ اور دیگر گمراہ فرقوں کے وجود میں آنے کا باعث بھی یہی تھا اور دور حاضر میں بھی عقل ہی کے نام سے طرح طرح کے فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کا علاج یہی ہے کہ قرآن و حدیث کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے اور ہر پیش آمدہ مسئلے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح موقف کو واضح کیا جائے۔

۵۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۵۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو بغیر دلیل کے فتویٰ دیا گیا (اور اس نے اس غلط فتویٰ پر عمل کر لیا) تو اس کا گناہ اس پر ہے جس نے اسے فتویٰ دیا۔“

أَبُو يُؤْبَ: حَدَّثَنِي أَبُو هَانِيءٍ، حُمَيْدُ بْنُ هَانِيءٍ الْحَوَلَانِيُّ، عَنْ أَبِي عُمَرَ مَسْلَمٍ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَفْتَيْ بِغَيْرِ دَلِيلٍ غَبَطَ، فَإِنَّمَا إِنَّمُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ».

❦ فوائد و مسائل: ❶ عام آدمی کا فرض ہے کہ وہ علماء سے مسئلہ دریافت کرے اور علماء کو چاہیے کہ قرآن و حدیث کے دلائل کی روشنی میں جواب دیں۔ ❷ بغیر دلیل کے محض عقل کی روشنی میں فتویٰ دینا گناہ ہے کیونکہ مسائل کا اعتماد عالم پر ہوتا ہے اگر وہ غلط فتویٰ دے گا تو مسائل کی غلطی کی ذمہ داری عالم پر ہوگی۔

۵۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ ۵۴- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
أَلْهَمَدَانِي: حَدَّثَنِي رِشْدِيُّ بْنُ سَعْدٍ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”علم تین چیزیں ہیں اور جو
وَجَعَفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ أُنْعَمٍ، هُوَ کچھ ان کے علاوہ ہے وہ اضافی ہے (اس کے بغیر گزارہ
الْإِفْرِيقِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ جوہل پر مبنی ہوں۔“
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، فَمَا وَرَاءَ ذَلِكَ فَهُوَ
فَضْلٌ، آيَةٌ مُحْكَمَةٌ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ قَرِيبَةٌ عَادِلَةٌ».

❦ فوائد و مسائل: ❶ سند کے لحاظ سے یہ روایت ضعیف ہے، تاہم قرآن و حدیث کے علم کی اہمیت اور ضرورت دوسرے بہت سے دلائل سے ثابت ہے۔ اسی طرح علم میراث کی اہمیت بھی محتاج وضاحت نہیں۔ ❷ محکم آیت سے مراد یہ ہے کہ وہ آیت منسوخ ہو نہ تھا۔ قرآن و حدیث میں ناسخ اور منسوخ کا علم بھی بہت اہمیت کا حامل ہے اس کے بغیر کسی بھی مسئلے میں فیصلہ کرتے ہوئے غلطی ہو سکتی ہے۔ ❸ ثابت شدہ سنت سے مراد یہ ہے کہ وہ سنت بسند صحیح رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو اور منسوخ بھی نہ ہو۔ ❹ مالی حقوق کے عدل پر مبنی ہونے سے مراد یہ ہے کہ مالی معاملات میں شرعی استحقاق کے بغیر کچھ لینا دینا ظلم ہے اور اس سے دنیا میں فساد پھیلتا ہے اس لیے مسلمان کو ان امور کی لازمی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے اور ان میں سے ایک علم میراث ہے۔

۵۵- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ سَجَّادَةَ: ۵۵- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَمَوِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے جب مجھے یمن
ابْنِ سَعِيدِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيْبٍ، بھیجا تو فرمایا: ”تم ہرگز فیصلہ نہ کرنا مگر (یقینی) علم کے
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَنَمٍ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مطابق اور اگر کسی معاملے میں مشکل پڑ جائے تو توقف

۵۴- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الفرائض، باب ما جاء في تعليم الفرائض، ح: ۲۸۸۵ من حديث عبد الرحمن الإفريقي به، وهو ضعيف كشيخه (تقريب)، والحدیث ضعفه الذہبی فی تلخیص المستدرک: ۴/۳۳۲، ولہ شواہد ضعیفۃ.

۵۵- [إسناده موضوع] * محمد بن سعيد المصلوب كذاب كما قال النسائي وغيره (تهذيب التهذيب).

جَبَلِي، قَالَ: لَمَّا بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: «لَا تَقْضِيَنَّ وَلَا تَقْصِلَنَّ إِلَّا بِمَا تَعْلَمُ، وَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ أَمْرٌ، فَاقِفْ حَتَّى تُبَيِّنَهُ أَوْ تَكْتُبَ إِلَيَّ فِيهِ».

کرنا حتی کہ (صورت حال) واضح طور پر سمجھ لے (اور تحقیق کر لے) یا اس کے بارے میں مجھے لکھ دینا۔“

۵۶- حَدَّثَنَا شُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الرَّجَالِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَمْ يَزَلْ أَمْرُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مُعْتَدِلًا حَتَّى نَسَأَ فِيهِمُ الْمُؤَلَّدُونَ، وَأَبْنَاءُ سَبَايَا الْأَمَمِ، فَقَالُوا بِالرَّأْيِ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا».

۵۶- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ”بنی اسرائیل کا معاملہ درست رہا حتیٰ کہ ان میں دوسری قوموں کی لونڈیوں کی اولاد پیدا ہو گئی۔ (بڑے ہو کر) انھوں نے اپنی رائے سے مسائل بیان کیے تو وہ گمراہ ہوئے اور (دوسروں کو بھی) گمراہ کیا۔“



(المعجم ۹) - بَابُ: فِي الْإِيمَانِ (التحفة ۹)

باب: ۹- ایمان سے متعلق احکام و مسائل

۵۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِسيُّ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْإِيمَانُ بَضْعٌ وَسِتُّونَ أَوْ سَبْعُونَ بَابًا أَذْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ. وَأَرْفَعُهَا قَوْلُ- لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ-

۵۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایمان کے ساٹھ یا ستر سے زیادہ شعبے ہیں۔ ان میں سب سے معمولی (کم تر درجہ) راستے سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا ہے اور سب سے بلند ”لا الہ الا اللہ“ کہنا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“

۵۶- [إسناده ضعيف] أخرجه الطبراني كما في الجامع الصغير للسيوطي * عبدة لم يلق ابن عمرو (تحفة الأشراف: ۳۶۰/۶)، وحارثة ابن أبي الرجال ضعيف (تقريب)، وله شاهد ضعيف عند البزار.

۵۷- أخرجه البخاري، الإيمان، باب أمور الإيمان، ح: ۹، ومسلم، الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان ... الخ، ح: ۳۵ من حديث ابن دينار به، وأخرجه مسلم من حديث سهيل به.

وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ.

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَخْمَرُ، عَنِ ابْنِ عَمَّالَانَ. ح: وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ - جَمِيعاً - عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے:

🌞 فوائد و مسائل: ① ایمان کی مثال ایک درخت کی سی ہے توحید و رسالت پر ایمان اس کی جڑ ہے اور اعمال صالحہ شاخیں اور دنیوی اور اخروی فوائد اس کے پھل ہیں اگر درخت کی جڑ باقی نہ رہے تو درخت بھی قائم نہیں رہ سکتا، البتہ اگر کوئی شاخ کٹ جائے تو درخت پھر بھی قائم رہتا ہے اگرچہ ناقص ہو جاتا ہے۔ اسی طرح گناہوں سے ایمان میں نقص پیدا ہوتا ہے اور نیکیوں سے ایمان کی تکمیل و ترقی ہوتی ہے۔ ② کبھی نیکیاں ایمان کی شاخیں ہیں لیکن سب سے اہم کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا زبان سے اقرار ہے کیونکہ اسی کے نتیجے میں اسے ایمان کے دیگر فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ زبان کے ساتھ اقرار کے بغیر ایمان معتبر نہیں۔ ③ کسی نیکی کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کرنا درست نہیں کیونکہ مومن کے دل میں نیکی کی خواہش ایمان ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لیے وہ ایمان کی شاخ ہے۔ ④ حیا ایمان کی ایک اہم شاخ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے البتہ اس سے وہ بے جا حیا مراد نہیں جو انسان کو دینی مسائل پوچھنے سے علم حاصل کرنے سے یا نیکی کا کوئی اور کام کرنے سے روک دے۔ ⑤ ایمان میں زبانی اعمال بھی شامل ہیں اور قلبی اعمال بھی اور دوسرے اعضاء و جوارح سے انجام دیے جانے والے اعمال بھی مثلاً ”لا الہ الا اللہ“ کا اقرار زبان کا عمل ہے اس پر یقین رکھنا دل کا عمل ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا دیگر اعضاء کا عمل ہے۔ یہ سب ایمان کی شاخیں اور اس کے اجزاء ہیں۔ ⑥ ہر وہ عمل اچھا اور مطلوب ہے جس سے عام انسانوں کو فائدہ پہنچے۔ ضروری نہیں کہ وہ فائدہ صرف مسلمانوں تک محدود ہو بشرطیکہ اس سے اسلام کے کسی اور حکم کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔ ⑦ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کے کئی جز ہیں اور جس چیز کے اجزاء ہوتے ہیں اس چیز میں کمی بیشی ضرور ہوتی ہے لہذا ایمان میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے۔ ⑧ ایمان کی ان شاخوں پر عمل کے اعتبار سے جس قدر مومن مضبوط ہوگا اس کا ایمان بھی زیادہ ہوگا اور جس قدر کمزور ہوگا اس کا ایمان بھی اسی قدر کم ہوگا۔

۵۸- حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ، ۵۸- حضرت سالم رحمہ اللہ نے اپنے والد (حضرت

۵۸- أخرجه مسلم، الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان . . . الخ، ح: ۳۶ من حديث سفیان به، وأخرجه البخاري، الإيمان، باب الحياء من الإيمان، ح: ۲۴ وغيره من حديث مالك عن الزهري به.

وَمُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَا: حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ
أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ رَجُلًا يَعْطُ
أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ: «إِنَّ الْحَيَاءَ شُعْبَةٌ
مِنَ الْإِيمَانِ».

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی انھوں نے فرمایا: نبی
ﷺ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ اپنے بھائی کو حیا کے متعلق
نصیحت کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک حیا
ایمان کی ایک شاخ ہے۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① حیا سے مراد وہ اخلاقی کیفیت ہے جس کی وجہ سے انسان معیوب امور سے پرہیز کرتا ہے اور
حق دار کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا۔ ② حیا مومن کی خوبی ہے اس لیے ہر وہ چیز یا عمل جو انسان کو بے حیائی
پر آمادہ کرے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کی بہت سی شاخیں
ہیں جن میں کی بیشی ممکن ہے، لہذا ایمان میں بھی کی بیشی ہوتی ہے۔ ④ حیا کے متعلق نصیحت کرنے کا مطلب یہ
ہے کہ وہ اسے کہہ رہا تھا کہ اتنی زیادہ شرم اچھی نہیں ہے لیکن نبی ﷺ نے اس کی اصلاح فرمادی۔ ⑤ جب کسی سے
کوئی غلط بات سننے میں آئے جسے وہ صحیح سمجھ رہا ہو تو اس کی غلط فہمی دور کر کے صحیح بات واضح کر دینی چاہیے۔ یہ بھی
نہی عن المنکر کی ایک صورت ہے۔ ⑥ بعض لوگ فطری طور پر شر میلے ہوتے ہیں۔ ان کی تربیت کر کے ان کا
رخ نیکوں کی طرف موڑ دیا جائے تو یہ زیادہ مفید ہوتا ہے۔



۵۹- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا
عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ح:
وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ: حَدَّثَنَا
سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ
إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ
كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَرَدَلٍ مِنْ
كِبَرٍ، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ
مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرَدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ».

۵۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے دل میں رائی کے
دانے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور
جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہوگا وہ
آگ (جہنم) میں داخل نہیں ہوگا۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① تکبر ایک بہت مذموم وصف ہے۔ تکبر کی حقیقت رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے واضح
ہوتی ہے: [الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمَطُ النَّاسِ] (صحیح مسلم) 'الإيمان' باب تحریم الکبر و بیانہ

حدیث: ۹۱: ”تکبر کا مطلب حق بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔“ ① اگر تکبر کی بنا پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں پر ایمان لانے سے انکار کیا جائے تو اس کی سزا دائمی جہنم ہے کیونکہ یہ ایمان کے سراسر منافی ہے اور اگر تکبر اس قسم کا ہے کہ کوئی شخص مال و دولت، حسن و جمال، جاہ و منصب وغیرہ کی وجہ سے دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے یا ہٹ دھرمی کی وجہ سے حق بات ماننے سے انکار کرتا ہے تو یہ تکبر بھی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم کی سزا بھگتے بغیر جنت میں نہیں جاسکے گا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے اسے معاف کر دے۔

۶۰۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) مومنوں کو جہنم سے نجات دے دے گا اور وہ اس میں ہو جائیں گے تو پھر وہ اپنے ان بھائیوں کے بارے میں جو (گناہوں کی کثرت کی وجہ سے) جہنم میں چلے گئے اس قدر اصرار سے اپنے رب سے بار بار عرض کریں گے کہ دنیا میں اپنے بھائی سے اپنے حق کے لیے اس طرح جھگڑا نہ کیا ہوگا۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! یہ ہمارے بھائی ہیں، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے، ہمارے ساتھ روزے رکھا کرتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے تو نے انھیں (اپنے عدل کی بنا پر) جہنم میں داخل کر دیا (اب اپنے فضل سے انھیں معاف فرما دے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ، جنھیں تم پہچانتے ہو (جہنم سے) نکال لو۔ وہ ان (دوزخیوں) کے پاس آئیں گے اور انھیں ان کی شکلوں سے پہچان لیں گے۔ آگ ان کی صورتیں نہیں کھائے گی (چہرے نہیں جلیں گے) آگ نے کسی کو آدمی پڑ لیوں تک جلا دیا ہوگا، کسی کو کٹھنوں تک جلا دیا ہوگا، وہ انھیں نکال لائیں

۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا خَلَصَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ النَّارِ وَأَمِنُوا، فَمَا مُجَادَلَةٌ أَحَدِكُمْ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَقِّ يَكُونُ لَهُ فِي الدُّنْيَا، أَشَدَّ مُجَادَلَةً مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِرَبِّهِمْ فِي إِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ أُذْخِلُوا النَّارَ، قَالَ: يَقُولُونَ: رَبَّنَا! إِخْوَانُنَا كَانُوا يَصَلُّونَ مَعَنَا، وَيَصُومُونَ مَعَنَا، وَيَحُجُّونَ مَعَنَا فَأَذْخَلْتَهُمُ النَّارَ، فَيَقُولُ: اذْهَبُوا فَأَخْرِجُوا مَنْ عَرَفْتُمْ مِنْهُمْ، فَيَأْتُونَهُمْ فَيَعْرِفُونَهُمْ بِصُورِهِمْ، لَا تَأْكُلُ النَّارُ صُورَهُمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ النَّارُ إِلَى أَنْصَافٍ سَاقِيَةٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ إِلَى كَعْبِيَةٍ، فَيَخْرِجُونَهُمْ، فَيَقُولُونَ: رَبَّنَا! أَخْرَجْنَا مَنْ قَدْ أَمَرْتَنَا، ثُمَّ يَقُولُ: أَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ وَزُنْ دِينَارٍ مِنَ الْإِيمَانِ، ثُمَّ مَنْ كَانَ

گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! جن کا تو نے ہمیں حکم دیا تھا، انہیں ہم نے نکال لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: جس کے دل میں ایک دینار کے وزن برابر ایمان ہے اسے بھی نکال لو پھر (ارشاد ہوگا) جس کے دل میں نصف دینار کے وزن برابر (ایمان ہے) اسے بھی نکال لو (اس کے بعد) یہاں تک حکم ہو جائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہے (اسے بھی جہنم سے نکال لو)۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے یقین نہ آئے وہ اس آیت کو پڑھ لے: ﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّصْعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور اگر (کسی کی) کوئی نیکی ہوگی تو اسے کئی گنا بڑھا دے گا اور اسے اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔“

فِي قَلْبِهِ وَزُنْ يُصْفِ دِينَارٍ، ثُمَّ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْ هَذَا فَلْيَقْرَأْ: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّصْعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾. [النساء: ۴۰]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① قیامت کے دن شفاعت کبریٰ تو صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے مخصوص ہے لیکن دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور مومنین کو بھی درجہ بدرجہ شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ ② کوئی نبی یا ولی اپنی مرضی سے کسی گناہ گار کو جہنم سے نجات نہیں دے سکتا بلکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے اور اپنے گناہ گار بھائیوں کے حق میں درخواست کریں گے، پھر جن کے حق میں اللہ چاہے گا شفاعت قبول فرما کر انہیں جہنم سے نجات دے دے گا۔ ③ گناہ گار مومن جہنم کی آگ میں اپنے چروں کی وجہ سے پہچانے جائیں گے کہ یہ مومن ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نیک مومن گناہ گاروں کو سجدوں کے نشانات سے پہچانیں گے۔ (صحیح بخاری، الرقاق، باب الصراط جسر جہنم، حدیث: ۲۵۷۳) اس سے نماز کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے۔ ④ گناہ گاروں کو جہنم میں ان کے گناہوں کے مطابق کم یا زیادہ عذاب ہوگا۔ ⑤ تمام مومنوں کا ایمان برابر نہیں بلکہ کم زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ ⑥ اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ کم سے کم ایمان والا بھی نجات پا جائے گا لیکن مشرکین کو نجات نہیں ملے گی انہوں نے جو نیکیاں خلوص سے کی ہوں گی، ان کا بدلہ یہ ملے گا کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی لیکن وہ عذاب دائمی ہوتا رہے گا۔ ⑦ اس سے اللہ کا عدل ثابت ہوتا ہے کہ کافروں کو بھی عذاب میں برابر نہیں رکھا جائے گا اور اس کی رحمت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ تھوڑی نیکیوں پر زیادہ ثواب مل جائے گا۔

۶۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ نَجِيعٍ، وَكَانَ ثِقَةً، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ - وَنَحْنُ فِتْيَانٌ حَزَاوِرَةٌ - فَعَلَّمُنَا الْإِيمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ، ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ، فَازْدَدْنَا بِهِ إِيْمَانًا.

۶۱- حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انھوں نے فرمایا: ہمیں نبی ﷺ کا ساتھ نصیب ہوا جب کہ ہم بھرپور جوان تھے تو ہم نے قرآن کا علم حاصل کرنے سے پہلے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا تو اس سے ہمارے ایمان میں اضافہ ہو گیا۔

🌞 فوائد ومسائل: ① حدیث میں [حَزَاوِرَةٌ] کا لفظ وارد ہوا ہے جس کا واحد [حَزَوْر] ہے۔ اس سے مراد عمر کا وہ حصہ ہے جب جوانی کی پوری قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس عمر میں نوجوانی کا کھلنا راپن ختم ہو چکا ہوتا ہے لہذا انسان ہر کام کی طرف سنجیدگی سے توجہ دیتا ہے اور اسے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اور بڑھاپا ابھی شروع نہیں ہوتا کہ انسان یاد کرنے اور عمل کرنے کی مشقت برداشت نہ کر سکے۔ ان صحابہ کرام نے اس عمر میں دین کا علم حاصل کیا جو اس مقصد کے لیے بہترین عمر ہے۔ ② علم کا اصل مقصد عمل ہے لہذا طالب علم کو چاہیے کہ جو علم حاصل کرے اس پر عمل بھی کرے تاکہ علم یاد بھی رہے اور اس کا فائدہ یعنی رضائے الہی بھی حاصل ہو۔ ③ طالب علم کو ابتدائی مرحلے میں صرف مسائل بتانے چاہئیں۔ ان کے دلائل یا اختلافی مسائل کے دلائل کی تفصیل اور رائج قول کی وجہ ترجیح وغیرہ بعد کے مراحل میں بیان ہونے چاہئیں۔ ④ توحید اور عقائد کا علم عبادات و معاملات کے علم سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی دور میں جو قرآنی سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں زیادہ زور عقیدہ پر ہے۔ اور مدنی دور میں زیادہ تر معاملات بیان ہوئے۔ ⑤ علم میں اضافے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ⑥ روایت کا آخری جملہ ایمان میں کمی بیشی پر دلیل ہے۔

۶۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نِزَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «صِنْفَانِ مِنْ هَذِهِ

۶۲- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں: مُرَجِحَتہ اور قَدَرِیہ۔“

۶۱- [إسناده صحيح] أخرجه الطبراني في الكبير: ۱۶۵/۲، ح: ۱۶۷۸ من حديث وكيع وغيره به، وقال البوصيري: "لهذا إسناده صحيح، رجاله ثقات".

۶۲- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، القدر، باب ماجاء في القدريّة، ح: ۲۱۴۹ من حديث محمد بن فضيل به، وقال: "لهذا حديث حسن غريب صحيح" * نزار ضعيف (تقريب)، وله شاهد ضعيف عند الترمذي.

الْأُمَّةَ لَيْسَ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ:
الْمُرْجَةُ وَالْقَدَرَةُ».

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ روایت تو سنداُ ضعیف ہے، تاہم مرجعہ اور قدریہ فرقوں کا وجود ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے اس لیے ذیل میں ان کے عقائد کا تذکرہ اور اہل سنت سے ان کے فرق و اختلاف کی تفصیل بیان کرنی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ [المُرجئہ، الإرجاء] کے معنی ”مؤخر کرنا“ یا ”امید دلانا“ ہیں۔ [مُرجئہ] کو مرجئہ کہنے کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں: * [مُرجئہ] عمل کو نیت اور اعتقاد سے مؤخر کرتے ہیں۔ * ان کا یہ کہنا ہے کہ ایمان کے ساتھ معصیت کچھ مضرب نہیں جیسا کہ کفر کے ساتھ اطاعت مفید نہیں۔ * کبیرہ گناہ کے مرتکب شخص کے معاملے کو آخرت کے دن تک مؤخر کرنا۔ دنیا میں اس کے حقیقی یا جہنی ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ * حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت میں پہلے نمبر سے چوتھے نمبر پر مؤخر کرنا۔ ② مرجئہ کی اقسام: مرجئہ کے مندرجہ ذیل فرقے ہیں: ① الجهمیۃ الصالحیۃ ② الشمریۃ ③ البیونسیۃ ④ البیونانیۃ ⑤ النجاریۃ ⑥ الغیلانیۃ ⑦ الحنفیۃ ⑧ الشیبیۃ ⑨ المعاذیۃ ⑩ المریسیۃ ⑪ الکرامیۃ۔ ⑫ مرجئہ کے چند اہم عقائد یہ ہیں: ⑬ ان کے نزدیک جس شخص نے کلمہ طیبہ کا اقرار کر لیا وہ ہرگز دوزخ میں نہیں جائے گا اگرچہ کفر و شرک کی ہر غلطی میں ملوث ہو جائے۔ ⑭ ان کے نزدیک ایمان صرف قول کا نام ہے عمل اس میں شامل نہیں اس لیے چاند سورج اور بت کو سجدہ کرنا کفر نہیں بلکہ صرف کفر کی علامت ہے۔ ⑮ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی بلکہ ایک فاسق و فاجر شخص کا ایمان انبیاء اور فرشتوں کے ایمان کے برابر ہوتا ہے۔ ⑯ یہ صفات الہی کے منکر ہیں اور قیامت کے روز دیدار الہی کے بھی منکر ہیں۔ ⑰ مرجئہ کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت کے عقائد: مرجئہ اور دیگر فرقوں کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ عدل و انصاف پر مبنی ہے اور اس کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت نبوی کی صریح نصوص ہیں اس لیے ان کے عقیدے میں کسی قسم کی کجی یا تضاد نہیں ہے بلکہ ان کا عقیدہ صاف سیدھا اور برحق ہے۔ اہل سنت والجماعت کے چند اہم عقائد یہ ہیں:

① ان کے نزدیک ایمان اقرار لسانی، تصدیق قلبی اور اعمال کے مجموعے کا نام ہے۔ اعمال ایمان سے خارج نہیں۔ نیکوں سے ایمان بڑھتا ہے اور گناہوں سے اس میں کمی آتی ہے۔ اس کی دلیل قرآن مجید کی متعدد آیات ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ أَعْلَمُ بِمَا نَزَّلَتْهُ هَٰذِهِ إِنَّمَا نَأْمُرُ بِالَّذِينَ آمَنُوا فَرَّادَتْهُمْ إِنَّمَا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ (التوبة: ۱۲۳) ”اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے؟ چنانچہ جو لوگ ایمان دار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔“ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں متعدد عناوین کے تحت اس مسئلے کو بیان کیا ہے، مثلاً: [إِنَّ الْإِيمَانَ هُوَ الْعَمَلُ، الصَّلَاةُ مِنَ الْإِيمَانِ، أَلَزَمَ مَنْ

الإِيمَانُ، اتَّبَاعُ الْحَنَافِزِ مِنَ الْإِيمَانِ، زِيَادَةُ الْإِيمَانِ وَ نَقْصَانُهُ آيات قرآنی اور صحیح احادیث کی روشنی میں یہ واضح فرمایا ہے کہ اعمال ایمان کا حصہ ہیں اور اطاعت سے ایمان میں اضافہ اور نافرمانی سے اس میں کمی ہوتی ہے۔

○ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مومن اپنے بعض گناہوں کی بنا پر دوزخ میں جاسکتا ہے لیکن وہ اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن جہنم سے نکل آئے گا؛ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو مان لیا اور اس کے دل میں جو کے وزن کے برابر ایمان ہوا وہ جہنم سے نکل آئے گا اور جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تصدیق کی اور اس کے دل میں ذرے کے برابر ایمان ہوا وہ جہنم سے نکل آئے گا۔“ (صحیح البخاری، الإيمان، باب زیادة الإيمان و نقصانه، حدیث: ۴۳) نیز آپ کا ارشاد گرامی ہے: [مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَنْتَهُ يَوْمًا مِنْ دَهْرِهِ أَصَابَهُ قَبْلَ ذَلِكَ مَا أَصَابَهُ] ”جس شخص نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کیا اسے یہ کلمہ طیبہ جہنم سے ایک نہ ایک دن نجات دلادے گا اگرچہ اس سے پہلے اسے کچھ عذاب ہو بھی چکا ہو۔“ (حلیۃ الأولیاء: ۴۶/۵، وشعب الإيمان، باب فی الإيمان باللہ عزوجل، حدیث: ۹۷، ۹۸) یہ حکم اس شخص کا ہے جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کیا اور تمام واجبات و شرائط کا لحاظ رکھا اور خود کو کفر و شرک سے محفوظ رکھا۔ واللہ اعلم۔

○ اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات پر ایمان رکھتے ہیں اور اس میں تشبیہ، تمثیل، تکلیف یا تاویل کے بغیر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی شان اور علوم و تربے کے لائق ہیں۔ کسی مخلوق کی صفت کے ساتھ ان کی مشابہت لازم نہیں آتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ”اس جیسی کوئی چیز نہیں۔“ نیز اہل سنت والجماعت قیامت کے روز مومنوں کو دیدار الہی ہونے کے قائل ہیں اس کی دلیل میں صحیحین کی یہ روایت پیش کی جاتی ہے: ”صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کا دیدار کر سکیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”تم چودھویں رات کے جانے کو دیکھنے میں کوئی مشکل پاتے ہو؟“ صحابہ نے عرض کیا: نہیں! اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”کیا سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت ہوتی ہے جبکہ اس کے سامنے کوئی بادل بھی نہ ہو؟“ صحابہ نے عرض کیا: نہیں! اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: ”تم اسی طرح بلا مشقت و رکاوٹ اپنے رب کا دیدار کرو گے۔۔۔۔۔“ (صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ حدیث: ۷۴۷۷ و صحیح مسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، حدیث: ۱۸۴)

۶۳- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے

۶۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

وَكَيْعٌ، عَنْ كَثْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنِ ابْنِ
عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ
ﷺ، فَجَاءَ رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ،
شَدِيدُ سَوَادِ شَعْرِ الرَّأْسِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ
سَفَرٍ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِمَّنْ أَحَدٌ، قَالَ: فَجَلَسَ إِلَى
النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَهُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ
يَدَيْهِ عَلَى فَخْذَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَا
الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: «شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ،
وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ
الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَحُجُّ الْبَيْتِ».
فَقَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجَبْنَا مِنْهُ، يَسْأَلُهُ
وَيُصَدِّقُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَا الْإِيمَانُ؟
قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ، وَرُسُلِهِ،
وَكُتُبِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَالْقَدَرِ، خَيْرُهُ
وَشَرُّهُ». قَالَ: صَدَقْتَ. فَعَجَبْنَا مِنْهُ، يَسْأَلُهُ
وَيُصَدِّقُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَا الْإِحْسَانُ؟
قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنَّكَ إِنْ لَا
تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ». قَالَ: فَمَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ:
«مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ».
قَالَ: فَمَا أَمَارَتُهَا؟ قَالَ: «أَنْ تَلِدَ الْأُمَّةُ
رَبَّتَهَا - قَالَ وَكَيْعٌ - يَغْنِي: تَلِدُ الْعَجَمُ
الْعَرَبَ - وَأَنْ تَرَى الْمُفْقَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ
الشَّاءِ، يَبْتَطِوْنَ فِي الْبِنَاءِ». قَالَ: ثُمَّ
قَالَ: فَلَقِيتُ النَّبِيَّ ﷺ بَعْدَ ثَلَاثٍ، فَقَالَ:

ایمان سے متعلق احکام و مسائل

فرمایا: ہم نبی ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی
آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید اور سر کے بال انتہائی
سیاہ تھے اس پر سر کے اثرات (گردوغبار اور تھکن وغیرہ)
نظر نہیں آ رہے تھے اور اسے ہم میں سے کوئی پہچانتا نہیں
تھا۔ وہ نبی ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اپنے گھٹنے آپ
کے گھٹنوں سے ملا دیے اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ
لیے پھر اس نے کہا: اے محمد! اسلام کیا ہے؟ نبی ﷺ نے
فرمایا: ”اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں نماز قائم کرنا زکاة
دینا رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔“
اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ
آپ ﷺ سے سوال کرتا ہے اور (خود ہی) تصدیق بھی
کرتا ہے (کہ آپ کا جواب صحیح ہے) پھر اس نے کہا:
اے محمد! ایمان کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”(ایمان یہ
ہے کہ) تو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کے رسولوں پر
اس کی کتابوں پر قیامت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان
لائے۔“ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ہمیں اس پر
تعجب ہوا کہ آپ ﷺ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی
تصدیق بھی کرتا ہے پھر اس نے کہا: اے محمد! احسان کیا
ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”(احسان یہ ہے کہ) تو اللہ کی
عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو
اسے نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھے دیکھتا ہے۔“ اس نے کہا:
قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ”جس سے اس
کے متعلق پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں
جانتا۔“ اس نے کہا: اس کی علامت کیا ہے؟ آپ نے

﴿أَتُنَدِرِي مِنَ الرَّجُلِ؟﴾ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «ذَاكَ جَبْرِيلُ، أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ مَعَالِمَ دِينِكُمْ».

فرمایا: ”(قرب قیامت کی علامتیں یہ ہیں) لوٹنی اپنی مالکہ کو جنے گی..... کبھی اللہ نے کہا: یعنی عجم کی عورتوں سے عربوں کی اولاد ہوگی..... اور یہ کہ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کے پیروں میں جوتیاں نہیں، جسم پر کپڑے نہیں، مفلس ہیں (کھانے کو خوراک نہیں) بکریاں چراتے ہیں (لیکن پھر ان کے پاس اتنی دولت آجائے گی کہ) ایک دوسرے سے بڑھ کر بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین دن بعد نبی ﷺ مجھ سے ملے تو فرمایا: ”کیا تم کو معلوم ہے وہ آدمی کون تھا؟“ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ جبریل علیہ السلام تھے، تم لوگوں کو تمہارے دین کی اہم باتیں سکھانے آئے تھے۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① یہ حدیث ”حدیث جبریل“ کے نام سے مشہور ہے، اس میں دین کے اہم مسائل مذکور ہیں۔ اس میں عبادت بھی ہیں، دل اور باقی جسم کے اعمال بھی، واجبات، سنن اور مستحبات بھی اور ممنوع اور مکروہ امور بھی۔ ② ”اسلام“ سے ظاہری اعمال مراد ہیں جن کو دیکھ کر کسی کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور ”ایمان“ سے قلبی تصدیق و یقین مراد ہے جس پر آخرت میں نجات کا دار و مدار ہے۔ ”احسان“ بھی ایمان ہی کا اعلیٰ درجہ ہے جس کے سبب عبادت میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ ③ اکثر اوقات جب ”ایمان“ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے باطنی تصدیق کے ساتھ ساتھ ظاہری اعمال بھی مراد ہوتے ہیں۔ اسی طرح ”اسلام“ سے وہ اسلام مراد ہوتا ہے جس سے آخرت میں نجات حاصل ہوگی، یعنی دلی تصدیق کی بنیاد پر نیک اعمال کی انجام دہی، اس لحاظ سے ”ایمان“ اور ”اسلام“ ہم معنی ہو جاتے ہیں جب کہ الگ الگ ذکر ہوں البتہ جب کسی مقام پر ”ایمان“ اور ”اسلام“ دونوں اکٹھے مذکور ہوں تو ایمان سے قلبی تصدیق مراد ہوتی ہے اور اسلام سے ظاہری اطاعت کے اعمال جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تَوَدُّوا وَلَا كُنْتُمْ قَوْلُوا أَسَلَمْنَا﴾ (الحجرات: ۱۳) ”بدو کہتے ہیں ہم ایمان لائے“ آپ کہہ دیجیے (حقیقت میں) تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے (مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے۔) ④ اللہ کی عبادت اس طرح کرنا جیسے کہ اللہ کی ذات رو برو ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قلبی توجہ، انا بت، خشوع، خوف و جا وغیرہ کی کیفیات اپنے کمال پر ہوں، ورنہ اللہ کی زیارت دنیا میں رہتے ہوئے ممکن نہیں، کوئی مخلوق اسے برداشت نہیں کر سکتی، البتہ جنت میں مومنوں کو اللہ کا دیدار نصیب ہوگا، اس میں کوئی شک نہیں، قرآن وحدیث کی

کی واضح نصوص میں اس کی صراحت موجود ہے، البتہ اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ دیکھیے (صحیح البخاری، حدیث: ۷۴۷ اور صحیح مسلم، حدیث: ۱۸۲) ⑤ قیامت قائم ہونے کا وقت بالتعین کوئی نہیں جانتا، پیغمبر نہ فرشتے، صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیونکہ وہی علام الغیوب ہے۔ ⑥ قیامت کی بہت سی علامات حدیثوں میں وارد ہیں، ان میں کچھ قیامت سے کافی پہلے واقع ہو چکی ہیں، مثلاً: بعثت نبوی، ارض حجاز سے ظاہر ہونے والی آگ، جس سے شام کے شہر بصری میں بھی روشنی ہوگئی، یہ واقعہ ۶۵۴ھ میں پیش آیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب خروج النار) اور بعض ابھی ظاہر ہونے والی ہیں، مثلاً: ظہور دجال اور امام مہدی کا ظہور، نزول مسیح علیہ السلام اور یاجوج و ماجوج کا خروج۔ یہ بڑی بڑی علامات ہیں، زیر نظر حدیث میں چھوٹی علامات ذکر کی گئی ہیں۔ ⑦ [أَنَّ تِلْكَ الْأَمَّةَ رَبَّتْهَا] ”لوٹنی اپنی مالکہ کو جسے گی“ اس جملے کی وضاحت کئی طرح سے کی گئی ہے: (۱) ایک مطلب یہ ہے کہ لوٹنیوں کی کثرت ہو جائے گی اور لوٹنیوں سے جو اولاد ہوگی، وہ آقا کی اولاد ہونے کی وجہ سے آقا کے حکم میں ہوگی جبکہ ان کی ماں لوٹنی ہی کہلائے گی اور بیٹی اپنی ماں کی مالک قرار دی جائے گی۔ حضرت وکیع رحمہ اللہ کا قول اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (ب) ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اولاد اپنے والدین کا ادب و احترام کرنے کے بجائے ان سے گستاخی اور سرکشی کا رویہ رکھے گی اور ان پر اس طرح حکم چلائے گی جس طرح آقا اپنے غلاموں اور لوٹنیوں سے درشت سلوک روا رکھتے ہیں۔ (ج) ایک رائے یہ بھی سامنے آئی ہے کہ اس حدیث میں جدید دور میں پیدا ہونے والے بعض مسائل کی طرف اشارہ ہے، مثلاً: ایسے تجربات کیے گئے ہیں جن میں مذکر اور مؤنث کے مادہ تولید کو مؤنث کے جسم سے باہر ملا کر تجربہ گاہ میں جنین وجود میں لایا گیا جسے بعد میں کسی اور مؤنث کے جسم میں رکھ کر تخلیقی مراحل کی تکمیل ہوئی۔ اس طرح مولود جس کے جسم میں پیدا ہوا، اس کے مادہ تولید سے پیدا نہیں ہوا۔ ان تجربات کے نتیجے میں یہ عین ممکن ہے کہ کوئی دولت مند میاں بیوی اپنا جنین کسی غریب عورت کے جسم میں پروان چڑھائیں جو تھوڑی سی اجرت کے بدلے یہ مشقت برداشت کرنے پر تیار ہو سکتی ہے، جب بچہ پیدا ہوگا تو دولت مند میاں بیوی ہی اس کے ماں باپ مانے جائیں گے اور جس عورت نے اس کی پیدائش کی تکلیف اٹھائی ہوگی، وہ اجیر یا ملوک ہی رہے گی اور پیدا ہونے والا بچہ اسے اپنی ماں نہیں بلکہ نوکرانی ہی تصور کرے گا اور خود وہ عورت بھی اپنی یہی حیثیت سمجھے گی۔ موجودہ دور میں اخلاقی اقدار جس تیزی سے رو بہ زوال ہیں، اس کے مدنظر یہ کچھ بعید نہیں کہ عملاً یہ صورت رواج پا جائے۔ واللہ اعلم۔ یورپ میں جہاں عفت و پاکدامنی کا تصور ختم ہو گیا ہے، اب اس قسم کی صورتیں اختیار کی جانے لگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلامی معاشروں کو اس اخلاقی پستی سے محفوظ رکھے۔ ⑧ جب غربت کے بعد دولت نصیب ہو تو صحیح طرز عمل یہ ہے کہ اللہ کی اس نعمت کا شکر کرتے ہوئے ناداروں کی ضروریات بھی پوری کی جائیں تاکہ آخری نواذ بھی حاصل ہو سکیں، جیسے قارون کو اس کی قوم کے افراد نے کہا تھا: ﴿وَأَبْغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ﴾ (القصص: ۷۷) ”اور جو کچھ اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور

جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی (دوسروں پر) احسان کر۔“ ⑩ محض اپنے فائدے اور راحت کے لیے اور فخر و مباہات کے لیے کسی چوڑی عمرائیں بنانا درست نہیں۔ ⑪ عقائد اور اعمال یہ سب دین ہے لہذا اخروی نجات کے لیے صحیح عقیدہ اور صحیح عمل دونوں ضروری ہیں۔ ⑫ تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ایک بندہ جو کچھ ہو گا اللہ کو وہ سب کچھ پہلے سے معلوم ہے۔ اب جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کے اس علم کے مطابق ہوتا ہے جو اس نے لکھ رکھا ہے۔ تقدیر کے اچھے برے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے لیے بظاہر خیر ہے مثلاً: تندرستی، خوشحالی، پیداوار کی کثرت اور فراوانی یا جسے ہم شر قرار دیتے ہیں مثلاً: قحط، سالی، آلام و مصائب یہ سب کچھ اس کی مرضی اور حکمت کے مطابق ہو رہا ہے۔ اسے خیر و شر مخلوق کے لحاظ سے فرمایا گیا ہے ورنہ اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت ہوتی ہے اس کے لحاظ سے وہ خیر ہی ہوتا ہے۔ ⑬ جبریل امین علیہ السلام کا قرآنی وحی لے کر آنا تو مشہور و معروف ہے علاوہ ازیں دین اسلام کے مسائل کی توضیح و تعلیم کے لیے جبریل علیہ السلام کا آنا بھی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ ⑭ دینی و اسلامی مسائل کیلئے کے متعدد طریقے ہیں ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ سوالات و جوابات کی مجلس و نشست قائم کی جائے اس انداز سے مسائل خوب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ ⑮ مسائل کو مسئلوں کے سامنے رکھنے، ایک کراہ و احترام سے بیٹھنا چاہیے اور انداز گفتگو نہایت نرم اور مؤدبانہ ہونا چاہیے۔ ⑯ جبریل امین علیہ السلام نے سفید لباس اختیار کیا تھا نیز رسول اللہ ﷺ نے سفید لباس پر رغبت دلائی ہے اور خود بھی پسند کیا ہے حتیٰ کہ مژدوں کے لیے بھی سفید کفن کو منتخب کیا۔ (جامع الترمذی، الادب، باب ماجاء فی لبس البیاض، حدیث: ۲۸۱۰)

۶۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۶۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، دن رسول اللہ ﷺ باہر لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(ایمان یہ ہے) کہ تو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور اس سے ملاقات پر ایمان لائے اور دوبارہ زندہ ہونے پر بھی ایمان لائے۔“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے“ فرض نماز قائم الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ

۶۴- أخرجه البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ... الخ، ح: ۵۰، ومسلم، الإيمان، باب الإيمان ما هو؟ وبيان خصاله، ح: ۹ من حديث إسماعيل به.

الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ». قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ». قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: «مَّا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلَكِنْ سَأَحْذَرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا. إِذَا وَلَدَتِ الْأُمَةُ رَبَّتَهَا فَذَلِكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَ رِغَاءُ الْغَنَمِ فِي الْبُتْيَانِ فَذَلِكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ». فَتَلَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيُمْسِكُ مَا فِي الْآرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَآذَا تَكْسِبُ عَذَابًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾. [لقمان: ۳۴]

کرتے، فرض کا ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ”جس سے اس کے متعلق پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا لیکن میں تجھے اس کی علامتیں بتاتا ہوں۔ جب لونڈی اپنی مالک کو جنے گی تو یہ اس کی ایک علامت ہے جب بکریوں کے چرواہے ایک دوسرے کے مقابلے میں لمبی چوڑی عمارتیں بنائیں تو یہ بھی اس کی علامت ہے (لیکن اس کے وقت کا تعین) ان پانچ چیزوں میں شامل ہے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْآرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَآذَا تَكْسِبُ عَذَابًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ ”قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے وہ بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ (مادہ کے) رحموں میں کیا ہے اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کسی کو معلوم نہیں کہ اس کو کس زمین میں موت آئے گی یقیناً اللہ تعالیٰ علم رکھنے والا باخبر ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① مستقبل کا صحیح علم صرف اللہ کو ہے۔ آیت مبارکہ میں مذکور تمام امور کا تعلق مستقبل سے ہے۔ قیامت کے متعلق جو علامات بیان کی گئی ہیں ان کے ظہور کا متعین وقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، چہ جائیکہ قیامت کے وقت کا تعین کرنے کی کوشش کی جائے اسی طرح دوسرے امور بھی ہیں جن کے متعلق انسان اندازے لگاتا رہتا

ہے جو صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی مثلاً: بادل دیکھ کر ہم بارش کی امید کر سکتے ہیں لیکن سو فیصد یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ بادل برسے گا یا بغیر برسے ہی آگے گزر جائے گا۔ اسی طرح آثار و علامات کی روشنی میں بچے کی امید کر سکتے ہیں لیکن ان کا نہ کر یا موٹ نہ ہونا، ذہن یا کم عقل ہونا، کسی جسمانی یا ذہنی معذوری میں مبتلا ہونا وغیرہ ایسے امور ہیں جن کے بارے میں کوئی شخص مکمل وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہم مستقبل کے پروگرام تو بنا سکتے ہیں لیکن ناگہانی رکاوٹوں اور اچانک پیش آنے والے حالات سے قبل از وقت واقف نہیں ہو سکتے، اسی طرح کسی کی زندگی اور موت کے بارے میں صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ انسان صرف اندازہ کر سکتا ہے لیکن یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کا اندازہ بالکل صحیح ہوگا۔ ① اگر عالم کو کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو اسے چاہیے کہ کہہ دے ”مجھے معلوم نہیں“ اور اسے اپنی عزت و شان کے منافی نہ سمجھے۔ ② عالم کو چاہیے کہ سوال کرنے والے کو نرمی اور محبت سے سمجھائے ناراضی کا اظہار نہ کرے۔

۶۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”ایمان نام ہے دل سے (اللہ کی) معرفت کا زبان سے اقرار اور (جسم کے) اعضاء کے ساتھ (اس کے مطابق) عمل کرنے کا۔“ ابوصلت نے کہا: اگر یہ سند کسی مجنون پر پڑھی جائے تو وہ تندرست ہو جائے۔

۶۵۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ صَالِحٍ أَبُو الصَّلْتِ الْهَرَوِيُّ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ». قَالَ أَبُو الصَّلْتِ: لَوْ قُرِئَ هَذَا الْإِسْنَادُ عَلَى مَجْنُونٍ لَبَرَأَ.

۶۶۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس

۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

۶۵۔ [إسناده موضوع] أخرجه ابن الجوزي في الموضوعات: ۱/ ۱۲۸ من حديث الهروي به * أبو الصلت الهروي كذاب، كذب أبو حاتم وغيره (تهذيب)، وتوثيق ابن معين له لا يزيده إلا وهناً، كما في هامش الفوائد المجموعة للشوكاني، ج: ۱، ۱۰۳، باب صلوة الجماعة.

۶۶۔ أخرجه البخاري، الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، ج: ۱۳، ومسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان... الخ، ج: ۴۵ من حديث شعبة به.

جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُولُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ - أَوْ قَالَ لِجَارِهِ - مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ».

وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے..... یا فرمایا: اپنے ہمسائے کے لیے..... بھی وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں مسلمانوں کی باہمی خیر خواہی کی فضیلت اور اس کی ترغیب ہے۔ ② دوسرے مسلمان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہیے جیسا کوئی شخص اپنے لیے پسند کرتا ہے مثلاً: جس طرح کوئی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اسے دھوکا دے اسی طرح اسے چاہیے کہ وہ بھی دوسروں کو دھوکا نہ دے جس طرح ایک شخص یہ پسند کرتا ہے کہ مشکل میں اس کی مدد کی جائے اسے بھی چاہیے کہ مشکلات میں دوسروں کی مدد کرے۔ ③ عام طور پر انسان اپنے حقوق کے بارے میں بہت حساس ہوتا ہے لیکن اپنے فرائض کے متعلق غفلت کا ارتکاب کرتا ہے حالانکہ وہ بھی کسی کے حقوق ہیں اگر ہر شخص دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے تو سب کے حقوق محفوظ ہو جائیں گے اور معاشرے میں امن و امان قائم ہو جائے گا۔ ④ اخلاقِ حسنہ ایمان کی تکمیل کا باعث ہیں ان کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا جس کے نتیجے میں آخرت میں عذاب ہو سکتا ہے۔



۶۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ وَلَدِهِ، وَوَالِدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ».

۶۷- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ میں اسے اس کی اولاد و والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① نبی اکرم ﷺ سے محبت ایمان کی بنیاد ہے جس قدر محبت پختہ ہوگی اسی قدر ایمان بھی زیادہ ہوگا۔ محبت میں کمی بیشی ایمان میں کمی بیشی کی دلیل ہے۔ ② محبت کا معیار زبانی دعوٰی نہیں بلکہ اطاعت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي﴾ (آل عمران: ۳۱) ”کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔“ ③ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت دوسروں سے زیادہ ہونے کا پتہ تب چلتا ہے جب اولاد کی محبت والدین کی محبت یا کسی بزرگ یا دوست کی محبت کسی ایسے کام کا تقاضا کرے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہو پھر اگر نبی ﷺ کی محبت زیادہ ہوگی تو دوسروں کی ناراضی کی پروا نہیں ہوگی بلکہ

انسان دوسروں کو ناراض کر کے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم اور اسوہ پر عمل کرے گا، اگر دوسروں کی محبت زیادہ ہوگی تو شریعت کی مخالفت کا ارتکاب کر کے انھیں خوش کرنے کی کوشش کی جائے گی جو ایمان کے مطلوبہ معیار کے خلاف ہے۔ اسی طرح قوم اور قبیلہ کے رسم و رواج کی بھی یہی حیثیت ہے۔

۶۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوْ لَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفَسُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ».

۶۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک مومن نہ بن جاؤ اور (کامل) مومن نہیں بن سکتے جب تک باہم محبت کرنے والے نہ بن جاؤ۔ کیا میں تمھیں وہ کام نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تمھارے اندر ایک دوسرے کی محبت پیدا ہو جائے؟ آپس میں ”سلام“ کو رواج دو۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① دخول جنت کے لیے ایمان لازمی شرط ہے۔ ② باہمی محبت ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہے اس لیے وہ تمام کام کرنے چاہئیں جن سے باہمی محبت پیدا ہو اور ان کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے جن سے باہمی نفرت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ ③ ایک دوسرے کو سلام کرنا آپس میں اچھے تعلقات قائم کرنے اور قائم رکھنے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ دوسری احادیث میں بعض دیگر امور بھی بیان ہوئے ہیں مثلاً: مصافحہ کرنا، معانقہ کرنا، تحفہ تحائف دینا۔ دیکھیے:

(موطأ امام مالک: ۳۰۸/۲، حدیث: ۱۷۳۱، والأدب المفرد، حدیث: ۵۹۳)

۶۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ الْأَعْمَشِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ».

۶۹- حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔“

۶۸- أخرجه مسلم، الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون... الخ، ح: ۵۴ عن ابن أبي شيبة به.

۶۹- أخرجه البخاري، الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر، ح: ۴۸، ومسلم، الإيمان، باب بيان قول النبي ﷺ... الخ، ح: ۶۴ من حديث أبي وائل به، وأخرجه أيضاً البخاري، ح: ۷۰۷۶، ومسلم، ح: ۶۴ من حديث الأعمش به.

وَقَفَّالَهُ تُخْفَرُ» .

🌞 **فوائد و مسائل:** ① چونکہ مسلمانوں میں باہمی تعلقات کا خوش گوار ہونا شرعاً مطلوب ہے اس لیے شریعت نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے جن سے تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ہو ان میں ایک چیز گالی گلوچ بھی ہے جو ایک اچھے مسلمان کی شان کے لائق نہیں اس لیے اسے فق یعنی نافرمانی اور گناہ قرار دیا گیا ہے۔ ② مسلمان سے جنگ کرنا کفر ہے اس سے وہ کفر مراد نہیں جس کی وجہ سے کوئی شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ اس سے مراد ایسا کام ہے جو مسلمان کی شان کے خلاف ہے یعنی علماء کی اصطلاح میں [تُخْفَرُ دُونَ تُخْفَرُ] ”چھوٹا کفر ہے۔“ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ۹) ”جب مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرادیا کرو۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی کے باوجود وہ مومن ہی رہتے ہیں کافر نہیں ہو جاتے۔

۷۰- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ : حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «مَنْ فَارَقَ الدُّنْيَا عَلَى الْإِخْلَاصِ لِلَّهِ وَخَدَهُ، وَعِبَادَتِهِ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، مَاتَ وَاللَّهُ عَنْهُ رَاضٍ» .

۷۰- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ایک اللہ کے لیے خلوص رکھتے ہوئے اور کسی کو اس کا شریک نہ مان کر صرف اس کی عبادت کرتے ہوئے نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوا اس کی موت اس حال میں آتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہوتا ہے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کا دین یہی ہے جسے رسول لے کر آئے اور جسے انھوں نے اپنے رب کی طرف سے (بندوں کو) پہنچایا بعد میں (بچی جھوٹی) باتیں غلط ملط ہو گئیں اور طرح طرح کی من مرضی کی باتیں سامنے آ گئیں۔

قَالَ أَنَسٌ : وَهُوَ دِينُ اللَّهِ الَّذِي جَاءَتْ بِهِ الرُّسُلُ، وَبَلَّغُوهُ عَنْ رَبِّهِمْ قَبْلَ هَرَجِ الْأَحَادِيثِ، وَاخْتِلَافِ الْأَهْوَاءِ .

وَتَصْدِيقُ ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ ، فِي آخِرِ مَا

اس کی تصدیق اللہ کی کتاب کی ان آیات سے ہوتی

۷۰- [ضعیف] أخرجه الطبري في تفسيره: ۶/ ۳۲۰، التوبة: ۵ من حديث أبي جعفر به، وصححه الحاكم: ۳۳۲/ ۲، وحسنه المنذري برمزه، وضعفه البوصيري، رجاله موثقون عند الجمهور لكن قال ابن حبان في الربيع بن أنس: "الناس يتقون حديثه ما كان من رواية أبي جعفر عنه لأن في أحاديثه عنه اضطراباً كثيرة" (الفتاوى).

نَزَلَ. يَقُولُ اللَّهُ: ﴿فَإِنْ تَابُوا﴾ - قَالَ: خَلَعُ الْأَوْتَانِ وَعِبَادَتَيْهَا - ﴿وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ﴾. [التوبة: ٥]

ہے جو آخر میں نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَإِنْ تَابُوا﴾ ”پس اگر وہ توبہ کریں۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یعنی اوثان سے دست کش ہو جائیں اور ان کی عبادت ترک کر دیں۔ ﴿وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ﴾ ”اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔“

وَقَالَ فِي آيَةِ أُخْرَى: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخِوْا نَفْسَكُمْ فِي الدِّينِ﴾. [التوبة: ١١]

دوسری آیت میں فرمایا: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخِوْا نَفْسَكُمْ فِي الدِّينِ﴾ ”اگر وہ توبہ کر لیں نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ بھی تمہارے دینی بھائی ہیں۔“

حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى الْعَبْسِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنْ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ مِثْلَهُ.

ابو حاتم نے عبد اللہ بن موسیٰ سے انھوں نے ابو جعفر الرازی سے انھوں نے ربیع بن انس سے اسی مفہوم کی ایک مرسل روایت بیان کی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① پہلی آیت کے کمل الفاظ یہ ہیں: ﴿فَإِذَا أُنْسِلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَأَحْضُرُوهُمْ وَأَقْلَبُوا إِلَهُمْ كُلَّ مَرَصِدٍ. فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (التوبة: ٥) ”پھر جب حرمت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو انھیں گرفتار کرو ان کا محاصرہ کرو ان کی تاک میں ہر گھات میں جا بیٹھو۔ (لیکن) اگر وہ توبہ کر لیں نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو انکی راہ چھوڑ دو یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ اس کی وضاحت حضرت انس نے یوں کی ہے کہ توبہ سے مراد شرک سے توبہ ہے۔ ② ان آیات سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کو مسلمان اسی وقت تسلیم کیا جاسکتا ہے جب وہ توحید و رسالت کے اقرار کے ساتھ ساتھ عملی مسائل یعنی نماز اور زکوٰۃ کو بھی اختیار کریں۔ انکار کی صورت میں انھیں کافر قرار دے کر جہاد کیا جائے گا جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسی آیت سے استدلال کر کے یمنین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا تھا۔ ③ یہ روایت تو ضعیف ہے لیکن اس میں بیان کردہ باتوں کی تائید صحیح روایات سے ہوتی ہے۔

٧١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ: حَدَّثَنَا ٨١- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

٧١- [صحیح متواتر] * الحسن موصوف بتدلیس الإسناد (طبقات المدلسین/ المرتبۃ الثانیۃ) وعنن، وللحدیث طرق کثیرۃ عند البخاری ومسلم وغیرہما عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، وهو من الأحادیث المتواترۃ.

أَبُو النَّضْرِ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ، عَنْ يُونُسَ،
عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ
حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَتَى رَسُولُ
اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ».

ﷺ نے فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد
کروں حتیٰ کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی
نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں اور نماز قائم کریں
اور زکوٰۃ ادا کریں۔“

🌞 نو آمد و مسائل: ① اللہ کی راہ میں جنگ کرنا مسلمانوں کا اجتماعی فریضہ ہے جس کا مقصد انسانوں کو غیر اللہ کی
عبادت سے ہٹا کر صرف اللہ کی عبادت پر قائم کرنا ہے۔ ② کسی شخص کے اسلام میں واقعی داخل ہو جانے کا ثبوت تین
چیزیں ہیں: توحید و رسالت کا اقرار کرنا، نماز باقاعدگی سے ادا کرنا اور اسلام کے مالی حق یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا۔
③ مذکورہ بالا آیات اور حدیث میں اسلام کے صرف تین ارکان کا ذکر کیا گیا ہے۔ (اقرار شہادتین، نماز اور زکوٰۃ) اس
کی وجہ یہ ہے کہ شہادتین کے بغیر تو اسلام میں داخل ہونے کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ نماز ایسی اجتماعی عبادت ہے جو
ہر مسلمان پر ہر حال میں ادا کرنا فرض ہے اس لیے اسے اسلام اور کفر کے درمیان امتیازی علامتی قرار دیا گیا ہے اور
زکوٰۃ اگرچہ صرف مال داروں پر فرض ہے لیکن اسلامی حکومت و ملت مندوں سے اس کی وصولی اور ناداروں میں اس
کی تقسیم کا جس طرح اہتمام کرتی ہے اس بنا پر یہ بھی مسلم اور غیر مسلم میں واضح امتیاز کا باعث بن جاتی ہے کیونکہ زکوٰۃ
صرف مسلمانوں سے لی جاتی ہے اور مسلمانوں ہی میں تقسیم کی جاتی ہے۔ ④ اس حدیث میں دو ارکان (روزہ اور
حج) کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ روزہ ایک پوشیدہ عبادت ہے اگر ایک شخص بغیر روزہ رکھے اپنے آپ کو روزے دار باور
کرانا چاہے تو اس کے لیے ایسا کرنا ممکن ہے۔ اور حج اول تو سب مسلمانوں پر فرض ہی نہیں دوسرے صاحب
استطاعت افراد پر بھی زندگی میں ایک ہی بار فرض ہے۔ علاوہ ازیں جس قوم کے خلاف جنگ کی جارہی ہے وہ اگر
روزہ رکھنے اور حج کرنے کا اقرار بھی کریں تو اس کے عملی اظہار کے لیے انھیں خاص مہینوں کا انتظار کرنا پڑے گا لہذا
جنگ کرنے یا نہ کرنے کا حلق ایسے کاموں سے قائم کرنا حکمت کے منافی ہے۔ واللہ اعلم۔

۷۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ:
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْحَمِيدِ بْنُ بَهْرَامٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ،
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ
جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَمِرْتُ أَنْ

۷۲- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں
لوگوں سے جہاد کروں حتیٰ کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا
کوئی معبود نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں اور نماز
قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔“

أَقَاتِلِ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ».

۷۳- حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت میں سے دو جماعتیں ایسی ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں مر جتہ اور قد ر یہ:“

۷۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الرَّازِيُّ: أَنَّ أَبَا يُونُسَ بْنَ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ اللَّيْثِيُّ: حَدَّثَنَا نِزَارُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ: أَهْلُ الْإِرْجَاءِ، وَأَهْلُ الْقَدَرِ».

🌞 نوٹ: یہ حدیث ضعیف ہے تاہم مرجعہ اور قد ر یہ کی وضاحت حدیث نمبر ۷۳ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۷۴- حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان دونوں نے فرمایا: ایمان میں اضافہ اور کمی ہوتی ہے۔

۷۴- حَدَّثَنَا أَبُو عَثْمَانَ الْبُخَارِيُّ سَعِيدُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عِيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ مُجَاهِدٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا: الْإِيمَانُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ.

۷۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے۔

۷۵- حَدَّثَنَا أَبُو عَثْمَانَ الْبُخَارِيُّ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ

۷۳- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ۹۴۸ عن يونس به، وضعفه البوصيري * نزار تقدم، ح: ۶۲، وله شواهد ضعيفة عند الترمذي وغيره.

۷۴- [إسناده ضعيف جدًا] * عبد الوهاب "متروك، وقد كذبه الثوري" (تقريب)، ومفهوم الأثر صحيح، مروي بالتواتر عن ثقات أئمة المسلمين رحمهم الله.

۷۵- [إسناده ضعيف] * إسماعيل بن عياش كان يدلس (طبقات المدلسين/ المرتبة الثالثة) وعنعن، والحاتر لم أجدم وثقه، وفيه علل أخرى.

حَرِيْزِ بْنِ عُمَانَ، عَنِ الْحَارِثِ، أَظْنُهُ،
عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ:
الْإِيْمَانُ يَزْدَادُ وَيَنْتَقِصُ.

🌞 **فوائد و مسائل:** ① یہ دونوں آثار اگرچہ سداً ضعیف ہیں اور مرفوعاً ثابت نہیں لیکن یہ بات سلف سے متواتر نقل ہوتی چلی آئی ہے اور مشہور ہے اس لیے ایمان میں کمی بیشی اہل سنت کے ہاں مسلم ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”صحیح بخاری“ میں ”کتاب الایمان“ کے پہلے باب میں اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی متعدد آیات ذکر فرمائی ہیں اور اس کے بعد کئی ابواب میں ایسی احادیث ذکر فرمائی ہیں جن سے نیک اعمال کا اجزائے ایمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ جس چیز کے اجزا ہوں ان میں سے اگر ایک یا چند جز مفقود ہوں تو وہ چیز ناقص ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے فتح الباری کے متعلقہ ابواب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

(المعجم ۱۰) - **بَابُ: فِي الْقَدْرِ** باب: ۱۰- تقدیر سے متعلق احکام و مسائل
(التحفة ۱۰)



۷۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ [الرَّقِّيُّ]:
حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ،
وَأَبُو مُعَاوِيَةَ. ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ
الرَّقِّيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ
عُبَيْدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ،
قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ
أَنَّهُ: «يُجْمَعُ خَلْقُ أَحَدِكُمْ فِي بَطْنِ أُمِّهِ
أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عُلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ،
ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ
إِلَيْهِ الْمَلَكَ، فَيُؤَمِّرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ،
فَيَقُولُ: أُكْتُبَ عَمَلَهُ وَأَجَلُهُ وَرِزْقُهُ وَشَقِيَّتِي

۷۶- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث سنائی وہ (خود بھی) سچے تھے اور انھیں (اللہ کی طرف سے بھی) سچی خبر ملی۔ (آپ نے فرمایا:) ”انسان کا مادہ تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن (قطرے کی صورت میں) جمع رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت کے لیے (جے ہوئے خون کی) پھلکی یا لوتھرا بن جاتا ہے پھر اتنا ہی عرصہ گوشت کا ٹکرا بنا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جسے چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس کے اعمال اس کی عمر اور اس کا رزق لکھ دے اور یہ بھی کہ وہ بد قسمت ہوگا یا خوش قسمت۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ

أَمْ سَعِيدٌ، فَأَوَّلَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ أَهْلُ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ أَهْلُ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا. وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ أَهْلُ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا».

میں میری جان ہے! ایک آدمی جنتیوں والے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر (تقدیر کی) تحریر غالب آ جاتی ہے اور وہ جہنمیوں والا عمل کر کے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ (اسی طرح) ایک آدمی جہنمیوں والے اعمال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ جہنم سے ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے پھر اس پر (تقدیر کا) لکھا غالب آ جاتا ہے چنانچہ وہ جنتیوں والا عمل کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ابد تک جو کچھ بھی ہونے والا ہے اس کا علم پہلے سے اللہ کو ہے اور اس نے اسے لکھ رکھا ہے۔ اب جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کے ازلی علم کے مطابق ہی ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے گناہ گار کو گناہ کرنے پر مجبور کیا ہے۔ انسان اللہ کی دی ہوئی طاقت ہی سے نیکی یا گناہ کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ اختیار چھین لیتا لیکن وہ ایسا نہیں کرتا البتہ اسے پہلے سے معلوم ہے کہ فلاں بندہ اس اختیار کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اس کی خوشنودی حاصل کر لے گا اور فلاں بندہ اس اختیار کے غلط استعمال کی وجہ سے اللہ کو ناراض کر کے سزا کا مستحق ہو جائے گا۔ ② انسان کے نیک و بد اعمال، اس کی عمر، اس کا رزق اور اس کا جنتی یا جہنمی ہونا ایک خاص وقت پر اللہ کے بتانے سے فرشتوں کے علم میں آتا ہے اور وہ لکھ لیتے ہیں، اگرچہ یہ فیصلے ازل میں ہو چکے ہیں اور لوح محفوظ میں درج ہو چکے ہیں۔ ③ ماں کے پیٹ میں انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل ہیں۔ ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں تبدیلی بتدریج ہوتی ہے لیکن پہلے چالیس دن تک اس کی کیفیت مادہ تولد سے قریب تر ہوتی ہے جبکہ دوسرے مرحلے میں وہ دیکھنے میں خون سے زیادہ مشابہ محسوس ہوتا ہے۔ تیسرے مرحلے میں اعضاء بننے لگتے ہیں لیکن مجموعی طور پر وہ نرم گوشت کے ٹکڑے سے مشابہ نظر آتا ہے۔ ④ ہر انسان کی عمر مقرر ہے۔ اس سے پہلے فوت نہیں ہو سکتا لہذا بندے کو جان کے خوف سے ایمان ترک نہیں کرنا چاہیے بلکہ ایمان کی حفاظت کے لیے جان قربان کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ⑤ ہر انسان کا رزق مقرر ہو چکا ہے جو اسے بہر حال ملنا ہے بندے کی آزمائش اس چیز میں ہے کہ وہ اس کے حصول کے لیے کون سے ذرائع اختیار کرتا ہے۔ مقررہ رزق حلال طریقے سے بھی مل جائے گا اور جو چیز تقدیر میں نہیں وہ ناجائز ذرائع اختیار کرنے سے بھی نہیں ملے گی، اس لیے اللہ پر توکل کرتے ہوئے رزق حلال حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ⑥ کسی شخص کے بارے میں بالیقین جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بات صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کون جنت میں جائے والا ہے اور کون جہنم کا اندیہ بننے والا ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنا ضروری ہے اور کسی نیک آدمی کے بارے میں اظہار خیال

کرتے ہوئے یہی کہنا چاہیے کہ ہمارے خیال میں وہ نیک آدمی تھا اور ہم اللہ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں کہ وہ جنت میں جائے گا، البتہ جن افراد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یا اس کے نبی ﷺ نے بتا دیا ہے، ان کے جتنی یا جتنی ہونے کے بارے میں یقین رکھنا چاہیے مثلاً: ایلاہب اور اس کی بیوی کا جہنمی ہونا، جیسے سورہ لہب میں مذکور ہے یا عشرہ مبشرہ و لعنہ کا جتنی ہونا وغیرہ۔ ⑤ کسی غیر مسلم یا گناہ گار کو تبلیغ کی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اسے ہرگز ہدایت نہیں ملے گی کیونکہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے ممکن ہے آخری وقت میں ہدایت نصیب ہو جائے، جیسے ایک یہودی لڑکے کو مرض الموت میں رسول اللہ ﷺ نے اسلام لانے کو کہا، تو وہ اسلام لے آیا اور فوت ہو گیا۔ (صحیح البخاری، الحائز، باب إذا أسلم الصبی فمات هل یصلی علیہ.....، حدیث: ۱۳۵۶) ⑧ مومن کو نیکیوں پر فخر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ کا خوف رکھتے ہوئے استقامت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی: ﴿فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ نَوَيْتُ مُسْلِمًا وَآلِ حَفْنَىٰ بِالصَّلَاحِينَ﴾ (یوسف: ۱۰۱) ”اے زمین اور آسمان کے بنانے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا دوست اور کارساز ہے، مجھے اسلام کی حالت میں فوت کرنا اور نیکیوں میں شامل کر دینا۔“



۷۷۔ ابن دہلی رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میرے دل میں تقدیر کے مسئلہ میں شبہ پیدا ہوا، جس سے مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں وہ میرا دین اور کام (معاملات) تباہ نہ کر دے، چنانچہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے کہا: ابو منذر! میرے دل میں تقدیر کے بارے میں شبہ پیدا ہو گیا ہے جس سے مجھے اپنے دین اور معاملات کے بارے میں (خرابا کا) خوف ہے۔ مجھے اس کے متعلق کچھ فرمائیے شاید اس سے اللہ تعالیٰ مجھے فائدہ بخش دے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ (تمام) آسمانوں والوں اور (تمام) زمین والوں کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ یہ اس کا ان پر ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر ان پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال

۷۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَيَّانٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ خَالِدٍ الْجَمْعِيِّ، عَنِ ابْنِ الدَّبَلِيِّ، قَالَ: وَقَعَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنْ هَذَا الْقَدَرِ، خَشِيتُ أَنْ يُفْسِدَ عَلَيَّ دِينِي وَأَمْرِي، فَأَتَيْتُ أَبِي بَنَ كَعْبٍ، فَقُلْتُ: أَبَا الْمُزْنَدِرِ! إِنَّهُ قَدْ وَقَعَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنْ هَذَا الْقَدَرِ فَخَشِيتُ عَلَى دِينِي وَأَمْرِي، فَحَدَّثَنِي مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ، لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، فَقَالَ: لَوْ أَنَّ اللَّهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمَآوَاتِهِ، وَأَهْلَ أَرْضِهِ لَعَذَّبَهُمْ، وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ، وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ، وَلَوْ كَانَ لَكَ مِثْلُ

سے بہتر ہوگی۔ اور اگر تیرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو یا اُحد پہاڑ جتنا مال ہو اور تو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو تیرا یہ عمل قبول نہیں ہوگا جب تک کہ تو تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے جو مصیبت تجھے پہنچی ہے وہ تجھ سے لٹنے والی نہ تھی (اسے بہر حال آسانی تھا) اور جو مصیبت تجھے نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی نہ تھی اور (یہ جان لے کہ) اگر تیری موت اس عقیدے کے سوا کسی اور عقیدے پر ہوئی تو تو جہنم میں داخل ہوگا۔ اور اگر تو میرے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر یہ مسئلہ پوچھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ ابن دلیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا انھوں نے بھی وہی بات فرمائی جو حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔ اور فرمایا: اگر تو حدیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس جائے (اور مسئلہ دریافت کرے) تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ میں حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے پوچھا انھوں نے وہی بات فرمائی جو دوسرے دونوں حضرات نے فرمائی تھی۔ اور فرمایا: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے پوچھ لو۔ پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے مسئلہ پوچھا انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا ہے آپ نے فرمایا: ”اگر اللہ تعالیٰ (تمام) آسمانوں والوں اور (سب) زمین والوں کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے یہ اس کا ان پر ظلم نہیں ہوگا اور اگر ان پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوگی۔ اور اگر تیرے پاس اُحد جتنا سونا ہو یا اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو اور تو

جَبَلٍ اُحَدٍ ذَهَبًا، اَوْ مِثْلُ جَبَلٍ اُحَدٍ تُنْفِقُهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا قَبِلَ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ، فَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاَنَّ مَا اَخْطَاكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَاَنَّكَ اِنْ مِتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا دَخَلْتَ النَّارَ، وَلَا عَلَيْكَ اَنْ تَأْتِيَ اَخِي، عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَتَسْأَلَهُ، فَاتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ، فَسَأَلْتُهُ فَذَكَرْتُ مِثْلَ مَا قَالَ اَبِي، وَقَالَ لِي: وَلَا عَلَيْكَ اَنْ تَأْتِيَ حَدِيفَةَ، فَاتَيْتُ حَدِيفَةَ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَا، وَقَالَ: اِثْبَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَوْ اَنَّ اللَّهَ عَذَّبَ اَهْلَ سَمَوَاتِهِ وَاَهْلَ اَرْضِهِ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ، وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ اَعْمَالِهِمْ، وَلَوْ كَانَ لَكَ مِثْلُ اُحَدٍ ذَهَبًا، اَوْ مِثْلُ جَبَلٍ اُحَدٍ ذَهَبًا تُنْفِقُهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا قَبِلَهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ، فَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَمَا اَخْطَاكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَاَنَّكَ اِنْ مِتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا دَخَلْتَ النَّارَ».

اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ تیرا یہ عمل قبول نہیں کرے گا حتیٰ کہ تو ساری تقدیر پر ایمان لائے اور (یقین کے ساتھ) جان لے کہ جو مصیبت تجھے پہنچی ہے وہ تجھ سے ملنے والی نہ تھی اور جو مصیبت تجھے نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی نہ تھی۔ اور (جان لے کہ) اگر تیری موت اس عقیدے کے سوا کسی اور عقیدے پر ہوئی تو تو جہنم میں داخل ہوگا۔“



فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے مسئلہ تقدیر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے اس لیے مخلوق کے بارے میں اس کا ہر فیصلہ حق ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿لَا يَسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ (الانبیاء: ۲۳) ”وہ جو کچھ کرے اس سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جاسکتا اور ان (مخلوقات) سے سوال کیا جائے گا (اور ان کا مواخذہ ہوگا)۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے کسی کام پر اعتراض کرنا درست نہیں کیونکہ اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے، لیکن ضروری نہیں کہ وہ حکمت ہماری سمجھ میں بھی آئے یا ہمیں بتائی بھی جائے۔ ② جو مصیبت آتی ہے وہ بہر حال آ کر رہے گی خواہ انسان اس سے ڈرتے ہوئے نیکی کا راستہ چھوڑ کر غلط روی بھی اختیار کر لے۔ اور جو راحت اور نعمت قسمت میں ہے وہ بہر حال ملے گی اگرچہ اس سے پہلے مشکلات و مصائب ہی کیوں نہ آئیں اس لیے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس کی رحمت کی امید رکھنی چاہیے، مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّكَ مِنَ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾ (یوسف: ۸۷) ”اللہ کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر لوگ ہیں۔“ ③ صحابہ کرام پختہ اور گہرے علم کے حامل تھے جس کی وجہ سے ان کا ایمان بھی کامل اور قوی تھا۔ تقدیر جیسے بظاہر مشکل مسئلے میں بھی انھیں وہ یقین و عرفان حاصل تھا جس کی وجہ سے وہ اطمینان کی دولت سے مالا مال تھے اور اس بارے میں وہ شکوک و شبہات کا شکار نہیں تھے۔ ④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کا احترام کرتے اور ایک دوسرے کے علم کا اعتراف کرتے تھے۔ علمائے دین کا بھی ایک دوسرے کے بارے میں یہی رویہ ہونا چاہیے۔ ⑤ کسی مسئلے میں اطمینان قلب کے حصول کے لیے ایک سے زیادہ علمائے کرام سے مسئلہ پوچھا جاسکتا ہے۔ ⑥ صحابہ کرام کے فتاویٰ قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتے تھے بلکہ اکثر اوقات وہ ارشاد نبوی ہی نقل کر دیتے تھے اگرچہ یہ صراحت نہ کریں کہ یہ ارشاد نبوی ہے۔ ⑦ محدثین کے ہاں یہ اصول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایسے اقوال جن کا تعلق اجتہاد سے نہیں ہوتا، مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں مثلاً: اس مسئلے میں دیگر صحابہ کرام نے تو حدیث کے مرفوع ہونے کی صراحت نہیں کی لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرمادی کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں۔ ⑧ تقدیر کا یہ مسئلہ ایمان کے بنیادی مسائل میں سے ہے اور تقدیر پر ایمان لائے

تعلق فیصلہ ہو چکا ہے

کا نام نہیں۔ ۴۰ جنت

لیا ہے اس لیے نیک

میں کہ انسان محنت اور

واستغنیٰ " ، ح : ۴۹۴۷

لہ طرق عندہما .

کوشش ترک کر دے بلکہ اسے چاہیے کہ اللہ کے احکام کی تعمیل میں پیش آنے والے خطرات سے خوف زدہ نہ ہو اور مشکلات میں گھر کر اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جائے کیونکہ اگر قسمت میں کامیابی لکھی ہے تو وہ ان مشکلات و مصائب کے بعد مل کر رہے گی اور اگر نہیں تو محنت اور نیت کا ثواب تو ضرور ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں فرماتا۔ ⑤ جو جاہل لوگ فقر و فقر میں مشغول رہتے ہیں اور کہتے ہیں جو تقدیر میں ہے وہی ہوگا، یہ ان کی حماقت ہے بلکہ عمل سعادت و شقاوت کی علامت ہیں، جس کے عمل اچھے ہیں امید ہے کہ وہ سعید ہوگا اور جس کے برے ہیں اندیشہ ہے کہ وہ شقی ہوگا۔ بہر حال ہر ایک کو اچھے اعمال میں رغبت کرنی چاہیے اور گناہ سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص پر چوری کی حد لگانے لگے تو وہ کہنے لگا: ”تقدیر میں یوں ہی لکھا تھا“ میرا کیا قصور ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”تقدیر کے مطابق ہی ہم تمہارا ہاتھ کاٹ رہے ہیں اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔“

۷۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّنَّانِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ رِبِيعَةَ بْنِ عَثْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلِّ خَيْرٍ إِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجِزْ، فَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، وَلَكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللَّهُ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ «الْوَيْ» تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ».

۷۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”طاقت و مومن کمزور مومن سے بہتر اور اللہ کو زیادہ پیارا ہے۔ اور ہر ایک میں خیر موجود ہے۔ جو چیز تجھے فائدہ دیتی ہے اس میں رغبت کر اور اللہ سے مدد مانگ۔ عاجز نہ بن۔ اگر تجھے کوئی مصیبت آجائے تو یوں نہ کہہ: ”اگر میں اس طرح کرتا تو یوں نہ ہوتا۔“ بلکہ یوں کہہ: ”اللہ نے یہی مقدر کیا تھا اور اللہ نے جو چاہا کیا۔“ کیونکہ (لفظ کو) ”اگر“ سے شیطان کا کام شروع ہو جاتا ہے۔“



فوائد و مسائل: ① جسمانی ذہنی اور مالی قوت اللہ کی ایک نعمت ہے اس نعمت کو نیکی کے کاموں میں استعمال کرنا چاہیے۔ ② شخص کسی قسم کی قوت میں دوسروں سے کم تر ہے وہ بھی خیر سے محروم نہیں۔ ممکن ہے کہ ایک قوت کے لحاظ سے کم زور شخص دوسری قوت کے لحاظ سے قوی ہو لہذا اللہ تعالیٰ نے کسی کو جو صلاحیت بھی عنایت فرمائی ہو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا اور اسے نیکی کے حصول و فروغ اور برائی سے بچنے اور بچانے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ ③ دنیوی فوائد کے حصول کی کوشش کرنا تو کل کے منافی نہیں، البتہ اس کے لیے ناجائز ذرائع اختیار کرنا یا دنیوی فوائد کی حرص کو

🌞 **فوائد و مسائل:** ① حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ ملاقات ممکن ہے جنت میں ہوئی ہو ممکن ہے عالم ارواح میں۔ واللہ اعلم۔ ② حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد حضرت آدم علیہ السلام کو یہ طعن دینا نہیں کہ انھوں نے غلطی کیوں کی کیونکہ وہ غلطی تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادی تھی۔ ارشادِ باری ہے: ﴿لَمْ أَجْعَلْهُ رَبُّهُ قَتَابَ عَلَيْهِ وَهَذَى﴾ (طہ: ۱۲۲) ”پھر انھیں ان کے رب نے نواز ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کی رہنمائی کی۔“ ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ کی وجہ سے تمام انسانوں کو دنیا کی مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے جواب میں وضاحت فرمادی کہ یہ مصائب تو پہلے ہی تقدیر میں لکھے جا چکے تھے اور ان کا فیصلہ بہت پہلے ہو چکا تھا۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: ”آدم علیہ السلام غالب آگئے۔“ یہ تکرار تاکید کے لیے تھی تاکہ بخوبی علم ہو جائے کہ آدم علیہ السلام جو کچھ ہوا وہ تقدیرِ الہی اور مشیتِ الہی کا اجرا تھا۔

۸۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ زُرَّارَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رَبِيعٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِأَرْبَعٍ: بِاللَّهِ وَحَدِّهِ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَبِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْقَدَرِ».

۸۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ چار چیزوں پر ایمان رکھے: اللہ پر جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس بات پر کہ میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں، موت کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے پر اور تقدیر پر۔“

🌞 **فائدہ:** اس حدیث میں ایمان کے بنیادی مسائل کا ذکر ہے جن میں تقدیر پر ایمان بھی شامل ہے۔

۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عَمَّتِهِ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: دُعِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

۸۲- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو ایک انصاری لڑکے کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے بلایا گیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس (بچے) کو مبارک ہو وہ تو جنت کی ایک چڑیا ہے اس نے نہ کوئی گناہ کیا اور نہ گناہ

۸۱- [حسن] أخرجه الترمذي، القدر، باب ما جاء أن الإيمان بالقدر خير، وشرو، ح: ۲۱۴۵ من حديث شعبة عن منصور به، وذكر كلاماً، وصححه ابن حبان، والحاكم، والذهبي، وفيه علة قاذحة * ربعي سمعه من رجل (من بني أسد) عن علي رضي الله عنه به، راجع مسند الطيالسي، ح: ۱۰۶، وأبي يعلى، ح: ۳۷۶ وغيرهما، وهذا الرجل لم أعرفه، فالسند ضعيف، وللحديث شواهد عند ابن أبي عاصم في السنة، ح: ۱۳۴ وغيره.

۸۲- أخرجه مسلم، القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة... الخ، ح: ۲۶۶۲ عن ابن أبي شيبة به.

إِلَى جِنَازَةِ غُلَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! طَوَّبَى لِهَذَا، عَصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْحِجَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوءَ وَلَمْ يُذْرِكُهُ. قَالَ: «أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ يَا عَائِشَةُ؟ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا، خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ، وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا، خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ».

کی عمر کو پہنچا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عائشہ! یہ بات نہیں! اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے کچھ افراد پیدا کیے ہیں انھیں اس کے لیے پیدا کیا جب کہ وہ ابھی اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے اور جہنم کے لیے کچھ افراد پیدا کیے ہیں انھیں اس کے لیے پیدا کیا ہے جب کہ وہ ابھی اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس یقین کے ساتھ اس لڑکے کو جنتی کہا آپ ﷺ کو پسند نہ آیا اور فرمایا کہ اس کا علم محض اللہ تعالیٰ کے پاس ہے علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کے سب بچے جنتی ہیں چنانچہ متعدد احادیث بھی اس فیصلے کی مؤید ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث شاید تب فرمائی ہو جب اس کا آپ کو علم نہ ہوا اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے علم عنایت فرمادیا۔ ② اس روایت سے تقدیر کا ثبوت ملتا ہے۔

۸۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْمَخْزُومِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ مُشْرِكُو قُرَيْشٍ يُخَاصِمُونَ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْقَدَرِ، فَتَرَكْتُ هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿يَوْمَ يُسْجَنُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُقُوا مَسَّ سَقَرٍ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾. [القمر: ۴۸، ۴۹]

۸۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: قریش کے مشرک تقدیر کے مسئلہ میں بحث کرنے کے لیے نبی ﷺ کے پاس آئے تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَوْمَ يُسْجَنُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُقُوا مَسَّ سَقَرٍ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ جس دن انھیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا: تم دوزخ کی آگ لگنے کا مزا چکھو۔ بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے کے مطابق پیدا کی ہے۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① اس آیت اور حدیث سے بھی تقدیر کا ثبوت ملتا ہے۔ ② کفار کے لیے جہنم کا سخت عذاب مقرر ہے۔ ③ واضح اور قطعی مسئلے میں اختلاف اور بحث کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا

يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ: حَدَّثَنَا

يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أَبِيهِ

أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا شَيْئًا مِنَ

الْقَدْرِ، فَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

يَقُولُ: «مَنْ تَكَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقَدْرِ سُئِلَ

عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهِ لَمْ

يُسْأَلْ عَنْهُ».

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا هَازِمُ

ابْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ سَيَّانٍ:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

۸۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ

عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ

قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى أَصْحَابِهِ

وَهُمْ يَخْتَصِمُونَ فِي الْقَدْرِ، فَكَأَنَّمَا يُفْقَأُ

فِي وَجْهِهِ حَبُّ الرَّمَّانِ مِنَ الْعُضْبِ،

فَقَالَ: «بِهَذَا أُمِرْتُمْ أَوْ لِهَذَا خُلِقْتُمْ؟

تَضْرِبُونَ الْقُرْآنَ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ، بِهَذَا

هَلَكَتِ الْأُمَمُ قَبْلَكُمْ».

۸۴- حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور ان سے تقدیر کے بارے میں کچھ کہا، تو ام المومنین

رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما

رہے تھے: ”جو شخص تقدیر کے بارے میں گفتگو کرے گا“

اس سے قیامت کے دن اس کے بارے میں سوال ہوگا اور

جو شخص اس موضوع پر کلام نہیں کرے گا اس سے قیامت

کے دن اس کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔“

ابو الحسن القطان نے کہا: ہمیں خازم بن یحییٰ نے

انھیں عبدالملک بن سنان نے انھیں یحییٰ بن عثمان نے

اسی (مالک بن اسماعیل) کی مثل روایت بیان کی۔

۸۵- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

انھوں نے فرمایا: ایک روز رسول اللہ ﷺ باہر صحابہ کے

پاس تشریف لائے تو وہ تقدیر کے بارے میں بحث

کر رہے تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک غصے سے اس قدر

سرخ ہو گیا، گویا اس پر انار کے دانے نچوڑ دیے گئے

ہیں۔ (تب) نبی ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہیں اس بات کا

حکم دیا گیا ہے؟ کیا تمہیں اس کام کے لیے پیدا کیا گیا

ہے؟ تم قرآن کی آیات کو ایک دوسری سے ٹکرا رہے

ہو۔ تم سے پہلے امتیں اسی وجہ سے تباہ ہوئی تھیں۔“

۸۴- [إسناده ضعيف] أخرجه الآجري في الشريعة (ص: ٢١٤) على تصحيف في السند، باب ترك البحث والتفتير . . . (الخ) من حديث يحيى به، وقال البوصيري: "هَذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ لِاتِّفَاقِهِمْ عَلَى ضَعْفِ يَحْيَى بْنِ عُثْمَانَ"، وشيخه لين الحديث (تقريب).

۸۵- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ١٧٨/٢، عن أبي معاوية به، وقال البوصيري في الزوائد: "هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، رجاله ثقات".

قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: مَا عَبَّطْتُ نَفْسِي بِمَجْلِسٍ تَخَلَّفْتُ فِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا عَبَّطْتُ نَفْسِي بِذَلِكَ الْمَجْلِسِ وَتَخَلَّفِي عَنْهُ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی مجلس سے غیر حاضر رہنے پر خوشی نہیں ہوئی جس طرح اس مجلس میں موجود نہ ہونے پر خوشی ہوئی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① تقدیر اسرار الہی میں سے ایک بڑا (راز) ہے اس پر مجمل ایمان لانا کافی ہے اسی طرح دوسرے غیبی امور کے بارے میں بھی جس قدر بتا دیا گیا، اسے مان لینا کافی ہے اور جس چیز کی وضاحت نہیں کی گئی اس کی تفصیل معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ ② قرآن و حدیث کی تفصیل کی وضاحت اس انداز سے کرنی چاہیے کہ ان میں ٹکراؤ پیدا نہ ہو ورنہ امت میں اختلاف و افتراق پیدا ہوتا ہے اور قرآن و حدیث پر ایمان میں فرق آنے کا اندیشہ ہے۔ ③ قرآن و حدیث کے مطالعے کا اصل مقصد اخلاق و عمل کی اصلاح ہے۔ اگر کوئی شخص محض زور خطابت کے اظہار کے لیے یا اپنے علم و فضل کا رعب جمانے کے لیے پیچیدہ مسائل میں مشغول ہوتا ہے تو یہ اصل مقصد کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے۔ ④ نصیحت کرتے ہوئے موقع محل کی مناسبت سے بعض اوقات غصے کا اظہار بھی کیا جاسکتا ہے، خصوصاً جب کہ نصیحت کرنے والا قابل احترام شخصیت کا حامل ہو اور سامعین پر اس کے غصے کا منفی اثر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو۔ ⑤ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اس مجلس میں موجود نہیں تھے۔ کسی دوسرے صحابی نے انھیں یہ واقعہ سنایا، تاہم محدثین کے اصول کے مطابق یہ حدیث ”صحیح“ ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ سے حدیث براہ راست سننے والے صحابی کا نام نہ بھی لیا جائے لیکن اس سے سن کر روایت کرنے والا بھی صحابی ہو تو ایسی حدیث بالاتفاق صحیح ہوتی ہے کیونکہ تمام صحابہ ”عادل“ (قابل قبول اور قابل اعتماد) ہیں۔ ⑥ صحابی کو اس مجلس سے غیر حاضری پر اس لیے خوشی ہوئی کہ حاضرین پر نبی کریم ﷺ نے فحشگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو اگر نیکی کی توفیق مل جائے یا وہ کسی گناہ سے بچ جائے تو اس پر خوشی کا اظہار کرنا فخر و یا میں شامل نہیں بلکہ نیکی کی محبت اور گناہ سے نفرت کی علامت ہے جو ایمان کا ایک حصہ ہے۔

۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، أَبُو جَنَابٍ الْكَلْبِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ ۸۶- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”بیاری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی، بدشگون کی کوئی حقیقت نہیں، نہ لو کوئی چیز ہے۔“ ایک اعرابی اٹھ کر آپ کے قریب آیا اور کہا: اے

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا عَذْوَى وَلَا طَبِيرَةَ وَلَا هَامَةً». فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ اللَّبْعِيرَ يَكُونُ بِهِ الْجَرْبُ فَيَجْرِبُ الْإِلَإِلَ كُلُّهَا؟ قَالَ: «ذَلِكُمْ الْقَدَرُ، سَمَنَ أَنْ جَرَبَ الْأَوَّلُ؟».

اللہ کے رسول! دیکھیے نا! ایک اونٹ کو خارش کی بیماری ہوتی ہے وہ تمام اونٹوں کو خارش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ”یہ تقدیر ہے پہلے اونٹ کو خارش کس سے لگی؟“

🌞 فوائد و مسائل: ① عام طور پر تصور کیا جاتا ہے کہ اگر کسی بیمار کے پاس کوئی تندرست آدمی اٹھتا بیٹھتا ہے یا اس کے ساتھ کھاتا پیتا ہے یا اس کا لباس استعمال کرتا ہے تو اسے بھی وہی بیماری لگ جاتی ہے جو مریض کو تھی۔ عرف عام میں ایسی بیماریوں کو متعدی بیماریاں کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بیماری اس طرح ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ جس وجہ سے پہلے آدمی کے جسم میں مرض پیدا ہوا ہے وہی وجہ کسی اور شخص میں بھی پائی جائے اور وہ بھی بیمار ہو جائے۔ جدید طب میں جراثیم کا نظریہ بہت مقبول ہے لیکن یہ جراثیم بھی بحکم الہی اثر انداز ہوتے ہیں گویا دوسرے مریض کے بیمار ہونے کی اصل وجہ حکم باری تعالیٰ ہے نہ کہ مریض کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا۔ اس کے علاوہ ہومیوپیتھک نظریہ علاج جراثیم کو امراض کا سبب ہی تسلیم نہیں کرتا اس لیے اس نظریے کے مطابق بھی مرض کا ایک شخص سے دوسرے کو منتقل ہونا ایک غلط تصور ہے۔ ② عرب لوگ پرندوں اور جنگلی جانوروں کے گزرنے سے شگون لیتے تھے۔ کوئی شخص کوئی کام کرنا چاہتا تو کسی بیٹھے ہوئے پرندے یا ہرن وغیرہ کو پتھر مار کر بھگاتا اگر وہ دائیں جانب جاتا تو سمجھا جاتا کہ کام صحیح ہو جائے گا اگر بائیں طرف جاتا تو سمجھا جاتا کہ کامیابی نہیں ہوگی۔ اس طرح کے کام محض تو ہم پرستی کا مظہر ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ آج کل بھی اس طرح کے توہمات پائے جاتے ہیں مثلاً کسی لنگڑے یا ایک چشم انسان سے ملاقات ہو جائے تو اسے نحوست کا باعث قرار دینا۔ کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو سمجھنا کہ کام نہیں ہوگا یا کسی خاص عدد (مثلاً تیرہ کا عدد) یا کسی خاص دن (مثلاً منگل) یا کسی خاص مہینہ (مثلاً ماہ صفر یا شوال) کو نامبارک قرار دینا بھی اسی میں شامل ہے۔ کوئی نقش بنا کر اس کے خانوں میں انگلی رکھنا یا اس قسم کے فال ناموں سے قسمت معلوم کرنے کی کوشش کرنا سب ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ ③ مشرکین عرب میں ایک غلط تصور یہ بھی پایا جاتا تھا کہ اگر متوکل کا بدلہ نہ لیا جائے تو اس کی روح اُلو کی شکل اختیار کر کے بھٹکتی اور چیختی پھرتی ہے اور انتقام کا مطالبہ کرتی ہے۔ اس غلط تصور کی وجہ سے ان لوگوں میں نسل در نسل انتقام اور قتل و غارت کا سلسلہ جاری رہتا تھا حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں تھی اسی طرح اُلو کو نحوٹ تصور کرنا غلط ہے۔ وہ بھی دوسری مخلوقات کی طرح اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کا انسانوں کی قسمت سے کوئی تعلق نہیں۔

۸۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا ۸۷- جناب شععی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے

کہا: جب حضرت عدی بن حاتم ؓ کو فخر شریف لائے تو کوفہ کے چند فقہاء کی معیت میں ہم بھی حاضر خدمت ہوئے، ہم نے ان سے عرض کیا: آپ نے جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے ہمیں بھی سنائیے۔ انھوں نے فرمایا: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”عدی بن حاتم! اسلام قبول کر لے سلامت رہے گا۔“ میں نے کہا: اسلام کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں اور تو ہر قسم کی اچھی بری شیریں و تلخ تقدیر پر ایمان لائے۔“

يَحْيَى بْنُ عِيسَى الْجَرَّارُ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى ابْنِ أَبِي الْمُسَاوِرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ الْكُوفَةَ، أَتَيْنَاهُ فِي نَفَرٍ مِنْ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْكُوفَةِ، فَقُلْنَا لَهُ: حَدِّثْنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: «يَا عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ! أَسْلِمْتَ تَسْلَمَ؟ قُلْتُ: وَمَا الْإِسْلَامُ؟ فَقَالَ: «تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنْتَى رَسُولُ اللَّهِ، وَتُؤْمِنُ بِالْأَقْدَارِ كُلِّهَا، خَيْرِهَا وَشَرِّهَا، خُلُوقَهَا وَمُرَّهَا».

۸۸- حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دل کی مثال ایک پر کی سی ہے جسے ہوائیں چیل میدان میں الٹاتی پلٹاتی رہتی ہیں۔“

۸۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَشْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ غُنَيْمِ ابْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَثَلُ الْقَلْبِ مَثَلُ الرِّيشَةِ، تُقَلِّبُهَا الرِّيحُ بِفَلَاةٍ».

🌟 فوائد و مسائل: ① پرندے کا اکھڑا ہوا ایک پر بہت ہلکی چیز ہوتا ہے جسے معمولی ہوا بھی سیدھے سے الٹا اور اٹلے سے سیدھا کر سکتی ہے۔ اگر وہ کسی کھلے میدان میں ہو تو ظاہر ہے ہوا اس پر زیادہ اثر انداز ہوگی کیونکہ وہاں ہوا کے اثر کو کم کرنے والی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اور وہ بڑی تیزی سے الٹ پلٹ ہوتا ادھر سے ادھر اور یہاں سے وہاں اڑتا پھرے گا انسان کے دل کی بھی یہی حالت ہے۔ اس پر مختلف جذبات و احساسات تیزی سے اثر انداز ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کبھی نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے کبھی گناہ کی طرف، کبھی اس میں محبت کے لطیف جذبات موج زن ہوتے ہیں کبھی نفرت کی آندھی چڑھ آتی ہے۔ دل کی اس کیفیت سے فائدہ اٹھا کر شیطان اسے گناہوں میں ملوث

«البوصيري: "هذا إسناد ضعيف، لاتفاقهم على ضعف عبد الأعلى".

۸۸- [حدیث صحیح] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ۲۲۸ عن ابن نمير وغيره به * الرقاشي تابعه الجريري عند أحمد: ۴/ ۴۱۹، وله شاهد صحيح عند أحمد: ۴/ ۴۰۸.

کرو دیتا ہے، لہذا کسی کو نیکی کی راہ پر گامزن دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ضرور جنت میں جائے گا اور نہ کسی کو گناہوں میں غرق دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ لازماً جہنمی ہے، اس لیے نیکی کی توفیق ملے تو اللہ سے استقامت کی دعا کرنی چاہیے اور گناہ ہو جائے تو اشکِ ندامت کا نذرانہ لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو جانا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ گناہوں کی آندھی اسے رحمت سے بہت دور لے جائے۔ ① چونکہ دل کی کیفیات کسی بھی لمحے تبدیل ہو سکتی ہیں اس لیے انسان اپنے انجام کے بارے میں مطمئن نہیں ہو سکتا۔ ضروری ہے کہ ایمان پر وفات کی دعا کی جائے اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ سے ہدایت و رہنمائی کی درخواست کی جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ یوں دعا کرتے تھے: **إِنَّا مُصَرِّفُ الْقُلُوبِ** **بَيَّتَ قَلْبِي عَلَى طَاعَتِكَ** [مسند احمد: ۴/۳۱۸] ”اے دلوں کو پھیرنے والے! میرا دل اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر ثابت رکھ۔“

۸۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا خَالِي يَغْلَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ لِي جَارِيَةً، أُغْزِلُ عَنْهَا؟ قَالَ: «سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا» فَأَتَاهَا بَعْدَ ذَلِكَ فَقَالَ: قَدْ حَمَلَتِ الْجَارِيَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَا قُدِّرَ لِنَفْسٍ [شَيْءٌ] إِلَّا هِيَ كَاتِبَةٌ»۔

۸۹- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری ایک لونڈی ہے، کیا میں اس سے عزل کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”جو اس کی قسمت میں ہے وہ اسے مل ہی جائے گا۔“ بعد میں وہ صحابی دوبارہ حاضر ہوا اور کہا: لونڈی امید سے ہو گئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو کچھ کسی کی قسمت میں ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① تدبیر کے باوجود تقدیر غالب آ جاتی ہے لیکن یہ چیز تدبیر کے استعمال میں رکاوٹ نہیں۔ انسان کو اپنی کوشش کرنی چاہیے اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔ ② عزل کا مطلب یہ ہے کہ مرد و اپنی بیوی یا لونڈی سے مجامعت میں مشغول ہو، جب محسوس کرے کہ انزال قریب ہے تو پیچھے ہٹ جائے تاکہ انزال باہر ہو اور حمل قرار نہ پائے۔ یہ گویا اس دور کا ”خاندانی منصوبہ بندی“ کا طریقہ تھا۔ ③ لونڈی سے عزل جائز ہے کیونکہ اس کا امید سے ہونا مالک کی خدمت میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے اور لونڈی رکھنے کا بڑا مقصد گھر کا کام کاج اور مالک کی خدمت ہے، البتہ آزاد عورت (بیوی) سے عزل کرنا اس کی اجازت سے مشروط ہے۔

۹۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَزِيدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ، وَلَا يَزِيدُ الْقَدْرَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقُ بِخَطِيئَةٍ يَعْمَلُهَا».

۹۰۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صرف نیکی ہی عمر میں اضافے کا باعث ہوتی ہے اور تقدیر کو محض دعا ہی نالتی ہے بلاشبہ انسان کو بعض اوقات ایک گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① یہ روایت بعض محققین کے نزدیک حسن درجے کی ہے جو عند الحمد ثین قابل حجت ہوتی ہے البتہ اس حدیث کا آخری حصہ [وَإِنَّ الرَّجُلَ.....] انسان اپنے برے عمل کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے کسی معتبر سند سے ثابت نہیں بلکہ شیخ البانی رحمہ اللہ اس کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ موضوع ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحيحۃ، حدیث: ۱۵۳۹، والضعیفۃ، حدیث: ۱۷۹۹) ② نیکی کا ثواب جس طرح آخرت میں بلندی درجات اور ابدی نعمتوں کا باعث ہوتا ہے اسی طرح نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی نعمت، عزت اور مزید نیکی کی توفیق سے نوازتا ہے اسی طرح برے عمل کی سزا دینا اور آخرت دونوں میں ملتی ہے (۱) لایہ کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔ ③ عمر میں اضافے کے مختلف مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ (۲) یعنی عمر میں برکت ہوتی ہے اور وہ اچھے کاموں میں صرف ہوتی اور ضائع ہونے سے بچ جاتی ہے۔ (۳) نیکیوں کی توفیق ملتی ہے جس کی وجہ سے مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالْبَلِیْغِیْتُ الصَّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَ خَیْرٌ اَمَلًا﴾ (الکہف: ۳۶) ”باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب کے لحاظ سے بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے اچھی ہیں۔“ (ج) فرشتوں کو یا ملک الموت کو اس کی جو عمر معلوم تھی اس میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ فرشتوں کے لحاظ سے اضافہ ہے اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم تھا کہ یہ شخص فلاں نیکی کرے گا جس کے انعام کے طور پر اس کی عمر میں اس قدر اضافہ کر دیا جائے گا۔ ④ تقدیر بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ جس مصیبت سے انسان ڈرتا ہے دعا کی برکت سے رک جاتی ہے۔ اور آئی ہوئی مصیبت رفع ہو جاتی ہے۔ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کو دعا کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ سے نجات مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَوْ لَا اَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسْتَجِیْنِ لَلَّیْتُ فِی بَطْنِہٖ اِلٰی یَوْمٍ یُّعٰثُوْنَ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۳۳، ۱۳۴) ”اگر وہ (اللہ کی) پاکیزگی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہو جاتے تو لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک اس (مچھلی) کے پیٹ ہی میں رہتے۔“ یہاں بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تبدیلی فرشتوں کے علم کے مطابق تبدیلی ہے

اللہ کے علم میں تبدیلی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم تھا کہ فلاں شخص دعا کرے گا پھر اس کی مشکل حل ہو جائے گی۔
 ④ اس میں دعا کی ترغیب پائی جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دعا بھی جائز اسباب میں سے ہے جسے اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں بلکہ عین توکل ہے۔

۹۱- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ مُسْلِمٍ الْحَقَّافُ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ جُعْشَمٍ قَالَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! الْعَمَلُ فِيمَا جَفَّ بِهِ الْقَلَمُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ أَمْ فِيهِ أَمْرٌ مُسْتَقْبَلٌ؟ قَالَ: «بَلْ فِيمَا جَفَّ بِهِ الْقَلَمُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ، وَكُلُّ مَيْسَرٍ لِمَا خُلِقَ لَهُ».

۹۱- حضرت سراقہ بن جُعشم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا عمل ان امور میں شامل ہے جنہیں لکھ کر قلم خشک ہو گیا اور اس کے بارے میں تقدیر کا فیصلہ ہو چکا یا اس کا تعلق آئندہ (فیصلہ ہونے والے معاملات) سے ہے؟ آپ نے فرمایا: ”بلکہ وہ ان امور میں شامل ہے جن کو لکھ کر قلم خشک ہو گیا اور اس کا اندازہ ہو چکا اور ہر ایک کے لیے وہ کام آسان ہو جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا۔“

☀ فائدہ: انسان کے نیک اور بد ہونے کا تعلق بھی تقدیر سے ہے لیکن بندے کو اس کا علم نہیں۔ وہ شریعت کے مطابق عمل کرنے کا مکلف ہے۔ مزید وضاحت کے لیے حدیث ۷۶ کے فوائد ملاحظہ فرمائیے۔

۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحَمَصِيُّ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ مَجُوسَ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْمُكَذِّبُونَ بِأَقْدَارِ اللَّهِ، إِنْ مَرَضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ، وَإِنْ لَقِيتُمُوهُمْ فَلَا تَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ».

۹۲- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس امت کے مجوسی وہ ہیں جو اللہ کی تقدیر کا انکار کرتے ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں نہ جاؤ اور اگر ان سے ملاقات ہو تو انھیں سلام نہ کہو۔“

۹۱- [صحیح] وقال البوصيري: "مجاهد لم يسمع من سراقه"، وله شاهد عند مسلم، القدر، باب كيفية خلق آدمي... الخ، ح: ۲۶۴۸، وبه صح الحديث.

۹۲- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ۳۲۸ عن ابن المصنف به، وضعفه البوصيري * ابن جريج وشيخه عننا، ولبعض الحديث طرق أخرى.



فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سند اضعیف قرار دیا ہے، تاہم شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے شواہد کی بنیاد پر اسی روایت کو آخری جملے [وَإِنْ لَقَيْتُمُوهُمْ فَلَا.....] کے بغیر حسن کہا ہے۔ دیکھیے: (تخریج احادیث المشکوٰۃ، حدیث: ۱۰۷۱ و لطلال الحنۃ فی تخریج السنۃ، حدیث: ۳۲۸) ② منکرین تقدیر کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف خیر کا خالق ہے، شر کا خالق انسان ہے۔ اس طرح انھوں نے گویا ہر انسان کو خالق مان لیا۔ مجوسی دوحداؤں کے قائل ہیں ایک خیر کا خالق (یزدان) اور ایک برائی کا خالق (اہرمین)۔ اس طرح یہ دونوں (منکرین تقدیر اور مجوس) شر کا خالق اللہ تعالیٰ کے بجائے کسی اور کو مانتے ہیں جب کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکی اور بدی، خیر اور شر دونوں کا خالق ہے، اور بندہ ان اعمال کا فاعل اور مرتکب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بندے کو نیکی اور بدی کرنے کی طاقت بخشی ہے اور اسے دونوں میں سے کوئی ایک راستہ منتخب کرنے کا اختیار دیا ہے۔ کوئی فرد نفسِ امارہ اور شیطان کے دھوکے میں آکر غلط راہ منتخب کر لیتا ہے اور اللہ کو ناراض کر کے سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ کوئی اللہ کی توفیق سے سیدھی راہ پر چلتا اور اللہ کو راضی کر کے اس کے انعامات کا مستحق بن جاتا ہے۔

باب ۱۱- رسول اللہ ﷺ کے صحابہ

(المعجم ۱۱) - بَابُ فِي فَضَائِلِ

أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (التحفة ۱۱)

کے فضائل و مناقب

* صحابی کی تعریف: لغت میں صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے شخص کی صحبت و معیت اختیار کرتا ہے خواہ مختصر مدت ہی کے لیے ہو۔ محدثین کرام کے نزدیک ہر وہ مسلمان شخص صحابی ہے جس نے نبی اکرم ﷺ سے کوئی فرمان نقل کیا یا نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اصطلاح میں صحابی کی جامع مانع تعریف یہ ہے: [مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ فِي حَيَاتِهِ مُسْلِمًا وَمَاتَ عَلَى إِسْلَامِهِ] ”صحابی وہ ہے جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ کی زیارت آپ کی حیات مبارکہ میں کی اور پھر ایمان پر اس کی وفات ہوئی۔“ اس تعریف کی رو سے مندرجہ ذیل اوصاف کے حامل اشخاص صحابہ میں شمار نہ ہوں گے۔ (۱) وہ شخص جس نے آپ کی زیارت آپ کی وفات کے بعد اور دفن سے پہلے کی، جیسے عرب کا مشہور شاعر ابو ذؤب خولید بن خالد ہذلی ہے کیونکہ اس نے آپ کی زیارت آپ کی وفات کے بعد اور دفن سے پہلے کی تھی۔ (۲) جس شخص نے حالت کفر میں آپ سے ملاقات کی اور آپ کی وفات کے بعد اسلام لایا، جیسے شاہ روم کا سفیر توفی ہے۔ (۳) وہ شخص جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا اور پھر حالت کفری میں مر گیا، جیسے ابنِ حنظل، عبداللہ بن جحش اور ربیعہ بن امیہ بن خلف وغیرہ۔ (۴) جو شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا، پھر اس نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمان بنی فوت ہوا تو ایسے شخص کے صحابی ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحیح ترین بات یہی ہے کہ وہ صحابی ہے۔ چاہے وہ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں دوبارہ مسلمان ہو گیا، جیسے عبداللہ بن ابی سرح ہیں یا آپ کی وفات کے بعد دوبارہ اسلام لایا ہو، جیسے اشعث بن قیس ہیں جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دوبارہ مسلمان ہوئے۔ (مقدمة الإصابة: ص: ۱۶۱)

* جنات کا حکم: نبی کریم ﷺ انس و جن سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ (الفرقان: ۱) ”بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بن جائے۔“ اسی طرح جب نبی کریم ﷺ نے جنوں کو دعوت اسلام دی تو مسلمان ہونے والے جنوں نے اس کا اظہار اس طرح سے کیا: ﴿وَأَنَا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَى آمَنَّا بِهِ فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۚ وَ أَنَا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۚ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ (الحج: ۱۳) ”ہم تو ہدایت کی بات سنتے ہی اس پر ایمان لائے اور جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا اسے کسی نقصان کا اندیشہ ہے نہ ظلم کا۔ ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں۔ چنانچہ جو فرما کر دے وہ گئے انھوں نے تو راہ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔“ صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ﴿فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسَبْتٍ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَ مَسْجِدًا ۖ وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخَتَمَ بِي النَّبِيُّونَ﴾ (صحیح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، حدیث: ۵۲۳) ”مجھے انبیائے کرام ﷺ پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جامع کلمات عطا ہوئے دشمنوں پر رعب طاری کر کے میری نصرت کی گئی ہے غنیمتیں میرے لیے حلال کر دی گئی ہیں پوری زمین میرے لیے باعث پاکیزگی اور سجدہ گاہ بنادی گئی ہے مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور میرے ساتھ نبیوں کے سلسلے کو ختم کر دیا گیا ہے۔“

* صحابی کی معرفت کے طریقے: اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا انتہائی عظیم اور بلند مقام و مرتبہ رکھا ہے اسی لیے آپ کی صحبت اختیار کرنے والی پاکباز ہستیوں کو بھی بڑا اعلیٰ اور ذی شان مقام ملا۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی بے ایمان صحابہ کے اس مقام و مرتبے اور مسلمانوں کے دلوں میں صحابہ کی عظیم محبت کو دیکھ کر لپٹا جائے اور مصطفیٰ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے بغیر ہی صحابی ہونے کا دعوٰی کر دے تاکہ مسلمانوں کے نزدیک باعزت مقام پالے جیسا کہ رتن ہندی نامی بد بخت نے یہ دعوٰی کیا تھا حالانکہ وہ ساتویں صدی ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: رتن ہندی ایک دجال و کذاب شخص ہے جو ساتویں صدی ہجری میں ظاہر ہوا اور اس نے صحابی ہونے کا دعوٰی کیا، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جھوٹ نہیں بولتے جب کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے معاملے میں کتا جرات مند ہے (کس دلیری سے جھوٹ بول رہا ہے،) لہذا کسی شخص کے صحابی ہونے یا نہ ہونے کی معرفت حاصل کرنا بے حضوروری ہے۔ علمائے کرام نے اس کے لیے چند درج ذیل قواعد بنائے ہیں:

① التواتر: یعنی کسی شخص کے صحابی ہونے کی خبر لوگوں کی اتنی بڑی تعداد سے منقول ہو کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو، مثلاً: حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم وغیرہ کا صحابی ہونا۔

② شہرت: کوئی شخص صحابی مشہور و معروف ہو لیکن یہ خبر تواتر کی حد تک نہ پہنچے، مثلاً: حضرت ضمام بن ثعلبہ اور عکاشہ بن

محسن ﷺ وغیرہ۔

③ صحابی کسی دوسرے شخص کے بارے میں خبر دے کہ وہ صحابی ہے، جیسے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت حُصَمَہ بن ابی حُصَمَہ دوسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خبر دی کہ وہ صحابی رسول ہیں۔

④ تابعی کسی کے صحابی ہونے کی خبر دے جبکہ تابعی عادل اور ایماندار ہو۔

⑤ کوئی شخص اپنے بارے میں نبی کریم ﷺ کی زندگی میں خبر دے کہ وہ صحابی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد یہ دعویٰ قبول نہ ہوگا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے یا آپ سے کوئی فرمان سنا ہے کیونکہ یہ ناممکن ہے۔ صحیح بخاری میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے کہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا: ”آج زمین میں جو بھی زندہ ہے وہ دو سو سال بعد ختم ہو چکا ہوگا۔“ (صحیح البخاری، العلم، باب السمری العلم، حدیث: ۱۱۶) اس حدیث سے علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ اس مدت کے گزرنے کے بعد کسی کے صحابی ہونے کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔

* صحابہ کرام کا مقام و مرتبہ: اللہ رب العزت نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی آخر الزماں بنا کر مبعوث فرمایا تو انھیں تاقیامت باقی رہنے والی شریعت مطہرہ سے سرفراز فرمایا۔ اس شریعت کے احکام، قواعد و ضوابط اور سنہری تعلیمات کو نبی الرحمت ﷺ سے لے کر امت تک پہنچانے کے لیے ایسی پاکباز امین و صادق اور عالی ہمت شخصیات کا انتخاب خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جنھیں صحابہ رسول کہتے ہیں۔ تمام علماء کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی ایماندار و دیندار اور شرف و منزلت کے لحاظ سے نہایت بلند ہیں کیونکہ ان کی امانت و دیانت اور پاکبازی کی شہادت خود اللہ عز و جل اور رسول مقبول ﷺ نے دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ وَيَنْصَرُّونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ ۖ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (حشر: ۹۸) ”(وہ فکا مال) ان مہاجر فقراء کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ راست باز ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے اس گھر (مدینہ) میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انھیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو۔ اور (بات یہ ہے کہ) جو بھی اپنے نفس کے نکل سے بچایا گیا وہی کامیاب ہے۔“ نیز ان کا میاب ہونے والوں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ اللہ سے اور اللہ ان سے راضی ہو چکا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ ۖ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ ۚ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

تَحَنُّهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (التوبة: ۱۰۰) ”اور جو مہاجرین و انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

لیکن صد افسوس کہ چند بد نصیب ان پاکباز و امانتدار ہستیوں کے خلاف اپنی زبان و قلم استعمال کر کے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔ ان عظیم شخصیات پر انگلیاں اٹھا کر خود اپنی ذات کو تار تار کر رہے ہیں۔ کوئی اپنی زبان دراز کرتا ہے تو کہتا ہے کہ فلاں صحابی رسول غیر فقیہ ہے اس لیے اس کی روایت قابل قبول نہیں تو کوئی کہتا ہے کہ فلاں صحابی رسول کی روایت اس لیے قبول نہیں کیونکہ یہ ہمارے موقف کے خلاف ہے اور اس طرح اپنی اپنی مطلب براری کے لیے فرمان نبوی اور ان فرامین کو امت تک پہنچانے والی عظیم ہستیوں پر کچھ اچھا لڑخود کو تباہ و برباد ہونے والوں کی صف میں شامل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مصداق بن جاتے ہیں: ﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورُهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (التوبة: ۳۲) ”وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکار ہی ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے گا گو کفرنا خوش رہیں۔“ خود کو محبت رسول کہنے کے دعویدار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے یہ ارشادات عالیہ بھول جاتے یا صحابہ دشمنی میں اندھے ہو جاتے ہیں کہ انھیں یہ فرامین دکھائی نہیں دیتے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کے بارے میں فرمایا: ﴿لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَتَفَقَّ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدًّا أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَةً﴾ (صحیح البخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ، حدیث: ۳۶۴۳) ”میرے صحابہ کو گالیاں مت دینا اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو وہ صحابہ کے خرچ کیے ہوئے ایک مد یا نصف مد کے (اجرو ثواب کے) برابر نہیں ہو سکتا۔“ صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کے تیر چلانے والے اور حب رسول کے دعویدار حدیث رسول کے اس آئینے سے اپنا چہرہ بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿خَيْرٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ الْقَرْنُ الَّذِي بُعِثَتْ فِيهِمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ﴾ (صحیح مسلم، فضائل الصحابة، حدیث: ۲۵۳۵) ”میری اس امت کا بہترین گروہ وہ ہے جن لوگوں میں میں مبعوث ہوا ہوں پھر جو ان کے بعد ہیں پھر جو ان کے بعد ہیں (وہ بہترین ہیں۔)“ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جو بھی آئے گا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم فاضل، فقیہ اور محدث ہو۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم حدیث کو پہنچ سکتا ہے نہ فہم قرآن کو ان کے حفظ و اتقان کو پہنچ سکتا ہے نہ ان کی امانت و دیانت کو۔ واللہ اعلم۔

✽ اہل علم کا صحابہ کرام کو خراج تحسین: (۱) اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ عدول (امانتدار اور دیانتدار) ہیں۔ خواہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی جھگڑوں میں شریک ہو یا نہ۔ (۲) امام ابو زرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب آپ کسی ایسے شخص کو دیکھیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتا ہے تو خوب جان لو کہ وہ



زندیق ہے کیونکہ اللہ کا رسول حق ہے، قرآن مجید حق ہے، شریعت محمدی حق ہے اور یہ ساری چیزیں ہم تک صحابہ رضی اللہ عنہم نے پہنچائی ہیں۔ زندیق لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری ان ہستیوں کو مجروح کر دیں تاکہ کتاب و سنت کے احکام کو رد کر سکیں اس لیے یہ جرح کرنے والے خود مجروح ہیں۔ (مقدمۃ الإصابۃ، ص: ۲۲) (ع) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! صحابی رسول کا نبی ﷺ کے ساتھ ایک معرکہ میں شریک ہوتا جس میں اس کے چہرے پر غبار پڑے، تم میں سے کسی کی عمر بھر کی نیکیوں سے افضل ہے، خواہ اسے حضرت نوح علیہ السلام جتنی عمر ہی کیوں نہ ملی ہو۔ (مسند احمد: ۱/۱۸۷) (۱۵) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس شخص نے سنت نبوی کی پیروی کی اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں اپنی زبان کو سلامت رکھا، پھر اسی حالت میں اس کی موت آئی تو وہ قیامت والے دن انبیائے کرام صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا اگرچہ اس کے اعمال کم ہی ہوں۔ (ایفاظ الہمة لاتباع نبی الامۃ، ص: ۷۶)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی، پھر علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عمرہ، بشرہ کے باقی چھ افراد حضرت طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، عبدالرحمان بن عوف اور ابوسعیدہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس تقسیم کے باوجود تمام صحابہ کا احترام اور تعظیم برابر ہے، کسی ایک کی محبت میں دوسرے صحابی رسول پر ظن کرنا ہرگز درست نہیں ہے بلکہ ہر کسی کا ادب و احترام لازم ہے۔

* صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کتاب و سنت کے عظیم ذخیرہ کو حفظ کرنے کے اسباب: (۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت اُمی (ان پڑھ) تھی، لکھنے پڑھنے کا رواج عام تھا ان کی زندگی میں اس کی زیادہ ضرورت تھی، اس لیے کہ وہ ہر چیز کو اپنے حافظے میں محفوظ کرنے کے عادی تھے، لہذا انھوں نے اسی منفرد طریقے سے کتاب و سنت کے وسیع و عریض ذخیرے کو محفوظ کر کے امت تک منتقل کر دیا، اگرچہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب اللہ اور سنت رسول کو لکھتے بھی تھے اور بعد کے ادوار میں اس کا باقاعدہ اہتمام بھی کیا گیا تاکہ یہ عظیم ذخیرہ ہر طرح سے محفوظ و مامون ہو جائے۔

(ب) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قوت حافظہ اور ذہانت و فطانت ضرب اللش تھی۔ تاریخ کے اوراق ان کے حافظے اور ذہانت کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہی ایسے ہیں جنھوں نے طویل و عریض کلام کو ایک ہی بار سنا اور اسے لفظ بلفظ حفظ کر لیا۔ ان کے سینوں میں واقعات ماضی کی تفصیلات اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ بالکل محفوظ تھیں۔ ان کی اسی صفت نے قرآن و سنت کے محفوظ کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

(ج) سادہ طرز زندگی: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عیش و عشرت کی زندگی کے خواہاں تھے نہ مال و دولت کی حرص ان کو دن رات کا روبا رہیں مشغول رہنے پر مجبور کرتی تھی، بلکہ انتہائی سادہ زندگی اور معاشرت نے ان کو قرآن و سنت کی حفاظت کے لیے افراتفر وقت مہیا کیا اور وہ اس سعادت عظمیٰ سے مشرف ہو گئے۔

(د) اللہ اور اس کے رسول سے سچی محبت: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سچی محبت نے چشم فلک کو وہ مناظر دکھائے ہیں کہ نہ اس نے اس سے قبل دیکھے ہوں گے نہ کبھی بعد میں دیکھنے کو ملیں گے۔ اس سچی محبت نے محبوب کی ہر ہر ادا کو انتہائی

محبت و عقیدت کے ساتھ محفوظ کر کے آئندہ نسلوں تک پہنچا دیا۔

(ھ) قرآن و سنت کی فصاحت و بلاغت: عرب لوگ اپنے شعراء کا نفیس کلام بڑے ذوق و شوق سے سنا کرتے تھے اور اسے بڑی عقیدت سے یاد کرتے تھے۔ لیکن جب قرآن کی فصاحت و بلاغت نے تمام فصحاء عرب کو چیلنج کیا اور انھیں شکست فاش دی، تو صحابہ کی قرآن و سنت کے ساتھ محبت و عقیدت کی گنا بڑھ گئی اور وہ دن رات قرآن اور حدیث کو یاد کرنے میں لگ گئے۔

(و) ترغیب و ترہیب: قرآن اور حدیث میں بہت سے ایسے فرامین ہیں جن میں قرآن و سنت کو حفظ کرنے والوں کے لیے اجر عظیم کی خوش خبری سنائی گئی ہے جبکہ اعراض کرنے والے کو دردناک سزا سے ڈرایا گیا ہے۔ جیسے: ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (ص: ۲۹) ”یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور عقل مند اس سے نصیحت حاصل کریں۔“ اور جیسے فرمان الہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنَّا فَاوْلَئِكَ أَنُوبَ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرة: ۱۶۰، ۱۵۹) ”جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے، مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور بیان کر دیں تو میں ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہوں۔“ نیز رسول کریم ﷺ نے فرمایا: [خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عِلَّمَهُ] (صحیح البخاری، فضائل القرآن، حدیث: ۵۰۲۷) ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن سیکھتا ہے اور اسے دوسروں کو سکھاتا ہے۔“

(ز) کلام اللہ اور کلام رسول کی بے شمار نصوص اسلامی واقعات و حوادث کے متعلق ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان واقعات کی تفصیلات اور ان کے بارے میں شرعی فیصلوں کو یاد رکھا جس سے یہ نصوص ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئیں، جیسے جنگ بدر و احد وغیرہ کے متعلق آیات و احادیث ہیں یا جبرائیل علیہ السلام کی لمبی حدیث ہے جس میں اسلام و ایمان کے ارکان کا بیان اور قرب قیامت کی بعض علامات کا ذکر ہے۔

(ح) رسول اللہ ﷺ کی سنہری تعلیم و تربیت: نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کی تعلیم و تربیت میں ایسا حسن انداز اختیار فرمایا کہ قرآن و سنت کی تعلیمات صحابہ کے اذہان میں نقش ہوئی گئیں۔ آپ واقعات اور مثالوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھاتے اور کبھی سوال و جواب کی نشست سے ان کی تربیت فرماتے۔ اگر کسی صحابی کو غلطی کرتے ہوئے دیکھتے تو ایسے پیارے انداز سے تھپتھپاتے کہ وہ تھپتھپانے کے ذہنوں میں نقش ہو جاتی۔

(ی) کتاب و سنت کے مطابق سیرت و کردار: قرآن و سنت کو محفوظ کرنے میں ایک اہم سبب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی سیرت کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھال لیا۔ ان کا طرز عمل یہ رہا کہ جس چیز کو اللہ اور اس

کے رسول حرام قرار دینے 'اے ترک کر دینے اور جسے حلال قرار دینے اسے اپنا لیتے۔ اس طرح عمل سے علم رائج ہوتا گیا اور آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ ہوتا گیا۔

* صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں علمائے اسلام کی تالیفات: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفصیلی حالات زندگی جاننے کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے:

عربی کتب	مصنف	عربی کتب	مصنف
☆ الاصابة في تمييز الصحابة	حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ	☆ طبقات ابن سعد	ابن سعد رحمہ اللہ
☆ الاستيعاب	حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ	☆ البداية والنهاية	حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
☆ أُمَدُ الغابة	حافظ ابن اثیر رحمہ اللہ	☆ سیر اعلام النبلاء	حافظ ذہبی رحمہ اللہ

اردو کتب	مصنف	اردو کتب	مصنف
① حیات صحابہ کے درخشاں پہلو	مولانا محمود احمد غفنگر	⑤ سیر الصحابیات	مولانا سعید انصاری
② جرنیل صحابہ	ء	⑥ حیاۃ الصحابہ	مولانا محمد یوسف کاندھلوی
③ حکمران صحابہ	ء	⑦ سیر الصحابہ واسوۃ صحابہ	رفقائے دارالمصنفین
④ شمع رسالت کے تین پروانے - اور دیگر تالیفات	طالب ہاشمی	⑧ حیاۃ الصحابہ	مولانا شاہ محسن الدین احمد ندوی

* صحابہ رضی اللہ عنہم کے درجات و مراتب: علمائے کرام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اسلام میں سبقت کے لحاظ سے درجہ بندی کی ہے۔ سب سے بہترین درجہ بندی امام حاکم رحمہ اللہ نے کی ہے جو درج ذیل ہے: (۱) پہلے درجے میں وہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں جو مکہ مکرمہ میں اوائل اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئے، جیسے حضرت ابوبکرؓ، علیؓ، عثمانؓ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ (۲) دارالندوہ میں کفار کے مسلمانوں کے بارے میں صلاح و مشورے سے پہلے مسلمان ہونے والے صحابہ۔ (۳) ہجرت حبشہ کی سعادت پانے والے۔ (۴) پہلی بیعت عقبہ کے شرکاء صحابہ کرام۔ (۵) دوسری بیعت عقبہ میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ (۶) وہ مہاجر صحابہ جو نبی اکرم ﷺ کو مدینہ منورہ داخل ہونے سے قبل قبائلی بستی میں آ کر ملے۔ (۷) جنگ بدر میں شرکت کرنے والے صحابہ عظام۔ (۸) وہ صحابہ جو جنگ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ (۹) حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان کے شرکاء۔ (۱۰) صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کرنے والے صحابہ۔ (۱۱) فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرنے والے صحابہ۔ (۱۲) وہ ننھے ننھے

صحابہ جنہوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے دن رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔

* سب سے پہلا صحابی اور سب سے آخر میں وفات پانے والا صحابی: سب سے پہلے آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر الصديقؓ، عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، بچوں میں حضرت علیؓ غلاموں میں حضرت بلالؓ اور آزاد ہونے والے غلاموں میں حضرت زیدؓ اسلام لائے۔ سب سے آخر میں حضرت ابوطیفل عامر بن وائلہؓ ۱۱۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان سے پہلے ۹۹ ہجری میں حضرت محمود بن ربیعؓ فوت ہوئے۔ مختلف شہروں کے لحاظ سے آخر میں فوت ہونے والے صحابہ کرامؓ کے نام درج ذیل ہیں:

(1)	حضرت بہل بن سعدؓ	۸۸ ہجری	مدینہ منورہ
(2)	حضرت ابوطیفل عامر بن وائلہؓ	۱۱۰ ہجری	مکہ مکرمہ
(3)	حضرت انس بن مالکؓ	۹۳ ہجری	بصرہ
(4)	حضرت عبداللہ بن ابی واثقؓ	۸۶ ہجری	کوفہ
(5)	حضرت عبداللہ بن بسر مازنیؓ	۸۸ ہجری	شام
(6)	حضرت عبداللہ بن حارثؓ	۸۶ ہجری	مصر
(7)	حضرت ہرماس بن زیاد باہلیؓ	۱۰۲ ہجری	یمامہ
(8)	حضرت روفیع بن ثابت انصاریؓ	۶۶ ہجری	افریقہ
(9)	حضرت بریدہ بن حصیبؓ	۷۳ ہجری	خراسان
(10)	حضرت نابض جعدیؓ	۷۰ ہجری	اصہبان
(11)	حضرت قثم بن عباسؓ	۵۷ ہجری	سمرقند
(12)	(سب سے آخری بدری انصاری صحابی) حضرت ابواسید مالک بن ربیعہؓ	۶۰ ہجری	---
(13)	(جبکہ آخری بدری مہاجر صحابی) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (عشرہ مبشرہ صحابہ میں بھی سب سے آخر میں فوت ہونے والے ہیں)	۵۶ ہجری	---
(14)	ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں حضرت ام سلمہؓ فوت ہوئیں	۶۳ ہجری	---

* عبادلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم: محدثین اور فقہائے کرام اپنی کتب میں ایک اصطلاح ”عبادلہ صحابہ“ استعمال کرتے ہیں۔ یہ عبداللہ کی جمع ہے۔ اس سے مندرجہ ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہوتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔ جب یہ چار صحابہ کرام کسی بات پر اتفاق کر لیں تو علماء کہتے ہیں یہ ”عبادلہ“ کا فرمان ہے اور یہ عبادلہ میں سے فلاں فلاں کی رائے ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجموعی تعداد کے بارے میں کوئی حتمی رائے نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ دنیا کے مختلف گوشوں میں دعوت و ارشاد اور قتال و جہاد کے لیے تشریف لے گئے تھے اس لیے ان کی مجموعی تعداد کتنی ہے کوئی اندازہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

* کثیر الروایہ صحابہ کرام: تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشادات نبویہ کو امت تک پہنچانے میں کوئی کمی و کوتاہی نہیں کی البتہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے تھے جنہوں نے تمام کاروبار زندگی ترک کر کے ارشادات نبوی سننے انھیں یاد کرنے اور امت محمدیہ تک پہنچانے کے لیے خود کو وقف کر رکھا تھا اس لیے ایسے صحابہ کرام کے روایت کردہ فرامین نبویہ دوسرے صحابہ کی نسبت زیادہ ہیں۔ حفاظ کے اس قافلے کے سالار صحابہ رضی اللہ عنہم یہ ہیں:

صحابی کا نام	روایات	صحابی کا نام	روایات
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	5364	حبر الامة حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	1660
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	2630	حضرت جابر رضی اللہ عنہ	1540
حضرت انس رضی اللہ عنہ	2286	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	1170
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	2210	--	--

* صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے مشہور مفتیان کے نام یہ ہیں: ① حضرت ابو ہریرہ ② حضرت عمر فاروق ③ حضرت علی ④ حضرت ابن مسعود ⑤ حضرت ابن عمر ⑥ حضرت ابن عباس ⑦ حضرت زید بن ثابت ⑧ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ امام ابن حزم نے ان صحابہ کے علاوہ ۱۴۰ مفتیان کرام ذکر فرمائے ہیں لیکن ان کے فتاویٰ کی تعداد کم ہے۔ (دیکھیے: مقدمة الاصابة فی تمییز الصحابة: ۷-۹۰)

* صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چند دلچسپ معلومات: ① اسلام اور کفر کے پہلے معرکے بدر کے موقع پر مکہ و مدینہ کے ہر گھر میں حق و باطل کی کشمکش تھی اگر کسی گھر میں باپ مومن تھا تو بیٹا مشرک، اگر ماں کافر تھی تو اولاد مسلمان ہو چکی تھی لیکن حق و باطل کے اس معرکے میں حضرت معن کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ انھوں نے اس معرکے میں مسلمانوں کی طرف سے اپنے باپ حضرت یزید اور دادے حضرت افض کے ساتھ شرکت کی۔

② اس جنگ کا ایک انوکھا واقعہ یہ ہے کہ اس میں سات مسلمان بھائیوں نے بھی شرکت کی۔ ان کے نام حضرت

- معاذؓ معوذۃ ایاس خالد عاقل عامر اور عوف ہیں۔ (عفراء بنت عبیدہ؛ الإصابة فی تمييز الصحابة: ۸/۲۳۰)
- ❖ ان سب سے دلچسپ واقعہ حضرت ام ابان بنت عقبہ کا ہے کہ ان کے دو بھائی ابو حذیفہ اور مصعب اور ایک چچا عمر مسلمانوں کی طرف سے شریک ہوئے جبکہ دو بھائی ولید اور ابو عزیز اور ایک چچا شیبہ کافروں کی طرف سے لڑے۔
- ❖ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ خوش بختی ہے کہ ان کا خاندان چوتھی نسل تک صحابہ میں شامل ہے، یعنی ان کے والد محترم ابوقافؓ آپ کے بیٹے عبدالرحمن اور پوتے محمد۔
- ❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم کے اسماء میں یہ دلچسپ انکشاف ہے کہ صحابہ اور تابعین میں ”عبدالرحیم“ نامی کوئی ہستی موجود نہیں۔

- ❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کی۔
- ❖ سب سے پہلے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور جس صحابی نے مسجد بنائی وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (الطبقات لابن سعد: ۳/۲۳۳)

- ❖ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سب سے پہلے تیر اندازی حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے کی۔
- ❖ جنگ بدر میں سب سے پہلے شہید صحابی حضرت صحیح ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱/۷۷۷ حدیث: ۳۵۷۷۲)



(۱۱/۱) نَضْلُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ [رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

* پیدائش اور نام و نسب: آپ نبی اکرم ﷺ سے ڈھائی سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مبارک نام و نسب یہ ہے: عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی، ابوبکر بن ابوقافؓ، خلیفہ رسول ﷺ۔ آپ کا نسب چھٹی پشت میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔ ”بکر“ عربی زبان میں جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ آپ کی اس کنیت کی وجہ تسمیہ میں مندرجہ ذیل آراء پائی جاتی ہیں: (۱) چونکہ آپ اونٹوں کے ساتھ خاص محبت و انس رکھتے تھے اور ان کی دیکھ بھال میں خاص مہارت و شغف رکھتے تھے، اس لیے آپ کو ابوبکر (اونٹوں کا باپ یا اونٹوں سے محبت و شفقت رکھنے والا) کہا جانے لگا۔ (۲) جب کہ بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے اس لیے آپ کو ابوبکر کہا جانے لگا۔ (۳) علامہ زمر محشری کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نیک اعمال اور پاکیزہ فضائل میں پیش پیش ہوتے تھے لہذا لوگوں نے آپ کو ابوبکر کہنا شروع کر دیا، یعنی نیکوں میں سبقت لے جانے والا۔

* لقب: آپ کا لقب عتیق ہے۔ ایک روز نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے۔ آپ نے انھیں دیکھ کر فرمایا: اَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ ”آپ کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد فرما دیا

ہے۔ ”اسی دن سے آپ کا لقب [عتیق] ”آگ سے آزاد کردہ“ پڑ گیا۔ (جامع الترمذی، حدیث: ۳۶۷۹) جب کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے آپ کو خلیفہ رسول کا لقب دیا۔ حضرت ابوبکر الصديق اپنی قوم کے معزز اور بلند مرتبہ فرد تھے۔ علم الانساب کے ماہر اور ایک کامیاب تاجر تھے۔ تجارت کے ساتھ ساتھ انتہائی کامیاب مبلغ دین بھی تھے۔ ابتدائے اسلام میں آپ کی دعوت سے عشرہ مبشرہ میں سے درج ذیل کبار صحابہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ۔

جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار یا درہم تھے۔ آپ نے یہ ساری رقم اسلام کی خدمت میں خرچ کر دی۔ خصوصاً مسلمان ہونے والے غلاموں کو آزاد کرنے کا اہتمام کیا۔ آپ نے حضرت بلال عامر بن فہرہ زنیہ نہیدہ اور اس کی بیٹی بنی مول کی لونڈی اور ام عیسیٰ رضی اللہ عنہا کو فی سبیل اللہ آزاد کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ نے مسلمانوں کی قیادت کی۔ آپ کی مدت خلافت تقریباً دو سال تین ماہ اور دس دن ہے۔ اس طرح آپ تریسٹھ برس کی عمر میں ۲۲ جمادی الاخریٰ میں فوت ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔

حضرت ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ نے چار شاویاں کیں۔ آپ کی ازواج اور اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے:

✽ قتیلہ بنت عبد العزی: آپ کی یہ بیوی مسلمان نہ ہوئی تو آپ نے اسے طلاق دے دی۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر اور حضرت اسماء ذات الطوائف رضی اللہ عنہا انہی کے بطن سے تھے۔

✽ حضرت ام رومان: یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوئیں۔ ان کے بطن سے حضرت عبدالرحمن اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔

✽ حضرت اسماء بنت عمیس: یہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے نکاح کر لیا۔ محمد بن ابوبکر انہی کے بطن سے ہیں۔

✽ حضرت حبیبہ بنت خارجہ: آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مواعانی بھائی حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ کی لخت جگر ہیں۔ آپ کے بطن سے حضرت ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

✽ حلیہ مبارک: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گورے چنے، دیبلے پتلے اور موزوں قامت تھے۔ آپ کی پیشانی بلند ستا ہوا چہرہ، گھنگریالے بال اور صاحب وجاہت و عظمت تھے۔ آپ فطرتاً مک گویا بخیدہ اور باوقار تھے۔

✽ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراج تحسین: آپ کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان جذبات کا اظہار کیا: ”اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم ساری امت میں آپ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ آپ سب سے بڑھ کر مخلص اللہ سے خوف کھانے والے اور رسول اللہ ﷺ کے معتمد علیہ تھے۔ آپ نے سب سے بڑھ کر اسلام کو نفع پہنچایا۔ رسول اللہ ﷺ کی سب سے زیادہ محبت آپ کو ملی اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا جب لوگوں نے آپ کو تکالیف دیں۔ واللہ! آپ

اسلام کا مضبوط قلعہ تھے اور کفار کو ذلیل و خوار کرنے والے تھے۔ آپ کی حجت میں غلطی ہوئی نہ آپ کی بصیرت میں ضعف آیا۔ آپ نے شاندار خلافت کی اور شریعت کی ایسی پاسبانی کی جو کسی نبی کے خلیفہ کے نصیب میں نہیں آئی۔ آپ بلا نزاع و تفرقہ خلیفہ برحق تھے اور آپ ایسے ہی تھے جیسے رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا: کمزور بدن، قوی ایمان، منکسر مزاج اور اللہ کے ہاں آپ عالی مرتبت تھے۔ زمین پر بزرگ اور مومنوں میں افضل تھے۔ آپ نے باطل کو اکھاڑ کر چھینک دیا اور اسلام اور مسلمانوں کو مضبوط بنایا۔ واللہ! رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی وفات سے بڑھ کر مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت نہیں پڑے گی۔“

۹۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَلَا إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى كُلِّ خَلِيلٍ مِنْ خُلَّتِيهِ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، إِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللَّهِ» قَالَ وَكِيعٌ: يَغْنِي نَفْسَهُ.

۹۳۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”میں ہر دوست کی دوستی سے مستغنی ہوں۔ اگر میں کسی (انسان) کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن تمہارا ساتھی اللہ کا خلیل ہے۔“ حدیث کے راوی وکیع رحمہ اللہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ساتھی سے خود کو مراد لیا ہے۔



🌞 فوائد و مسائل: ① [خلیل] کا لفظ [خلت] سے ماخوذ ہے۔ یہ محبت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے جس میں شراکت ممکن نہیں۔ اس سے کم درجے کی محبت ایک سے زیادہ افراد سے ممکن ہے، اس لیے نبی ﷺ نے محبت کا لفظ تو دوسروں کے لیے بھی فرمایا ہے، لیکن غلت کا اطلاق کسی اور پر نہیں حتیٰ کہ سب سے افضل اور نبی ﷺ کے سب سے مقرب صحابی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ مقام نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہوا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: [إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا] [صحیح مسلم، المساجد، باب النهي عن بناء المساجد على القبور... الخ، حدیث: ۵۳۲] ”اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔“ ② اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ظاہر ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں محبت کے اعلیٰ ترین درجے کے قابل قرار دیا۔

۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، ۹۴۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

۹۳۔ أخرجه مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضي الله عنه، ح: ۲۳۸۳ من حديث وكيع وغيره به.

۹۴۔ [إسناده ضعيف] أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ۸۱۱۰ عن أبي معاوية به، وصححه ابن حبان، وله شواهد

وَعَلَيْهِ نَبِيُّ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: **عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا نَفَعَنِي مَالٌ قَطُّ، مَا نَفَعَنِي مَالٌ أَبِي بَكْرٍ»** قَالَ: فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قُلْ أَنَا وَمَالِي إِلَّا لَكَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ!

ﷺ نے فرمایا: ”مجھے کبھی کسی مال سے اس قدر فائدہ حاصل نہیں ہوا، جس قدر ابوبکر کے مال سے مجھے فائدہ حاصل ہوا ہے۔“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) آبدیدہ ہو گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں بھی اور میرا مال بھی آپ ہی کے لیے تو ہے۔

🌟 فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف کہا ہے، تاہم شیخ البانی رحمہ اللہ نے مجموعی طرق کو سامنے رکھتے ہوئے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحيحه، حدیث: ۲۷۱۸) ② اللہ کا قرب نیک اعمال سے حاصل ہوتا ہے۔ جس قدر نیکیاں زیادہ ہوں گی اسی قدر مقام بھی بلند ہوگا، ③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان بعد کے لوگوں سے زیادہ اعلیٰ اور اکمل تھا اس لیے ان کے اعمال میں خلوص بھی زیادہ تھا، چنانچہ ان کے بظاہر معمولی اعمال بھی بعد والوں کے بظاہر عظیم اعمال سے افضل شمار ہوئے۔ خصوصاً جن حالات میں ان حضرات نے مالی قربانیاں دیں بعد کے مسلمانوں کو وہ حالات پیش نہیں آئے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَتَفَقَّ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدًّا أَحَدُهُمْ وَلَا نَصِيفُهُ] (صحیح البخاری: فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذًا خليلاً، حدیث: ۳۶۴۳) ”میرے صحابہ کو برا نہ کہو، تم میں سے کوئی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو کسی صحابی کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد (کے ثواب) تک نہیں پہنچ سکتا۔“ ④ اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خلوص اور نبی اکرم ﷺ سے ان کی محبت بھی ظاہر ہے کہ اپنے اعمال پر فخر نہیں کیا بلکہ اپنے مال کو نبی کریم ﷺ ہی کا مال قرار دیا، جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان مے کنی

منت ازو شناس کہ بخد مت گذاشت

”احسان نہ جتلا کر تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے، بلکہ اس کا احسان سمجھ کہ اس نے تجھے اپنی خدمت میں رکھ رکھوڑا ہے۔“ ⑤ امام قاندا یا لیدر کو چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کی خدمات کو اہمیت دے اور ان کا اعتراف کرے تاکہ دوسروں کو بھی دین کی خدمت کا شوق پیدا ہو اور وہ ان حضرات کا مکاحترام بھی کریں، اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش بھی کریں۔ ⑥ جس شخص کے متعلق یہ خیال ہو کہ اس کی تعریف سے اس کے دل میں تکبر اور فخر کے جذبات پیدا نہیں ہوں گے، کسی حکمت کے پیش نظر اس کی موجودگی میں بھی اس کی تعریف کی جاسکتی ہے۔ عام حالات میں کسی کے

کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ④ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا صرف ایک پہلو (اتفاق فی سبیل اللہ) ذکر کیا گیا ہے، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اور بھی بہت سے پہلو ہیں جو مختلف احادیث میں مذکور ہیں۔

۹۵۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ سَيِّدَا كُفْهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ، إِلَّا النَّبِيَّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، لَا تُخْبِرُهُمَا يَا عَلِيُّ! مَا دَامَا حَيَّيْنِ»۔

۹۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکر اور عمر تمام پہلے پچھلے ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں، نبیوں اور رسولوں کے علاوہ۔ اے علی! جب تک وہ دونوں زندہ ہیں، انہیں یہ بات نہ بتانا۔“



☆ فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے، وہ اس روایت کی تحقیق میں رقم طراز ہیں کہ اس روایت کے بعض الفاظ کی تائید میں کچھ طرق حسن درجے کے بھی ہیں، علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (الصحيحۃ، حدیث: ۸۲۳) لہذا معلوم ہوا کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود دیگر شواہد کی بنا پر قابلِ حجت ہے۔ ② ادھیڑ عمر جنتیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس عمر میں فوت ہوئے ورنہ جنت میں عمروں کا فرق نہیں ہوگا، بلکہ سب لوگ ہمیشہ کی جوانی سے لطف اندوز ہوں گے۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غیر نبی خواہ کتنے بلند مرتبہ پر پہنچ جائے، نبی کے برابر یا اس سے افضل نہیں ہو سکتا۔ ④ اس میں صراحت ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہیں، یعنی امت محمدیہ اور سابقہ امتوں کے تمام مومنوں سے افضل ہیں۔ ⑤ اس میں اشارہ ہے کہ یہ حضرات نبی اکرم ﷺ کے بعد خلافت کے مستحق ہیں۔ چونکہ جنت میں اہل جنت کے سردار ہوں گے تو دنیا میں بھی انہی کو مومنوں کا سردار ہونا چاہیے۔ ⑥ نبی ﷺ نے شیخین رضی اللہ عنہما کو براہ راست یہ خبر نہیں دی تا کہ دل میں فخر نہ آجائے کیونکہ غیر نبی معصوم نہیں ہوتا۔

۹۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعُمَرُو ۹۶۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

۹۵۔ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، المناقب، باب أبو بكر وعمر سيدا ... الخ، ح: ۳۶۶۶ من حديث الشعبي ب * الحارث ضعيف عند الجمهور، ولبعض الحديث طرق حسنة عند عبدالله بن أحمد في زوائد المسند، وابن عدي وغيرهما، وانظر، ح: ۱۰۰۔

۹۶۔ [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الحروف والقراءات، ح: ۳۹۸۷، والترمذي، المناقب، باب مناقب أبي بكر الصديق رضي الله عنه، ح: ۳۶۵۸ من حديث عطية العوفي به، تقدم، ح: ۳۷، وقال الترمذي: "حسن"، ۴۴۔

ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلَى يَرَاهُمْ مَنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ كَمَا يَرَى الْكَوْكَبُ الطَّالِعُ فِي الْأَفُقِ مِنْ آفَاقِ السَّمَاءِ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعَمَرَ مِنْهُمْ، وَأَنْعَمًا».

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”(جنت میں) اونچے درجے والوں کو ان سے کم تر درجات والے اس طرح دیکھیں گے جیسے آسمان کے کسی افق میں طلوع ہونے والا ستارہ دیکھا جاتا ہے۔ بلاشبہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ان (بلند درجات والوں) میں سے ہیں بلکہ ان سے بھی اچھے ہیں۔“



فوائد و مسائل: ① اس روایت کو بھی ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ اس روایت کے کچھ حصے کا حسن درجے کا شاہد ملتا ہے علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے مجموعی طرق کے اعتبار سے اسے صحیح قرار دیا ہے دیکھیے: (الروض النضر فی ترتیب و تخریج معجم الطبرانی الصغیر، حدیث: ۹۷۰۰) لہذا معلوم ہوا کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود شاہد کی بنا پر قابل حجت ہے۔ ② جنت کے درجات کا فرق، کوئی معمولی فرق نہیں اس لیے مومن کو بلند سے بلند درجات کے حصول کے لیے زیادہ سے زیادہ محنت اور کوشش کرنی چاہیے۔ ③ افق میں طلوع ہونے والا ستارہ اگر چہ دیکھنے میں زیادہ بلند محسوس نہیں ہوتا، لیکن درحقیقت بہت بلندی پر ہوتا ہے۔ جنت کے مختلف درجات میں مذکور نعمتیں سرسری نظر میں ایک دوسری سے بہت زیادہ مختلف محسوس نہیں ہوتیں مگر حقیقت میں ان کا باہمی فرق اتنا زیادہ ہے کہ اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا۔ ④ آسمان میں چمکنے والا ستارہ زمین سے بہت زیادہ دور ہوتا ہے۔ اسی طرح اہل جنت کے درجات کا فرق بھی بہت زیادہ ہے۔ ⑤ انعمًا کا ایک مفہوم زیادہ ہونا ہے، یعنی شغین رضی اللہ عنہما کا درجہ بہت زیادہ ہے۔ دوسرا یہ لفظ ”نعمت“ سے ماخوذ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ حضرات بہت نعمتوں میں ہیں اور اللہ کے بے شمار انعامات سے سرفراز ہیں۔ ⑥ اس حدیث میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بلند درجات کی تصریح ہے۔ اس طرح اس حدیث میں ان دونوں جلیل القدر صحابیوں کے لیے جنت کی واضح خوشخبری ہے۔

۹۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ۹۷- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نہیں جانتا کہ میں کتنا

۹۷- وحسنه البغوي، ولبعض الحديث شاهد حسن عند الطبراني في الأوسط ۶/۷، ح: ۶۰۰۳.

۹۷- [حسن] أخرجه الترمذي، المناقب، باب اقتدوا بالذنين من بعدي أبي بكر وعمر، ح: ۳۶۶۲ من حديث سفيان به، وقال: حسن الخ، وسقط منه مولى لرابعي، وله شاهد حسن عند الترمذي، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ۲۱۹۳.

عرصہ تمہارے اندر موجود رہوں گا لہذا میرے بعد (خلیفہ بننے والے) دو افراد کی پیروی کرنا۔“ یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا۔

مَوْمِلٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عَمْرِو، عَنْ مَوْلَى لِرَبِيعِ بْنِ جِرَاشٍ، عَنْ رَبِيعِ بْنِ جِرَاشٍ، عَنْ حَدِيثَةِ ابْنِ الْيَمَانِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنِّي لَا أَدْرِي مَا قَدَرُ بَقَائِي فِيكُمْ، فَاقْتَدُوا بِاللَّذِينَ مِنْ بَعْدِي» وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ.

🌞 نوائد و مسائل: ① اس میں شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت کا واضح اشارہ ہے۔ ② کسی بھی ادارہ، تنظیم یا جماعت کے سربراہ کو چاہیے کہ اپنی تربیت کے ذریعے سے ایسے افراد تیار کرے جو اس کے بعد کام کو خوش اسلوبی سے چلا سکیں۔ ③ جماعت کے سربراہ آدھ اور وہ افراد کو اہمیت دی جانی چاہیے تاہم سربراہ کے بعد اس کا مقام لینے والے کا تعین اہل صل و عقد کے مشورے ہی سے ہوگا۔ ④ شیخین کی رائے اور اجتہاد دیگر صحابہ کرام اور ائمہ عظام کی رائے سے وزنی اور قیمتی ہے بلکہ قابل اتباع ہے۔



۹۸- حضرت ابن ابوملیکہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی میت کو چار پائی پر لٹایا گیا تو جنازہ اٹھانے سے پیشتر لوگ ارد گرد جمع ہو کر ان کے لیے دعائیں کرنے لگے۔ یا فرمایا: جنازہ اٹھانے سے پہلے ان کی تعریف کرنے لگے اور ان کے لیے دعائیں کرنے لگے۔ میں بھی ان میں شامل تھا۔ میں (اپنے خیالات سے) اس وقت چونکا جب مجھے ایک شخص کا دھکا لگا اور اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت فرمائی۔ پھر بولے: آپ سے بڑھ کر کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے علموں جیسے

۹۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: لَمَّا وَضِعَ عُمَرُ عَلَى سَرِيرِهِ، اُكْتَفَتْ النَّاسُ يَدْعُونَ وَيُصَلُّونَ، أَوْ قَالَ يُنْتُونَ وَيُصَلُّونَ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ، وَأَنَا فِيهِمْ، فَلَمْ يَرْغَبِي إِلَّا رَجُلٌ قَدْ رَحِمَنِي وَأَخَذَ بِمَنْكِبِي، فَالْتَمَسْتُ، فَإِذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَتَرَحَّمْ عَلَى عُمَرَ، ثُمَّ قَالَ: مَا خَلَفْتُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ، وَأَيُّمُ اللَّهُ، إِنْ كُنْتُ لَا أَظُنُّ لِيَجْعَلَكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

اعمال لے کر میں اللہ کے پاس جانے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ رکھے گا۔ کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ سے اکثر اس قسم کے الفاظ سنا کرتا تھا، آپ فرماتے تھے: ”میں اور ابوبکر اور عمر (فلاں جگہ) گئے“ میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے۔ میں اور ابوبکر اور عمر باہر نکلے۔“ اس لیے مجھے (پہلے ہی) یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور آپ کے دونوں ساتھیوں سے ملا دے گا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بہت مقام تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ ہر معاملے میں ان دونوں حضرات (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ② حضرت علی رضی اللہ عنہ حضراتِ شغین رضی اللہ عنہما کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اس لیے تمنا کرتے تھے کہ کاش ان جیسے اعمال کی توفیق ملے۔ ③ نیکی کے کاموں میں اپنے سے افضل شخصیت کے اتباع کی کوشش کرنا مستحسن عمل ہے البتہ دنیا کے مال و دولت میں یا برے کاموں میں اپنے سے آگے بڑھے ہوئے شخص پر رشک کرنا درست نہیں۔ ④ رسول اللہ ﷺ کے شغین کو اکثر ساتھ رکھنے اور ان کا تذکرہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا تمام صحابہ سے بڑھ کر مرتبہ مقام تھا۔

۹۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ : ۹۹- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَقَالَ: «هَكَذَا نُبْعَثُ».

۱۰۰- حَدَّثَنَا أَبُو شُعَيْبٍ، صَالِحُ بْنُ ۱۰۰- حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ

۹۹- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، المناقب، باب قوله ﷺ لأبي بكر وعمر هكذا نبعث... الخ، ح: ۳۶۶۹. من حديث سعيد به، وقال: "وسعيد بن مسلمة ليس عندهم بالقوي".

۱۰۰- [إسناده حسن] وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ۲۱۹۲ من حديث مالك بن مغول به.

اَنْهَيْتُمُ الْوَاسِطِيَّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ
بَكْرِ بْنِ خُثَيْسٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ،
عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ. قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا
كُفُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ،
إِلَّا النَّبِيَّينَ وَالْمُرْسَلِينَ».

☀ فائدہ: نبی وہ ہے جس پر وحی اترے اور رسول اس سے خاص ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ رسول وہ ہے جو کتاب و
شریعت جدا گانہ رکھتا ہو اور کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہو اور نبی جو اس کے قدم بقدم ہو۔ مبلغ ہو۔ وحی دونوں پر
آتی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حدیث: ۹۵ کے فوائد و مسائل۔

۱۰۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ،
وَالْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمُرَوِّزِيُّ، قَالَ:
حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ حُمَيْدٍ،
عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ
النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: «عَائِشَةُ» قِيلَ:
مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: «أَبُوهَا».

☀ فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بھی واضح ہے۔
② ابوبکر اور عائشہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین افراد تھے۔ جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ بھی رسول کریم
ﷺ کا محبوب ہوگا اور جو بغض و عداوت رکھے گا وہ بغض ہوگا۔

(۱۱/۲) نَضْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (۱۱/۲) - حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

* پیدائش اور نام و نسب: آپ کا نام اور نسب یوں ہے: عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاخ بن
عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن لعب بن لؤی بن غالب القرشی العدوی۔ آپ کی کنیت ابو حفص اور لقب امیر

۱۰۱- [صحیح] أخرجه الترمذي، المناقب، باب من فضل عائشة رضي الله عنها، ح: ۳۸۹۰ عن أحمد بن عبدة
به، وقال: "حسن صحيح غريب من هذا الوجه من حديث أنس"، وأخرج البخاري، ومسلم وغيرهما من حديث
عمرو بن العاص نحوه.

المؤمنین اور الفاروق ہے۔ آپ کی والدہ حفصہ بنت ہاشم ہیں۔ آپ کی ولادت بخت نبوی سے تیس سال قبل ہوئی۔
 * حلیہ مبارک: آپ بڑے دراز قامت، خوب صورت اور سرخ و سفید تھے۔ جسم بھرا ہوا تھا۔ ڈاڑھی اور مونچھیں
 خوب گھنی تھیں۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔

ابتدا میں آپ اسلام اور مسلمانوں کے تحت خلاف تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی دعا سے آپ مسلمان ہو گئے جس
 سے دین اسلام کو بے حد تقویت ملی۔ آپ جاہلیت میں قریش کے سفیر تھے۔ قریش اور دوسرے قبائل کی باہمی لڑائیوں
 کے تصفیے کے لیے قریش آپ کو بھیجا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ”الفاروق“ کا لقب عطا فرمایا۔ آپ نے
 فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرمایا ہے۔ عمر الفاروق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان
 کے ذریعے سے حق و باطل میں فرق کر دیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں۔ آپ کی اولاد میں سے
 ام المؤمنین حضرت حفصہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی جلالت قدر و محتاج وضاحت نہیں۔ اور عبید اللہ اور عاصم رضی اللہ عنہ
 کا شمار عظیم الشان صحابہ میں ہوتا ہے۔ دیگر اولاد اور ازواج کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ⊗ ام کلثوم بنت جریول: ان کا تعلق بنو خزاعہ سے تھا۔ انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور نہ ہجرت کی، اس لیے ان کا
 نکاح ٹوٹ گیا۔ ان سے حضرت عمر کے بیٹے حضرت عبید اللہ اور زید اصغر پیدا ہوئے۔
- ⊗ زینب بنت مظعون: یہ آپ کی سب سے پہلی زوجہ محترمہ تھیں۔ اسلام لانے کے بعد مکہ ہی میں فوت
 ہوئیں۔ ان کے بطن سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔
- ⊗ جمیلہ بنت ثابت: ان کا تعلق انصار کے قبیلے اوس سے تھا۔ ان سے حضرت عاصم پیدا ہوئے۔
- ⊗ قرینہ بنت ابی امیہ: یہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں، مگر مسلمان نہ ہوئیں، اس لیے حضرت عمر
 رضی اللہ عنہ نے انھیں ۶ ہجری میں طلاق دے دی۔
- ⊗ عاتکہ بنت زید: یہ حضرت سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، کی ہمشرہ تھیں۔ ان سے حضرت عمر کے بیٹے
 عیاض پیدا ہوئے۔

- ⊗ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے خاندان نبوت سے شرف قربت پیدا کرنے کے
 لیے نکاح کیا۔ حق مہر میں چالیس ہزار درہم کی خطیر رقم ادا کی۔ یہ نکاح حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مضبوط
 اور پر خلوص تعلقات کی دلیل ہے۔ ان سے حضرت عمر کے بیٹے زید اکبر اور قرینہ پیدا ہوئے۔
- ⊗ ام حکیم بنت حارث: ان سے آپ کی بیٹی فاطمہ پیدا ہوئیں۔ اس کے علاوہ آپ کے صاحب زادے عبدالرحمن
 اوسط کی والدہ لمیہ، عبدالرحمن اصغر کی والدہ سیکہ اور زینب کی والدہ فکیہہ ام ولد تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۳ ہجری میں ماہ ذی الحجہ کی ۲۶ تاریخ کو فیروز الیولکوکہ کے زہر آلود خنجر سے شدید زخمی
 ہوئے اور اتوار کے روز ۲۴ ہجری محرم کی پہلی تاریخ کو شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۶۳ برس
 کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا عہد خلافت دس سال، پانچ ماہ اور اکیس دن رہا۔

* حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مدح سراہی: حضرت عمر فاروقؓ کے زخمی ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ آگ آپ کے جسم کو کبھی نہ چھوئے گی۔ یہ سن کر آپ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور فرمایا: میرے بھائی! اس معاملے میں تمہارا علم بہت تھوڑا ہے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو ساری زمین کے خزانے آنے والی آزمائش سے نجات کے لیے خرچ کر دیتا۔ حضرت ابن عباسؓ فرمانے لگے: اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ آپ کو صرف اتنا ہی دیکھنا پڑے گا جتنا اللہ تعالیٰ نے اس فرمان میں فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ (سورہ مریم: ۷۱) ”اور تم میں سے ہر کسی کا گزر اس پر سے ہو گا۔“ یعنی پل صراط پر جسے جو جہنم پر قائم ہوگا۔ چونکہ ہمیں یقین ہے کہ آپ امیر المومنین، امین المومنین اور سرور المومنین ہیں کتاب و سنت کے مطابق آپ فیصلے فرماتے تھے واللہ! آپ کی امارت نے روئے زمین کو عدل سے بھر دیا اور آپ نے امانت کا حق ادا کر دیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کو بڑی خوشی ہوئی اور فرمایا: اے عبداللہ بن عباس! کیا تم میرے لیے اس کی گواہی دو گے؟ انھوں نے کہا: ہاں میں آپ کے لیے اس کی شہادت دوں گا۔



۱۰۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: أَخْبَرَنِي الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ شَقِيقٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَيُّ أَصْحَابِهِ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ؟ قَالَتْ: أَبُو بَكْرٍ. قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّهُمْ؟ قَالَتْ: عُمَرُ. قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّهُمْ؟ قَالَتْ: أَبُو عُبَيْدَةَ.

۱۰۲- حضرت عبداللہ بن شقیقؓ سے روایت ہے: انھوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا: نبی ﷺ کو اپنے کس صحابی سے سب سے زیادہ محبت تھی؟ انھوں نے کہا: ابوبکرؓ سے۔ میں نے کہا: ان کے بعد کون (زیادہ محبوب تھے؟) فرمایا: عمرؓ۔ میں نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: ابوعبیدہؓ۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ان تین عظیم صحابہ کرامؓ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ ان تینوں سے نبی اکرم ﷺ کو انتہائی محبت تھی اس لیے وہ اللہ کے بھی بہت پیارے تھے۔ ② رسول اللہ ﷺ کی ممتاز صحابہ کرام سے زیادہ محبت کا سبب ان کے امتیازی اوصاف ہیں، مثلاً: حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے اس وجہ سے محبت تھی کہ وہ اس دور میں اسلام لائے جب حق کو قبول کرنا طرح طرح کے مصائب و آفات کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور پھر دین کی اشاعت و قوت کا سبب بنے۔ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ سے اس لیے محبت تھی کہ جہاد فی سبیل اللہ میں ان کا ایک خاص مقام تھا اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان کی سربراہی میں مسلمان افواج نے بہت زیادہ فتوحات حاصل کیں۔

۱۰۳- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو جبریلؑ نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمدؐ! عمر کے اسلام لانے سے آسمان والے (فرشتے) بھی خوش ہو گئے ہیں۔

۱۰۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّلْحِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خِرَاشٍ الْحَوْشِيُّ، عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشِبٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ نَزَلَ جِبْرِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَقَدْ اسْتَبَشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ.

۱۰۴- حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حق تعالیٰ سب سے پہلے جس شخص سے مصافحہ کرے گا اور سب سے پہلے جسے سلام کہے گا اور جسے سب سے پہلے ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا وہ عمرؓ ہیں۔“

۱۰۴- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّلْحِيُّ: أَتَيْنَا دَاوُدَ بْنَ عَطَاءٍ [الْمَدَنِيَّ]، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي بَنِي كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَوَّلُ مَنْ يُصَافِحُهُ الْحَقُّ عُمَرُ، وَأَوَّلُ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ، وَأَوَّلُ مَنْ يَأْخُذُ بِيَدِهِ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ».

۱۰۵- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! اسلام کو خاص طور پر عمر بن خطاب کے ذریعے سے قوت بخش۔“

۱۰۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَبُو عُبَيْدٍ الْمَدِينِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الْمَاجِشُونِ: حَدَّثَنِي الزُّنْجِيُّ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً».

۱۰۳- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن عدي: ٤/ ١٥٢٥ من حديث ابن خراش به، وصححه الحاكم: ٣/ ٨٤ * ابن خراش 'ضعيف، وأطلق عليه علي بن عمار الكذب' (تقريب)، وضعفه الجمهور.

۱۰۴- [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ١٢٤٥ عن إسماعيل الطلحي به، وضعفه البوصيري، وقال في داود بن عطاء: "قد اتفقوا على ضعفه".

۱۰۵- [إسناده ضعيف] وضعفه البوصيري * عبد الملك وشيخه ضعيفان عند الجمهور، وله شاهد صحيح عند الحاكم: ٣/ ٨٣، وصححه على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي، فالحديث صحيح دون قوله 'خاصة'.

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ روایت سنداً ضعیف ہے، تاہم شواہد کی بنا پر صحیح ہے، لیکن اس روایت میں مذکور لفظ [خاصۃً] صحیح نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے اسی حدیث کی تحقیق و تخریج۔ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ۶ نبوت یعنی ہجرت سے سات سال پہلے کا ہے دیکھیے: (الریق النخوم، از مولانا مفتی الرحمن مبارکپوری ص: ۱۳۵) جب کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ایک برس کی ہوگی، اس لیے اگر یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق ہے، تو ظاہر ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی کسی اور صحابی سے یہ حدیث سنی ہوگی، لیکن اس بنا پر اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس صورت میں یہ ”مراہیل صحابہ“ میں شمار ہوگی جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے لیے نہ ہو۔ اور نبی کریم ﷺ نے یہ دعا اس زمانے میں فرمائی ہو جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی زوجیت میں آچکی تھیں اور اس طرح انھوں نے آپ ﷺ سے براہ راست سنی ہو۔ اس صورت میں اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آئندہ زندگی کے کارہائے نمایاں مراد ہوں گے، جن میں روم و ایران جیسی طاقت ور کافر حکومتوں کی شکست اور اسلامی سلطنت کی حیرت انگیز حد تک توسیع بھی شامل ہے۔ ③ نبی اکرم ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرنا ان کی فضیلت کی واضح دلیل ہے۔



۱۰۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَبُو بَكْرٍ، وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ.

۱۰۶۔ حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرما رہے تھے: اللہ کے رسول ﷺ کے بعد سب سے افضل انسان ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل انسان عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

🌞 فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل تھے، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف جو اس قسم کے اقوال منسوب ہیں جن میں اس کے برعکس بات کہی گئی ہے وہ من گھڑت ہیں۔

۱۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ الْمِصْرِيُّ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ

۱۰۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: ”میں سو رہا تھا“ میں نے (خواب میں) اپنے

۱۰۶۔ [صحیح] * عبداللہ بن سلمہ حسن الحدیث، لم یضرب اختلاطه فی روایۃ عمرو بن مَرْثَدَةَ، کَذَا حَقَّقَتْهُ فِی تَخْرِیجِ مُسْنَدِ الْحَمِیدِی، ح: ۵۷، وَلَهُ طَرُقٌ عِنْدَ الْبُخَارِی وَغَیْرِهِ، وَهُوَ مِنَ الْإِحَادِیثِ الْمُنَوَّارَةِ.

۱۰۷۔ آخر جہ البخاری، فضائل الصحابة، باب مناقب عمر بن الخطاب ... الخ، ح: ۳۶۸۰، وغیرہ من حدیث اللیث بہ.

النَّسِيبَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ، فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَنْبِ قَضِرٍ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا الْقَضِرُ؟ فَقَالَتْ: لِعُمَرَ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ، فَوَلَّيْتُ مُذْبِرًا». قَالَ: أَبُو هُرَيْرَةَ: فَبَكَى عُمَرُ، فَقَالَ: أَعَلَيْكَ، يَا بَيْيَ وَأُمِّي، يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَغَارُ؟

آپ کو جنت میں دیکھا (وہاں) مجھے ایک محل کے پاس ایک عورت وضو کرتی نظر آئی۔ میں نے کہا: یہ محل کس کا ہے؟ اس نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ مجھے ان کی غیرت یاد آگئی اس لیے میں (محل کے اندر جانے کے بجائے) واپس آ گیا۔“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) رو پڑے اور بولے: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں آپ سے غیرت کر سکتا ہوں۔

🌟 فوائد و مسائل: ① انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے لہذا یہ خواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قطعی جنتی ہونے کی دلیل ہے۔ ② محل کے قریب وضو کرنے سے غالباً یہ مراد ہے کہ محل سے ملحق باغ میں ندی سے وضو کر رہی تھی۔ گویا اس طرح وہ محل ہی میں تھی۔ واللہ اعلم۔ ③ قائد اور لیڈر کو اپنے ساتھیوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے خاص طور پر ان کی عزت کو اپنی عزت سمجھنا چاہیے۔ ④ اس سے اس عقیدت اور محبت کا اندازہ ہوتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی اکرم اللہ عنہم کے لیے رکھتے تھے۔ چونکہ نبی سے محبت ایمان کا جز ہے اس لیے اس محبت کی شدت بھی ایمان کی قوت اور کمال کی علامت ہے۔ ⑤ جنت میں حدیث اور نجاست نہیں ہوگی لہذا یقیناً یہ وضو نظافت و لطافت کی خاطر ہوگا۔

۱۰۸- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ غُصَيْنٍ ابْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ، يَقُولُ بِهِ».

۱۰۸- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ”اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق رکھ دیا ہے وہ اسی کے مطابق بات کرتے ہیں۔“ (بیہقی)

🌟 فوائد و مسائل: ① یہ صدیقین کی شان ہے کہ ان کی طبیعت حق سے اس قدر مانوس اور باطل سے اس قدر دور ہو جاتی ہے کہ ان کے لیے غلط بات کہنا یا غلط کام کرنا ممکن نہیں رہتا۔ ویسے بھی مومن جھوٹ سے پرہیز کرتا ہے۔ لیکن

اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ معصوم عن الخطا ہو جاتے ہیں۔ کسی بات میں غلط فہمی ہو جانا اور بات ہے اور جان بوجھ کر غلط کام کرنا بالکل مختلف چیز ہے۔ معصوم صرف بتغیر ہوتے ہیں کیونکہ انھیں وحی کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے ان سے اگر کوئی خلاف اولیٰ کام ہو جائے تو فوراً متنبہ کر دیا جاتا ہے جبکہ امتی کو یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں متعدد ایسے واقعات پیش آئے ہیں جب انھوں نے اپنی رائے اور فہم کے مطابق کوئی بات کی تو اللہ تعالیٰ کا حکم بھی اسی کے مطابق نازل ہوا۔ پردے کا حکم جنگ بدر کے قیدیوں کا مسئلہ مقام ابراہیم کے نزدیک نماز رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے جنازے کا مسئلہ وغیرہ مشہور مثالیں ہیں۔ دیکھیے: (سنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۸/۷) گویا یہ اس بات رائے اللہ کا خصوصی انعام اور فضل تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔

(۱۱/۳) - حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

فَضْلُهُ عُثْمَانُ

فضائل و مناقب

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

* پیدائش اور نام و نسب: آپ کا نسب یوں ہے: سیدنا عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قریشی اموی۔ اس طرح آپ کا نسب پانچویں پشت میں رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو عمرو ہے جبکہ ذوالنورین اور امیر المومنین آپ کے لقب ہیں۔ آپ کی والدہ ارؤی بنت کریم رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی بیضاء کی صاحب زادی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اصحابِ قبل کے واقعہ کے چھ سال بعد پیدا ہوئے اور بعثت نبوی کے وقت آپ کی عمر ۳۶ برس تھی۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مسلمان ہونے والے چوتھے شخص تھے۔

* حلیہ مبارک: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میانہ قامت اور خوب صورت شخصیت کے مالک تھے۔ رنگت میں سرفی اور شخصیت میں وجاہت تھی۔ آپ کے شانے کشادہ پنڈلیاں بھری ہوئی ہاتھ لمبے اور ان پر بال تھے۔ سر کے بال گھنٹکریا لے تھے۔ ڈاڑھی گھٹی گھٹی تھی اور بالوں کو زرد خضاب لگاتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی بیٹائی ہوئی شوری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ منتخب کیا اور ۳۴ ہجری کو محرم کے ابتدائی ایام میں آپ کی بیعت کی گئی۔ تقریباً ۱۲ سال بطور خلیفہ امت مسلمہ کی خدمت کرنے کے بعد آپ ۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو جمعہ کے دن شہید کر دیے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۲ سال تھی۔ آپ کی شہادت وہ سانحہ تھی جس کے بعد مسلمان کبھی متفق و متحد نہ ہو سکے۔ آپ کی شہادت پر صحابہ کرام کے رنج و غم کی جھلک ان کے مندرجہ ذیل تاثرات میں دیکھی جاسکتی ہے:

(الف) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس عظیم سانحہ کا علم ہوا تو اپنے صاحب زادوں حضرت حسن اور حسین کو سرزنش کی کہ انھوں نے حضرت عثمان کا آخری دم تک دفاع کیوں نہ کیا۔ پھر بڑے دکھ بھرے انداز میں فرمایا: اے اللہ! میں عثمان کے خون سے بری ہوں اور اے لوگو! اب تم پر ہمیشہ جہاںی رہے گی۔ (ب) حضرت حدیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عثمان



کے خون سے وہ رخنہ پیدا ہو گیا ہے جسے پہاڑ بھی بند نہیں کر سکتا۔ (ج) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگو! تمہاری بد اعمالی کی سزائیں کوہِ اُحد پر ٹوٹ پڑے تو بجا ہوگا۔ (د) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا: اگر ساری مخلوق اس قتل میں شریک ہوتی تو قوم لوط کی طرح اس پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوتی۔ (ه) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: عثمان دھلے ہوئے کپڑے کی طرح پاک صاف ہو گئے، لوگوں نے انہیں قتل کر دیا، حالانکہ وہ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور اللہ کا خوف کھانے والے تھے۔ (و) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگوں نے اس عظیم انسان کو قتل کر ڈالا جس کی پیشانی پر سجدوں کے نشان تھے اور وہ ساری رات تلاوت قرآن میں مشغول رہتا تھا۔ (ز) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس (عثمان) کی قبر میں بخشش، سخاوت اور سیاست دفن ہو گئی اور نیکی جو سب سے آگے بڑھ جاتی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کل آٹھ نکاح کیے۔ آپ کی ازواج اور اولاد کے نام یہ ہیں:

❶ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ: ان سے آپ کے بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے۔ انہی کی نسبت سے آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔

❷ حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ: حضرت رقیہ کی وفات کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنی دوسری پیاری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان سے کیا، اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ذوالنورین (دونوروں والے) ہے۔

❸ فاختہ بنت غزوآن: ان سے عبداللہ اصغر پیدا ہوئے۔

❹ ام عمرو بنت جندب: ان سے آپ کے بیٹے عمرو خالد ابان، عمرو اور مریم پیدا ہوئے۔

❺ فاطمہ بنت ولید بن عبد شمس: ان سے آپ کے بیٹے ولید، سعید اور ام سعد پیدا ہوئے۔

❻ ام البنین بنت عیینہ بن حصن الفزازیہ: ان کے بطن سے عبدالملک پیدا ہوئے۔

❼ رملہ بنت شیبہ: ان سے آپ کی تین صاحبزادیاں تھیں: عائشہ، ابان اور ام عمرو۔

❽ نائلہ بنت الفرافصہ: ان سے ایک صاحبزادی مریم پیدا ہوئیں۔ ان کے علاوہ آپ کی ایک اور صاحبزادی ام البنین پیدا ہوئیں جن کی والدہ لونڈی تھیں۔

۱۰۹- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ
عُثْمَانُ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا أَبِي، عُثْمَانُ بْنُ
خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الزُّنَادِ،
عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ
۱۰۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر نبی کا جنت میں ایک ساتھی
ہوتا ہے اور وہاں میرا ساتھی عثمان بن عفان ہے۔“

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ فِي الْجَنَّةِ، وَرَفِيقِي فِيهَا عُمَانُ بْنُ عَفَّانٍ».

🌞 فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بہت سی صحیح احادیث کی بنا پر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

۱۱۰- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عُمَانَ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا أَبِي، عُمَانُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَ عُمَانَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: «يَا عُمَانُ! هَذَا جِبْرِيلُ أَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ قَدْ رَزَّوَجَكَ أُمَّ كُثُومَ، بِمِثْلِ صَدَاقِ رُفَيْئَةَ، عَلَى مِثْلِ صُحْبَتِهَا».

۱۱۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مسجد کے دروازے کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا: ”عثمان! یہ جبریل علیہ السلام ہیں انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے رقیہ رضی اللہ عنہا کے مہر کے برابر مہر پر کر دیا ہے اس شرط پر کہ ان سے بھی اسی طرح حسن سلوک کرو جس طرح رقیہ رضی اللہ عنہا سے کرتے تھے۔“



🌞 فوائد و مسائل: ① یہ حدیث بھی ضعیف ہے، تاہم تاریخی اعتبار سے یہ درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کی تھی جب وہ وفات پا گئیں تو آپ نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا۔ ② رسول اللہ ﷺ کا ایک کے بعد دوسری بیٹی کو عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نہایت خوش تھے اور ان کے حسن سلوک کے معترف تھے۔

۱۱۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِتْنَةَ فَقَرَّبَهَا، فَمَرَّ

۱۱۱- حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنے کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ بہت قریب ہے۔ (اسی اثنا میں) ایک صاحب گزرے جنھوں نے سر پر چادر لی ہوئی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے

۱۱۰- [ضعیف] انظر الحديث السابق.

۱۱۱- [صحیح] أخرجه أحمد: ۴/۲۴۳ من حديث هشام به، وتابعه مطر الوراق عنه: ۴/۲۴۲، وقال البوصيري: "هذا إسناد منقطع، قال أبو حاتم * محمد بن سيرين لم يسمع من كعب بن عجرة" وله شواهد عند الترمذي، ح: ۳۷۰۴ وغيره.

رَجُلٌ مُّقَنَّعٌ رَأْسُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «فَرَمَا:» (اس (فتنے کے) دن یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔
«هَذَا، يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدَى». فَوَيْبَتْ فَأَخَذَتْ
بِضَمْعِي عُثْمَانَ، ثُمَّ اسْتَقْبَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ، فَقُلْتُ: هَذَا؟ قَالَ: «هَذَا».

آپ نے فرمایا: (ہاں) یہی شخص۔“

☀️ فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے بتانے سے مستقبل کی بہت سی باتیں بیان فرمائیں جو بعینہ
اسی طرح واقع ہوئیں یہ آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے بہت سی باتیں ابھی واقع ہونا باقی ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ
وہ تمام پیش گوئیاں اپنے وقت پر پوری ہوں گی، تاہم مستقبل کی کسی خبر کو نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی قرار دینے
سے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ کیا وہ صحیح سند سے ثابت بھی ہے یا نہیں؟ ② فتنوں کی پیشگی خبر دینے کا مقصد یہ ہے
کہ مسلمان اس موقع پر صحیح راستے پر قائم رہیں اور گمراہ نہ ہو جائیں اس کے علاوہ جب وہ واقعہ پیش آتا ہے جس کی خبر
دی گئی تھی تو مومن کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ مفسدین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جو
الزامات لگائے تھے وہ سراسر غلط تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا طرز عمل درست تھا۔ ”خلافت و ولایت“ نامی کتاب میں
واقعات کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے جس سے ان الزامات کے درست ہونے کا تاثر ملتا ہے۔ اس غلط فہمی کے
ازالہ کے لیے حافظ صلاح الدین یوسف رضی اللہ عنہ کی کتاب ”خلافت و ولایت کی تاریخی و شرعی حیثیت“ کا مطالعہ کرنا
چاہیے تاکہ حقیقت حال سے صحیح آگاہی ہو۔ ④ فتنہ سے مراد مفسدین کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جموںے الزامات لگا کر
فساد پھیلانا ہے جس کے نتیجے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا سانحہ پیش آیا۔

۱۱۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا
أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ
رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ الدُّمَشَقِيِّ، عَنِ الثُّعْمَانِ بْنِ
بَشِيرٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ: «يَا عُثْمَانُ إِنَّ وَلَاكَ اللَّهُ هَذَا الْأَمْرَ
يَوْمًا، فَأَرَادَكَ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تَخْلَعَ
فَمِصَكَ الَّذِي فَمَصَكَ اللَّهُ، فَلَا تَخْلَعْهُ»
يَقُولُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. قَالَ الثُّعْمَانُ:

۱۱۲- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے روایت کی انھوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ
نے فرمایا: اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ کسی دن تجھے خلافت
کی ذمہ داری بخشے پھر منافق تجھ سے وہ قمیص اتروانا
چاہیں جو اللہ نے تجھے پہنائی ہو تو اسے مت اتارنا۔“
آپ ﷺ نے تین بار یہی بات فرمائی۔ حضرت نعمان
رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:
آپ نے لوگوں کو یہ حدیث کیوں نہیں سنائی تھی؟ انھوں

۱۱۲- [صحیح] أخرجه الترمذي (وقال: حديث حسن غريب)، المناقب، باب منع النبي ﷺ عثمان . . . الخ،
ح: ۳۷۰۵، وفي سنده تصحيح مطبعي، من حديث ربعة به، وزاد في السند: "عبدالله بن عامر" * ربعة سمعه من
عبدالله بن أبي قيس عن الثعمان به، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ۱۹۶.

فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُعَلِّمِي النَّاسَ نَظَرَ فِيهَا: أُنْسِيَتْهُ. —

🌞 فوائد و مسائل: ① اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ابتدا پیش آنے کی خبر ہے۔ جو اسی طرح پیش آئی جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔ ② اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے۔ ③ ملک کا حکمران جب نظم و نسق سنبھالے ہوئے ہو تو معمولی جیلے بہانوں سے اس کے خلاف تحریک چلا کر فتنہ و فساد برپا کرنا درست نہیں۔ اِلَّا یہ کہ وہ کفر و شرک کو تقویت دینے اور اسلام کے ضعف جیسے جرائم کا مرتکب ہو۔ ④ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے منافق ہونے کی صراحت ہے۔ ⑤ راوی کا بعض احادیث میں غلطی کر جانا یا بھول جانا اسے ضعیف قرار دینے کے لیے کافی نہیں خصوصاً جب کہ اسے بعد میں یاد آ جائے اور وہ اصلاح کر لے البتہ جس شخص سے بکثرت غلطی ہوتی ہو تو وہ حافظ کی کمزوری کی وجہ سے ضعیف قرار پاتا ہے۔

۱۱۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی (آخری) بیماری کے دوران میں فرمایا: ”میرا جی چاہتا ہے کہ میرے پاس میرا ایک صحابی ہو“ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجیں؟ آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ ہم نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کو بلا لیں؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ ہم نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا لیں؟ فرمایا: ”ہاں“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حاضر ہو گئے۔ نبی ﷺ نے ان سے تنہائی میں گفتگو فرمائی۔ آپ ﷺ گفتگو فرماتے جاتے تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہوتے جاتے تھے۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوسہلہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کے ایام میں فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے ایک وعدہ لیا

۱۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ: «وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي بَعْضَ أَصْحَابِي» قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا نَدْعُو لَكَ أَبَا بَكْرٍ؟ فَسَكَتَ. قُلْنَا: أَلَا نَدْعُو لَكَ عُمَرَ؟ فَسَكَتَ. قُلْنَا: أَلَا نَدْعُو لَكَ عُثْمَانَ؟ قَالَ: «نَعَمْ» فَجَاءَ عُثْمَانُ، فَحَلَا بِهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْلُمُهُ، وَوَجْهُ عُثْمَانَ يَتَغَيَّرُ، قَالَ قَيْسٌ: فَحَدَّثَنِي أَبُو سَهْلَةَ، مَوْلَى عُثْمَانَ: أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ: يَوْمَ الدَّارِ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَاهَدَ إِلَيَّ عَهْدًا، فَأَنَا صَائِرٌ إِلَيْهِ.



ہے اور میں اس پر قائم ہوں۔

وَقَالَ عَلِيٌّ فِي حَدِيثِهِ: وَأَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ. حضرت علی (بن محمد) نے اپنی حدیث میں کہا: میں صبر کرتے ہوئے اس پر قائم ہوں۔

قَالَ قَيْسٌ: فَكَانُوا يُرَوُّنَهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ. حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب لوگوں (صحابہ و تابعین) کا خیال ہے کہ اس حدیث میں محاصرہ والے دن کی طرف اشارہ تھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے انتہائی مقرب اور ہم راز تھے۔ ② وعدے سے مراد اللہ کے رسول ﷺ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہی وصیت ہے کہ مسندین کے غلط مطالبات کے سامنے مت جھکنا اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا۔ ③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اطاعت رسول کا جذبہ بے مثال ہے کہ اپنی جان دینا قبول فرمایا، لیکن اہل باطل کے سامنے نہیں جھکے اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کا یہ حال ہے کہ باغیوں کے خلاف فوجی ایکشن سے صرف اس لیے پرہیز کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے شہر میں خون ریزی نہ ہو۔ ④ آنے والے واقعات کی پیشگی اطلاع رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔

(۱۱/۶) نَضَلَ عَلَيْهِ نَبِيٌّ أَبِي طَالِبٍ
رضی اللہ عنہ
(۱۱/۴) حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

* پیدائش اور نام و نسب: آپ کا نام و نسب یوں ہے: علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی قرشی ہاشمی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ آپ کی کنیت ابوتراب، ابوالمحسن اور ابوسطین ہے۔ آپ بعثت نبوی سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ کی پرورش اور تربیت نبی اکرم ﷺ اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کی۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ اسلام لائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی بیعت کی۔

* حلیہ مبارک: حضرت علی رضی اللہ عنہ قوی البشہ تھے۔ درمیانہ قد، چوڑا چکلا سینہ جس پر بال تھے۔ دست و باز و مضبوط شانے چوڑے اور پر گوشت اور کو لھے بھاری تھے۔ آپ کارنگ کھلتا ہوا گندمی بڑی بڑی آنکھیں، گنگنتہ چہرہ، کشادہ پیشانی اور ڈاڑھی مبارک دراز تھی۔ آپ کی شخصیت سے وجاہت و ذہانت ٹپکتی تھی۔ آپ کو تریسٹھ برس کی عمر میں ۴۰ ہجری ۱۷ رمضان المبارک کو جمعہ کے روز ایک سازش کے ذریعے سے شہید کر دیا گیا۔ آپ کی مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پہلی شادی نبی اکرم ﷺ کی لخت جگر سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ اس مبارک نکاح

سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے حضرت حسن، حسین اور دو صاحبزادیاں حضرت زینب الکبریٰ اور حضرت ام کلثوم الکبریٰ عطا فرمائیں۔ آپ نے حضرت فاطمہ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی، البتہ ان کی وفات کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل نکاح کیے:

- ⊗ خولہ بنت جعفر: ان سے آپ کے بیٹے محمد پیدا ہوئے جو شیعہ کے ایک اہم امام مانے جاتے ہیں۔
- ⊗ ام البنین بنت حزام: ان سے چار بیٹے عباس اکبر، عثمان، جعفر اکبر اور عبداللہ پیدا ہوئے۔
- ⊗ ملیک بنت مسعود: ان کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ ان کے بطن سے عبداللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے۔
- ⊗ اسماء بنت عمیس نخعیمہ: ان سے دو بیٹے یحییٰ اور عون پیدا ہوئے۔
- ⊗ صہباء بنت ربیعہ: ان سے عمر اکبر اور رقیہ پیدا ہوئے۔
- ⊗ امامہ بنت ابوالعاص: ان سے محمد اوسط پیدا ہوئے۔

⊗ ام سعید بنت عمرو بن مسعود: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں ام الحسین اور رملہ کبریٰ کی والدہ محترمہ۔ ان کے علاوہ ایک بیٹے محمد اصغر ہیں جن کی والدہ لونڈی تھیں۔

آپ کے عہد میں مسلمان باہم متحد نہ ہو سکے بلکہ ان کے درمیان دو خونخوار جنگیں صفین اور جمل ہوئیں۔ جن میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ یہ جنگیں اجتہادی غلطی کا نتیجہ تھیں اس لیے علمائے اہل سنت والجماعت کسی ایک گروہ پر لعن طعن نہیں کرتے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گروہ حق پر تھا۔ بالآخر آپ کی شہادت کے بعد حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح سے مسلمانوں میں ایک بار پھر اتحاد کی فضا بہتر ہو گئی۔



۱۱۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زَرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: عَهْدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ ﷺ أَنَّهُ لَا يُحِبُّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يَبْغِضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ.

۱۱۳- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی اُمی ﷺ نے مجھے بالتا کید خبر دی کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور مجھ سے صرف منافق ہی نفرت کرے گا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی خدمت اور دفاع میں بے مثال کارنامے انجام دیے ہیں، اس لیے اسلام سے محبت رکھنے والے ہر شخص کے دل میں ان کی محبت اور قدر و منزلت ہے۔ اور اسلام کے دشمنوں کے لیے ان کا وجود سواہن روح تھا۔ ایسے ہی عظیم افراد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں اس لیے ان سے محبت ایمان کی

علامت اور ان سے دشمنی منافقت کی علامت ہے۔ ① محبت سے مراد وہ غلو نہیں جو بعض اہل بدعت میں پایا جاتا ہے، مثلاً: بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبیوں کی طرح معصوم قرار دے دیا۔ بعض نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دے دیا۔ بعض ان میں خدائی صفات کے قائل ہوئے اور بعض نے انہیں خود خدا ہی قرار دے دیا جو انسانی صورت میں زمین پر اترا آیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کی نذر و نیاز یا مصائب و مشکلات میں انہیں پکارنا یا علیؑ یا علی مدد کے نعرے لگانا اور نادعلی وغیرہ کے اذکار پڑھنا ہاتھ کے ایک بچے کی شکل بنا کر اسے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیتے ہوئے حل مشکلات کا باعث سمجھنا سب شرکیہ اعمال ہیں جن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے نہ وہ ان سے راضی ہیں۔ ان امور کا اس محبت سے کوئی تعلق نہیں جو ایمان کی علامت ہے۔ ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو اختلافات ہوئے وہ اجتہادی اختلافات تھے، اگرچہ ان میں سے بعض کا نتیجہ منافقین کی سازشوں کی وجہ سے جنگ و جدال کی صورت میں بھی ظاہر ہوا۔ ان مشاجرات کی وجہ سے کسی صحابی کو منافق قرار دینا بہت بڑی جسارت ہے اور یہ اہل بدعت کی علامت ہے۔ اہل سنت کے نزدیک ان مشاجرات کے بارے میں کف لسان (خاموش رہنا اور ایک دوسرے کو خطا کا قرار نہ دینا) بہتر ہے۔

۱۱۵۔ حضرت سعد بن ابوقاص رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تیری وہ نسبت ہو جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی؟“

۱۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لِعَلِيِّ : «أَلَا تَرْضَى أَنْ نَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى ؟» .

🌟 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد اس وقت فرمایا تھا جب نبی ﷺ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ کے انتظام کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جہاد سے پیچھے رہنے پر انفس ہوا اور عرض کیا: آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔ (صحیح البخاری، المغازی، باب غزوہ تبوک، حدیث: ۴۳۱۶) ② بعض لوگوں نے اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، وہ کہتے ہیں: حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے خلیفہ ہیں۔ اس بنا پر وہ لوگ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر اعتراض کرتے

ہیں کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق لے لیا۔ درحقیقت یہ محض مغالطہ ہے کیونکہ حضرت ہارون رضی اللہ عنہ کی خلافت عارضی تھی اور حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں تھی۔ اسی طرح غزوہ تبوک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت عارضی تھی اور نبی اکرم رضی اللہ عنہ کی زندگی میں تھی۔ حضرت ہارون رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ نہیں بنے کیونکہ ان کی وفات حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہو چکی تھی۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا منصب حضرت یوشع بن نون رضی اللہ عنہ نے سنبھالا تھا۔ اس حدیث کی روشنی میں اگر رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مستقل تسلیم کر بھی لی جائے تو اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ یہ خلافت بلا فصل ہوگی۔

۱۱۶- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول رضی اللہ عنہ نے جو حج ادا فرمایا اس سے واپسی پر سفر میں ہم رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ نے راستے میں ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا اور نماز میں سب کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ (نماز کے بعد) آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ”کیا مومنوں پر میرا خود ان کی جانوں سے زیادہ حق نہیں؟“ انھوں نے کہا: کیوں نہیں۔ پھر فرمایا: ”کیا ہر مومن پر میرا خود اس کی ذات سے زیادہ حق نہیں؟“ صحابہ نے کہا: یقیناً ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ”جس کا میں دوست ہوں یہ بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! جو اس (علی) سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ۔ اے اللہ! جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔“

۱۱۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ: أَخْبَرَنِي حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ عَدِيِّ ابْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ الَّتِي حَجَّ، فَتَنَزَّلَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ، فَأَمَرَ الصَّلَاةَ جَامِعَةً، فَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ، فَقَالَ: «أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؟» قَالُوا: بَلَى. قَالَ: «أَلَسْتُ أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ؟» قَالُوا: بَلَى. قَالَ: «فَهَذَا وَلِيُّ مَنْ أَنَا مَوْلَاهُ، اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، اللَّهُمَّ عَادِ مَنْ عَادَاهُ».

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ کلمات آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمائے تھے جب حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم مقام پر پہنچے تھے۔ اس محبت و موالات کو بیان کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب یمن سے واپس آئے تو کچھ لوگ ان پر شکا کی تھے۔ ② بعض لوگوں نے اس حدیث سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ دوسری خلافت سے کوئی تعلق نہیں۔ ③ اس سے خوارج کی جنھوں نے حضرت علی کی فضیلت کا انکار کیا اور ان غالی شیعہ کی مذمت ثابت ہوتی ہے، جنھوں نے

۱۱۶- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۲۸۱ / ۴ من حديث حماد به، وضعفه البوصيري * علي بن زيد بن جدعان ضعيف (تقريب)، وأصل الحديث (من كنت مولاة فعلي مولاة) صحيح متواتر، راجع "نظم المتناثر" وغيره.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی زندگی میں ”خدا“ کہا تھا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں سزائے موت دی۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، استنباط المرتدین، حدیث: ۶۹۲۲) ⑤ اس حدیث سے صرف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت رکھنا ضروری ہے نہ کہ بغض و عناد۔ ⑥ بعض کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔ دیکھیے: (الصحیحۃ، حدیث: ۱۴۵۰)

۱۱۷- حضرت عبدالرحمن بن ابولیلی سے روایت ہے

انھوں نے فرمایا: حضرت ابولیلی رضی اللہ عنہ رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گفتگو میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سردیوں میں گرمیوں کا لباس اور گرمیوں میں سردیوں کا لباس پہن لیا کرتے تھے۔ ہم نے (ابولیلی رضی اللہ عنہ سے) کہا، آپ ان (علی رضی اللہ عنہ) سے اس کے متعلق دریافت کریں۔ (انھوں نے دریافت کیا تو) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (جنگ) خیبر کے روز اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بلا بھیجا جب کہ میری آنکھیں دکھتی تھیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے آتش چشم ہے۔ آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن لگایا، اور فرمایا: ”اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی دور کر دے۔“ اس دن کے بعد سے مجھے گرمی یا سردی محسوس نہیں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں ضرور ایک ایسا آدمی بھیجوں گا جو اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے وہ بھاگنے والا نہیں۔“ لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور انھیں جمعہ عطا فرمایا۔

۱۱۷- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: كَانَ أَبُو لَيْلَى يَسْمُرُ مَعَ عَلِيٍّ، فَكَانَ يَلْبَسُ ثِيَابَ الصَّيْفِ فِي الشِّتَاءِ، وَثِيَابَ الشِّتَاءِ فِي الصَّيْفِ. فَقُلْنَا: لَوْ سَأَلْتَهُ. فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ إِلَيَّ وَأَنَا أَرْمَدُ الْعَيْنِ، يَوْمَ خَيْبَرَ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرْمَدُ الْعَيْنِ، فَتَقَلَّ فِي عَيْنِي، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ» قَالَ: فَمَا وَجَدْتُ حَرًّا وَلَا بَرْدًا بَعْدَ يَوْمَيْذٍ. وَقَالَ: «لَأُبْعَثَنَّ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، لَيْسَ بِفَرَارٍ» فَتَشَرَّفَ لَهُ النَّاسُ، فَبَعَثَ إِلَيَّ عَلِيٍّ، فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ.



فوائد و مسائل: ① غزوہ خیبر ہجرت کے ساتویں برس ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو یہود خیبر پر فتح و کامیابی عطا فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے یہود سے پیداوار کی نصف کھجوروں پر مزارعت کا معاہدہ کر لیا۔ واضح رہے مقام خیبر مدینہ سے شام کی طرف ہے جو قلعوں اور کھجوروں کی سر زمین ہے۔ ② تابعین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ایسے سوالات کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے جن کا تعلق براہ راست علم سے نہ ہو اس لیے انھوں نے جب یہ معلوم کرنا چاہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لباس میں موسم کا لحاظ کیوں نہیں رکھتے تو اپنے اس ساتھی کے ذریعے سے پوچھا جو ان سے نسبتاً بے تکلفی رکھتے تھے۔ ③ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاص شرف ہے کہ فوج کی قیادت کے لیے انھیں خاص طور پر طلب کیا گیا۔ ④ لعاب دہن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کی بیماری کا دور ہو جانا نبی اکرم رضی اللہ عنہ کا ایک معجزہ ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کی نبوت کی دلیل ہے۔ ⑤ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کامل مومن ہونے کی دلیل ہے جس سے خوارج کی تردید ہو جاتی ہے۔ ⑥ یہ واقعہ صحیحین کی روایات سے ثابت ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، المغازی، حدیث: ۳۲۱۰ و صحیح مسلم، الجہاد، حدیث: ۱۲۰) تاہم ان میں سردی اور گرمی سے متاثر نہ ہونے کا ذکر نہیں۔ اس کا ذکر صرف زیر بحث روایت میں ہے جس کی سند میں ایک راوی ”محمد بن ابی لیلیٰ“ ضعیف ہے۔ اور امام بوصری وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ جس روایت کے بیان کرنے میں وہ متفرد ہو وہ قابل حجت نہیں۔ اور گرمی سردی والی بات بیان کرنے میں یہ متفرد ہے اس لیے روایت کا یہ صحیح نہیں۔ واللہ اعلم۔ ⑦ گزشتہ حدیث میں جو ”مولیٰ“ کا لفظ آیا تھا اس روایت سے واضح ہوا کہ وہاں محبت اور دوست مراد ہے۔



۱۱۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى
الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُئْبٍ، عَنْ
نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ: «الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ
الْجَنَّةِ وَأَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا».

۱۱۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں
کے سردار ہیں اور ان کے والدان سے افضل ہیں۔“



فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت ہے۔
② یہ افضلیت جزوی ہے کیونکہ انھیں صرف جوانوں کے سردار قرار دیا گیا ہے۔ معمر جنتی حضرات اس میں شامل نہیں
اسی طرح ان کی افضلیت صرف امتیوں پر ہے انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ بہر حال بلند ہے۔ ③ حضرت حسن اور
حسین رضی اللہ عنہما جوانی میں فوت نہیں ہوئے لیکن ان جنتیوں کے سردار ہیں جو جوانی کی عمر میں فوت ہوئے۔ کسی جماعت کا

سرورِ اربابِ مخلص بھی مقرر کیا جاسکتا ہے جو بعض لحاظ سے ان میں شامل نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

۱۱۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ،
وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى،
قَالُوا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ،
عَنْ حُبَشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ،
وَلَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا عَلِيٌّ».

۱۱۹- حضرت حمزہ بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا
ہے: ”علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں“ میری
طرف سے صرف علی رضی اللہ عنہ ہی ادا کریں گے۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① ”علی مجھ سے ہے۔“ اس جملے سے مقصود انتہائی قربت اور گہرے تعلق کا اظہار ہے، جیسے
حضرت طاووس نے اپنے مومن ہمراہیوں سے فرمایا تھا: ﴿إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ
بِمِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ (البقرة: ۲۴۹) ”اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر سے آزمائے والا ہے جس نے اس
سے (پانی) پی لیا وہ مجھ سے نہیں اور جو اسے نہ چکھے وہ مجھ سے ہے (میرا مخلص ساتھی ہے۔)“ ② ادا کرنے سے مراد
پیغام پہنچانا اور اعلان کرنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ براءت نازل فرمائی اور اس میں کافروں کو چار مہینے کا الٹی ٹائم
دے دیا گیا کہ اس عرصہ میں اسلام قبول کر لیں یا جزیرہ عرب سے نکل جائیں تو ان آیات کا اعلان کرنے کے لیے
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ معاہدہ ختم کرنے کے لیے آپ کا قریبی رشتہ دار ہونا
چاہیے کہ عرب اپنے رواج کے مطابق اس کے اعلان کو کما حقہ اہمیت دے سکیں، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان
کرنے کے لیے بھیجا گیا کہ آئندہ مشرک حرم کی میں نہ آئیں اور کوئی شخص بے لباس ہو کر طواف نہ کرے اور یہ کہ
مشرکین کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے اس عرصہ میں اگر وہ مسلمان نہ ہوئے تو انہیں ملک سے نکال دیا جائے گا۔ اس
موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ علی رضی اللہ عنہ کا مجھ سے قربت کا تعلق زیادہ ہے اس لیے یہ اہم اعلان وہی کریں گے۔
③ اس سے زندگی میں مالی حقوق کی ادائیگی بھی مراد ہو سکتی ہے، یعنی انہیں اختیار دیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف
سے خرید و فروخت وغیرہ کے معاملات پنہائیں۔ وفات کے بعد ان حقوق کی ادائیگی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔
نبی اکرم ﷺ نے اگر کسی کو کچھ عطا فرمانے کا وعدہ کیا تھا اور اسے پورا کرنے کا موقع نہ ملایا کوئی اور مالی ذمہ داری تھی
تو نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان تمام کی ادائیگی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی۔ (صحیح البخاری، کتاب
الکفالة، باب من تکفل عن میت دیناً فلیس له أن یرجع، حدیث: ۲۲۹۶)

۱۱۹- [حسن] أخرجه الترمذي، المناقب، باب علي مني وأنا من علي، ح: ۳۷۱۹ عن إسماعيل به،
وقال: "حسن غريب صحيح" * شريك تابعه إسرائيل وغيره، وأبو إسحاق صرح بالسماع.

۱۲۰- حضرت عباد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کے رسول کا بھائی ہوں، میں صدیق اکبر ہوں، میرے بعد یہ بات وہی کہے گا جو انتہائی جھوٹا ہے۔ میں نے دوسروں سے سات سال پہلے نماز پڑھی ہے۔

۱۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى: أَنْبَأَنَا الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْمُنْهَالِ، عَنْ عَبْدِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: أَنَا عَبْدُ اللَّهِ، وَأَخُو رَسُولِهِ ﷺ. وَأَنَا الصَّدِّيقُ الْأَكْبَرُ، لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ، صَلَّيْتُ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِ سِنِينَ.

🌞 فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے۔ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اسے ”باطل“ قرار دیا ہے۔ درایتا بھی غور کیا جائے تو اولاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سات سال تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والے صرف وہی تھے جبکہ نزول نبوت سے سات سال تک کا عرصہ تو بہت طویل ہے۔ ابتدائی تین سال کی خاموش تبلیغ کے نتیجہ میں ہی مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت بہت سے حضرات قبول کر چکے تھے اور ثانیاً حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے اللہ تعالیٰ کے صالح منکر المراج بندے یہ فخریہ کلمات کس طرح کہہ سکتے تھے کہ ”میں ہی صدیق اکبر ہوں۔“ اس لحاظ سے یہ روایت واقعی سخت ضعیف اور باطل ہے۔



۱۲۱- حضرت سعد بن ابوقحاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لیے تشریف لائے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کے پاس (ملاقات کے لیے) گئے۔ (اثنا گفتگو میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ چھڑ گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق کچھ تنقیدی الفاظ کہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور فرمایا: آپ ایسے شخص کے بارے میں یہ بات کہہ رہے ہیں جس کے متعلق میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”جس کا مولیٰ میں ہوں، علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا مولیٰ

۱۲۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ سَابِطٍ، وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فِي بَعْضِ حَجَّاتِهِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ سَعْدٌ، فَذَكَرُوا عَلِيًّا، فَقَالَ مِنْهُ: فَغَضِبَ سَعْدٌ، وَقَالَ: تَقُولُ هَذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْهِ مَوْلَاهُ». وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ

۱۲۰- [إسناده ضعيف جداً] أخرجه الحاكم: ۱۱۱/۳، ۱۱۲، وتعبه الذهبي، والحديث في الخصائص للنسائي

* عباد بن عبد الله ضعيف (تقریب).

۱۲۱- [صحیح] * ابن سابط لم يسمع من سعد رضي الله عنه كما قال ابن معين، وللحديث شواهد عند مسلم

وغیره.

مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي». وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «لَأُعْطَيْنَ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ؟»

(دوست) ہے۔“ اور میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ نے (علیؓ سے) فرمایا: ”تیرا مجھ سے وہی تعلق ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: ”آج میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔“ (اور وہ جھنڈا اعلیٰ علیہ السلام کو ملا۔)“

🌟 فوائد و مسائل: ① حضرت علی اور حضرت معاویہؓ کے درمیان بعض اختلافات ہوئے تھے، جن کی وجہ سے بعض مفسدین کی ریشہ دوانیوں سے جنگ و جدل تک نوبت پہنچی۔ یہ محض اجتہادی اختلاف تھا، اس بنا پر ہم لوگوں کے لیے جائز نہیں کہ کسی صحابی کے حق میں زبان طعن دراز کریں۔ ② کسی کی عدم موجودگی میں اس پر تنقید مناسب نہیں۔ ③ اگر کسی شخص پر اس کی عدم موجودگی میں تنقید کی جائے تو حاضرین کو چاہیے کہ اس کے حق میں بات کریں اور اس کی خوبیاں ذکر کریں۔ ④ اس حدیث میں حضرت علیؓ کے متعدد فضائل مذکور ہیں۔ جن میں سے بعض کی تفصیل گزشتہ احادیث میں بیان ہو چکی ہے۔

(۱۱/۵) فَضْلُ النَّبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (۱۱/۵) - حضرت زبیرؓ کے فضائل و مناقب

حضرت زبیرؓ کے فضائل و مناقب

* پیدائش اور نام و نسب: نام و نسب یوں ہے: حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی قریشی اسدی۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت صفیہ نبی اکرم ﷺ کی چھوٹی بیٹی تھیں۔ آپ کے دادا حضرت خدیجہ ام المؤمنینؓ کے والد تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کی کنیت ابو طاہر رکھی جبکہ آپ نے ابو عبد اللہ کنیت اختیار کی۔ تقریباً ۱۵ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا تو آپ مسلمانوں میں چوتھے یا پانچویں نمبر پر تھے۔ آپ نے ہجرت مدینہ اور ہجرت حبشہ کا شرف حاصل کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے مؤاخاۃ میں انھیں سلمہ بن سلامہ بن دقش کا بھائی بنایا۔ حضرت زبیر ان دس خوش نصیبوں میں سے ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی۔ اس کے علاوہ انھیں یہ عظیم شرف حاصل ہے کہ حضرت عثمانؓ، عبدالرحمنؓ بن عوفؓ، مقدادؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے اکابر صحابہ نے آپ کو اپنی اولاد کے بارے میں وصیت کی تھی، لہذا وہ ان صحابہ کی اولاد کے مال کی حفاظت کرتے تھے اور اپنے ذاتی مال سے ان کی دیکھ بھال فرماتے تھے۔ جنگ جمل میں حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ کرنے سے رک گئے اور لشکر سے الگ ہو کر وادی سباع میں تشریف لے گئے۔ وہاں حالت

نمازیں ابن جرموز نامی شخص نے حضرت علیؓ کے تقرب کے حصول کے لیے آپؐ کو شہید کر دیا۔ جب یہ شخص انعام و اکرام کے لالچ میں آپؐ کی تلوار لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت علیؓ نے حاضری کی اجازت ندی بلکہ فرمایا: ”حضرت زبیرؓ کے قاتل کو جہنم کی خوش خبری سنا دو۔“ اس طرح آپؐ ۳۶ ہجری میں جمادی الاولیٰ کی دس تاریخ کو جمعرات کے دن شہید ہو گئے۔ اس وقت آپؐ کی عمر تقریباً ۶۴ سال تھی۔ رضی اللہ عنہ۔

* حلیہ مبارک: حضرت زبیرؓ بڑے وجیہ اور خوب صورت شخصیت کے مالک تھے۔ آپؐ کا قد دراز، جسم متوازن، رنگ گندمی ڈاڑھی چھدری اور سر کے بال لمبے تھے۔ شہادت کے وقت تک صحت انتہائی شاندار تھی۔

* ازواج و اولاد: آپؐ کی ازواج اور اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ⊗ اسماء بنت ابی بکر: ان سے آپؐ کی بڑی نامور اولاد پیدا ہوئی، مثلاً: حضرت عبداللہؓ عروہ، منذر، عاصم، مہاجر، خدیجہ الکبریٰ، ام الحن اور عائشہ۔
- ⊗ امۃ بنت خالد بن سعید بن عاص: ان کے بطن سے خالدؓ عمرو، حبیبہؓ، سودہ اور ہند پیدا ہوئے۔
- ⊗ رباب بنت انیف بن عبید: حضرت مصعبؓ، حمزہ اور رملہ ان سے پیدا ہوئے۔
- ⊗ زینب: عبیدہ اور جعفر دو بیٹے ان سے پیدا ہوئے۔
- ⊗ ام کلثوم بنت عقبہ: ان سے صرف ایک بیٹی زینب پیدا ہوئی۔
- ⊗ حلال بنت قیس: ان سے بھی ایک بیٹی خدیجہ الصغریٰ پیدا ہوئیں۔



۱۲۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنِّدِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، يَوْمَ قَرْيَظَةَ: «مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟» فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، فَقَالَ: «مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟» قَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، ثَلَاثًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ، وَإِنَّ حَوَارِيَ الزُّبَيْرِ».

۱۲۲- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ بنو قریظہ کی جنگ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دُشمن کی خبر کون لائے گا؟“ حضرت زبیرؓ نے کہا: میں۔ آپ ﷺ نے (دوبارہ) فرمایا: ”دُشمن کی خبر کون لائے گا؟“ زبیرؓ نے کہا: میں۔ تین بار ایسے ہی ہوا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ (ہے)۔“



نواکد و مسائل: ① بنو قریظہ کے خلاف مہم جنگ خندق کے فوراً بعد شروع ہوئی تھی اس طرح سے دونوں غزوات

گویا ایک ہی ہیں۔ یہاں یوم بنو قریظہ سے مراد جنگ احزاب کے ایک دن کا واقعہ ہے۔ ① ”حواری“ سے مراد جان نثار ساتھی ہے۔ جس طرح حضرت علیؓ کے ساتھیوں (حواریوں) نے کہا تھا: ﴿نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ﴾ (الصف: ۱۴) ”ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔“ ② اس سے حضرت زبیرؓ کی عظمت اور شان ظاہر ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں مقرب ترین ساتھیوں میں شمار فرمایا۔

۱۲۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبُوهُ يَوْمَ أُحُدٍ.

۱۲۳- حضرت زبیرؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے جنگ احد کے دن میرے لیے اپنے والدین کو جمع (ذکر) فرمایا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① والدین کا ذکر اور جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر بن عوامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ”میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔“ جنگ میں بہادری سے لڑنے کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی کے طور پر یہ الفاظ فرمائے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر کے لیے اپنے والدین کو اس وقت بھی جمع کیا جب وہ بنو قریظہ کی خبر لے کر آئے تھے۔ (صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب الزبیر..... الح، حدیث: ۳۷۲۰) ② غزوہ اُحد کے دوران میں ہی آپ ﷺ نے حضرت سعد بن ابوقحاصؓ سے بھی فرمایا تھا: ”تیر جلاؤ!“ میرے ماں باپ تم پر قربان۔“ (صحیح البخاری، الأدب، باب قول الرجل: فداک ابی وامی، حدیث: ۶۱۸۳) ③ حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابوقحاصؓ دو نول ”عشرہ مبشرہ“ میں شامل ہیں۔

۱۲۴- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَهَدِيَّةُ ابْنِ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَتْ لِي عَائِشَةُ: يَا عُرْوَةُ! كَانَ أَبُوكَ مِنَ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ

۱۲۴- حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے فرمایا: عروہ! تمھارے والد اور نانا ان لوگوں میں شامل ہیں جنھوں نے رُخی ہونے کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل کی، یعنی ابوبکر اور زبیرؓ۔

۱۲۳- أخرجه البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الزبير بن العوام رضي الله عنه، ح: ۳۷۲۰، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة والزبير رضي الله عنهما، ح: ۲۴۱۶ من حديث هشام به.

۱۲۴- [إسناده صحيح] أخرجه الحميدي عن سفيان به، وصححه الحاكم على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي.

بَعْدَ مَا أَصَابَهُمُ الْفَرْحُ ﴿۱﴾ [آل عمران:

۱۷۲] أَبُو بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے: ﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْفَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ (آل عمران: ۱۷۲) ”جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو قبول کیا“ اس کے بعد کہ انھیں دُغم لگ چکے تھے ان میں سے جنھوں نے نیکی کی اور پرہیزگاری اختیار کی ان کے لیے بہت زیادہ اجر ہے۔“ ② اس آیت میں غزوہٴ احد کے بعد کے حالات کی طرف اشارہ ہے۔ مشرکین جب واپس ہوئے تو راستے میں انھیں خیال آیا کہ ہم نے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا موقع گنوا دیا ہے چنانچہ انھوں نے واپس پلٹ کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، رسول اللہ ﷺ نے بھی یہ خطرہ محسوس کیا کہ کئی لشکر دوبارہ حملہ کرنے کی کوشش کر سکتا ہے، چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا کہ جنگ احد میں حصہ لینے والے تمام مجاہد دوبارہ کوچ کریں۔ آپ نے آٹھ میل دور حراء الاسد تک تعاقب کیا جب مشرکین کو یہ خبر پہنچی تو وہ مرعوب ہو گئے اور مدینہ پر حملہ کیے بغیر واپس چلے گئے۔ (دیکھیے: الرقی الختم، ص: ۳۸۶) ③ حضرت عروہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ہیں۔ اس طرح حضرت ابو بکرؓ ان کے نانا اور حضرت زبیر بن عوامؓ ان کے والد ہوئے۔

(۱۱/۶) - حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ

فَضْلُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

کے فضائل و مناقب

* نام و نسب اور فضائل: نام و نسب یوں ہے: طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب قریشی تمیمی اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کو اسلام میں متعدد فضیلتیں حاصل ہیں مثلاً: آپ خوش نصیب و بلند مرتبہ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ایک ہیں۔ اسلام قبول کرنے میں سبقت لینے والوں میں آپ کا نمبر آٹھواں اور ابو بکر صدیقؓ کی دعوت و تبلیغ سے اسلام لانے والوں میں پانچواں نمبر ہے۔ اسی طرح آپ حضرت عمر فاروقؓ کی بنائی ہوئی شوری کے رکن بھی تھے۔ آپ کا تعلق حضرت ابو بکر صدیقؓ کے خاندان سے ہے۔ اسلام لانے کے بعد آپ کے بڑے بھائی عثمان نے آپ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ ایک ہی رسی میں جکڑ کر خت مارا پٹیا۔ حضرت عمر اسی واقعہ کی وجہ سے اپنے ان دوسرا تھیں کو ”قرنین“ کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ نے سترہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا اور آپ مکہ کے ان چند شرفاء میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ نبی ﷺ نے انھیں سخاوت کی وجہ سے فیاض کا لقب عطا فرمایا۔ غزوہٴ حنین میں شیعاء دکھائی تو نبی ﷺ نے طلحہ الجود کا لقب عطا کیا۔ حضرت طلحہ کو ایک ایسا شرف حاصل ہے جو دوسرے کسی صحابی کو نہیں انھوں نے چار شادیاں کیں اور ان چاروں میں وہ نبی اکرم ﷺ کے ہم زلف تھے، یعنی انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ، بہن ام کلثومؓ، ام المومنین حضرت زینب

کی بہن حمنۃ ام المؤمنین ام حبیبہ کی بہن فارعا اور ام المؤمنین ام سلمہ کی بہن رقیہ سے شادی کی۔

* حلیہ مبارک: آپ درمیانے قد، گندمی رنگ، ٹکفۃ صورت اور باریک ناک والے تھے۔ آخر دم تک چاق چوبند تھے اور بڑھا پے کے آثار ظاہر نہیں ہوئے تھے۔

آپ جنگ جمل میں مروان بن حکم کے تیرے ذخی ہو کر فوت ہوئے۔ اس طرح آپ ۶۴ برس کی عمر میں ۳۶ ہجری کو جمعرات کے دن جمادی الآخرہ کی دس تاریخ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کل سات شادیاں کیں اور دو لونڈیاں بھی آپ کے پاس تھیں۔ ان سے کل گیارہ بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

۱۲۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَمْرُو
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْدِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ:
حَدَّثَنَا الصَّلْتُ الْأَزْدِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ،
عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ طَلْحَةَ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ،
فَقَالَ: "شَهِيدٌ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ".

۱۲۵- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت
طلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ نے
فرمایا: "یہ شہید ہے جو زمین پر چل رہا ہے۔"

🌟 فوائد و مسائل: ① اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ دیکھیے:
(الصحيحۃ رقم: ۱۲۶) اس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوش خبری ہے جو ایک عظیم سعادت ہے۔ ② آپ کی
شہادت جنگ جمل کے موقع پر ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشاجرات میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے وہ اللہ
کے ہاں مجرم نہیں ورنہ انھیں شہادت کی خبر نہ دی جاتی۔

۱۲۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ:
حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ
مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى بْنِ
طَلْحَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ

۱۲۶- حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: "یہ
ان میں سے ہے جنھوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔"

۱۲۵- [ضعیف] أخرجه الترمذي، المناقب، باب مناقب أبي محمد طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه، ح: ۳۷۳۹ من
حديث الصلت بن دينار به، وقال: "غريب" * الصلت متروك كما قال أحمد وغيره (تہذیب)، وللحديث شواهد
ضعيفة، ولم أجده طريقاً صحيحاً ولا حسناً، والحديث الآتي شاهد له معنوي.

۱۲۶- [حسن] أخرجه الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، ح: ۳۲۰۲ من حديث إسحاق به،
وقال: "غريب"، وصححه الحاكم، وتعبه الذهبي * إسحاق بن يحيى ضعيف (تقريب)، وله طريق حسن عند
الترمذي، ح: ۳۲۰۳، وقال: "حسن غريب".

ابن ابی سَفِیَّانَ قَالَ: نَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى طَلْحَةَ، فَقَالَ: «هَذَا مِمَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ».

🌞 **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث میں اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ (الاحزاب: ۲۳) ”مومنوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ سے کیا تھا، اسے سچا کر دکھایا۔ بعض نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا اور بعض (موقع کے) منتظر ہیں اور انہوں نے (اپنے عزم میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔“ ② اس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا شرف ہے کہ انہیں شہادت سے پہلے وعدہ پورا کرنے والا قرار دے دیا گیا۔ گویا انہوں نے اب تک جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ اتنے زیادہ اور اتنے عظیم ہیں کہ انہیں شہادت سے پہلے ہی شہیدوں کے بلند مقام کا حامل قرار دیا جاسکتا ہے۔ ③ اس میں ان کے خلص مومن ہونے کی گواہی بھی ہے اور یہ کہ ان کا اللہ سے کیا ہوا وعدہ ایک سچا وعدہ ہے جو خلوص قلب سے کیا گیا ہے۔



۱۲۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنَّ أَبَا إِسْحَاقَ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «طَلْحَةُ مِمَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ».

۱۲۷- حضرت موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے انہوں نے کہا، ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ انہوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے: ”طلحہ (رضی اللہ عنہ) ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔“

۱۲۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَاءَ، وَفِي يَدَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، يَوْمَ أُحُدٍ.

۱۲۸- حضرت قیس سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دیکھا جو شل ہو چکا تھا، انہوں نے جنگِ اُحد میں اس سے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا تھا۔

🌞 **فوائد و مسائل:** ① جنگِ اُحد میں کافروں کے حملوں کا مرکز نبی اکرم ﷺ کی ذات تھی۔ اس وقت جب کہ مسلمان منتشر ہو چکے تھے، حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کی بے مثال بہادری کی وجہ سے مشرکین اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ② ہاتھ سے دفاع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں

کے سامنے اپنا ہاتھ کر دیا تاکہ نبی ﷺ محفوظ رہیں۔ جس کی وجہ سے ہاتھ شل ہو گیا۔ غالباً ڈھال فوری طور پر دست یاب نہ تھی۔

(۱۱/۷) فَضْلُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
(۱۱/۷) - حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

* پیدائش اور نام و نسب: نام و نسب یوں ہے: سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب قریشی زہری اور کنیت ابواسحاق ہے۔ آپ ہجرت نبوی سے تقریباً تیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک عرب کے شاہسوار حضرت عمر کی شوری کے اہم رکن اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سب سے پہلے عرب تیر انداز ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ اسلام لانے والوں میں آپ کا تیسرا نمبر ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آپ نے کوفہ شہر کی بنیاد رکھی اور اسے خوب صورت سائنسی طریق پر استوار کیا۔

* حلیہ مبارک: آپ بلند قامت فربہ جسم اور قوی و مضبوط تھے۔ بال گھنے تھے۔ آخری عمر میں خضاب لگاتے تھے۔ آپ نے پچاس سال کی عمر میں وادی حقیق مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

* ازواج و اولاد: آپ نے نو شادیاں کیں ان سے آپ کے اٹھارہ بیٹے اور اتنی ہی بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ سب سے بڑے بیٹے اسحاق کے نام پر ابواسحاق کنیت رکھی۔

۱۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ أَبْوِيَهُ لِأَحَدٍ غَيْرِ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، فَإِنَّهُ قَالَ لَهُ، يَوْمَ أُحُدٍ: «إِزْمِ سَعْدًا! فِذَاكَ أَبِي وَأُمِّي».

۱۲۹ - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے سوا کسی صحابی کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے ماں باپ قربان ہونے کے الفاظ نہیں سنے۔ صرف انھیں آپ ﷺ نے غزوہ احد کے موقع پر فرمایا تھا: ”سعد! تیر چلاؤ“ میرے ماں باپ تم پر قربان۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ سعادت حاصل ہے جیسے حدیث ۱۲۳ میں بیان ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یا تو اس کا علم نہیں ہوا یا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے براہ راست یہ الفاظ نہیں سنے جبکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں فرمائے گئے۔ ② دشمن پر تیر اندازی کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی تلوار سے مقابلہ کرنے کی ہے۔ موجودہ دور میں پھینکنے والے آلات کی بہت اہمیت ہے، خواہ وہ

رائفل یا کلاشکوف کی گولی ہو یا کسی قسم کے توپ یا ٹینک کا گولہ یا میزائل وغیرہ ہوں ان سب کا کافروں کے خلاف استعمال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کا باعث ہے لہذا مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کے لیے ہر قسم کا اسلحہ تیار کرنا چاہیے اور اس کا استعمال یکھنا چاہیے۔

۱۳۰- حضرت سعد بن ابوقاص رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے انھوں نے فرمایا: جنگِ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے اپنے والدین کا نام لیا یعنی یوں فرمایا ”اے سعد! تیرا چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان۔“

۱۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنَّ النَّائِثُ بْنَ سَعْدٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، يَوْمَ أُحُدٍ، أَبَوَيْهِ، فَقَالَ: «إِزْمِ سَعْدُ! فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي».

۱۳۱- حضرت سعد بن ابوقاص رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے انھوں نے فرمایا: میں پہلا عربی ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔

۱۳۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، وَخَالِي يَغْلِي، وَوَكَيْعٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: إِنِّي لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

☀ فائدہ: جہاد میں کسی بھی کام میں سبقت اور پیش قدمی باعثِ فخر ہے۔ اور اللہ کے احسان کے تذکرہ کے طور پر بطور امتنان و شکر اس قسم کا شرف ذکر کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۳۲- حضرت سعد بن ابوقاص رضی اللہ عنہ سے روایت

۱۳۲- حَدَّثَنَا مَسْرُوقُ بْنُ الْمَرْزُبَانِ:

۱۳۰- أخرجه البخاري، المغازي، باب إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا . . . الخ، ح: ٤٠٥٧، ومسلم، فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، ح: ٢٤١٢ من حديث يحيى به.

۱۳۱- أخرجه البخاري، فضائل الصحابة، باب مناقب سعد بن أبي وقاص الزهري، ح: ٣٧٢٨، ومسلم، الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، ح: ٢٩٦٦ من حديث إسماعيل به.

۱۳۲- [صحیح] أخرجه البخاري، فضائل الصحابة، باب مناقب سعد بن أبي قاص الزهري، ح: ٣٧٢٧، مر حديث ابن أبي زائدة به.

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ: قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ: مَا أَسْلَمَ أَحَدٌ فِي الْيَوْمِ الَّذِي أَسْلَمْتُ فِيهِ، وَلَقَدْ مَكَّنْتُ سَبْعَةَ أَيَّامٍ، وَإِنِّي لَثَلُثُ الْإِسْلَامَ.

ہے، انھوں نے فرمایا: جس دن میں نے اسلام قبول کیا اس دن کسی اور شخص نے اسلام قبول نہیں کیا۔ سات دن تک میں مسلمانوں کی تعداد کا ایک تہائی رہا ہوں۔

🌞 نوادہ و مسائل: ① ”ایک تہائی“ کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے پہلے صرف دو افراد نے اسلام قبول کیا تھا میرے اسلام لانے سے مسلمانوں کی کل تعداد تین ہو گئی۔ سات دن تک کوئی اور صاحب اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ ② یہاں آزاد جواں مرد افراد کے اسلام لانے کا ذکر ہے۔ ورنہ آپ سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (خاتون) زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (غلام) حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ (نوعمر) اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ آزاد حضرات میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے مسلم ہیں۔ ان کے بعد صرف ایک صاحب کے بعد حضرت سعد بن ابوقحاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اس طرح ”السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ“ کے خطاب کے حامل ہوئے جو ایک عظیم شرف ہے۔

(۱۱/۸) نَضَائِلُ الْقَسْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
(۱۱/۸) - عشرہ مبشرہ رحمۃ اللہ علیہ کے

فضائل و مناقب

۱۳۳- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْمُثَنَّى، أَبُو الْمُثَنَّى النَّخَعِيُّ، عَنْ جَدِّهِ رِيَّاحِ بْنِ الْحَارِثِ، سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ نَفِيلٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَاشِرَ عَشْرَةِ فَقَالَ: «أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ فِي الْجَنَّةِ» فَقِيلَ لَهُ: مَنْ

۱۳۳- حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ دس افراد کی ایک مجلس میں دسویں فرد کی حیثیت سے تشریف فرما تھے (آپ کے ساتھ نوصحابی تھے)۔ آپ نے فرمایا: ”ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، عبد الرحمن جنتی ہیں۔“ ان سے پوچھا گیا: (آپ نے آٹھ افراد کے نام لیے ہیں) نویں صاحب کون ہیں؟ فرمایا: ”میں۔“

التَّاسِعُ؟ قَالَ: «أَنَا».

🌞 **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث میں نو افراد کے ضمنی ہونے کی خبر ہے۔ ان کے ساتھ دسویں صحابی حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان دس حضرات کو ”عشرہ مبشرہ“ کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ دس صحابہ کرام جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔ یہ دس حضرات تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ بعض دیگر مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے بعض دیگر افراد کو بھی جنت کی بشارت دی ہے، لیکن ان حضرات کا مقام عشرہ مبشرہ کے برابر نہیں۔ ② حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے توضع کے طور پر اپنا نام نہیں لیا۔ جب پوچھا گیا تب بتانا پڑا۔

۱۳۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «أُثْبِتُ جِرَاءَ! فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ». وَعَدَّاهُمْ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدُ، وَابْنُ عَوْفٍ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ.

۱۳۴- حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”جرا (پہاڑ) ٹھہر جا! تجھ پر صرف نبی، صدیق اور شہید ہیں۔“ راوی نے ان حضرات کو شمار کیا (جو پہاڑ پر تھے اور کہا): اللہ کے رسول ﷺ، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمن بن عوف اور سعید بن زید رضی اللہ عنہ۔

🌞 **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث میں مذکور صحابہ کی فضیلت واضح ہے کہ وہ بہت سے مواقع پر نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ② یہ بات آپ ﷺ نے اس وقت فرمائی جب جرا پہاڑ پر زلزلہ آیا۔ نبی اکرم ﷺ کے ”ٹھہر جا“ کہنے سے وہ ٹھہر گیا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ ③ جرا ایک پہاڑ ہے جو مکہ شہر سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے قبل از بعثت آپ ﷺ وہاں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔

(۱۱/۹) فَضْلُ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ [رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ]

(۱۱/۹) - حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی فضیلت

* پیدائش و وفات اور نام و نسب: نام و نسب یوں ہے: عامر بن عبد اللہ بن جراح بن ہلال بن ایبہ بن ضبہ

بن حارث بن فہر قریشی۔ آپ اپنی کنیت ابو عبیدہ اور والد کی بجائے دادا الجراح کے نام سے مشہور ہوئے۔ فہر آپ کا نسب، نبی اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ کا والد مسلمان نہیں ہوا اور جنگ بدر کے دن اپنے ہی بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق کی دعوت پر ۲۹ برس کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ اس طرح مسلمان ہونے والے خوش نصیبوں میں آپ کا نواں نمبر ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ دراز قد، دبلے پتلے، لمبوترے چہرے، بھرے سینے اور چھدری ڈاڑھی والے تھے۔ زخار گوشت سے خالی تھے اور سامنے کے دو دانت غزوہٴ احد میں ٹوٹ گئے تھے۔ آپ نے ۱۸ ہجری میں طاعون عمواس میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۵۸ برس تھی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کی اولاد میں صرف دو بیٹے یزید اور عمر تھے اور والدہ کا نام ہند بنت جابر ہے۔

۱۳۵۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجران والوں سے کہا: ”میں تمہارے ساتھ ایک دیانت دار آدمی بھیجوں گا جو کما حقہ دیانت دار ہے۔“ لوگوں کو جستجو ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

۱۳۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. جَمِيعًا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ ابْنِ زُفَرٍ، عَنْ حَذِيفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ، لِأَهْلِ نَجْرَانَ: «سَأَبْعُثُ مَعَكُمْ رَجُلًا أَمِينًا، حَقَّ أَمِينٍ». قَالَ: فَتَشَرَّفَ لَهُ النَّاسُ، فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① نجران کا علاقہ مکہ اور یمن کے درمیان ہے اور یہ لوگ عیسائی مذہب کے پیروکار تھے۔ ۹ ہجری میں ان کا وفد مدینہ منورہ آیا اور نبی اکرم ﷺ سے بعض مسائل پر گفتگو کی، آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے انکار کیا تو آیات مہملہ نازل ہوئیں۔ انھوں نے آپس میں کہا: اگر محمد رضی اللہ عنہ واقعی نبی ہیں تو ان سے مہملہ کر کے ہم تباہی سے نہیں بچ سکتے، چنانچہ انھوں نے جزیہ دینے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ اور عرض کیا کہ ایک دیانت دار آدمی روانہ فرمائیں، آپ نے صلح کا مال وصول کرنے کے لیے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور اسی موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ بعد میں یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ دیکھیے: (الرحیق المختوم، ص: ۲۰۳ تا ۲۰۶) ② مالی ذمہ داریوں کے لیے دیانت دار آدمی کا تعین کرنا چاہیے۔ دوسری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ دیانت داری اہم ترین شرط ہے جو اس قسم کے منصب کے لیے ضروری ہے۔

۱۳۵۔ أخرجه البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب أبي عبيدة بن الجراح رضي الله عنه، ح: ۳۷۴۵، وغيره، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي عبيدة بن الجراح رضي الله عنه، ح: ۲۴۲۰ من حديث أبي إسحاق به.

۱۳۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: ۱۳۶- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَدَمَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، کے رسول ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے
عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زَفَرٍ، عَنْ عَنِ بارے میں فرمایا: ”یہ اس امت کا دیانت دار آدمی ہے۔“
عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِأَبِي عُبَيْدَةَ
ابْنِ الْجَرَّاحِ: «هَذَا أَمِينٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ».

☀ فائدہ: اسی وجہ سے انھیں ”امین الامت“ کہا جاتا ہے۔

(۱۱/۱۰) نَزَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۱۱/۱۰) کے فضائل

* حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: نام و نسب: عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شح بن فار بن مخزوم
الہدی۔ آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدود ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں
مسلمان ہوئے۔ آپ خود فرماتے تھے کہ میں مسلمان ہونے والوں میں چھٹا شخص تھا، اس وقت روئے زمین پر
ہمارے علاوہ کوئی مسلمان نہ تھا۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے نبی اکرم ﷺ سے براہ راست قرآن مجید کی
۷۰ سورتیں سیکھیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور ان کی وصیت کے مطابق
انھیں رات کے وقت دفن کیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۶۳ برس تھی۔

* حضرت عبداللہ بن مسعود کے خوب صورت کلام کا ایک نمونہ: آپ فرماتے ہیں: شخص آخرت کا طالب
ہو اسے دنیا کا خسارہ برداشت کرنا ہوگا۔ اور جو شخص دنیا کا خواہش مند ہے اسے آخرت کا خسارہ ہوگا، لہذا اے لوگو!
باقی رہنے والی زندگی کی خاطر فانی دنیا کا خسارہ برداشت کر لو۔

۱۳۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: ۱۳۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ
حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي کر تا تو ام عبد کے بیٹے (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ
إِسْحَاقَ، عَنْ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مقرر کرتا۔
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَوْ كُنْتُ مُسْتَخْلِفًا أَحَدًا عَنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ، لَا سَخَّلْتُ ابْنَ أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ».

۱۳۶- [صحیح] انظر الحديث السابق.

۱۳۷- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، المناقب، باب مناقب عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، ح: ۳۸۰۸ من
حديث أبي إسحاق به، وقال: "غريب إنما نعرفه من حديث الحارث عن علي"، [انظر، ح: ۹۵].





فائدہ: بعض شارحین نے یہاں غلیفہ سے کسی خاص لشکر کی امارت یا کسی اور معاملے میں جانشین بنانا وغیرہ مراد لیا ہے لیکن یہاں تاویل وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ یہ روایت ہی ضعیف ہے۔

۱۳۸- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ ۱۳۸- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت الخَلَّالُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عِيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زُرَّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ بَشَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًا كَمَا أُنْزِلَ، فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَدٍ».

۱۳۸- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں خوشخبری دی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص قرآن کو اس طرح تروتازہ پڑھنا چاہتا ہے جس طرح وہ نازل ہوا، اسے چاہیے کہ ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کی قراءت کے مطابق پڑھے۔“



فوائد و مسائل: ① اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے انداز تلاوت کی تعریف ہے کہ انتہائی صحت حروف کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں۔ تروتازہ قراءت سے مراد بغیر تغیر کے تلاوت کرنا ہے۔ ② جس طرح قرآن مجید کو سمجھنا اور سُن کرنا ضروری ہے اسی طرح اس کی صحیح اور عمدہ انداز سے تلاوت کرنا بھی ضروری اور قابل تعریف ہے۔ اس سے علم تجویز اور قراءت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ③ مسلمان بھائی کو ایسی بات بتا دینا اللہ کے ہاں محبوب ترین اعمال میں سے ہے جس سے اسے خوشی حاصل ہو جس طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خوشخبری دی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی تلاوت کو پسند فرمایا ہے اور اس کے مطابق پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔

۱۳۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: ۱۳۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذْنُكَ عَلَيَّ أَنْ تَرْفَعَ الْحِجَابَ، وَأَنْ تَسْتَمَعَ سِوَايَ حَتَّى أَتَهْلِكَ».

۱۳۹- انھوں نے فرمایا: مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”تمھارا اذن (گھر میں آنے کے لیے) یہی ہے کہ پردہ اٹھاؤ اور تم میری رازدارانہ گفتگو بھی سن سکتے ہو حتیٰ کہ میں منع کروں۔“

۱۳۸- [حسن] أخرجه أحمد: ۱/ ۴۴۵، ۴۵۴ من حديث عاصم به * أبو بكر بن عياش تابعه زائدة وغيره، وباقى السند حسن.

۱۳۹- [صحیح] أخرجه مسلم، السلام، باب جواز جعل الإذن رفع حجاب، أو غيره من العلامات، ح: ۲۱۶۹ من حديث عبد الله بن إدريس وغيره به.

🌞 **فائدہ: ①** حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اکثر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ کام کاج کے لیے اکثر حاضر ہونا پڑتا تھا، چنانچہ ان کے لیے استیذان کے حکم میں نرمی کر دی گئی۔ قرآن مجید میں غلاموں اور لونڈیوں کو کبھی تین اوقات کے علاوہ باقی کسی بھی وقت آنے جانے کے لیے بار بار اجازت مانگنے سے معاف رکھا گیا ہے۔ (سورہ نور: ۵۸)

(۱۱/۱۱) فَضْلُ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
(۱۱/۱۱) حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ کے فضائل

* حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ نام و نسب: عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ اور کنیت ابو الفضل ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں۔ آپ کی والدہ غیلہ بنت جناب بن کلاب وہ پہلی عربی خاتون ہیں جنہوں نے بیت اللہ شریف کو ریشی غلاف پہنایا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عباس بچپن میں گم ہو گئے تو آپ کی والدہ نے نذر مانی کہ اگر ان کا بچہ مل گیا تو وہ بیت اللہ شریف کو ریشی غلاف پہنائیں گی، لہذا حضرت عباس کے ملنے پر انہوں نے بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا۔ حضرت عباس ؓ نبی اکرم ﷺ سے دو سال بڑے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے اور بیت اللہ میں حاجیوں کو زمرہ پلانے کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ آخری عمر میں بینائی ختم ہو گئی تھی۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان ؓ کی شہادت سے دو سال قبل جمعہ کے روز ۱۲ رمضان کو فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۸ برس تھی۔ آپ کی اولاد میں حضرت عبداللہ عابد اللہ اور قثم ؓ نہایت بلند مرتبہ شخصیات ہیں۔



۱۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ: ۱۴۰۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: قریش کے کچھ لوگ باتیں کر رہے ہوتے، ہم ان سے ملنے (ان کی مجلس میں جاتے بچتے) تو وہ بات چیت ختم کر دیتے۔ ہم نے یہ بات اللہ کے رسول ﷺ کو بتائی تو آپ نے فرمایا: ”لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ باتیں کر رہے ہوتے ہیں پھر جب میرے گھر والوں میں سے کسی شخص کو دیکھتے ہیں تو بات چیت ختم کر دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم! کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا

۱۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي سَبْرَةَ التَّحَعِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: كُنَّا نَلْقَى النَّفَرَ مِنْ قُرَيْشٍ، وَهُمْ يَتَحَدَّثُونَ، فَيَقْطَعُونَ حَدِيثَهُمْ، فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَحَدَّثُونَ، فَإِذَا رَأَوْا

الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي قَطَعُوا حَدِيثَهُمْ، وَاللَّهُ، لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ إِلَّا بِإِيمَانٍ حَتَّى يُحِبَّهُمْ لِلَّهِ وَلِقَرَاتِهِمْ مِنِّي»۔

حتی کہ وہ ان سے اللہ کے لیے اور ان سے میری قرابت کا لحاظ رکھتے ہوئے محبت رکھے۔

۱۴۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ الصَّحَّاحِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مَرْثَةَ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ اللَّهَ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، فَمَنْزِلِي وَمَنْزِلُ إِبْرَاهِيمَ فِي الْحَجَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَجَاهَيْنِ، وَالْعَبَّاسُ بَيْنَنَا وَمُؤْمِنٌ بَيْنَ خَلِيلَيْنِ»۔

۱۴۱- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ قیامت کے دن جنت میں میرا مقام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام دونوں آسنے سانسنے ہوں گے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ (ہم دونوں کے) اللہ کے دو خلیلوں کے درمیان ایک مومن ہوں گے۔“

🌞 فائدہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہاں منقول دونوں حدیثیں صحیح نہیں ہیں، تاہم وہ ایک جلیل القدر صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے عم پر گوار ہیں۔ یہ شرف و اعزاز بھی کچھ کم نہیں۔

(۱۱/۱۲) فَضْلُ النَّصَبِ وَالنَّصَبِ انْتَبَى عَلِيٌّ نَبِيٌّ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

حضرت حسن اور حضرت حسین (۱۱/۱۲) بن علی رضی اللہ عنہما کے فضائل

* حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور نام و نسب: حسن بن علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قریشی ہاشمی۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے لاڈلے لڑکے، فاطمہ الزہراء کے چہیتے بیٹے اور علی حیدر کے قابل فرخندہ پوت ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے آپ کا نام حسن اور کنیت ابو محمد رکھی۔ ۳ ہجری میں ۱۵ رمضان المبارک کو پیدا ہوئے اور تقریباً ۴۶ برس کی عمر مبارک گزاری کر ۴۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ کی موت کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے آپ کو زہر پلا دیا تھا جس سے تقریباً ۴۰ روز آپ کا خون پیشاب کے رستے خارج ہوتا رہا۔ بالآخر اسی مرض سے وفات پا گئے۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع الغرقہ (جنت البقیع) میں آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت فضل بن دین بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ پریشان ہو گئے۔ اسی اثنا میں ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: اے ابو محمد! یہ کیسی پریشانی ہے؟ آپ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہی اپنے عزیز والدین حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو جا لیں گے۔ اپنے نانا نبی اکرم ﷺ اور نانی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کریں گے۔ اپنے چچاؤں حضرت حمزہ اور حضرت جعفر کے پاس جاؤ گے، اپنے ماموں قاسمؓ، طبیب اور ابراہیمؓ کی زیارت کرو گے، اپنی خالائیں رقیہؓ، ام کلثومؓ اور زینبؓ کا دیدار کرو گے۔ (لہذا یہ پریشانی نہیں ہونی چاہیے) یہ سن کر آپ کا غم جاتا رہا اور آپ کی طبیعت خوش ہو گئی۔

* حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ: پیدائش اور نام و نسب: حسین بن علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قریشی ہاشمی۔ آپ رسول اکرم ﷺ کے چچیتے نواسے فاطمہ الزہراءؓ کے لاڈلے بیٹے، حسن رضی اللہ عنہ کے محبوب بھائی اور جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ ۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ نبی کریم ﷺ کے سینے سے لے کر باقی بدن میں مشابہ تھے جبکہ حضرت حسن آپ سے سر سے سینے تک مشابہ تھے۔ کوفیوں کی غدار کی وجہ سے آپ ۶۱ ہجری میں ماہ محرم میں جمعہ کے روز شہید کر دیے گئے۔



۱۴۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِلْحَسَنِ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ، فَأُحِبُّهُ وَأُحِبُّ مَنْ يُحِبُّهُ» قَالَ: وَصَّمَهُ إِلَى صَدْرِهِ.

۱۴۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ”اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔ اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر۔“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ نے انھیں سینے سے لگالیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ ان سے محبت اللہ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ② اپنے بچوں سے محبت کا اظہار کرنا معاشرہ میں بلند مقام رکھنے والوں کی شان کے منافی نہیں بلکہ اخلاق حسنہ میں شامل ہے۔

۱۴۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي عَوْفٍ

۱۴۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما

۱۴۲- أخرجه البخاري، البيهقي، باب ما ذكر في الأسواق، ح: ۲۱۲۲، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل الحسن والحسين رضي الله عنهما، ح: ۲۴۲۱ من حديث سفیان به، مطولاً ومختصراً.

۱۴۳- [صحیح] أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ۸۱۶۸ من حديث سفیان الثوري به، وصححه البوصيري، وله شواهد صحيحة عند الطبراني، والحاكم وغيرهما، وصحح بعضها الحاكم، والذهبي.

أَبِي الْجَحَافِ، وَكَانَ مَرْضِيًّا، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَحَبَّ الْحَسْنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي».

سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت حسن اور حسین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پیارے نواسے تھے۔ اور نبی ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کے پیاروں سے بھی پیار ہو۔ اسی وجہ سے دوسرے صحابہ کرام علیہ السلام سے محبت بھی ایمان کا جز ہے۔ اور ان کے بارے میں دل میں نامناسب جذبات رکھنا ایمان کے منافی ہے۔ ② اہل بیت اور صحابہ کرام علیہ السلام سے محبت صرف زبانی دعوے والی چیز نہیں بلکہ ان کے اسوہ پر عمل کرنا اصل محبت ہے۔ ③ کسی بھی صحابی سے سرزد ہونے والی اجتہادی غلطیوں کو بنیاد بنا کر ان کے خلاف باتیں کرنا یا ان کی معمولی لغزشوں کو بڑے جرائم باور کرانے کی کوشش کرنا درست نہیں۔ جس طرح بعض لوگوں نے حضرت عثمان علیہ السلام پر عائد کیے گئے غلط الزامات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح حضرت عثمان علیہ السلام کے خلاف بغاوت کرنے والے مفسدین کا موقف درست ثابت کرنا چاہا ہے۔ اس کے برعکس بعض دوسرے لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت حسین علیہ السلام کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ خوارج نے حضرت علی اور حضرت معاویہ علیہ السلام دونوں کو کافر قرار دیا یہ سب غلط ہیں۔ صحابہ کرام کا اختلاف اجتہادی اختلاف تھا جس میں غلطی پر بھی ثواب ہے۔ اس موضوع پر ابن العربی رحمہ اللہ کی کتاب ”العواصم من القواصم“ کا مطالعہ مفید ہے۔ اردو میں ”خلافت و ملوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت۔“ (مصنف حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

۱۴۴- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ حُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ أَنَّ يَعْلىَ بْنَ مَرَّةٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّهُمْ خَلَّجُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى طَعَامٍ دَعُوا لَهُ: فَإِذَا حُسَيْنٌ يَلْعَبُ فِي السَّكَّةِ، قَالَ: فَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ أَمَامَ الْقَوْمِ، وَبَسَطَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ الْغُلَامُ يَقْرَأُ هَهُنَا وَهَهُنَا، وَيُضَاحِكُهُ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى

۱۴۴- حضرت یحییٰ بن مرہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ صحابہ کرام علیہ السلام کو کھانے کی دعوت دی گئی تھی۔ وہ لوگ نبی ﷺ کے ساتھ وہاں جانے کے لیے روانہ ہوئے دیکھا تو گلی میں حسین علیہ السلام کھیل رہے تھے۔ نبی ﷺ نے دوسروں سے آگے بڑھ کر (حسین علیہ السلام کو پکارتے کے لیے) ہاتھ پھیلا دیے۔ وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ نبی ﷺ انھیں ہنساتے رہے۔ آخر انھیں پکڑ لیا۔ آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور

أَخَذَهُ، فَجَعَلَ إِحْدَى يَدَيْهِ تَحْتَ ذَقْنِهِ، وَالأُخْرَى فِي فَأْسٍ رَأْسِهِ فَقَبَّلَهُ، وَقَالَ: «حُسَيْنٌ مِنِّي، وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ».

دوسرا ہاتھ ان کے سر کے پچھلے حصے پر رکھا اور انھیں چوم لیا۔ پھر فرمایا: ”حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے اور حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔“

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ مِثْلَهُ.

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے کہا، ہمیں علی بن محمد نے وکیع سے انہوں نے سفیان سے سابقہ روایت کی مثل بیان کیا۔

🌞 نو آمد و مسائل: ① اگر کوئی کھانے کی دعوت دے تو قبول کرنا منسوب ہے۔ ② چھوٹے بچے کی میں کھیلیں تو جائز ہے۔ ③ اظہار محبت کے لیے بچے کو تھامنا چہرے کو بوسہ دینا سنت رسول ﷺ ہے۔ ④ ”سبط“ کے معنی نواسہ ہیں مگر اس کا اطلاق قبیلہ پر بھی ہوتا ہے۔ اس سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وہ اکیلی ہی ایک قبیلہ کی سی شان کے حامل ہیں۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اکیلی ہی ایک امت کی شان رکھتے ہیں۔ (انجیل: ۱۲۰)

۱۴۵- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، وَعَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَسَّانَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ، عَنْ الشَّدِيِّ، عَنْ صُبَيْحٍ، مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ: «أَنَا سِلْمٌ لِمَنْ سَأَلْتُمْ، وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ».

۱۳۵- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات علیؑ، فاطمہؑ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ”جس سے تم صلح کرو میری بھی اس سے صلح ہے اور جس سے تم جنگ کرو اس سے میری بھی جنگ ہے۔“

🌞 فائدہ: اس قسم کی روایات سے ان صحابہ و تابعین کی مذمت پر استدلال کیا جاتا ہے جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا مہینہ طور پر یا واقعتاً اختلاف ہوا، حالانکہ اول تو یہ روایت ہی ضعیف ہے۔ ثانیاً اگر غور کیا جائے تو اس سے ان لوگوں کی مذمت نکلتی ہے جنھوں نے علی رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت اور ان کی اطاعت و نصرت کا دعویٰ کیا اور پھر ان سے غداری کر کے انھیں شہید کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک خارجی کے ہاتھ سے ہوئی اور خوارج شروع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پارٹی میں شامل تھے بعد میں مخالف ہوئے۔ اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلانے والے اور بعد میں انھیں شہید کرنے والے بھی وہی تھے جو ان سے محبت کا دعوٰی رکھتے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ

نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ اس روایت کی روشنی میں معاویہ رضی اللہ عنہ مخالفین میں سے خارج ہو گئے لہذا اپر طعن کرنے کا کوئی جواز نہیں رہا۔

(۱۱/۱۲) فَضْلُ عَمَارِ بْنِ يَاسِرٍ

(۱۱/۱۳) - حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

کے فضائل

* حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ: نام و نسب: عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن حصین العنسی۔ آپ کی کنیت ابوالیقظان ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام سمیہ ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں اپنے والد اور والدہ کے ساتھ اسلام لائے اور کفار کی اذیتیں برداشت کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے اور شامی لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ۳۷ ہجری میں ۹۳ برس کی عمر میں شہید ہوئے۔

۱۴۶- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، ۱۳۶- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: فرمایا: میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عمار حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هَانِيءِ بْنِ هَانِيءٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فرمایا: ”اسے اجازت دے دو۔ اس پاک کیے ہوئے قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَاسْتَأْذَنَ عَمَارُ بْنُ يَاسِرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِذْنُوا لَهُ، مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ».

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت عمارؓ ان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ رضی اللہ عنہ ان عظیم صحابہ کرام میں شامل ہیں جنھوں نے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا اور کفار کے ہاتھوں بہت سی تکلیفیں برداشت کیں، اس لیے نبی ﷺ کی نظر میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ② پاک کیے ہوئے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اخلاص نصیب فرمایا ہے اور ایسی عادات و خصائص سے پاک فرما دیا ہے جو ایک کامل ایمان والے مومن کی شان کے لائق نہیں۔ ③ دوستوں کو مرحبا اور خوش آمدید کہنا بھی اخلاق حسنہ میں شامل ہے۔

۱۴۷- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ ۱۳۷- حضرت ہانی بن ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۱۴۶- [حسن] أخرجه الترمذي، المناقب، باب مناقب عمار بن ياسر... الخ، ح: ۳۷۹۸ من حديث سفیان الثوري به، وقال: "حسن صحيح"، وصححه ابن حبان، والحاكم، والذهبي، ورواه شعبة عن أبي إسحاق به عند أحمد وغيره.

۱۴۷- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف: ۱۲/ ۱۲۰، ۱۲۱، وصححه ابن حبان * أبو إسحاق وتلميذه عتقا، تقدم، ح: ۴۶، وله شواهد ضعيفة عند النسائي، والحاكم وغيرهما، والله أعلم.

حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انھوں نے فرمایا: پاک کیے ہوئے پاک باز کو خوش آمدید! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا: ”عمار رضی اللہ عنہ سر تا پا ایمان سے معمور ہے۔“

الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا عَنَّا بُنْ عَلِيٍّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هَانِيءِ بْنِ هَانِيءٍ قَالَ: دَخَلَ عَمَّارٌ عَلَى عَلِيٍّ، فَقَالَ: مَرَجَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مُلِيَ عَمَّارٌ إِيْمَانًا إِلَى مُشَاشِهِ».

🌞 فوائد و مسائل: ① اس میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے خالص مومن ہونے کی شہادت ہے۔ ② جس شخص کے بارے میں فخر و تکبر میں جتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اس کے سامنے اس کی تعریف کی جاسکتی ہے۔ ③ یہ روایت بعض محققین کے نزدیک صحیح ہے۔

۱۴۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عمار رضی اللہ عنہ پر جب بھی دو کام پیش کیے گئے تو انھوں نے زیادہ صحیح کام کا انتخاب کیا۔“

۱۴۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالََا جَمِيعًا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سَيَّاهٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَّارٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «عَمَّارٌ، مَا عَرِضَ عَلَيْهِ أَمْرَانِ إِلَّا اخْتَارَ الْأَرْشَدَ مِنْهُمَا».

🌞 فوائد و مسائل: ① دو کام پیش کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ایسا موقع پیش آئے جب دو میں سے ایک کام کا انتخاب کرنا پڑے تو عمار رضی اللہ عنہ کا انتخاب صحیح ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق ہے جو نبی اکرم ﷺ کے اتباع کا نتیجہ ہے، تاہم اس بنا پر انھیں معصوم عن الخطا قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ صرف نبی کی شان ہوتی ہے۔ ② اس سے اور اس قسم کی دوسری احادیث سے یہ دلیل لی گئی ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلاف کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف زیادہ درست تھا کیونکہ جنگ کے دوران میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی



حمایت کی تھی۔ ⑤ اس روایت کی صحت کی تصریح بھی بعض محققین نے کی ہے۔

(۱۱/۱۶) نَضْلُ سُلْمَانَ وَأَبِيهِ
ذَرُّ وَالْمَقْدَادِ
حضرت سلمانؓ ابوذر اور مقدادؓ کے فضائل

* حضرت سلمان فارسیؓ نام و نسب: آپ سے آپ کے نسب کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: میں سلمان بن الاسلام ہوں۔ اسلام سے پہلے آپ کا نسب یوں ہے: مایہ بن بوذخشان بن مورسلان بن بمبوزان بن فیروز بن سرک۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی جبکہ آپ سلمان الخیر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ اصفہان کے ایک مجوسی گھرانے میں پیدا ہوئے، پھر عیسائیت کی تعلیم و تربیت میں ایک عرصہ گزارا بالا خرا سلام کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے اسلام لانے کا رقت انگیز واقعہ سیرت ابن ہشام صفۃ الصوفہ اور اسد الغابہ میں پڑھا جاسکتا ہے۔ اور ان کی اپنی بھی ایک روایت مسند احمد میں ہے جس میں خود انھوں نے اپنی سرگزشت بیان کی ہے، مسند احمد کے محققین نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ (الموسوعة الحدیثية: ۱۳۹/۱۳۰) حضرت سلمانؓ کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔ مؤرخین کا ایک گروہ ان کی عمر ڈھائی سو سال سے ساڑھے تین سو سال تک بتلاتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو یہ ان کے حق میں خارق عادت (کرامت) بات ہوگی۔ لیکن حافظ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ پہلے میں بھی اسی بات کا قائل تھا، لیکن پھر میں نے اس سے رجوع کر لیا، میرے خیال میں ان کی عمر ۸۰ سال سے متجاوز نہیں۔ (الإصابة: ۱۱۹/۱۳) بتحقیق جدید حضرت سلمانؓ کا نصیحت آموز خط جو الدین النصیحہ کی خوب صورت تعبیر بھی ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت سلمانؓ کو حضرت ابوذرؓ کا بھائی بنایا تھا۔ حضرت ابوذرؓ شام کے علاقے میں چلے گئے جبکہ حضرت سلمانؓ نے عراق کو اپنا مسکن بنایا۔ حضرت ابوذرؓ نے وہاں سے یہ خط لکھا: ”السلام علیکم! بھائی سلمان! آپ کے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے کثیر اولاد اور مال سے نوازا ہے۔ اور میں ارض مقدس میں رہا ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے درج ذیل خوب صورت جواب لکھا: ”وعلیکم السلام! بھائی ابوذرؓ! آپ نے اپنے کثیر مال اور اولاد کی خبر دی ہے، خوب یاد رکھیں کہ خیر وافر مال اور کثیر اولاد میں نہیں بلکہ خیر تو یہ ہے کہ آپ کی بردباری اور تحمل بڑھے اور آپ کا علم آپ کے لیے مفید ہو۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ارض مقدس کو مسکن بنائے ہوئے ہیں تو یقیناً جانیں کہ زمین کسی کے لیے کچھ عمل نہیں کرتی، لہذا نیک اعمال کو پورے اخلاص سے ادا کریں اور اپنے آپ کو اس دنیا سے جانے والا مسافر سمجھیں۔

* حضرت ابوذرؓ غفاریؓ نام و نسب: جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار الغفاریؓ آپ کی کنیت ابوذرؓ ہے اور اسی سے آپ مشہور ہیں۔ آپ جب مکہ مکرمہ میں اسلام لائے تو مسلمانوں میں آپ کا چوتھا یا پانچواں نمبر تھا۔ ۳۲ ہجری میں آپ ربذہ مقام پر فوت ہوئے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ زہد و تقویٰ میں بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ سرکاری ہدایا اور مناصب سے دور بھاگتے تھے۔ دنیا سے

بے زاری اور آخرت کا شوق آپؐ کا نصب العین رہا۔

* حضرت مقداد بن عمروؓ نام و نسب: مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثامہ بن مطرود المہرانی۔ زمانہ جاہلیت میں آپؓ اسود بن عبدالغوث الزہری کے حلیف بنے۔ اسود نے آپؓ کو منہ بولا بیٹا بنالیا۔ اسی وجہ سے آپؓ کو مقداد بن اسود بھی کہا جاتا ہے۔ اسی نام سے آپؓ مشہور ہو گئے۔ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے اسلام کا اعلان کرنے والوں میں آپؓ بھی شامل تھے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں میں سے صرف آپؓ ہی کے پاس گھوڑا تھا۔ اس طرح جہاد فی سبیل اللہ میں پہلا مسلمان گھوڑا سوار ہونے کا اعزاز بھی آپؓ کو ملا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد حکومت میں آپؓ ستر برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپؓ کی نماز جنازہ حضرت عثمانؓ نے پڑھائی۔

۱۴۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى، وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي رَبِيعَةَ الْإِيَادِيِّ، عَنِ ابْنِ بَرِيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِحُبِّ أَرْبَعَةٍ، وَأَخْبَرَنِي: أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: «عَلِيٌّ مِنْهُمْ» يَقُولُ ذَلِكَ ثَلَاثًا: «وَأَبُو ذَرٍّ، وَسَلْمَانٌ، وَالْمُقْدَادُ».

۱۴۹- حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے چار حضرات سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے، اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔“ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون کون ہیں؟ فرمایا ”ان میں سے ایک علیؓ ہیں۔“ یہ بات آپؐ نے تین بار فرمائی۔ پھر فرمایا: ”اور ابوذرؓ، سلمانؓ اور مقدادؓ“۔

۱۵۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ، عَنْ زُرَّابِ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ أَوَّلَ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلَامَهُ سَبْعَةٌ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَأَبُو بَكْرٍ،

۱۵۰- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے سات حضرات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ، عمارؓ ان کی والدہ سمیہؓ، صہبؓ، بلالؓ اور مقدادؓ۔ رسول اللہ کو تو اللہ نے آپؐ کے چچا ابوطالب کے ذریعے سے (مشرکین کی اذیتوں سے) محفوظ رکھا،

۱۴۹- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، المناقب، باب تسميته ﷺ أربعة أمر بحبهم وأن الله يحبهم، ح: ۳۷۱۸ عن إسماعيل به، وقال: "حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث شريك"، وهو مذكور في المدلسين (للحافظ ابن حجر/ المرتبة الثانية) لعله كان بدلس بعد اختلاطه، وأما شيخه فهو حسن الحديث، وثقه الجمهور.

۱۵۰- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ۴۰۴/۱ عن يحيى به، وصححه ابن حبان (الإحسان)، ح: ۷۰۸۳، والحاكم: ۲۸۴/۳، والذهبي.

وَعَمَّارٌ، وَأُمُّهُ سُمَيْثَةُ، وَصَهْبٌ، وَبِلَالٌ،
وَالْمِقْدَادُ. فَأَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَنَعَهُ اللَّهُ
بِعَمِّ أَبِي طَالِبٍ، وَأَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَمَنَعَهُ اللَّهُ
بِقَوْمِهِ، وَأَمَّا سَائِرُهُمْ، فَأَخَذَهُمُ
الْمُشْرِكُونَ وَالْأَبْسُوهُمْ أَذْرَاعَ الْحَدِيدِ
وَصَهَرُواهُمْ فِي الشَّمْسِ، فَمَا مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ
إِلَّا وَقَدْ وَاتَاهُمْ عَلَى مَا أَرَادُوا، إِلَّا بِلَالًا،
فَإِنَّهُ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فِي اللَّهِ، وَهَانَ عَلَى
قَوْمِهِ، فَأَخَذُوهُ، فَأَعْطَوْهُ الْوِلْدَانَ، فَجَعَلُوا
يَطُوفُونَ بِهِ فِي شِعَابِ مَكَّةَ وَهُوَ يَقُولُ:
أَحَدٌ، أَحَدٌ.

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ نے ان کی قوم کے ذریعے سے محفوظ رکھا باقی جو حضرات تھے انھیں مشرکوں نے پکڑ لیا، انھیں لوہے کی زریں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا، چنانچہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے (جان بچانے کے لیے) زبان سے) مشرکین کے مطلب کی بات نہ کہہ دی ہو سوائے بلال رضی اللہ عنہ کے۔ انھوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کی پروا نہ کی اور ان کی قوم کی نظر میں بھی ان کی کوئی قدر نہ تھی (اس لیے کوئی ان کی حمایت میں نہیں بولتا تھا) کافروں نے انھیں پکڑ کر بچوں کے حوالے کر دیا وہ انھیں مکہ کی گھاٹیوں میں لیے (کھینچتے) پھرتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے تھے: اُحد اُحد (اللہ ایک ہے، ایک ہے۔)

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی جسمانی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔ لیکن مذکورہ بالا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو تکلیفیں برداشت کیں وہ بہت شدید تھیں۔ ابوطالب کو اہل مکہ میں ایک معزز مقام حاصل تھا لہذا بہت سے لوگ ابوطالب کا احترام کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کو تکلیف دینے سے اجتناب کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے قبیلے کا لحاظ کر کے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انھیں جسمانی طور پر تکلیفیں بالکل نہیں پہنچیں، البتہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بے حد تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشرکین کی موافقت میں زبان سے جو کچھ کہا اس سے ان کے مقام و مرتبہ میں کوئی فرق نہیں آیا کیونکہ ایسے موقع پر جب مصائب برداشت سے باہر ہو جائیں جان بچانے کے لیے کلمہ کفر کہنے کی اجازت خود قرآن نے دی ہے۔ (دیکھیے سورہ نحل: ۱۰۶) ③ اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی استقامت و عظمت ظاہر ہوتی ہے کہ انھوں نے رخصت کے بجائے عزیمت کا راستہ اختیار کیے رکھا اور زبان سے کبھی ایک بار بھی ان کی مرضی کے مطابق کوئی لفظ نہیں بولا حالانکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو تکلیفیں دی گئی ہیں وہ اتنی شدید ہیں کہ ان کے تصور سے رو ٹگنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۱۵۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا
وَكَيْعٌ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ،
۱۵۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اللہ کی راہ میں تکلیفیں

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَقَدْ أُؤْذِيْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ نَائِلَةٌ، وَمَا لِي وَلِبَلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ دُو كَيْدٍ، إِلَّا مَا وَارَى إِبْطَ بِلَالٍ».

آئیں جب کسی اور کو تکلیفیں نہیں دی جاتی تھیں۔ اور مجھے اللہ کی راہ میں خوف زدہ کیا گیا جب کسی اور کو ڈرایا دھمکایا نہیں جاتا تھا۔ بعض اوقات مجھ پر تیسری رات بھی اس حال میں آ جاتی تھی کہ میرے لیے اور بلال کے لیے کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جسے کوئی ذی روح کھا سکے، مگر اتنی سی مقدار میں کہ جسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی

بغل چھپالے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① چونکہ توحید کی دعوت لے کر کھڑے ہونے والے حضرت نبی اکرم ﷺ ہی تھے اس لیے مشرکین کے ظلم و جور کا اولین نشانہ بھی آپ ﷺ ہی کی ذات اقدس تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پہلے خود رسول اللہ ﷺ نے ان کے مظالم برداشت کیے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق کی طرف دعوت دینے والے کو صبر و استقامت کا مظاہرہ دوسروں سے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ وہ دوسروں کے لیے اسوہ بن سکے۔ ② حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان جاں نثار صحابہ کرام میں سے ہیں جنھوں نے اولین دور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ مصائب برداشت کیے ہیں۔ اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔



(۱۱/۱۵) فَضَائِلُ بِلَالٍ (۱۱/۱۵) — حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے فضائل

* حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نام و نسب: بلال بن رباح الحبشی آپ کی کنیت ابو عبد اللہ کریم یا ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن اور خزانچی تھے۔ مکہ کے بنو نج کے غلام تھے۔ ابتداء اسلام میں مسلمان ہو گئے اور مشرکین کے ظلم و ستم برداشت کیے۔ ابو جہل اور امیہ بن خلف نے طرح طرح کے ظلم آپ پر ڈھائے۔ انھیں شدید گرمی میں ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا یا آوارہ لڑکوں کے حوالے کر دیے جاتے اور وہ آپ کو جانوروں کی طرح گلیوں میں گھینٹتے پھرتے۔ حضرت ابو بکر صدیق سے منظر دیکھنا جاتا، لہذا منہ جمع کو منہ مانگی قیمت دے کر اللہ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ۶۰ سال سے زائد عمر گزار کر اس دار فانی سے ۲۰ ہجری میں شام کے علاقے میں فوت ہوئے۔ (اسد الغابۃ: ۳۱۵ — ۳۱۸)

۱۵۲ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا ۱۵۲ — حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی

أَبُو أَسَامَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْرَةَ، عَنْ سَالِمٍ شاعر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت

أَنْ شَاعِرًا مَدَحَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، فَقَالَ: بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ [خَيْرُ بِلَالٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: كَذَبْتُ، لَا. بَلْ: بِلَالُ رَسُولِ اللَّهِ خَيْرُ بِلَالٍ].

بلالؓ کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہہ دیا: عبد اللہؓ کے بیٹے بلال ہر بلال سے اچھے ہیں۔ حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ نے کہا: تو جھوٹ کہتا ہے، نہیں، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے بلال (بلالؓ) ہر بلال سے اچھے ہیں۔

(۱۱/۱۶) فَضَائِلُ خَبَّابٍ

(۱۱/۱۶) — حضرت خبابؓ کے فضائل

* حضرت خباب بن الارتؓ: نام و نسب، خباب بن الارت بن جندل بن سعد بن خزیمہ انصاری۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو احمد یا ابو یحییٰ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں کسی قبیلے کی لوٹ مار کی وجہ سے غلام بن گئے اور مکہ مکرمہ میں فروخت کر دیے گئے۔ ام انمار بنت سباع الخزاعیہ نے آپ کو خرید لیا۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہونے اور باوازا بلند اسلام کا اظہار کرنے والوں میں آپ کا چھٹا نمبر ہے۔ کفار نے انھیں تپتے ہوئے پتھروں سے اذیتیں دیں جس سے آپ کی کمر کا گوشت جل بھن گیا لیکن ان سب باتوں کے باوجود بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ حضرت خبابؓ تلواریں ڈھالنے کا کام کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ آپ کی تالیف قلب کے لیے آپ کے پاس تشریف لاتے۔ اس کی خبر آپ کی مالکہ کو ہوئی تو اس نے تپتا ہوا لوہا آپ کے سر پر رکھ کر اذیت دینا شروع کر دی۔ حضرت خبابؓ نے نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی تو آپ نے دعا فرمائی: ”الہی! خباب کی مدد فرما۔“ ام انمار مالکہ کے سر میں ایسی بیماری لگ گئی کہ وہ کتوں کی طرح چیخنے اور بھونکنے لگی۔ اسے اس کا علاج یہ بتایا گیا کہ سر میں گرم سلاخ سے داغ لگواؤ، لہذا اس کے حکم سے حضرت خبابؓ اس کے سر پر سلاخ گرم کر کے لگاتے تو اسے چند لمحوں کے لیے سکون ملتا پھر وہی کیفیت ہو جاتی۔ اسے کہتے ہیں: ”جیسی کرنی ویسی بھرنی۔“ ۳۷ ہجری میں آپ طویل بیماری کے بعد فوت ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور کونہ میں دفن ہونے والے پہلے آپ ہیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۳ برس تھی۔ (اسد الغابۃ: ۱۳۷/۲-۱۵۰)

۱۵۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَمْرُو ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي لَيْلَى الْكِنْدِيِّ قَالَ: جَاءَ خَبَّابٌ إِلَى عُمَرَ، فَقَالَ: أَدْنُ، فَمَا أَحَدٌ أَحَقُّ بِهَذَا الْمَجْلِسِ مِنْكَ،

۱۵۳- حضرت ابویعلیٰ کندیؓ سے روایت ہے کہ حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو انھوں نے فرمایا: قریب آ کر بیٹھو اس جگہ بیٹھنے کا حق آپ سے زیادہ کسی کو نہیں، سوائے عمارؓ کے۔ پھر حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کو مشرکین کی اذیتوں

۱۵۳- [إسناده ضعيف] وصححه البوصيري * أبو إسحاق عن نعن وشيخه حسن الحديث، وللحديث شواهد ضعيفة

عند ابن سعد: ۱۶۵/۳ وغیره.

إِلَّا عَمَّارًا، فَجَعَلَ خَبَابٌ يُرِيهِ آثَارًا يَظْهَرُهُ كَنتِجٍ مِّنْ كَرَمٍ يَزِيدُ جَانَهُ وَاللَّيْلَةَ نَظَرَ لِّهَ لَكَّ—
مِمَّا عَذَّبَهُ الْمُسْرِكُونَ.

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ روایت بعض ائمہ کے نزدیک صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور ہمدردی کرنے والے تھے۔ ② حضرت عمرؓ نے حضرت خبابؓ کو اپنے قریب بٹھایا اس سے ان کی عزت افزائی بھی مقصود تھی اور اظہار محبت بھی۔ ③ حضرت عمرؓ کی نظر میں حضرت عمارؓ حضرت خبابؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ جنہوں نے اللہ کی راہ میں تکلیفیں برداشت کی تھیں بہت زیادہ قابل قدر اور قابل احترام تھے۔ ④ جو لوگ دین کے لیے محنت کریں اور تکلیفیں برداشت کریں، مسلمان حکومتوں یا جماعتوں کے قائدین کو چاہیے کہ ان کو مکافہ مقام اور عزت و شرف سے نوازیں۔ ⑤ حضرت خبابؓ کا حضرت عمرؓ کو زخموں کے نشانات دکھانا ریا کاری میں شامل نہیں کیونکہ حضرت عمرؓ ان تمام شدائد کے بھٹی گواہ تھے جو سابق الاسلام صحابہ کرامؓ کو مشرکین کے ہاتھوں برداشت کرنے پڑے تھے بلکہ (بطور تحدیث نعت) مقصد اللہ کے احسانات کو یاد کرنا تھا کہ اس نے ان ایام میں استقامت بخشی اور بعد میں اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور ان مصائب سے نجات بخشی۔



۱۵۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: ۱۵۴- حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت میں امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکرؓ ہیں اور اللہ کے دین میں سب سے سخت عمرؓ ہیں سب سے زیادہ سچی حیاء والے عثمانؓ ہیں زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے علیؓ ہیں اللہ کی کتاب کے زیادہ عالم ابی بن کعبؓ ہیں حلال و حرام کا زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبلؓ ہیں اور علم میراث کے زیادہ ماہر زید بن ثابتؓ ہیں۔ سنو! ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین (دیانت دار فرد) ابو عبیدہ بن جراحؓ ہیں۔“

۱۵۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدٍ: حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي دِينِ اللَّهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَأَقْرَبُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ ابْنُ كَعْبٍ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا، وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ».

۱۵۴- [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل وزيد بن ثابت... الخ، ح: ۳۷۹۱ من حديث عبد الوهاب به، وقال: "حسن صحيح"، وصححه ابن حبان، والحاكم * أبو قلابة لا يعرف له تدليس، قاله أبو حاتم، وللحديث طرق أخرى.

میں وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے افضل تھے۔ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کے بعد سب سے افضل شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں؛ پھر باقی خلفائے راشدین؛ پھر عشرہ مبشرہ میں سے باقی حضرات اور ان کے بعد مختلف اعتبارات سے صحابہ کرام کی افضلیت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۱۱/۱۸) فَضْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ — حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما

کے فضائل

* حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما: نام و نسب: سعد بن معاذ بن نعمان بن امرئ القیس بن زید بن عبداللہ اشجلی الانصاری آپ کی کنیت ابوعمر اور والدہ کا نام کبشہ بنت رافع ہے۔ آپ مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کے مقرر کردہ داعی اسلام حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے اسلام لانے کے بعد قبیلہ والوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تم سب خواتین و حضرات سے بات کرنا میرے لیے حرام ہے حتیٰ کہ تم مسلمان ہو جاؤ لہذا وہ سب مسلمان ہو گئے اس طرح اسلام کے لیے آپ بڑے بابرکت ثابت ہوئے۔ جنگ خندق میں ایک تیر آپ کو لگا جس سے خون بہنے لگا۔ تیر ہوتا تھا، نبی کریم ﷺ نے آپ کا خیمہ مسجد نبوی میں لگوا دیا تاکہ تیار داری میں سہولت رہے پھر وہ زخم بند ہو گیا۔ تیر لگنے کے بعد حضرت سعد نے یہ دعا مانگی: الہی اگر قریش کے ساتھ جنگ باقی رہے تو مجھے زندہ رکھ کیونکہ جس قوم نے تیرے نبی کو تکالیف دیں اسے جھٹلایا اور مکہ سے ہجرت پر مجبور کیا مجھے اس سے جنگ کرنا بے حد پسند ہے اور اگر ان کے ساتھ جنگ ختم ہو گئی ہے تو میرے اس زخم کو شہادت کا باعث بنا اور بنو قریظہ کے یہودیوں کے بارے میں میری آنکھیں ٹھنڈی کیے بغیر مجھے موت نہ دینا۔ پھر جب بنو قریظہ کا خاتمہ ہو گیا تو آپ کا زخم دوبارہ پھوٹ پڑا اور اسی سے آپ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی آپ کو دفن کر کے لوٹے تو آپ کے آنسو آپ کی ڈاڑھی مبارک پر گر رہے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات ۵ ہجری میں ماہ شوال میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۳۷ برس تھی۔



۱۵۷ — حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: أَهْدَيْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ سَرَقَةً مِنْ حَرِيرٍ، فَجَعَلَ الْقَوْمُ يَتَدَاوُلُونَهَا بَيْنَهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَتَعْجَبُونَ مِنْ هَذَا؟» فَقَالُوا لَهُ: نَعَمْ. يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ!

۱۵۷ — حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ریشمی کپڑا بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ حاضرین اسے ہاتھ میں لے لے کر دیکھنے لگے (کہ کتنا عمدہ ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں! اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”تسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت میں سعد بن

لَمَّا دَبِلَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مُعَاذٍ لِّلَّهِ كَے رومال اس سے بہتر ہیں۔“
مِنْ هَذَا۔

☆ فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن معاذؓ نہ صرف جنتی ہیں بلکہ ان کو جنت کی اعلیٰ نعمتیں میسر ہوں گی۔ ② جنت کی نعمتوں میں ہر قسم کے کپڑے ہیں حتیٰ کہ رومال بھی ہیں۔ ③ دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز بھی جنت کی معمولی سی چیز کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ④ ہدیہ قبول کرنا چاہیے اگرچہ شرک ہی کا ہو۔ واضح رہے کہ یہ ہدیہ ”قبا“ تھی جسے والدی دومۃ الجحدل کے بھائی نے نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ⑤ حضرت سعد بن معاذؓ انصاری صحابی ہیں۔ قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ جنگ بدر میں شرکت کا شرف حاصل ہوا غزوہ خندق میں انھیں تیر لگا اس سے شہادت پائی۔

۱۵۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سَفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِهْتَرَّ عَرْشُ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ»۔

۱۵۸ - حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سعد بن معاذؓ کی وفات پر رحمان کا عرش بھی جھوم اٹھا۔“

☆ فوائد و مسائل: ① مومن کی روح جب آسمان پر جاتی ہے تو جہاں جہاں سے گزرتی ہے سب فرشتے خوش ہوتے ہیں۔ حضرت سعد بن معاذؓ کی وفات پر جب ان کی روح مبارک آسمانوں پر گئی تو عرش الہی کو بھی اس کی آمد پر خوشی ہوئی اور اس میں خوشی کے اظہار کے طور پر حرکت پیدا ہوئی۔ ② اللہ کی مخلوق جو انسان کی نظر میں بے جان اور سمجھ بوجھ سے خالی ہے حقیقت میں ایسے نہیں بلکہ بے جان مخلوق میں بھی شعور اور احساس ہے لیکن وہ انسان کے حواس سے بالاتر ہے۔ ③ بعض علماء نے عرش کی خوشی سے مقرب فرشتوں کی خوشی مراد لی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۱/۱۹) نَضَلُ صَبْرِهِ نَبِيَّ غَنِيَةِ اللَّهِ
حضرت جریر بن عبد اللہؓ کی فضائل

* حضرت جریر بن عبد اللہؓ نام و نسب: جریر بن عبد اللہ بن جابر بن مالک بن نصر بکلی۔ آپ کی کنیت ابو عمرو یا ابو عبد اللہ اور والدہ کا نام بکلیۃ بنت صعب ہے اسی نسبت سے آپ البکلی کہلاتے ہیں۔ حضرت جریر بن عبد اللہ ۱۰ ہجری میں رمضان المبارک میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ ۵۱ یا ۵۳ ہجری

۱۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ :

۱۵۹- حضرت جریر بن عبد اللہ بجلي ۱؎ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جب سے میں نے اسلام قبول کیا اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی حاضر خدمت ہونے سے منع نہیں فرمایا اور جب بھی مجھے دیکھا میرے رو برو مسکرائے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ”اے اللہ! اسے ثابت قدمی نصیب فرما اور اسے ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنادے۔“

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ: مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْذُ أَسْلَمْتُ، وَلَا رَأَيْتُهُ إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِهِ، وَلَقَدْ شَكَّوْتُ إِلَيْهِ أَنِّي لَا أَتَّبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا».



فوائد ومسائل: ① حضرت جریر ۱؎ دراز قد، خوبصورت اور خوش شکل تھے۔ حضرت عمر ۱؎ انھیں اس امت کا یوسف کہا کرتے تھے۔ ② ”حاضر ہونے سے منع نہیں فرمایا۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے یا کسی خاص مجلس میں رونق افروز ہوتے تھے اگر میں حاضری کی اجازت چاہتا تو مجھے ضرور اجازت مل جاتی تھی۔ کبھی حاضری سے منع نہیں کیا گیا، یعنی حضرت جریر ۱؎ کو نبی ﷺ کا خصوصی قرب حاصل تھا۔ ③ ملاقات کے وقت مسکراتا خوشی کا مظہر ہے جو محبت کی علامت ہے کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ملاقات سے خوشی ہوتی ہے اس سے نبی کریم ﷺ کی خوش خلقی اور خندہ پیشانی کی عادت مبارک بھی معلوم ہوتی ہے۔ ④ گھوڑا سواری ایک فن ہے جس کا حصول ایک مجاہد کے لیے بہت ضروری ہے، حضرت جریر ۱؎ کو یہ شکایت تھی کہ گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے تھے، گرنے کا خطرہ محسوس کرتے تھے اس لیے انھوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ بات بتائی۔ کسی بزرگ ہستی کو اپنی کسی کمزوری سے آگاہ کرنا درست ہے تاکہ کوئی مناسب مشورہ حاصل ہو یا دعا بھی مل جائے۔ ⑤ جب کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کی جائے تو اسے چاہیے کہ دعا کر دے انکار نہ کرے۔

(۱۱/۲۰) فَضْلُ أَهْلِ بَدْرٍ - جنگ بدر میں شریک ہونے والے

صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل

۱۶۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ - حضرت رافع بن خدیج ۱؎ سے روایت ہے

۱۵۹- أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب من لا يثبت على الخيل، ح: ۳۰۳۵، وح: ۶۰۸۹ عن ابن نمير، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل جرير بن عبد الله رضي الله عنه، ح: ۲۴۷۵ من حديث قيس به.

۱۶۰- [صحيح] أخرجه أحمد: ۴/ ۴۶۵ عن وكيع به * سفیان عنعن، وله طريق آخر محفوظ عند البخاري في ۴۴

— جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کے فضائل و مناقب —
 انھوں نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام آیا فرمایا: ایک فرشتہ
 نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: تم میں سے جو
 لوگ جنگ بدر میں شریک ہوئے، تم لوگ انھیں کیا مقام
 دیتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم انھیں اپنے میں افضل شمار
 کرتے ہیں۔ فرشتے نے کہا: اسی طرح ہماری نظر میں
 وہ (فرشتے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے دوسرے)
 فرشتوں میں افضل ہیں۔

وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ: حَدَّثَنَا
 سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ
 رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: جَاءَ
 جِبْرِيلُ، أَوْ مَلَكٌ، إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: مَا
 تَعْدُونَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا فَيَكُفُّمْ؟ قَالُوا: خِيَارُنَا،
 قَالَ: كَذَلِكَ هُمْ عِنْدَنَا، خِيَارُ الْمَلَائِكَةِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے نے انسانی صورت میں ظاہر ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے
 بات چیت کی۔ سابقہ امتوں میں بھی فرشتوں کے بعض انسانوں کے سامنے ظاہر ہو کر ان کے ساتھ بات چیت کرنے
 کے واقعات ہوئے ہیں جس طرح حضرت مریم علیہا السلام اور فرشتے کی بات چیت ہوئی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتے نے
 نبی اکرم ﷺ کے واسطے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بات کی ہو جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے
 ذریعے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام پہنچایا تھا۔ ② اس حدیث سے بدر میں شریک ہونے والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
 کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ بدری صحابہ کی تعداد مشہور روایت کے مطابق تین سو تیرہ ہے جبکہ دوسرے اقوال کے
 مطابق ان کی تعداد تین سو چودہ یا تین سو سترہ ہے۔ (دیکھیے: فتح الباری ۳/۷، حدیث: ۳۹۵۶) ③ فرشتوں کا نزول
 جنگ بدر کے علاوہ دوسرے موقعوں پر بھی ہوا لیکن جو فرشتے اس موقع پر حاضر تھے وہ دوسروں سے افضل ہیں۔
 ④ جہاد کی بہت فضیلت ہے کہ اس سے انسان تو کیا فرشتوں کو بھی شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۶۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ:
 حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ:
 حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، جَمِيعًا عَنْ الْأَعْمَشِ،
 عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي،
 ۱۶۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ
 کے رسول ﷺ نے فرمایا: "میرے ساتھیوں کو برا بھلا
 مت کہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری
 جان ہے! تم میں سے کوئی اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی
 (اللہ کی راہ میں) خرچ کر دے تو ان کے ایک منہ بلکہ
 آدھے منہ تک نہیں پہنچ سکتا۔"

« صحیحہ (فتح): ۷/۳۹۵، ح: ۳۹۹۲.

۱۶۱- أخرجه البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب، ح: ۳۶۷۳، ومسلم، فضائل الصحابة، باب تحريم
 سب الصحابة رضي الله عنهم، ح: ۲۵۴۰ من حديث الأعمش به، في الأصل وصحيح مسلم: "عن أبي هريرة رضي
 الله عنه"، والصاب "عن أبي سعيد" كما في صحيح البخاري وغيره.

قَوْلَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ
مِثْلَ أَحَدٍ ذَهَبًا مَا أَذْرَكَ مَدًّا أَحَدٍ [هَم] وَلَا
نَصِيفَةً.

🌞 فوائد و مسائل: امام مزی رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ الاشراف میں لکھتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ کے جن نسخوں میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کاتبوں کی غلطی ہے کیونکہ صحاح ستہ میں یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بہر حال اس غلطی سے حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑتا کیونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔
① اس حدیث میں اہل بدر کی تخصیص نہیں شاید مصنف اس باب میں اس حدیث کو اس لیے لائے ہیں کہ اس عموم میں بدری صحابہ کرام بھی داخل ہیں۔ ② اس حدیث میں خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد آنے والے مسلمانوں سے ہے۔ بعد کے مسلمانوں کا ایک بڑا عمل بھی وہ مقام نہیں رکھتا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بظاہر ایک معمولی عمل رکھتا ہے۔
③ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال کا مقام اس قدر بلند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اس وقت یہ قربانیاں دی تھیں جب اسلام کی بنیاد رکھی جا رہی تھی اور ان چند نفوس قدسیہ کے سوا پوری دنیا میں اسلام کی مدد کرنے والا کوئی نہ تھا علاوہ ازیں نبی ﷺ کی صحبت کا شرف ایسا عظیم شرف ہے جس کا متبادل بڑے سے بڑا نیک عمل نہیں ہو سکتا۔ بڑے سے بڑا تابعی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ مدّ مانے کا ایک پیمانہ ہے جو صراع کے چوتھے حصے کے برابر ہوتا ہے اور صراع کی صحیح مقدار دو گلو اور سو گرام ہے تاہم غلے کی جنس کے اختلاف کی وجہ سے یہ مقدار ڈھائی کلو تک ہو سکتی ہے۔



۱۶۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَمْرُو
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. قَالَ:
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ نُسَيْرِ بْنِ ذُعْلُوقٍ، قَالَ:
كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: لَا تَسْبُوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ
ﷺ. فَلَمَّ قَامَ أَحَدُهُمْ سَاعَةً، خَيْرٌ مِنْ عَمَلٍ
أَحَدِكُمْ عُمَرَةَ.

۱۶۲ - حضرت نسیر بن ذعلوق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کو برا نہ کہو! ایک صحابی کا (نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں) گھڑی بھر ٹھہرنا تم میں سے کسی کی زندگی بھر کے عملوں سے بہتر ہے۔

(۱۱/۲۱) - انصار کی فضیلت

نَضَلُ الْأَنْصَارِ

* انصار: لفظ "انصار" نا صر کی جمع ہے جس کے معنی "مددگار" کے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے

۱۶۲ - [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد في كتابه " فضائل الصحابة " ۱۵۰ عن وكيع به * سفيان الثوري مذكور في المدلسين وإن كان تدليس قليلًا (طبقات المدلسين / المرتبة الثانية)، ولم أجد تصريح سماعه، وقال البوصيري: " هذا إسناده صحيح، رجاله ثقات " .

ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ میں دو بڑے قبیلے آباد تھے: اوس جس کے سردار کا نام سعد بن معاذ تھا اور خزرج جس کے رئیس سعد بن عبادہ تھے۔ اوس اور خزرج دو بھائی تھے۔ ان کی والدہ کا نام قبیلہ تھا۔ عرب کے مشہور قبیلہ ازدی کی تمام شاخیں جن میں قبیلہ اوس اور خزرج بھی شامل ہیں حارثہ بن عمرو پر جا کر مل جاتی ہیں۔ اوس اور خزرج نے مسلمان ہو کر نبی ﷺ کی مدد اور تعاون کا معاہدہ کیا تو آپ نے ان دو قبیلوں کو عزت و شرف عطا کرتے ہوئے ”انصار“ کا نام عطا فرمایا۔ (صحیح البخاری مناقب الانصار حدیث: ۳۷۷۶)

۱۶۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَمْرُو
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ،
عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَحَبَّ الْأَنْصَارَ
أَحَبَّهُ اللَّهُ. وَمَنْ أَبْغَضَ الْأَنْصَارَ أَبْغَضَهُ اللَّهُ».
قَالَ شُعْبَةُ: قُلْتُ لِعَدِيِّ: أَسَمِعْتَهُ مِنَ الْبَرَاءِ بْنِ
عَازِبٍ؟ قَالَ: إِيَّايَ حَدَّثَ.

۱۶۳- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جو انصار سے محبت کرے
گا اللہ اس سے محبت کرے گا“ اور جو انصار سے بغض
رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔“ شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا:
میں نے عدی سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ حدیث حضرت
براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے (خود) سنی ہے؟ تو انھوں نے کہا
مجھے انھوں نے یہی حدیث بیان کی ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① انصار نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت مدد کی تھی جب آپ ﷺ اور مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر انتہائی سخت حالات تھے حتیٰ کہ ان کے لیے اپنے وطن میں پناہ نامکن نہیں رہا تھا۔ اس کے بعد انصار نے مالی طور پر بھی مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہر ممکن تعاون کیا پھر کفار سے جنگوں میں مہاجرین کے شانہ بشانہ جانی اور مالی قربانیاں پیش کیں اس لیے انصار سے محبت دراصل اسلام اور پیغمبر اسلام سے محبت کا مظہر ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت ایسے پاک باز لوگوں ہی کے لیے ہے۔ اور اسلام کے ان جاں نثاروں سے نفرت دراصل اسلام اور پیغمبر اسلام سے نفرت کا مظہر ہے جس کا کسی مسلمان سے تصور نہیں کیا جاسکتا ”لہذا انصار سے نفرت کسی منافق ہی کے دل میں ہو سکتی ہے۔“ ① کسی سے محبت کرنا اور کسی سے بغض رکھنا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جو اس روایت سے ثابت ہو رہی ہے۔

۱۶۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ:
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمُهِمَنِ بْنِ
عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «الْأَنْصَارُ شِعَارُ

۱۶۴- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انصار بدن سے متصل لباس
(کی طرح) ہیں اور دوسرے لوگ چادر (کی طرح)
ہیں۔ اگر لوگ ایک وادی یا گھاٹی اختیار کریں اور انصار

وَالنَّاسُ دِئَارًا، وَلَوْ أَنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَلُوا وَاِدِيًا
أَوْ شِعْبًا، وَاسْتَفْتَلَتِ الْأَنْصَارُ وَاِدِيًا،
لَسَلَكْتُ وَاِدِي الْأَنْصَارِ، وَلَوْ لَا الْهَجْرَةُ
لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ».

🌞 فوائد و مسائل: ① اس کی سند میں ایک راوی عبدالمیسمن ہے جو ضعیف ہے لیکن یہ حدیث دوسری صحیح سندوں

سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب قول النبی ﷺ:

لولا الهجرة لكنت امرأ من الأنصار، حدیث: ۳۷۷۹، وصحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب إعطاء المؤلفۃ

قلوبهم علی الإسلام و تصبر من قوی ایمانه، حدیث: ۱۰۵۹) اس لیے یہ حدیث صحیح ہے۔ ② یہ ارشاد مبارک

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کے بعد فرمایا تھا۔ غنیمتوں کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ نے نئے مسلمان ہونے والے

افراد کو زیادہ حصہ دیا تاکہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا ہو جائے اور ایمان پختہ ہو جائے اس پر بعض انصار کو یہ

احساس ہوا کہ انھیں بھی برابر حصہ ملنا چاہیے تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بالکل نہیں دیا تھا۔ اس موقع پر

آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ انصار کی جاں نثاری اور بہادری کا انکار نہیں، لیکن چونکہ وہ آپ ﷺ کے زیادہ مقرب

اور ایمان میں زیادہ مضبوط ہیں اس لیے ان کے ایمان پر اعتماد کر کے ان کے بجائے دوسرے افراد کو دیا گیا جنھیں

تالیف قلب کی ضرورت تھی۔ ③ اس ارشاد مبارک سے انصار کا بلند مقام واضح ہوتا ہے اور یہ کہ نبی کریم ﷺ کی نظر

میں بھی انصار کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ ④ اس حدیث میں انصار کو ”شعار“ اور دوسرے مسلمانوں کو ”دیار“ فرمایا گیا

ہے۔ شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو پہننے والے کے جسم سے مس ہوتا ہے اور دیار وہ لباس ہوتا ہے جو شعار کے اوپر

پہنا جاتا ہے۔ اس تشبیہ سے مقصود اس بات کا اظہار تھا کہ انصار رسول اللہ ﷺ کے خصوصی قرب کے شرف سے

مشرف ہیں۔ ⑤ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہجرت ایک عظیم عمل ہے اسی طرح مہاجرین کی مدد اور نصرت

بھی ایک عظیم عمل ہے۔ ⑥ مہاجرین کے بعد انصار سب سے افضل ہیں۔



۱۶۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۱۶۵- حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

ابن عمرو بن عوف، عن أبيه، عن جده قال: ”اللہ انصار پر رحمت

فرمائے انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے پوتوں پر۔“

قال رسول الله ﷺ: «رَجِمَ اللَّهُ الْأَنْصَارَ،

وَأَبْنَاءُ الْأَنْصَارِ، وَأَبْنَاءُ الْأَنْصَارِ».

۱۶۵- [إسناده ضعيف] * كثير العوفي ضعيف، أفرط من نسبه إلى الكذب (تقریب)، ولم يثبت تكذيبه عن الشافعي

ولا عن أبي داود لجهالة حال الأجرى، وحديث مسلم، ح: ۲۵۰۶، يعني عن حديثه.

🌟 **فائدہ:** اس حدیث کی سند ضعیف ہے البتہ دوسری روایات میں صحیح سند سے یہ الفاظ مروی ہیں: ”اے اللہ! انصار کی مغفرت فرما اور انصار کی اولاد کی، اور انصار کی اولاد کی اولاد کی۔“ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الأنصار، حدیث: ۲۵۰۶) یعنی یہ روایت [رَحِمَ اللَّهُ الْأَنْصَارَ] کی بجائے [اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ] کے الفاظ کے ساتھ صحیح ہے۔

(۱۱/۲۲) فَضْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ

(۱۱/۲۲) - حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

کے فضائل

* حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: نام و نسب: عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قریشی ہاشمی۔ آپ نبی اکرم ﷺ کے چچا زاد جبکہ حضرت خالد بن ولید کے خالد زاد بھائی ہیں۔ بے پناہ علم کی وجہ سے بحر یعنی علم کا سمندر اور حبر الامة کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ شعب ابوطالب میں مسلمانوں کے ایام اسیری میں پیدا ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے لعاب مبارک سے انھیں گھٹی دی۔ آپ کی والدہ کا نام لباہ بنت حارث ہے۔ آپ کے وسیع علم کی ایک جھلک حضرت عبید اللہ بن عبداللہ کے اس فرمان میں دیکھی جاسکتی ہے: فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر فقہ، شعر، حدیث رسول، خلفائے راشدین کے فیصلوں، لغت عربی، تفسیر القرآن، حساب، فرائض اور اجتہاد میں کوئی عالم نہیں دیکھا۔ آپ ایک دن فقہ کا درس دیتے، توفیق کے علاوہ کوئی چیز بیان نہ کرتے۔ تفسیر، غزوات، شعر، فقہ اور عربوں کے حالات کے لیے الگ الگ دن مقرر فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما طائف میں ۶۸ ہجری کو ۷۱ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

۱۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى،
رَأْبُوبُ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَاءِ، عَنْ
عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَمَّنِي
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِ، وَقَالَ: «اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ
لِحِكْمَةٍ وَتَأْوِيلِ الْكِتَابِ».

۱۶۶ - حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے سینے سے لگایا

اور فرمایا: ”اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے اور کتاب

(قرآن مجید) کا مطلب سکھا دے۔“

🌟 **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث میں حکمت یعنی دانائی سے مراد حدیث کا علم ہے، قرآن مجید میں یہ لفظ اس مفہوم میں وارد ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (البقرة: ۱۲۹) (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! ان میں رسول مبعوث فرما جو) ”انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔“ ② اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی یہ

دعا قبول فرمائی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو علم تفسیر میں وہ بلند مقام ملا کہ انھیں امیر المفسرین کہا گیا۔ ”تفسیر ابن عباس“ قرآن کی مشہور تفسیر ہے جو بازار سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ ⑤ چھوٹے بچوں کو خصوصاً جو بزرگوں کی خدمت کریں دعا دینی چاہیے۔ ⑥ بچوں کو انہماک شغف کے لیے سینے سے لگانا جائز ہے۔ بشرطیکہ لوگوں کے دلوں میں غلط قسم کے شکوک و شبہات پیدا ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ ⑦ علم نافع کے حصول کی دعا ایک بہترین دعا ہے کیونکہ اس سے دنیا میں بھی عزت ملتی ہے اور آخرت میں بھی بلند درجات حاصل ہوتے ہیں۔

(المعجم ۱۲) - باب: فی ذکر

باب: ۱۲- خوارج کا بیان

الخَوَارِج (التحفة ۱۲)

* خوارج: خوارج سے مراد ہر وہ شخص ہے جو مسلمانوں کے منفقہ حکمران کے خلاف بغاوت کرے خواہ وہ بغاوت خلفائے راشدین کے خلاف ہو یا ان کے بعد کے حکمرانوں کے خلاف۔ خوارج کے کار میں اضعف بن قیس کندی مسعر بن ندیم جسی اور زید بن حصین طائی شامل ہیں۔ خوارج کے کئی نام ہیں مثلاً: (۱) حکمیہ: انھیں حکمیہ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے منصفوں اور ان کے فیصلے کو رد کر دیا تھا اور کہا تھا: حکم اللہ ہی کا ہے۔ (ب) حورویہ: یہ حوریہ بھی کہلاتے ہیں کیونکہ یہ مقام حرواء میں ٹھہرے تھے۔ (ج) شُرَاطہ: انھیں شُرَاطہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا گمان ہے کہ انھوں نے اپنی جائیں اللہ کی رضا کے لیے فروخت کر دی ہیں۔ (د) مارقہ: دین سے نکل جانے کی وجہ سے انھیں مارقہ کہا جاتا ہے۔

* خوارج کے عقائد: خوارج کے چند اہم عقائد جو اہل سنت والجماعت کے عقائد سے متضاد ہیں یہ ہیں مثلاً: (۱) حکمرانوں کے خلاف اسلحہ اٹھانا انھیں قتل کرنا اور ان کے مال لوٹنا ان کے نزدیک جائز ہے۔ (ب) اپنے مخالفین کو کافر کہتے ہیں۔ (ج) حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کو طعن و تشنیع کرتے ہیں اور ان پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ (د) عذاب قبر حوض کوثر اور شفاعت پر ایمان نہیں رکھتے۔ (هـ) ان کا گمان ہے کہ جس شخص نے ایک بار جھوٹ بولا یا کوئی چھوٹا بڑا گناہ کیا اور بغیر توبہ کے یقیناً فوت ہو گیا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (و) اپنے امام کے سوا کسی کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے اور اوقات نماز میں تاخیر کو جائز سمجھتے ہیں۔ (ز) اجنبی عورت سے بغیر ولی کے نکاح کو درست مانتے ہیں نیز متحہ ان کے ہاں حلال ہے۔ (ح) چاند دیکھے بغیر روزہ رکھنا اور چاند دیکھے بغیر عید منانا درست ہے۔

خوارج کے اہم فرقوں میں أزارقہ، نجدات، ثعالیہ اور اباضیہ ہیں۔ موجودہ دور میں صرف اباضیہ فرقہ مملکت عمان، جنوب لیبیا اور مغرب میں موجود ہے۔ مصر، یمن، اردن اور پاکستان کی بعض جماعتوں میں ان کے عقائد اور اثرات پائے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الملل والنحل، امام محمد بن عبدالکریم الشہرستانی رحمہ اللہ، غنیۃ الطالبین، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، الموسوعة المیسرة فی الأديان والمذاهب والأحزاب المعاصرة، دکتور مانع بن حماد)

۱۶۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: وَذَكَرَ الْخَوَارِجَ، فَقَالَ: فِيهِمْ رَجُلٌ مُخْذَجُ الْيَدِ، أَوْ مُودُنُ الْيَدِ، أَوْ مَدُونُ الْيَدِ، وَلَوْلَا أَنْ تَبْطَرُوا لَحَدَّثْتُكُمْ بِمَا وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ يَقْتُلُونَهُمْ، عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ، قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ؟ قَالَ: إِي، وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

۱۶۷- حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے خوارج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ان میں ایک آدمی ہے جس کا ہاتھ ادھورا ہے یا فرمایا: ناقص ہے یا فرمایا: جھوٹا سا ہے۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم فخر کرنے لگو گے تو میں تمہیں بتا دیتا کہ انھیں قتل کرنے والوں کے لیے اللہ نے حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک سے کیا کچھ (ثواب و انعامات کا) وعدہ کیا ہے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کیا: کیا آپ نے یہ باتیں حضرت محمد ﷺ سے (براہ راست) سنی ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین بار فرمایا: رب کعبہ کی قسم! ہاں۔

🌞 نوادہ و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے خوارج کے بارے میں تفصیل سے بیان فرمایا اور وہ واقعات اسی طرح پیش آئے جس طرح آپ نے بیان فرمائے تھے۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی نبوت کی ایک دلیل ہے۔ ② اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی فضیلت ہے جنھوں نے خوارج سے جنگ کی۔ ③ تاکید کے طور پر قسم کھانا جائز ہے۔

۱۶۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنِ زُرَّارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زُرَّارَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَخَذُوا الْأَسْنَانَ، سُفْهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ النَّاسِ، يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السُّهْمُ مِنَ الرِّمِيَّةِ، فَمَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلْهُمْ، فَإِنَّ

۱۶۸- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آخری زمانے میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے، کم عمر (نوجوان)، کم عقل (بظاہر) بڑی اچھی باتیں کریں گے، قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے گلوں سے آگے نہیں بڑھیں گے۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح تیر (نشانہ بننے والے) شکار سے گزر جاتا ہے۔ جو شخص انھیں ملے اسے چاہیے کہ انھیں قتل کرے جو کوئی انھیں قتل کرے گا، اسے اللہ سے ان کے قتل کرنے کا ثواب ملے گا۔“

۱۶۷- أخرجه مسلم، الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ح: ۱۰۶۶ عن ابن أبي شيبة وغيره به.

۱۶۸- [صحيح] أخرجه الترمذي، الفتن، باب ماجاء في صفة المارقة، ح: ۲۱۸۸ من حديث أبي بكر بن عياش به، وقال: "حسن صحيح"، ولحديثه شواهد كثيرة عند البخاري ومسلم وغيرهما.

فَقَتَلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ اللَّهِ لَمَنْ قَتَلَهُمْ».

☀️ **فوائد و مسائل:** ① ”آخری زمانے“ کا مطلب بعض علماء نے خلافت راشدہ کا آخری زمانہ مراد لیا ہے کیونکہ یہ خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ظاہر ہوئے تھے، ممکن ہے قیامت کے قریب بھی ایسے لوگ سامنے آئیں جو انہی گمراہیوں کا شکار ہوں جن میں خارجی جتلاتے۔ واللہ اعلم۔ ② بدعت، خواہ عقیدہ میں ہو یا عمل میں، کم عقلی کی دلیل ہے۔ گویا بدعت کو وہی شخص ایجاد یا اختیار کرتا ہے جو دین کی سمجھ نہیں رکھتا یا دین کو ناقص سمجھتا ہے۔ ③ گمراہ فرقے اپنی گمراہی کی تائید میں ایسی چیزیں پیش کرتے ہیں جن سے کم علم آدمی دھوکا کھا جاتا ہے اور ان باتوں کو پختہ دلائل سمجھ بیٹھتا ہے، لیکن اگر ان کے مزعموہ دلائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھا جائے تو ان کی غلطی واضح ہو جاتی ہے۔ ④ قرآن کے کلمے سے آگے نہ گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زبان سے قرآن پڑھیں گے، لیکن اس کا اثر ان کے دلوں پر نہ ہوگا یا ان کے دل قرآن کی صحیح سمجھ سے محروم ہوں گے۔ ⑤ بدعتی اپنے خود ساختہ اقوال و افعال ہی کو اسلام سمجھتا ہے، اس لیے وہ اصلی اسلام سے محروم ہو جاتا ہے۔ جس طرح وہ تیر جو شکار کیے جانے والے جانور میں سے آریار گزر جائے کہنے کو تو اس کا تعلق بھی اس جانور سے قائم ہوا ہے، لیکن حقیقت میں وہ تعلق کالعدم ہے۔ اسی طرح خوارج یا دوسرے اہل بدعت کا تعلق بظاہر تو اسلام سے قائم ہوتا ہے کیونکہ وہ شہادتین کا اقرار کرتے ہیں اور مسلمانوں والے اعمال کرتے ہیں، لیکن بدعت کی وجہ سے ان کی نیکیاں غیر مقبول اور کالعدم ہو جاتی ہیں، اس طرح اسلام سے ان کا تعلق قائم نہیں رہ پاتا۔ ⑥ اہل بدعت کو پہلے سمجھنا چاہیے اور ان کی غلطیاں واضح کرنی چاہئیں، پھر بھی اگر وہ باز نہ آئیں اور عام مسلمانوں کے لیے گمراہی کا باعث بننے لگیں تو اسلامی حکومت کو ان سے باغیوں کا سا سلوک روا رکھ کر، بزرگوار ان کے فتنہ کا خاتمہ کرنا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی پہلے خوارج کو سمجھانے کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا جس کے نتیجے میں ان میں سے بہت سے افراد کی سمجھ میں بات آ گئی اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کر لی۔ جو بغاوت پر مصر رہے ان سے جنگ کی گئی۔ (البدایۃ والنہایۃ: ۲/۲۹۲) ⑦ فتنے کا خاتمہ کرنے کے لیے اسلامی حکومت سے تعاون نیک کام ہے، جس پر ثواب ملے گا۔



۱۶۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۱۶۹- حضرت ابوسعلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے حروریہ کے بارے میں کوئی ارشاد سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے آپ ﷺ کو ایسی جماعت کا ذکر کرتے سنا ہے جو بہت عبادت فی الحُرُورِیَّۃ شَیْئًا؟ فَقَالَ: سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ

نَوْمًا يَتَعَبُدُونَ «يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصَوْمَهُ مَعَ صَوْمِهِمْ، يَمُرُّ قُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمُرُّ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، أَخَذَ سَهْمَهُ فَنَظَرَ فِي نَصْلِهِ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا، فَنَظَرَ فِي رِصَافِهِ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا، فَنَظَرَ فِي قَدْحِهِ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا. فَنَظَرَ فِي الْقُدْذِ فَمَارَى هَلْ بَرَى شَيْئًا أَمْ لَا».

کریں گے (حتیٰ کہ) ”تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو معمولی سمجھو گے۔ (لیکن) وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے آر پار ہو جاتا ہے۔ تیر انداز تیر کو پکڑ کر اس کا پھل دیکھتا ہے (شکار ہونے والے جانور کا) کچھ بھی (پھل سے لگا ہوا) نظر نہیں آتا پٹھے کو دیکھتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا“ تیر کی لکڑی کو دیکھتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا پھر تیر کے پروں کو دیکھتا ہے تو شک ہوتا ہے کہ (جانور کے خون وغیرہ کا) کچھ (اثر) نظر آ رہا ہے یا نہیں؟“

🌞 فوائد و مسائل: ① خوارج نماز روزہ وغیرہ نیک اعمال میں بہت محنت کرتے تھے حتیٰ کہ صحابہ بھی دیکھیں تو تعجب کریں۔ لیکن عقیدے کی خرابی کے ساتھ نیک عمل میں جتنی بھی محنت کی جائے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ② اس حدیث میں تیر کے مختلف حصوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نصل (پھل) تیر کے اس حصے کو کہتے ہیں جو لوہے کا بنا ہوتا ہے اور تیز دھار ہونے کی وجہ سے زخمی کرتا ہے۔ رصاف وہ پٹھے جو تیر میں وہاں ہوتے ہیں جہاں لوہے کا پھل لکڑی سے ملتا ہے۔ قدح: تیر کی وہ لمبی لکڑی جس کے سرے پر نصل لگایا جاتا ہے۔ قدذ: اُن پروں کو کہتے ہیں جو تیر کے پچھلے حصے میں ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تیر کے کسی حصے میں شکار شدہ جانور کا خون یا گوشت کا ٹکڑا تک نہیں لگا بلکہ تیر اسے لگ کراتی تیزی سے پار ہو گیا کہ بالکل صاف نکل گیا۔ اسی طرح یہ لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور سیدھے باہر نکل گئے۔ اسلام کی دینی اور اخلاقی تعلیمات کا کچھ اثر قبول نہیں کیا۔ ③ اگرچہ خوارج کی گمراہی واضح ہے اور صحیح اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں اسی لیے محدثین کا ایک گروہ ان کے کافر ہونے کا قائل ہے، تاہم علماء کی اکثریت نے اس کے باوجود انھیں مرتد یا غیر مسلم قرار نہیں دیا بلکہ گمراہ اور باغی ہی فرمایا ہے۔

۱۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : ۱۷۰- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے وہ ان کے گلوں سے آگے نہیں بڑھے گا“ وہ دین سے اس طرح نکل

۱۷۱- حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغْبِرَةِ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ

اللہ ﷻ: «إِنَّ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي، أَوْ سَيَكُونُ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي، قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرِّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ، هُمْ شِرَارُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ». قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّامِتِ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِزَافِعِ بْنِ عَمْرٍو، أَخِي الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ فَقَالَ: وَأَنَا أَيْضًا قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

جائیں گے جس طرح تیر نشانہ بننے والے جانور میں سے گزر جاتا ہے پھر وہ (دین میں) واپس نہیں آئیں گے۔ وہ تمام مخلوقات میں سے بدترین افراد ہوں گے۔“ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے شاگرد عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کے بھائی رافع بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① قرآن کے حلق (گلے) سے آگے نہ گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں پر قرآن کا اثر نہیں ہوگا یا ان کے دل قرآن مجید کو سمجھنے سے عاری ہوں گے۔ ② اہل بدعت جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ ③ اس حدیث سے دلیل لی گئی ہے کہ بدعتی فرقوں کے لوگ امت میں شامل ہیں، یعنی دنیوی معاملات میں ان سے مسلمانوں والا سلوک کیا جائے گا البتہ وہ گمراہ اور فاسق ہیں۔ واللہ اعلم۔



۱۷۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَيَقْرَأَنَّ الْقُرْآنَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرِّمِيَّةِ».

۱۷۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے۔ (اس کے باوجود) وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح نشانہ بننے والے جانور میں سے تیرا رپا رہ جاتا ہے۔“

🌞 فائدہ: امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو خوارج کے باب میں ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں مذکور افراد سے مراد خوارج ہیں، تاہم حدیث کے الفاظ عام ہیں لہذا اس وعید میں بعد کے زمانوں والے وہ لوگ بھی شامل ہو سکتے ہیں جو بظاہر مسلمان کہلاتے اور قرآن و حدیث پڑھتے ہیں، لیکن ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ غیر اسلامی رسم و رواج اور خلاف اسلام اعمال کو عین اسلام ثابت کیا جائے اور اس مقصد کے لیے وہ بھی تو قرآن و حدیث کی نصوص میں معنوی تحریف کرتے ہیں، کبھی صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں، کبھی کہتے

۱۷۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حضرت ابن ابی اوفیؓ سے روایت ہے
حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ، عَنِ الْأَعْمَشِ،
عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ: «الْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ».

۱۷۴- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ حَمْرَةَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ
نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:
«يَنْشَأُ نَشْءٌ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ
تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ» قَالَ ابْنُ
عُمَرَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «كُلَّمَا
خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ». أَكْثَرَ مِنْ عَشْرِينَ مَرَّةً.
«حَتَّى يَخْرُجَ فِي عِرَاضِهِمُ الدَّجَالُ».

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارج کے غلط خیالات سے تھوڑے لوگ متاثر ہوں گے
اکثر مسلمان ان کے معاملہ میں حق پر قائم رہیں گے۔ اور وہ ان گمراہوں سے جنگ کر کے ان کا قلع قمع کرتے رہیں
گے۔ ② یہ گمراہی امت میں بعد کے زمانوں میں بھی ظاہر ہوتی رہے گی، تاہم ان کا مقابلہ کرنے والے اہل حق اپنا
فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ ③ معلوم ہوتا ہے کہ دجال بھی اسی انداز سے باطل کو حق ثابت کرنے کی کوشش کرے
گا اور لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ اس کو اور اس کے گروہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کاٹ دیں گے۔

۱۷۵- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بِشْرٍ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ،
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:
اس امت میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو قرآن پڑھیں

۱۷۳- [حسن] أخرجه أحمد: ۳۵۵/۴ عن إسحاق به، وله شاهد حسن، انظر، ح: ۱۷۶.

۱۷۴- [إسناده حسن] وصححه البوصيري، وله شواهد عند أحمد والحاكم وغيرهما.

۱۷۵- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، السنة، باب في قتال الخوارج، ح: ۴۷۶۶ من حديث عبدالرزاق به،
بألفاظ مختلفة، وصححه الحاكم، والذهبي * قتادة مشهور بالتدليس (طبقات المدلسين/ المرتبة الثالثة)، وعنمن،
وحديث البخاري: ۷۵۶۲ يغني عنه.

”يَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، أَوْ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، أَوْ حُلُوفَهُمْ، سِيمَاهُمْ التَّحْلِيْقُ، إِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ، أَوْ إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ، فَاقْتُلُوهُمْ“۔

گے اور وہ ان کے حلقوں سے آگے نہیں گزرے گا، ان کی علامت سرمندانا ہے، جب تم انھیں دیکھو یا فرمایا: جب تم ان سے ملو تو انھیں قتل کرو۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① اس روایت کی تحقیق کی بابت ہمارے فاضل محقق لکھتے ہیں کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے البتہ صحیح بخاری کی حدیث (۷۵۶۲) اس سے کفایت کرتی ہے، علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے لہذا معلوم ہوا یہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود قابل حجت ہے۔ ② سرمندانا خارجیوں کی علامت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ جو بھی سرمندائے وہ خارجی ہے بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ ان میں یہ عادت پائی جائے گی ورنہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ سرمندائے تھے جبکہ خارجی ان کے سخت دشمن تھے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے سکھوں کی علامات بیان کرتے ہوئے ان کی ایک علامت ڈاڑھی رکھنا بیان کی جائے تو لوگ ہر پوری ڈاڑھی رکھنے والے کو سکھ کہنا شروع کر دیں۔ ظاہر بات ہے ایسا کہنا یا سمجھنا سوائے جہالت کے کچھ نہیں۔ اسی طرح بعض اہل بدعت، ائمہ دین کو سنت کے مطابق لمبی نماز پڑھنے، ذوق و شوق سے تلاوت کرنے اور فیشتی پال رکھنے کی بجائے سر کے بال مندائے پرائیں خوارج باور کراتے ہیں، جو حقائق کے بھی یکسر خلاف ہے، جہالت کا مظاہرہ بھی ہے اور سنت پر اور صحیح اسلام پر عمل کرنے کی اہمیت و فضیلت سے انکار بھی۔ اَعَاذَنَا اللہُ مِنْهَا۔ ③ ”انھیں قتل کرو“ اس کا مطلب ہے ان سے جنگ کرو تا کہ ان کا فتنہ ختم ہو جائے۔

۱۷۶- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ يَقُولُ: «سَرُّ قَتْلِي قَتْلُوا تَحْتَ أَيْدِي السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتِيلٍ مَن قَتَلُوا، كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ. قَدْ كَانَ هَؤُلَاءِ مُسْلِمِينَ فَصَارُوا كُفَّارًا»، قُلْتُ: يَا أَبَا أُمَامَةَ! هَذَا شَيْءٌ نَقُولُهُ؟ قَالَ: بَلْ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

۱۷۶- حضرت ابو غالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لوگ (خارجی) آسمان کے نیچے قتل ہونے والے بدترین افراد ہیں اور انھیں یہ لوگ قتل کر دیں وہ بہترین مقتول (شہید) ہیں۔ یہ جہنمیوں کے کتے ہیں یہ مسلمان تھے پھر کافر ہو گئے۔ میں نے کہا: ابو امامہ! کیا یہ آپ کی (اپنی) رائے ہے؟ انھوں نے کہا: بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے۔

☀️ **فوائد و مسائل:** ① اس میں خارجیوں کی شدید مذمت ہے اور ان کے کافر اور دوزخی ہونے کی صراحت ہے۔
 ② اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عقائد کفریہ ہیں جن کی وجہ سے انھیں اسلام سے نکل کر کفر اختیار کر لینے والے قرار دیا گیا ہے۔ ③ خارجیوں سے جنگ کرنے والے مسلمانوں کو بلند مقام اور فضیلت حاصل ہے۔ ④ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ انھوں نے خارجیوں سے جنگ کی اور ایک خارجی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

(المعجم ۱۳) - بَابُ: فِيمَا أَتَتْكَ الْجَهْمِيَّةُ (التحفة ۱۳)

باب: ۱۳- فرقہ جمہیہ نے جس چیز کا انکار کیا

۱۷۷- حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا: ”تم عنقریب اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھتے تھے، تمہیں اس کے دیدار میں مشقت نہیں ہوگی لہذا اگر تم سے ہو سکے کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے والی نمازوں کے بارے میں مغلوب نہ ہو جاؤ تو ضرور ایسا کرو۔“ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾ ”سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کریں۔“

۱۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، وَوَكَيْعٌ، ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا خَالِي يَغْلَى، وَوَكَيْعٌ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَظَنَرُ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، قَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرُونَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تَصَافُونَ فِي رُؤْيَيْهِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلِبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا». ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾. [ق:

[۳۹]

☀️ **فوائد و مسائل:** ① فرقہ جمہیہ، جنم بن صفوان کی طرف منسوب ہے اس بدعتی فرقے کا اہل سنت سے کئی مسائل میں اختلاف ہے، مثلاً: یہ لوگ بندے کو مجبور محض قرار دیتے ہیں اسی لیے انھیں جبریہ بھی کہتے ہیں اور اللہ کی صفات کا انکار کرتے ہیں۔ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ صفات الہی تسلیم کرنے سے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ ماننا پڑتا ہے جو

۱۷۷- أخرجه البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: "وجوه يومئذ ناظرة..." الخ، ح: ۷۴۳۴، ۷۴۳۵،

وغیره، ومسلم، المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما، ح: ۶۳۳ من حديث إسماعيل بن

اللہ کی شان کے لائق نہیں حالانکہ اہل سنت اللہ کی صفات کو مخلوقات کی صفات کے مشابہ قرار نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ جس طرح اس کی ذات بندوں کی ذات سے مشابہ نہیں اسی طرح اس کی صفات بندوں کی صفات سے مشابہ نہیں جس طرح اس کی ذات کو موجود ماننے سے تشبیہ لازم نہیں آتی اسی طرح اس کی صفات کو تسلیم کرنے سے اس کی بندوں سے تشبیہ لازم نہیں آتی بلکہ بندوں کی صفات بندوں کی حالت سے مناسبت رکھتی ہیں اور اللہ کی صفات ویسی ہیں جیسی اس کی شان کے لائق ہیں اور یہ تشبیہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (شوری: ۱۱) یعنی اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔ ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا دیدار ممکن ہے قیامت کو اور جنت میں مومنوں کو اللہ کا دیدار ہوگا۔ دنیا میں اس لیے ممکن نہیں کہ موجودہ جسم اور موجودہ قوتوں کے ساتھ بندہ اللہ کے دیدار کی تاب نہیں لاسکتا بلکہ اس دنیا کی کوئی قوت اس کی زیارت کی محفل نہیں ہو سکتی اسی لیے جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے (دیکھیے: سورۃ الاعراف: ۱۳۳) لیکن عالم آخرت میں اللہ تعالیٰ بندوں کو طاعت عطا فرمائے گا کہ وہ اللہ کی تجلی کو برداشت کر سکیں۔ ② اس حدیث کا مقصد اللہ تعالیٰ کو چاند سے محض تشبیہ دینا نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں لاکھوں افراد بیک وقت چاند کو دیکھ سکتے ہیں اور انھیں اس میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اسی طرح جنت میں بے شمار مومن بیک وقت دیدار الہی کا شرف حاصل کر سکیں گے اور انھیں اس میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ③ نماز باقاعدگی سے ادا کرنا بالخصوص نماز فجر اور عصر قضا نہ ہونے دینا بہت بڑا نیک عمل ہے جس کا بدلہ زیارت باری تعالیٰ ہے۔ ④ اس کا مطلب یہ نہیں کہ باقی تین نمازوں کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ جو شخص فجر اور عصر باقاعدگی سے ادا کرتا ہے وہ دوسری نمازیں بدرجہ اولیٰ باقاعدگی سے ادا کرتا ہے کیونکہ فجر کی نماز کے وقت نیند اور سستی کا غلبہ ہوتا ہے اور عصر کے وقت کاروبار وغیرہ کے روزمرہ کاموں میں انتہائی مصروفیت ہوتی ہے اس لیے انھیں بروقت اور باجماعت ادا کرنا دوسری نمازوں کی نسبت مشکل ہے۔ جو شخص یہ مشکل کام کر لیتا ہے وہ دوسری نمازیں بھی آسانی سے ادا کر سکتا ہے اور اس طرح جنت میں داخل ہونے اور اللہ کی زیارت سے مشرف ہونے کی امید رکھ سکتا ہے۔ ⑤ چاند کے ساتھ تشبیہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے علو (اوپر ہونے) کا بھی اثبات ہے۔

۱۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہیں چودھویں رات کو چاند دیکھنے میں مشقت ہوتی ہے؟“ صحابہ نے کہا: جی

۱۷۸- [صحیح] * الْأَعْمَشُ كَانَ يَدُلُّ (طبقات المدلسین/ المرتبة الثانية، والتلخیص الحبیبر: ۱/۱، ح: ۱۱۸۱) وعنن، ولحدیثہ شواہد کثیرہ، انظر الحدیث السابق والآتی، ومسنَد الإمام أحمد: ۳۸۹/۲، وأخرجه مسلم، ح: ۲۹۶۸ من حدیث أبي صالح به، نحو المعنى.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «تَصَامُونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَذْرِ؟» قَالُوا: لَا. قَالَ: «فَكَذَلِكَ لَا تَصَامُونَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

☀ فائدہ: حدیث میں لفظ ”تَصَامُونَ“ وارد ہے۔ اس کا مفہوم بھیڑ اور ازدحام کی وجہ سے مشقت اور تکلیف کا پیش آنا ہے۔ جب بہت سے لوگ ایک چیز کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہوں تو جو لوگ اس کے قریب ہوتے ہیں وہ آسانی سے دیکھ لیتے ہیں جب کہ پیچھے والے لوگ آسانی سے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ صورت اس وقت پیش آتی ہے جب وہ چیز چھوٹی ہو اور انسانوں کے ہجوم میں چھپ جائے۔ چاند بڑا اور بلند ہونے کی وجہ سے بھیڑ میں چھپ نہیں سکتا اس لیے دیکھنے والوں کی تعداد جتنی بھی ہو آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی زیارت میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی جس طرح پورا چاند دیکھنے میں دشواری پیش نہیں آتی۔

۱۷۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ
الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ، عَنْ
أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أُنْرَى
رَبَّنَا؟ قَالَ: «تَصَامُونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي
الظَّهْرِ فِي غَيْرِ سَحَابٍ؟» قُلْنَا: لَا. قَالَ:
«فَتَصَارُونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَذْرِ فِي غَيْرِ
سَحَابٍ؟» قَالُوا: لَا. قَالَ: «إِنْ كُمْ لَا
تَصَارُونَ فِي رُؤْيَيْهِ إِلَّا كَمَا تَصَارُونَ فِي
رُؤْيَيْهِمَا».

۱۸۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:
حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ

۱۸۰- حضرت ابو یزید بن ہارون سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا قیامت

۱۷۹- [صحیح] أخرجه أحمد: ۱۶/۳ من حديث الأعمش به، وانظر الحديثين السابقين.

۱۸۰- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، السنة، باب في الرؤية، ح: ۴۷۳۱ من حديث يعلى به، وصححه الحاكم والذهبي.

کو ہم اللہ کی زیارت کریں گے؟ اور اس کی مخلوق میں اس کی کیا نشانی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابورزین! کیا تم میں سے ہر شخص چاند کو اس طرح نہیں دیکھتا گویا وہ اکیلا ہی اسے دیکھ رہا ہے؟“ میں نے عرض کیا: جی ہاں (ایسے ہی ہوتا ہے۔) فرمایا: ”اللہ زیادہ عظمت والا ہے اور یہ (چاند) مخلوقات میں اس کی نشانی ہے۔“

سَلَمَہُ، عَنْ یَعْلٰی بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكَيْعِ بْنِ حُدْسٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِينٍ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أُنْزِيَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ وَمَا آتَاكَ ذَلِكَ فِي خَلْقِهِ؟ قَالَ: «يَا أَبَا رَزِينٍ! أَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ مُخْلِياً بِهِ؟» قَالَ، قُلْتُ: بَلَى. قَالَ: «فَاللَّهُ أَعْظَمُ، وَذَلِكَ آيَةٌ فِي خَلْقِهِ».

🌟 فائدہ: ”گویا اکیلا ہی دیکھ رہا ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والوں کی کثرت کے باوجود کسی کو اسے دیکھنے میں کوئی شقت یا دشواری پیش نہیں آتی۔

۱۸۱- حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہمارا رب بندوں کی مایوسی پر ہنستا ہے حالانکہ اس کی طرف سے حالات کی تبدیلی قریب ہوتی ہے۔“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا رب تعالیٰ ہنستا ہے؟ فرمایا: ”ہاں۔“ میں نے کہا: ہم ایسے رب کی خیر سے کبھی محروم نہیں ہوں گے جو ہنستا ہے۔

۱۸۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنَّ أَبَا حَمَّادٍ بْنُ سَلَمَہُ، عَنْ یَعْلٰی بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكَيْعِ بْنِ حُدْسٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِينٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «صَحَّحَكَ رَبُّنَا مِنْ قُتُوطِ عِبَادِهِ وَفَرَّبَ غَيْرِهِ» قَالَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوْ يَصْحَحُ الرَّبُّ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قُلْتُ: لَنْ نَعْدَمَ مِنْ رَبِّ يَصْحَحُ خَيْرًا.

۱۸۲- حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ بادل میں تھا“ اس (بادل) کے نیچے بھی ہوا نہ

۱۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنَّ أَبَا حَمَّادٍ بْنُ سَلَمَہُ، عَنْ یَعْلٰی ابْنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكَيْعِ بْنِ حُدْسٍ، عَنْ عَمِّهِ

۱۸۱- [سنادہ حسن] أخرجه أحمد: ۱۱/۴، ۱۲ من حديث حماد به * وكيع حسن الحديث، جهله ابن القطان وغيره، ووثقه ابن حبان، والترمذي، والحاكم وغيرهم.

۱۸۲- [سنادہ حسن] أخرجه الترمذي، التفسير، باب ومن سورة هود، ح: ۳۱۰۹ من حديث يزيد به، وقال: "هَذَا حديث حسن".

أَبِي رَزِينٍ قَالَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ خَلْقَهُ؟ قَالَ: «كَانَ فِي عَمَاءٍ، مَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ، وَمَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ، وَمَا نَمَّ خَلْقٌ، عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ».

تھی اور اس کے اوپر بھی ہوا نہ تھی اور نہ وہاں کوئی اور مخلوق تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔“

🌞 فائدہ و مسائل: ① «مَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ وَمَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ» کا ترجمہ بعض علماء نے یوں کیا ہے ”جس کے نیچے بھی ہوا تھی اور اوپر بھی۔“ اس صورت میں ”ما“ موصولہ ہوگا۔ لیکن محمد فواد عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ”ما“ نافیہ ہے موصولہ نہیں۔ ہم نے ترجمہ اسی قول کے مطابق کیا گیا ہے۔ ② «كَانَ فِي عَمَاءٍ (اللہ تعالیٰ عَمَاء میں تھا) اس کے ایک معنی تو بادل ہیں۔ ایک معنی یہ کیے گئے ہیں کہ اس سے مراد ایسی چیز ہے جو انسانی فہم سے ماوراء ہو، یعنی اس سوال کا جواب عقل سے ماوراء ہے۔ بہر حال ان توضیحات و تاویلات کی ضرورت جب پیش آتی ہے جب حدیث قابل استدلال ہو۔ جیسا کہ ہمارے محقق نے اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ لیکن اس حدیث کے ضعیف ہونے کی وجہ سے جیسا کہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اس میں تاویل کی ضرورت نہیں۔

١٨٣- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحَرِّزٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ إِذْ عَرَضَ لَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا ابْنَ عُمَرَ! كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ فِي النَّجْوَى؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «يُذْنِي الْمُؤْمِنُ مِنْ رَبِّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَضَعَ عَلَيْهِ كَفَّهُ، ثُمَّ يُعْرِضُهُ بِذُنُوبِهِ، فَيَقُولُ: هَلْ تَعْرِفُ؟ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ! أَعْرِفُ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ مِنْهُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَبْلُغَ

١٨٣- حضرت صفوان بن محرز مازنی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے ہم بھی ان کے ساتھ تھے اچانک ایک آدمی سامنے آ گیا اس نے کہا: اے ابن عمر! آپ نے رسول اللہ ﷺ کو سرگوشی کے بارے میں کیا فرماتے سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: ”قیامت کے دن بندے کو رب کے قریب کیا جائے گا“ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا۔ فرمائے گا: کیا تو (فلاں گناہ کو) جانتا ہے؟ بندہ کہے گا: یارب! پہچانتا ہوں

(میں نے یہ گناہ کیا ہے۔) حتیٰ کہ جب اقرار سے اس کی وہ حالت ہو جائے گی جو اللہ چاہے گا (جب بندے کو یقین ہو جائے گا کہ اب ضرورت ختم ہو گئی) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈال دیا تھا اور آج انھیں تیرے لیے معاف کرتا ہوں پھر اسے نیکیوں والی کتاب دائیں ہاتھ میں دے دی جائے گی۔ اور کا فر یا منافق کو سب حاضرین (اہل محشر) کے سامنے پکار کر کہا جائے گا: ﴿هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ ”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔ سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔“

قَالَ: إِنِّي سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، قَالَ: «ثُمَّ يُعْطَى صَحِيفَةً حَسَنَاتِهِ، أَوْ كِتَابُهُ، بِبَيِّنَةٍ»، قَالَ: «وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوْ الْمُنَافِقُ فَيُنَادَى عَلَى رُؤُوسِ الْأَشْهَادِ».

خالد (بن حارث) نے فرمایا: [عَلَى رُؤُوسِ الْأَشْهَادِ] ”سب حاضرین کے سامنے۔“ یہ لفظ منقطع سند سے مروی ہے باقی پوری حدیث کی سند متصل ہے۔

قَالَ خَالِدٌ: فِي «الْأَشْهَادِ» شَيْءٌ مِنْ انْقِطَاعِ. ﴿هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾. [ہود: ۱۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کی صفت ”کلام“ کا ثبوت ملتا ہے۔ اہل سنت کا اس مسئلہ میں یہ موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے جس سے چاہتا ہے جو چاہتا ہے کلام فرماتا ہے اور مخاطب اس کلام کو سنتا ہے اور یہ امر حروف و اصوات کے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ آگے وضاحت آ رہی ہے۔ جن آیات و احادیث میں اللہ کے کلام کرنے کا ذکر آیا ہے علماء حق ان کی تاویل نہیں کرتے بلکہ اسے حقیقت پر محمول کرتے ہیں البتہ اللہ کی صفت کلام کو مخلوق کے کلام سے تشبیہ نہیں دیتے۔ ② اللہ کا کلام اس انداز سے بھی ہو سکتا ہے کہ صرف ایک فرد نے جیسے اس حدیث میں ہے اسی لیے اسے ”سرگوشی“ فرمایا گیا ہے یا جس طرح مولیٰ علیہ کے بارے میں ارشاد ہے ﴿وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيبًا﴾ (مریم: ۵۶) ”ہم نے اسے سرگوشی کے لیے اپنا قرب بخشا۔“ اور اس انداز سے بھی ہو سکتا ہے کہ زیادہ افراد سنیں جیسے جنت میں اللہ تعالیٰ تمام مومنین سے فرمائے گا کہ میں آئندہ کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔ ③ اس میں اللہ کی عظیم رحمت کا تذکرہ ہے جس کی وجہ سے مومن اللہ سے مغفرت کی امید رکھتے ہیں نیز مجرموں کی رسوائی بھی مذکور ہے جس کی وجہ سے مومن اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ ایمان میں امید اور خوف دونوں شامل ہیں۔

۱۸۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي السَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الْعَبَّادَانِيُّ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ الرَّقَاشِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنِّدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «بَيْنَا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي نَعِيمِهِمْ إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُورٌ، فَرَفَعُوا رُؤُوسَهُمْ، فَإِذَا الرَّبُّ قَدْ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! قَالَ وَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ: ﴿سَلِّمْ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ﴾ [يس: ۵۸] قَالَ: فَيَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَلَا يَلْتَفِتُونَ إِلَى شَيْءٍ مِّنَ النَّعِيمِ مَا دَامُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ حَتَّى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقَى نُورُهُ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْهِمْ فِي دِيَارِهِمْ».

۱۸۴ - حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اہل جنت اپنی نعمتوں (سے لطف اندوز ہونے) میں (مشغول) ہوں گے اچانک ایک نور نمایاں ہوگا۔ وہ سر اٹھائیں گے تو دیکھیں گے کہ رب ان کے اوپر جلوہ افروز ہوگا۔ وہ فرمائے گا: اے جنت والو! تم پر سلامتی ہے۔ اس آیت مبارکہ میں یہی مذکور ہے: ﴿سَلِّمْ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ﴾ [یس: ۵۸] ”مہربان رب کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔“ اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ اس کا دیدار کریں گے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے رہیں گے جنت کی کسی نعمت کی طرف توجہ نہیں دیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ پردے میں ہو جائے گا اور ان کے گھروں میں اس کی طرف سے نور اور برکت رہ جائے گی۔“

۱۸۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِثَمَةَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيَكْلُمُهُ رَبُّهُ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ مِنْ عَنْ أَيْمَنِ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا شَيْئًا قَدَمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ مِنْ [عَنْ] أَيْسَرِ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا شَيْئًا قَدَمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ أَمَامَهُ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ، فَمَنْ

۱۸۵ - حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا جب کہ بندے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ بندہ اپنی دائیں طرف نظر کرے گا تو وہی اعمال نظر آئیں گے جو اس نے آگے بھیجے پھر بائیں طرف نظر کرے گا تو وہی اعمال نظر آئیں گے جو اس نے آگے بھیجے پھر سامنے نظر اٹھائے گا تو سامنے (جہنم کی) آگ نظر آئے گی لہذا جو شخص

۱۸۴ - [إسناده ضعيف] وضعفه البوصيري * الفضل الرقاشي ضعيف جدًا، جرحه أحمد وغيره (تهذيب).

۱۸۵ - أخرجه البخاري، الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب، ح: ۶۵۳۹، ۷۴۴۳، ومسلم، الزكوة، باب الحث على الصدقة ولو... الخ، ح: ۱۰۱۶ من حديث الأعمش به.

اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقِيَ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ
تَمْرَةٍ، فَلْيَفْعَلْ۔
کرے اگرچہ آدمی کھجور کے ذریعے سے ہی ہو سکے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی صفت ”کلام“ کا ثبوت ہے۔ ② بندے کو اپنے اعمال کا خود ہی حساب دینا پڑے گا اس لیے کسی بزرگ کی سفارش وغیرہ پر اعتما دینے سے بچنا چاہیے۔ ③ جہنم سے بچاؤ کے لیے نیک اعمال ضروری ہیں۔ ④ صدقہ بھی اللہ کے عذاب سے محفوظ رکھنے والا نیک عمل ہے۔ ⑤ اگر بڑا نیک عمل کرنے کی طاقت نہ ہو تو چھوٹا عمل کر لینا چاہیے کچھ نہ کرنے سے چھوٹی نیکی بھی بہتر ہے۔ ⑥ کسی نیکی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے خلوص کے ساتھ کی گئی چھوٹی سی نیکی بھی اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

۱۸۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ، عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ: رَوَيْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ”دَوَّجُنْتِ چاندی کی ہیں ان کے برتن اور ان میں موجود سب چیزیں چاندی کی ہیں۔ اور دَوَّجُنْتِ سونے کی ہیں ان کے برتن اور ان میں موجود سب کچھ سونے کا ہے اور لوگوں کو اللہ کی زیارت سے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ سوائے اس کے کہ اللہ کے چہرۂ اقدس پر کبریائی کی چادر ہوگی۔ جنت عدن میں (یہ زیارت ہوگی۔)“
۱۸۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ، عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ: رَوَيْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ”دَوَّجُنْتِ چاندی کی ہیں ان کے برتن اور ان میں موجود سب چیزیں چاندی کی ہیں۔ اور دَوَّجُنْتِ سونے کی ہیں ان کے برتن اور ان میں موجود سب کچھ سونے کا ہے اور لوگوں کو اللہ کی زیارت سے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ سوائے اس کے کہ اللہ کے چہرۂ اقدس پر کبریائی کی چادر ہوگی۔ جنت عدن میں (یہ زیارت ہوگی۔)“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں دیدار الہی کا اثبات ہے۔ ② اہل جنت جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ کی زیارت ہو سکے گی۔ صرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر دیدار سے مانع ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل کا اظہار کرے گا تو وہ مانع دور اور دیدار کا شرف حاصل ہو جائے گا۔ ③ ”اللہ تعالیٰ کے چہرۂ اقدس پر کبریائی کی چادر ہوگی۔“ اس امر کو یوں ہی تسلیم کرنا ہوگا تاویل کی ضرورت نہیں ورنہ انکار لازم آئے گا۔ ④ جنت کی نعمتیں بے شمار اور بے مثال ہیں۔ قرآن و حدیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ صرف اس حد تک ہے جس قدر انسان سمجھ سکیں۔ جنت کی چاندی اور سونا بھی دنیا کی چاندی اور سونے کی طرح نہیں بلکہ اس قدر عمدہ اور اعلیٰ ہے کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ⑤ ان جنتوں کی چیزیں سونے چاندی کی ہوں گی مثلاً: برتن، پتنگ، تخت اور درخت وغیرہ۔ واللہ اعلم۔

۱۸۷- حضرت صہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِيَادَةٌ﴾ ”جنھوں نے نیکی کی ان کے لیے بہترین (جزا) ہے اور مزید (انعام بھی۔)“ اور فرمایا: ”جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جنمی جہنم میں پہنچ جائیں گے تو ایک آواز دینے والا آواز دے گا: اے جنت والو! اللہ نے تم سے ایک وعدہ کر رکھا ہے اب وہ اسے پورا کرنا چاہتا ہے وہ کہیں گے: وہ کیا ہے؟ (کیا ابھی اور نعمت بھی باقی ہے؟) کیا اللہ تعالیٰ نے ہماری نیکیوں کے وزن بھاری نہیں کر دیے؟ اور ہمارے چہرے سفید نہیں کر دیے؟ ہمیں جنت میں داخل نہیں۔ کر دیا اور جہنم سے نجات نہیں دے دی؟ (اب اس سے بڑھ کر کون سی نعمت ہو سکتی ہے جو ملنے والی ہے؟) آپ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا دے گا تو لوگ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ اللہ کی قسم! اللہ نے انھیں کوئی نعمت عطا نہیں کی ہوگی جو اپنی زیارت سے زیادہ پیاری اور اس سے زیادہ آنکھیں ٹھنڈی کرنے والی ہو۔“

۱۸۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ: تَلَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِيَادَةٌ﴾ [يونس: ۲۶] وَقَالَ: «إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، نَادَى مُنَادٌ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! إِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ مَوْعِدًا يُرِيدُ أَنْ يُنْجِزَكُمْوهُ، فَيَقُولُونَ: وَمَا هُوَ؟ أَلَمْ يَنْقُلِ اللَّهُ مَوَازِينَنَا، وَيُبَيِّضْ وُجُوهَنَا، وَيُدْخِلَنَا الْجَنَّةَ وَيُنْجِنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، فَوَاللَّهِ، مَا أَعْطَاهُمُ اللَّهُ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ - يَعْنِي: إِلَيْهِ - وَلَا أَقَرَّ لِأَعْيُنِهِمْ».



🌞 فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ کا دیدار سب سے عظیم اور سب سے خوش کن نعمت ہے جو اہل جنت کو حاصل ہوگی اور یہ ان کے لیے سب سے محبوب نعمت ہوگی۔ ② جنت میں داخل ہونا بھی ایک نعمت ہے جو دیدار الہی کے حصول کا ذریعہ ہے اس لیے بعض صوفیاء کا یہ کہنا درست نہیں کہ نیکی کرتے ہوئے جنت کی طمع یا جہنم کا خوف نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ صرف اللہ کی ذات مطلوب ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے نیک مومنوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ یوں دعا کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرہ: ۲۰۱) ”اے ہمارے مالک! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی نصیب فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔“

۱۸۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ تَمِيمِ ابْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ الْأَصْوَاتَ، لَقَدْ جَاءَتِ الْمُجَادِلَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَأَنَا فِي نَاحِيَةِ النَّبْتِ، تَشْكُو زَوْجَهَا، وَمَا أَسْمَعُ مَا تَقُولُ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا﴾. [المجادلة: ۱]

۱۸۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام آوازوں کو سنتا ہے، تکرار کرنے والی خاتون نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں کمرے کے ایک کونے میں تھی۔ وہ (نبی ﷺ سے) اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھی اور مجھے اس کی بات سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا﴾ ”اللہ تعالیٰ نے اس (عورت) کی بات سن لی جو آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں تکرار کر رہی تھی۔“

🌞 **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث کو اس باب میں بیان کرنے کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سنیے والا ہے اور سننا اس کی صفت ہے، لیکن اللہ کی صفات بندوں کی صفات کی طرح نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے کی آواز اس کے علم سے باہر نہیں کیونکہ اس کی دیگر صفات کی طرح سننے کی صفت بھی لامحدود ہے۔ ② اس حدیث اور آیت میں جس خاتون کا ذکر کیا گیا ہے اس کا نام خولہ بنت اخیوتہ ہے جو مالک بن نضیر کی بیٹی تھیں، ان کے خاوند حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے ظہار کر لیا، اس وقت تک ظہار کے کالعدم ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: ”تو اپنے خاوند پر حرام ہو گئی ہے۔“ اس نے اپنے حالات عرض کیے کہ جدائی کی صورت میں بہت سی مشکلات پیدا ہوں گی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تب اللہ تعالیٰ نے سورۃ مجادلہ میں اس کا حل نازل فرمادیا۔ (سنن ابی داؤد، الطلاق، باب فی الظہار، حدیث: ۲۲۱۳) ③ ظہار کا مطلب ہے بیوی کو ماں سے تشبیہ دے کر خود پر حرام کر لینا، مثلاً: کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے: ”تو میرے لیے اس طرح ہے جیسے میری ماں۔“ اسلام سے قبل اس صورت میں مرد اور عورت کا تعلق ہمیشہ کے لیے منقطع ہو جاتا تھا اور بیوی کو واقعی ماں کے برابر سمجھ لیا جاتا تھا۔ سورۃ مجادلہ میں واضح کیا گیا ہے کہ بیوی کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں بن جاتی، لیکن اس طرح کہنا گناہ کی بات ہے۔ یہ گناہ اس صورت میں معاف ہو سکتا ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے، یہ ممکن نہ ہو تو مسلسل دو ماہ روزے رکھے جائیں، اگر درمیان میں ناغہ ہو جائے تو نئے سرے سے گنتی شروع کی جائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے، جب تک یہ کفارہ ادا نہ کر لیا جائے، میاں بیوی کو صنفی تعلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں۔ ④ بعض لوگ کسی اجنبی عورت کو ماں، بہن یا بیٹی کہہ

دیتے ہیں یا کوئی عورت کسی مرد کو اپنا بھائی یا بیٹا قرار دے لیتی ہے، حالانکہ اس سے کوئی حقیقی محرم والا رشتہ نہیں ہوتا، پھر اس منہ بولے رشتے کی بنا پر آپس میں پردہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ یہ سب غلط اور شرعاً گناہ ہے جس سے اجتناب کرنا اور تو کہہ کر نا ضروری ہے۔ ⑤ نبی ﷺ حکم الہی کے پابند تھے اپنی مرضی سے حلال و حرام نہیں فرما سکتے تھے۔ جب وحی نازل ہوئی تو حکم بیان فرما دیا۔

۱۸۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمِيْسٍ، عَنْ ابْنِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا
عَجَلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: کرنے سے پہلے اپنے ہاتھ سے اپنی ذات کے بارے
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى میں یہ تحریر فرما دیا ہے: میری رحمت میرے غضب سے
نَفْسِهِ بِيَدِهِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ: رَحْمَتِي بڑھ گئی۔"
سَبَقَتْ غَضَبِي.

☀ فائدہ: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت اور صفت غضب کا ثبوت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ مبارک کا ذکر ہے۔ ان تمام پر بلا تشبیہ ایمان لانا ضروری ہے۔ اور ہاتھ کا مطلب قدرت لینا بھی درست نہیں کیونکہ اس طرح دو صفات کو ایک صفت کے معنی میں لینے سے دوسری صفت کا انکار ہوتا ہے۔ اللہ کے دو ہاتھوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿قَالَ يٰٓإِبْرٰهِيْمُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِدِيْنِكَ﴾ (ص: ۷۵) "فرمایا: اے ابلیس! تجھے اسے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔"

۱۹۰- حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
الْحِزَامِيُّ وَيَحْيٰى بْنُ حَبِيْبٍ بْنِ عَرَبِيٍّ، انھوں نے فرمایا: جب جنگ احد میں (میرے والد)
قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ اِبْرٰهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ
الْاَنْصَارِيُّ الْحِزَامِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "اے جابر!
طَلْحَةَ بْنُ خِرَاشٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد سے
عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: لَمَّا قَتَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو کیا فرمایا؟" دوسری سند سے اس حدیث میں یہ لفظ ہیں

۱۸۹- [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الدعوات، باب إن رحمتي تغلب غضبي، ح: ۳۵۴۳ من حديث ابن عجلان به، وقال: "حسن صحيح غريب" * ابن عجلان صرح بالسماع عند أحمد: ۴۳۳/۲، وانظر، ح: ۴۲۹۵.

۱۹۰- [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ح: ۳۰۱۰ عن يحيى بن حبيب به، وقال: "حسن غريب"، وصححه ابن حبان، والحاكم، وانظر، ح: ۲۸۰۰، وله شواهد عند أحمد وغيره.

ابن [حرام]، یَوْمَ أَحَدٍ، لَقِیْنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: «يَا جَابِرُ! أَلَا أُخْبِرُكَ مَا قَالَ اللّٰهُ لِأَبِيكَ؟» وَقَالَ يَحْيَىٰ فِي حَدِيثِهِ، فَقَالَ: «يَا جَابِرُ! مَا لِي أَرَاكَ مُنْكَسِرًا؟» قَالَ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ! اسْتَشْهَدْ أَبِي وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَنِيًّا، قَالَ: «أَفَلَا أُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِیَ اللّٰهُ بِهِ أَبَاكَ؟» قَالَ: بَلَىٰ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ! قَالَ: «مَا كَلَّمَ اللّٰهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ، وَكَلَّمَ أَبَاكَ كِفَاحًا، فَقَالَ: يَا عَبْدِي! تَمَنَّ عَلَيَّ أَعْطَيْكَ. قَالَ: يَا رَبِّ! تُحِبِّبْنِي فَأَقْتُلْ فِيكَ ثَانِيَةً. فَقَالَ الرَّبُّ سُبْحَانَهُ: إِنَّهُ سَبَقَ مِنِّي أَنَّهُمْ إِلَيْهَا لَا يَرْجِعُونَ، قَالَ: يَا رَبِّ! فَأَبْلُغْ مَنْ وَرَائِي قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَحْزَنْ أَلَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾. [آل عمران: ۱۶۹]

کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے جابر! کیا بات ہے“ میں تجھے شکستہ دل دیکھ رہا ہوں؟“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے والد شہید ہو گئے اور بچے اور قرض چھوڑ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تجھے خوشخبری نہ دوں کہ اللہ نے تیرے والد سے کس انداز سے ملاقات کی؟“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ضرور فرمائیے، فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جس سے بھی کلام کیا ہے پر دے کے پیچھے سے کیا ہے، لیکن تیرے والد سے بغیر حجاب کے کلام فرمایا۔ اور فرمایا: میرے بندے! مجھ سے کسی تمنا کا اظہار کر میں تجھے عطا فرماؤں گا۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارب! مجھے زندہ کر دے میں دوبارہ تیری راہ میں قتل ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا یہ فیصلہ پہلے سے ہو چکا ہے کہ انھیں دنیا میں واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ انھوں نے کہا: یارب! پھر میرے پس ماندگان کو پیغام پہنچا دے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿وَلَا تَحْزَنْ أَلَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا﴾ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿”جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے انھیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس انھیں رزق دیا جاتا ہے۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کی غمی خوشی میں شریک ہوتے تھے۔ اس طرح ہر قائد اور سربراہ کو اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں کی خوشی غمی کا خیال رکھنا چاہیے اور ان کے ساتھ اپنائیت کا سلوک کرنا چاہیے۔ ② فوت ہونے والے کے پس ماندگان کو ایسے انداز سے تسلی بخشی دینی چاہیے جس سے ان کے غم میں تخفیف ہو۔ ایسا انداز اختیار کرنے اور ایسی بات کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے اس کے غم میں اضافہ ہو اور اسے تکلیف ہو۔ ③ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا ثبوت ہے۔ ④ فوت ہونے کے بعد انسان عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے اس لیے وہاں اسے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے اور اس کے دیدار کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔ ⑤ اس حدیث سے شہداء کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ ⑥ حضرت عبد اللہ بن حرام رضی اللہ عنہ کا مقام عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے خود ان کی

خواہش دریافت کی۔ ⑤ شہادت کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ شہید دوبارہ اس کے حصول کے لیے دنیا میں آنے کی خواہش رکھتا ہے۔ شہید کے علاوہ کوئی اور جنتی دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش نہیں رکھتا۔ ⑥ فوت ہونے والوں کا دنیا سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے اور وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتے اور اس سے عقیدہ ”تراج ارواح“ کا بھی رد ہوتا ہے۔ ⑦ شہداء کی زندگی بھی دوسرے لوگوں کی طرح برزخی زندگی ہے، دنیوی نہیں۔ اس زندگی میں وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ شہداء کی روہیں سبز پرندوں کی صورت میں جنت میں کھاتی پیتی اور اس کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہیں۔ (صحیح مسلم، الإمامۃ، باب بیان أن ارواح الشهداء فی الجنة، حدیث: ۱۸۸۷)

۱۹۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۱۹۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ دو آدمیوں (کے معاملے) سے ہنستا ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور وہ دونوں جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ (وہ اس طرح ہوتا ہے کہ) ایک شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ قاتل (کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اس) کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ وہ اسلام قبول کر کے اللہ کی راہ میں جنگ کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے (اس طرح قاتل اور مقتول دونوں شہید ہو کر جنت حاصل کر لیتے ہیں۔“



☀️ فوائد و مسائل: ① اس سے اللہ کی صفت ضحك (ہنسا) کا ثبوت ملتا ہے لیکن اللہ کی صفات پر ایمان رکھنے کے باوجود انھیں مخلوق کی صفات سے تشبیہ دینا جائز نہیں۔ ② اللہ کا ہنسنا اس کی رضا مندی اور خوشنودی کا اظہار ہے اور رضا (خوشنودی) بھی اللہ کی ایک صفت ہے۔ ③ انسانوں کے انعام کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے بڑے سے بڑے مجرم کے بارے میں یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے نواز دے اس لیے جب تک کسی شخص کی موت کفر پر نہیں ہوتی اس کے بارے میں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اسے ہدایت نصیب نہیں ہوگی، لہذا اسے تبلیغ کرتے رہنا چاہیے۔ ④ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لیے دوسرے آدمی کو ایک مومن کے قتل کے باوجود جہنم کی سزا نہیں ملی۔

۱۹۲- حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى وَيُونُسُ ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَقْبِضُ اللَّهُ الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَيَطْوِي السَّمَاءَ يَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ. أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ».

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ثبوت ملتا ہے، تاہم اللہ کی ان صفات کے بارے میں اپنے ذہن سے کوئی تصویر تراش لینا درست نہیں، جتنی بات بتائی گئی اس پر ایمان لانا اور اللہ کی صفات کو مخلوق سے تشبیہ نہ دینا ضروری ہے۔ ② موجودہ آسمان قیامت کے دن ختم ہو جائیں گے۔ قرآن مجید میں اس کے لیے پسینے کا لفظ بھی آیا ہے: ﴿وَالسَّمَوَاتِ مَطْوِيَّاتٍ بِيَمِينِهِ﴾ (الزمر: ۶۷) ”اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے“ اور پھٹ جانے کا بھی ذکر ہے: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ (الانشقاق: ۱) ”جب آسمان پھٹ جائے گا“۔ ③ دنیا کا اقتدار اور بادشاہی ایک امتحان اور آزمائش ہے، اصل بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ﴾ (آل عمران: ۲۶) ”کہہ دیجئے اے اللہ! اے بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے۔“ قیامت کو یہ حقیقت بالکل واضح ہو کر سامنے آ جائے گی۔

۱۹۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي نَوْرٍ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمِيرَةَ، عَنْ الْأَخْثَفِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: كُنْتُ

۱۹۲- أخرجه البخاري، الرقاق، باب يقبض الله الأرض يوم القيامة، ح: ۷۳۸۲، ۶۵۱۹، ومسلم، صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار، ح: ۲۷۸۷ من حديث يونس بن يزيد به.

۱۹۳- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، السنۃ، باب في الجهمية، ح: ۴۷۲۳ عن محمد بن الصباح به، والترمذي، ح: ۳۳۲۰، وقال: "حسن غريب" * سماك اختلط وابن عميرة لا يعرف له سماع من الأحنف.

سحاب۔ فرمایا: ”اور بادل بھی (کہتے ہو۔)“ انھوں نے کہا: اور بادل بھی۔ فرمایا: ”اور ابر بھی۔“ انھوں نے کہا: اور ابر بھی۔ فرمایا: ”تمہارے خیال میں تم سے آسمان کا فاصلہ کس قدر ہے؟“ انھوں نے کہا: ہمیں تو معلوم نہیں۔ فرمایا: ”تم سے اس کا فاصلہ اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا ہے۔ اس سے اوپر آسمان (کی موٹائی) بھی اسی قدر ہے۔“ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے سات آسمان (اس انداز سے) شمار فرمائے۔ پھر فرمایا: ”پھر ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے اس کے اوپر کے حصے اور نیچے کے حصے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے۔ اس سے اوپر آٹھ مینڈھے ہیں (عرش اٹھانے والے فرشتے، جن کی صورت مینڈھوں کی سی ہے۔) ان کے کھروں اور گھٹنوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے۔ پھر ان کی پشتوں پر عرش الہی ہے اس کے اوپر کے حصے اور نیچے کے حصے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے۔ پھر اللہ اس سے بھی اوپر ہے وہ برکتوں والا اور بلند یوں والا ہے۔“

۱۹۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے فرمان الہی سن کر اپنے پر ہلا کر خشوع کا اظہار کرتے ہیں۔ (وہ آواز اتنی پرہیزگاری سے) گویا وہ ہموار پتھر پر زنجیر (کے ٹکرانے کی آواز)

بِالْبَطْحَاءِ فِي عَصَابَةٍ، وَفِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. فَمَرَّتْ بِهِ سَحَابَةٌ، فَظَنَرَ إِلَيْهَا، فَقَالَ: «مَا تُسْمُونُ هَذِهِ؟» قَالُوا: السَّحَابُ. قَالَ: «وَالْمُزْنُ» قَالُوا: وَالْمُزْنُ. قَالَ: «وَالْعَنَانُ» قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالُوا: وَالْعَنَانُ. قَالَ: «كَمْ تَرَوْنَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ؟» قَالُوا: لَا نَدْرِي. قَالَ: «فَإِنَّ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا إِمَّا وَاحِدًا أَوْ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَسَبْعِينَ سَنَةً، وَالسَّمَاءُ فَوْقَهَا [كَذَلِكَ] حَتَّىٰ عَدَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، بَحْرٌ. بَيْنَ أَغْلَاهُ وَأَسْفَلِهِ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ فَوْقَ ذَلِكَ ثَمَانِيَةُ أَوْعَالٍ، بَيْنَ أَظْلَافِهِنَّ وَرُكْبِهِنَّ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ عَلَى ظُهُورِ هِنَّ الْعَرْشُ، بَيْنَ أَغْلَاهُ وَأَسْفَلِهِ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ اللَّهُ فَوْقَ ذَلِكَ، تَبَارَكَ وَتَعَالَى.»

۱۹۴۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ أَمْرًا فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتْ الْمَلَائِكَةُ أَجْنِحَتَهَا خُضْعَانًا



لَقَوْلِهِ كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ، فَمَا إِذَا فُزِعَ
عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ
الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿سبأ: ۲۳﴾ قَالَ، فَيَسْمَعُهَا
مُسْتَرَفُو السَّمْعِ بَعْضُهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ، فَيَسْمَعُ
الْكَلِمَةَ، فَيُلْقِيهَا إِلَى مَنْ تَحْتَهُ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَهُ
الشَّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا إِلَى الَّذِي تَحْتَهُ،
فَيُلْقِيهَا عَلَى لِسَانِ الْكَاهِنِ أَوْ السَّاحِرِ،
فَرُبَّمَا لَمْ يَذَرِكْ حَتَّى يُلْقِيَهَا، فَيَكْذِبُ مَعَهَا
مِائَةً كَذِبَةً، فَتَصْدُقُ تِلْكَ الْكَلِمَةُ الَّتِي
سَمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ.

ہے۔ حتیٰ کہ جب ان کے دلوں سے خوف کا اثر ختم ہوتا
ہے تو (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں: تمہارے رب
نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں: سچ فرمایا! اور وہ بلند یوں والا
کبریائی والا ہے۔ پھر چوری چھپے سننے والے اسے سننے
کی کوشش کرتے ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر ہوتے
ہیں۔ تو (ان میں سے کوئی) ایک لفظ سن لیتا ہے اور اپنے
سے نیچے والے کو بتاتا ہے۔ کبھی تو اسے شہاب ثاقب
آ لیتا ہے، قبل اس سے کہ وہ اپنے سے نیچے والے کو
بتائے جسے وہ جادو گریا کا ہن کی زبان پر جاری کرے۔
اور کبھی اس تک نہیں پہنچتا حتیٰ کہ وہ اپنے سے نیچے والے
کو بتا دیتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ (اپنے پاس سے) سو
جھوٹ ملا دیتا ہے۔ ان میں سے کچھ بات وہی ثابت
ہوتی ہے جو آسمان سے سنی گئی تھی۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ کا کلام آواز و الفاظ سے ہوتا ہے جسے فرشتے سنتے ہیں۔ ② فرشتے اللہ کی عظمت و
کبریائی کا شعور رکھتے ہیں اس لیے وہ اللہ کا کلام سن کر فرتی کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکام سن
کر زیادہ لرزاں و ترساں رہنا چاہیے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے زیادہ مرتبہ و مقام عطا کیا ہے۔ ③ اوپر
والے جن نیچے والے جنوں کو وہ بات بتاتے ہیں جو انھوں نے اپنے اوپر موجود فرشتوں سے سنی ہوتی ہے۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ کلام اوپر سے نازل ہوتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا علو اور اوپر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی
ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہونے کا تصور درست نہیں البتہ اپنے علم کے اعتبار سے وہ ہر جگہ ہے، یعنی ہر چیز سے وہ
باخبر ہے۔ ④ جنوں کو بھگانے کے لیے شعلے مارے جاتے ہیں یہ شعلے جنوں کو تباہ بھی کر سکتے ہیں۔ ⑤ کاہنوں اور
نجمیوں کا تعلق شیاطین سے ہوتا ہے اس لیے علم نجوم، بولش وغیرہ سب شیطانی علوم ہیں۔ مسلمانوں کو ان پر یقین نہیں
رکھنا چاہیے بلکہ ایسی چیزوں کے مطالعہ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ⑥ کاہنوں اور نجومیوں کی باتیں اکثر غلط اور جھوٹ
ہوتی ہیں، کبھی کوئی بات صحیح نکل آتی ہے اور وہ بھی وہ بات ہوتی ہے جو کسی شیطان نے کسی فرشتے سے سن کر نجومی کو بتا
دی ہوتی ہے اس لیے ان پر اعتماد کرنا درست نہیں بلکہ سخت گناہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو کسی نجومی (یا
رَمَال) کے پاس گیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا، اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔“

۱۹۵۔ حضرت ابو موسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر (خطبہ دیا) اس میں (پانچ باتیں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سوتا نہیں نہ سونا اس کی شان کے لائق ہے وہ میزان کو جھکا تا اور بلند کرتا ہے اس کی طرف دن کے عملوں سے پہلے رات کے عمل اور رات کے عملوں سے پہلے دن کے عمل بلند کیے جاتے ہیں اس کا پردہ نور ہے اگر وہ اسے ہٹا دے تو اس کے چہرہ مبارک کے جلوے سے اس کی وہ تمام مخلوق جل جائے جس تک اس کی نظر پہنچتی ہے۔“

۱۹۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ، فَقَالَ: «إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ، وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ، يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ، وَيَرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ، حِجَابُهُ النَّورُ، لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ شُبْحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ».

 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل کی بعض صفات بیان فرمائی ہیں ان پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ② عقیدے کے مسائل بہت اہم ہیں لہذا انھیں وضاحت سے بیان کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اہمیت کے پیش نظر خطبے میں انھیں بیان فرمایا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ سنیں اور سمجھ سکیں۔ ③ نیند اور آرام مخلوقات کی ضرورت ہے تا کہ کام کرنے سے جو تھکاوٹ اور کمزوری پیدا ہوتی ہے اس کا مداوا ہو جائے اللہ تعالیٰ حی و قیوم ہے جو تمام مخلوقات کو قائم رکھنے والا ہے اس لیے نہ تو اللہ تعالیٰ کو تھکاوٹ لاحق ہوتی ہے نہ آرام اور نیند کی ضرورت پیش آتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ﴾ (ق: ۳۸) ”یقیناً ہم نے آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب (کو) (صرف) چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں تھکان نے چھوا تک نہیں۔“ اس طرح قرآن مجید نے بائبل کی غلطی کی اصلاح کردی بائبل میں عہد قدیم کی کتاب خروج باب: ۲۰ فقرہ ۱۱ کے الفاظ یہ ہیں: ”کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ اس لیے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا۔“ ④ میزان (ترازو) کو جھکانے اور بلند کرنے کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنی حکمت کے مطابق کسی کو روزی کم دیتا ہے کسی کو زیادہ۔ ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اعمال اس کی طرف بلند ہوتے ہیں اور رزق اس کے پاس سے نازل ہوتا ہے جس طرح تو تلتے وقت ترازو کے پلڑے اوپر نیچے ہوتے ہیں۔ ⑤ اعمال اللہ ہی کے سامنے پیش ہوتے ہیں کسی اور کے سامنے نہیں لہذا عمل کرتے وقت اس کی رضا



۱۹۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يَمِينُ اللَّهِ مَلَأَى، لَا يَغِيضُهَا شَيْءٌ، سَخَاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَبَيْدِهِ الْأُخْرَى الْمِيزَانُ، يَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُ، قَالَ: أَرَأَيْتَ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ؟ فَإِنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِمَّا فِي يَدَيْهِ شَيْئًا».

۱۹۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ بھر پور ہے، کوئی شے اس (کے خزانوں) کو کم نہیں کرتی، وہ رات دن فراواں عطا فرماتا ہے۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں میزان ہے وہ ترازو کو اونچا کرتا ہے اور جھکا تا ہے۔ غور کرو جب سے اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے (تب سے اب تک) کس قدر (بے حساب) خرچ کر دیا ہوگا؟ اس کے باوجود جو کچھ اس کے ہاتھوں میں ہے اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔“



🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں اللہ کے لیے ”ہاتھ“ اور ”ہاتھوں“ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بھی ان صفات میں سے ہے جن پر بلا تشبیہ اور بلا تاویل ایمان لانا چاہیے قرآن مجید میں اللہ کے لیے ”دو ہاتھوں“ کا ذکر متعدد مقامات پر ہے، مثلاً: (وہیجہ سورہ ص: ۷۵) ② اس حدیث میں اللہ کے ایک ہاتھ کو ”دایاں“ کہا گیا ہے عربی میں لفظ ”یَمِین“ ہے جس میں یمن یعنی برکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے: [كَلَّمَنَا يَدَيْهِ يَمِينٌ] (صحیح مسلم) الإِمَارَةُ باب فضيلة الأمير العادل، حدیث: (۱۸۴۷) ”اللہ کے دونوں ہاتھ یمنین ہیں“، یعنی ایک کو یمنین (دایاں) با برکت) کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے ہاتھ میں برکت نہیں۔ اس کے دونوں ہاتھ ہی با برکت ہیں۔ ③ ترازو کو اونچا کرنے اور جھکانے کا مطلب ہے کسی کو کوئی نعمت زیادہ دینا اور کسی کو (حکمت کی بنا پر) کم دینا یا کبھی زیادہ دینا اور کبھی کم دینا یا کبھی کسی کو کوئی نعمت زیادہ دینا اور دوسرے کو کوئی اور نعمت زیادہ دینا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ﴾ (الحجر: ۲۱) ”ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے موجود ہیں (لیکن) ہم اسے ایک مقرر اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں۔“ ④ اللہ کے خزانے ختم ہونا تو درکنار ان میں کمی بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسے کسی بھی چیز کے حصول کے لیے کسی محتاج نہیں ہونا پڑتا نہ کوئی منت کرتا پڑتی ہے۔ بلکہ اس کا ارادہ ہی ہر مخلوق کو ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمانے کے لیے کافی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ (یس: ۸۲) ”وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اتنا فرما دینا کافی ہے کہ ہو جا“ وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔“ ⑤ جب اللہ کے خزانے بے شمار ہیں، بھر پور ہیں ان میں کمی بھی نہیں ہوتی، تو انسان کو چاہیے کہ

اپنی ہر حاجت اسی کے سامنے پیش کرے اور سب کچھ اسی سے مانگے۔ کیونکہ جن و انس کے سوا ہر مخلوق اسی سے سوال کرتی ہے اور وہ سب کو دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ (الرحمن: ۲۹) ”سب آسمان و زمین والے اسی سے مانگتے ہیں ہر روز وہ ایک شان میں ہے۔“

۱۹۸ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُولُ: «يَأْخُذُ الْجَبَّارُ سَمَوَاتِهِ وَأَرْضِيهِ بِيَدِهِ - وَقَبْضَ بِيَدِهِ فَجَعَلَ يَقْبِضُهَا وَيَسْطُهَا - ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْجَبَّارُ! أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟» قَالَ، وَيَتَمَثَّلُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ، حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ أَشْفَلِ شَيْءٍ مِنْهُ، حَتَّى إِنِّي أَقُولُ: أَسَاقِطُ هُوَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟

۱۹۸ - حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے آپ فرما رہے تھے: ”جبار اپنے آسمانوں کو اور اپنی زمین کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا۔“ یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی مٹھی بند کی پھر اسے کھولنے اور بند کرنے لگے۔ (فرمایا: ”پھر فرمائے گا: جبار تو میں ہوں (دنیا کے نام نہاد) جبار (آج) کہاں ہیں؟ متکبر کہاں ہیں؟“ آپ ﷺ نے یہ الفاظ اس قدر جوش سے ارشاد فرمائے کہ) دائیں بائیں جھکنے لگے یہاں تک کہ میں نے منبر کی طرف نظر کی تو وہ نیچے تک اتنا بل رہا تھا کہ میں (دل میں) کہہ رہا تھا کہیں وہ (منبر) رسول اللہ ﷺ کو گرا تو نہ دے گا؟

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ثبوت ملتا ہے۔ ہاتھ سے مراد ”قدرت“ لینا باطل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مٹھی بند کر کے بات کو واضح فرما دیا ہے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ذرہ بھر تعجب نہ ہوا ورنہ خلاف عقل بات سمجھ کر ضرور سوال کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کو من و عن تسلیم کرتے تھے۔ کما یلیق بجلالہ۔ ② اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا پتہ چلتا ہے کہ اتنی عظیم اور وسیع مخلوق اللہ تعالیٰ کے لیے ایک معمولی ذرے کی طرح ہے۔ ③ وعظ میں مناسب موقع پر جوش یا غضب کا اظہار جائز ہے۔ ④ تکبر (بڑائی کا اظہار) بہت بری خصلت ہے جو انسان جیسی ضعیف اور حقیر مخلوق کے لائق نہیں! البتہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان ہی اس لائق ہے کہ وہ تکبر یعنی بڑائی اور عظمت کے اظہار کی صفت سے متصف ہو۔

۱۹۹ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا ۱۹۹ - حضرت نو اس بن سمعان کلانی رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ”ہر دل رحمان کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ چاہے اسے سیدھا (ہدایت پر قائم) رکھے چاہے تو میڑھا (اور گمراہ) کر دے۔“ اور اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے: إِنَّمَا مَثَبُ الْقُلُوبِ ثَبَتَ قُلُوبُنَا عَلَى دِينِكَ ”اے دلوں کو ثابت رکھنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ۔“ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”میزان رحمان کے ہاتھ میں ہے وہ قیامت تک کچھ لوگوں کو بلند کرتا رہے گا اور کچھ لوگوں کو پست کرتا رہے گا۔“

صَدَقَهُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ بُسْرَ بْنَ عُبَيْدٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ يَقُولُ: حَدَّثَنِي النَّوَاسُ ابْنُ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ قَلْبٍ إِلَّا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ، إِنْ شَاءَ أَقَامَهُ وَإِنْ شَاءَ أَرَاغَهُ». وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «يَا مَثَبُ الْقُلُوبِ ثَبَتَ قُلُوبُنَا عَلَى دِينِكَ» قَالَ: «وَالْمِيزَانُ بِيَدِ الرَّحْمَنِ يَرْفَعُ أَقْوَامًا وَيَخْفِضُ آخَرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».



🌞 فوائد ومسائل: ① معنف اس حدیث کو اللہ تعالیٰ کی صفت ”اصالح“ (انگلیوں) کے اثبات کے لیے لائے ہیں اس قسم کی تمام حدیثوں میں سلف کا مسلک یہی ہے کہ ان پر بلا تشبیہ ایمان لانا چاہیے۔ ② ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لیے اس سے ہدایت اور ثابت قدمی کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے ثابت قدمی کے لیے دعا کی اس کی وجہ یہ ہے کہ دین کے دائمی کو قدم قدم پر جو مشکلات پیش آتی ہیں ان میں اسے اللہ کی نصرت و توفیق کی ہر لمحہ ضرورت رہتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں اپنے عجز اور احتیاج کا اظہار ہے جو عبادت کی بنیادی اور مرکزی چیز ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کی عبادت کی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ امت بھی اس سے سبق حاصل کرے اور نبی ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے ہر امتی اللہ سے استقامت کی دعا کرتا رہے۔ ④ عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دنیا میں سر بلندی، قوت، شان اور ہدایت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے پستی، ضعف، ذلت اور گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور یہ بات اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کون سا فرد یا گروہ کس درجہ کی عزت یا ذلت کا مستحق ہے یہ پتا نہ کسی اور کے ہاتھ میں نہیں۔ ⑤ بلندی اور پستی، عزت اور ذلت وغیرہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ سے انسان کے اپنے اعمال کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے، بعض اوقات یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے اور اس کے مطابق انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات کا مستحق ہوتا ہے۔

۲۰۰- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ ۲۰۰- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

«البوصيري: «لهذا إسناده صحيح».

۲۰۰- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۸۰/۳ من حديث مجالد به * مجالد تقدم حاله، ح: ۱۱، وتلميذه مجهول (تقریب)، ولبعض الحديث شاهد ضعيف عند الزوار.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تین افراد کو دیکھ کر ہنستا ہے (اور خوش ہوتا ہے) نمازیوں کی صف اور جو شخص رات کے اوقات میں نماز پڑھتا ہے اور جو شخص (فوج کے) دستے کے پیچھے (ساتھیوں کا دفاع کرتے ہوئے) جنگ کرتا ہے۔“

الْعَلَاءُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاءِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ اللَّهَ لَيُصْحَكُ إِلَى ثَلَاثَةِ: لِلصَّفِّ فِي الصَّلَاةِ، وَلِلرَّجُلِ يُصَلِّي فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، وَلِلرَّجُلِ يُقَاتِلُ - أَرَاهُ قَالَ - خَلْفَ الْكَتِيبَةِ».

۲۰۱- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ حج کے ایام میں لوگوں سے ملاقاتیں کرتے تھے اور فرماتے تھے: ”کیا کوئی آدمی ہے جو مجھے اپنی قوم میں لے جائے؟ قریش تو مجھے اپنے رب کے کلام کی تبلیغ سے روکتے ہیں۔“

۲۰۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عُمَانَ - يَعْنِي: ابْنَ الْمُغِيرَةِ الثَّقَفِيِّ - عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْرُضُ نَفْسَهُ عَلَى النَّاسِ فِي الْمَوْسِمِ، فَيَقُولُ: «أَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِي إِلَى قَوْمِهِ، فَإِنْ قُرِئْنَا قَدْ مَنَعُونِي أَنْ أُبْلَغَ كَلَامَ رَبِّي».

☀️ **فوائد و مسائل:** ① لوگوں سے ملاقاتیں کرنے کا مطلب ہے کہ حج کے ایام میں عرب کے ہر علاقے سے لوگ آتے تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ امید رکھتے تھے کہ شاید ان میں سے کوئی شخص یا قبیلہ ایسا ہو جو تبلیغ کے کام میں آپ ﷺ کی مدد کرے اور مخالفین کو مخالفت سے منع کرے تاکہ لوگ حق کو سمجھ کر قبول کر سکیں۔ ② دنیوی معاملات میں اسباب کی حد تک کسی سے تعاون اور مدد مانگنا توحید کے منافی نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ (المائدہ: ۲) ”نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو“ ③ اس سے اللہ کی صفت کلام کا ثبوت ملتا ہے اور یہ کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جبرئیل کا یا کسی اور کا نہیں۔ اس سے معتزلہ کی تردید ہو جاتی ہے۔

۲۰۲- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

۲۰۲- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا

۲۰۱- [إسناده صحيح] أخرجه أبو داود، السنة، باب في القرآن، ح: ۴۷۳۴، والترمذي، ح: ۲۹۲۵ من حديث إسرائيل به، وقال الترمذي: "حسن صحيح غريب" * سالم مذكور في المدلسين (المرتبة الثانية)، ولا يثبت هذا عنه، والله أعلم.

۲۰۲- [حسن] أخرجه ابن أبي حاتم في تفسيره، وصححه ابن حبان (الإحسان)، ح: ۶۸۹، وحسنه البوصيري * الوزير محله الصدق، ولحديثه طرق أخرى، وله طريق موقوف في شعب الإيمان، وعلقه البخاري في صحيحه ۴۴

اچھایا براطریقہ جاری کرنے والے شخص کا بیان

آیت مبارکہ ﴿كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ﴾ ”ہر روز وہ ایک شان میں ہے۔“ کی وضاحت کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ بھی اس کی شان ہے کہ وہ گناہ معاف کرتا ہے پریشانی دور کرتا ہے کسی قوم کو بلند یوں سے نوازتا ہے اور کسی کو پست کر دیتا ہے۔“

الْوَزِيرُ بْنُ صَبِيحٍ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَلْبَسٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ﴾ [الرحمن: ۲۹] قَالَ: «مِنْ شَأْنِهِ أَنْ يَغْفِرَ ذُنُوبًا، وَيَرْفَعَ كَرَبًا، وَيَرْفَعَ قَوْمًا، وَيَخْفِضَ آخَرِينَ».

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے اللہ کی صفات فعلیہ کا ثبوت ملتا ہے جن کا ظہور ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔

② اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے اس سے بے تعلق نہیں ہو گیا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مخلوق کے تمام معاملات چند خاص نیک بندوں کے ہاتھوں میں ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں مختار بنا دیا ہے کہ جو چاہیں کریں حقیقت یہ ہے کہ تمام اختیارات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں: ﴿إِلَّا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الاعراف: ۵۴) ”پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے اور حکم دینا (اور تمام اختیارات) بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔“ ③ گناہوں کی معافی بھی اسی کی شان ہے اس معاملے میں اللہ اور بندے کے درمیان کوئی واسطہ حائل نہیں بعض گمراہ لوگ یہاں بھی واسطوں کے قائل ہیں۔ عیسائیوں کے خیال میں گناہوں کی معافی پادری یا پوپ کا کام ہے ہندوؤں کے خیال میں برہمن کے توسط کے بغیر معبود سے رابطہ ممکن نہیں اور اسی کے ذریعے سے گناہ معاف ہو سکتے ہیں جبکہ قرآن کہتا ہے: ﴿وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (آل عمران: ۱۳۵) ”اللہ کے سوا کون گناہ معاف کر سکتا ہے؟“



باب: ۱۴- اس شخص کا بیان جس نے اچھایا

براطریقہ جاری کیا

(المعجم ۱۴) - بَابُ مَنْ سَنَّ سُنَّةَ حَسَنَةٍ

أَوْ سَيِّئَةٍ (التحفة ۱۴)

۲۰۳- حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اچھا طریقہ جاری کیا اور اس پر عمل کیا گیا، اسے اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے ثواب کے برابر (مزید ثواب) ملے گا جو اس پر عمل کریں گے۔ ان (بعد والوں) کے ثواب میں

۲۰۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو، عَنْ الْمُثَنِّرِ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعَمِلَ بِهَا كَانَ لَهُ

اچھا برا طریقہ جاری کرنے والے شخص کا بیان

اور موضوع احادیث کو دیکھ کر کسی ایسے کام کی دعوت دینا شروع نہ کر دیں جو صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے ورنہ نہ صرف محنت ضائع ہو جائے گی بلکہ وہ بہت بڑے گناہ کا بوجھ اٹھالیں گے۔ ⑤ جب کسی کو گناہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو شیطان عموماً یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ گناہ کر لینے میں ہمارا کوئی نقصان نہیں، گناہ تو اس کو ہوگا جس نے ہمیں گناہ کی طرف بلایا ہے یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ غلط کام کا ارتکاب کرنے والا اس کی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتا، البتہ اسے گناہ کی طرف بلانے والے کا گناہ زیادہ شدید ہے اس لیے وہ بھی اس مجرم کے جرم میں برابر کا شریک سمجھا جائے گا اور سزا کا مستحق ہوگا۔ ⑥ اس حدیث میں نیکی کی تبلیغ کرنے والوں کے لیے بہت بڑی خوش خبری ہے۔ ایک آدمی کی محنت سے جتنے آدمی کسی نیکی کو اختیار کریں گے ان کے ثواب کے برابر اس کے ناملہ اعمال میں ثواب خود بخود درج ہوتا چلا جائے گا۔ ⑦ ثواب اور گناہ کا دعوت دینے والے کے حساب میں جمع ہونا خود بخود ہوتا ہے اس میں عمل کرنے والے کے قصد یا نیت کو کوئی دخل نہیں لہذا اس حدیث سے ایصال ثواب کے مروجہ تصور پر استدلال درست نہیں ورنہ ایصال ثواب کی طرح ایصال گناہ کا تصور بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔



۲۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَبْرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَحَثَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ رَجُلٌ: عِنْدِي كَذَا وَكَذَا قَالَ، فَمَا بَقِيَ فِي الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلَّا تَصَدَّقَ عَلَيْهِ بِمَا قَلَّ أَوْ كَثُرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ اسْتَنْ خَيْرًا فَاسْتَنْ بِهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ كَامِلًا، وَمِنْ أَجُورِ مَنْ اسْتَنْ بِهِ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ اسْتَنْ سُنَّةً سَيِّئَةً، فَاسْتَنْ بِهِ، فَعَلَيْهِ وَزُرُّهُ كَامِلًا، وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِي اسْتَنْ بِهِ، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا».

۲۰۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے (حاضرین کو) اس کی مدد کی ترغیب دلائی۔ (حاضرین میں سے) ایک آدمی نے کہا: میرے پاس اتنا مال ہے (میں اسے بطور صدقہ دیتا ہوں) چنانچہ مجلس میں سے ہر شخص نے اسے (حسب استطاعت) کم یا زیادہ صدقہ دیا، کوئی بھی صدقہ دیے بغیر نہ رہا۔ تب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اچھا طریقہ جاری کیا، پھر اس (طریقہ) پر عمل کیا گیا، اسے اس کا پورا ثواب ملے گا اور ان لوگوں (کے برابر عمل) کا ثواب بھی، جنہوں نے اس کی پیروی کی اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے برا طریقہ (گناہ کا کام) شروع کیا، پھر اس (طریقہ) پر عمل کیا گیا، اسے اس کا پورا گناہ ہوگا اور ان لوگوں (کے برابر عمل) کا گناہ بھی، جنہوں نے اس کی

پیروی کی اہل بیت کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔“

۲۰۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو بلائے والا کسی گمراہی کی طرف بلائے پھر اس کی پیروی کی جائے تو اسے ان لوگوں کے گناہ کے برابر (گناہ) ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی اور ان کے اپنے گناہ میں بھی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس بلائے والے نے ہدایت کی طرف بلایا پھر اس کی پیروی کی گئی تو اسے بھی پیروی کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی۔“

۲۰۵- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ: أَتَبْنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ مِسْنَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «أَيُّمَا دَاعٍ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ فَاتَّبَعَهُ، فَإِنَّ لَهُ مِثْلَ أَوْزَارٍ مِّنْ اتَّبَعَهُ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا، وَأَيُّمَا دَاعٍ دَعَا إِلَى هُدًى فَاتَّبَعَهُ، فَإِنَّ لَهُ مِثْلَ أَجُورٍ مِّنْ اتَّبَعَهُ، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئًا».

فائدہ: گمراہی سے شرک بدعت، فسق و فجور اور وہ تمام کام مراد ہیں جو شریعت میں منع اور حرام ہیں۔ جو کسی ایسے کام کی طرف بلائے یا ترغیب دے یا تعاون کرے اسے اتنا گناہ ہوگا جتنا اس کی وجہ سے اس غلط کام کا ارتکاب کرنے والے تمام لوگوں کو مجموعی طور پر ہوگا اور ہدایت سے مراد توحید اتباع سنت و اجبات کی ادائیگی اور گناہ سے اجتناب وغیرہ جیسے اعمال ہیں۔ ان کی دعوت دینے والے کو اتنا ثواب ہوگا جتنا اس سے متاثر ہو کر اس نیکی کا کام کرنے والے تمام افراد کو مجموعی طور پر ہوگا۔

۲۰۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہدایت کی طرف بلایا اسے پیروی کرنے والوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا“ اس سے ان کے اجر و ثواب میں کمی نہیں آئے گی۔ اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اسے پیروی کرنے والوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا اس سے ان کے گناہوں میں کمی نہیں آئے گی۔“

۲۰۶- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورٍ مِّنْ اتَّبَعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ،

فَعَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ أَثَامِ مَنْ اتَّبَعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَثَامِهِمْ شَيْئًا».

۲۰۷- حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اچھا طریقہ جاری کیا اس پر اس (کی وفات) کے بعد عمل ہوتا رہا اسے اس کا اپنا ثواب بھی ملے گا اور ان لوگوں کے برابر (مزید) ثواب بھی ملے گا البتہ ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جس نے برا رواج نکالا پھر اس کے (مرنے کے) بعد اس پر عمل ہوتا رہا اسے اس کا اپنا گناہ بھی ہوگا اور ان لوگوں کے گناہ کے برابر (مزید) گناہ بھی ہوگا البتہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“

۲۰۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ (إِسْمَاعِيلُ أَبُو إِسْرَائِيلَ)، عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً [فَلَعْمَلُ بِهَا بَعْدَهُ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ وَمِثْلُ أَجْوَرِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْوَرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً شَيْئَةً، فَعْمَلُ بِهَا بَعْدَهُ، كَانَ عَلَيْهِ وَزْرُهُ وَمِثْلُ أَوْزَارِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا».

۲۰۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو دعوت دینے والا کسی (اچھی یا بری) چیز کی طرف دعوت دیتا ہے وہ قیامت کے دن اس طرح کھڑا کیا جائے گا کہ وہ اپنی دعوت کے عمل سے جدا نہیں ہو سکے گا جس چیز کی طرف بھی اس نے دعوت دی ہو اگرچہ کسی آدمی نے ایک ہی آدمی کو دعوت دی ہو۔“

۲۰۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهْلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا مِنْ دَاعٍ يَدْعُو إِلَى شَيْءٍ إِلَّا وَقِفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِأَرْمَأَ لِدَعْوَتِهِ، مَا دَعَا إِلَيْهِ، وَإِنْ دَعَا رَجُلٌ رَجُلًا».



(المعجم ۱۵) - بَابُ مَنْ أَحْيَا سُنَّةً قَدْ أُمِيتَتْ (التحفة ۱۵)

باب: ۱۵- مردہ سنت زندہ کرنے والے شخص کے (اجر) کا بیان

۲۰۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ مَرْزِيُّ رضی اللہ عنہ سے روایت

۲۰۷- [صحیح] ولشواہدہ انظر الأحادیث السابقة من، ح: ۲۰۳، لی، ح: ۲۰۶.

۲۰۸- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ۱۱۲ عن ابن أبي شيبة به، وقال البوصيري: "لهذا إسناده ضعيف * ليث هو ابن أبي سليم ضعفه الجمهور".

۲۰۹- [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الترمذي، العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنّة واجتناب البدعة، ح: ۲۶۷۷ من حديث كثير به، وقال: "حسن" * كثير تقدم حاله، ح: ۱۶۵.

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ، كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ ابْتَدَعَ بِدْعَةً فَعَمِلَ بِهَا، كَانَ عَلَيْهِ أَوْزَارٌ مِنْ عَمَلٍ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِ مَنْ عَمِلَ بِهَا شَيْئًا».

ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میری کسی سنت کو زندہ کیا، پھر اس پر لوگوں نے عمل کیا، اسے اس سنت پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس نے کوئی بدعت ایجاد کی، پھر اس پر عمل کیا گیا، اسے عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① مردہ سنت سے مراد وہ ثابت شدہ شرعی عمل ہے جس کو لوگوں نے جہالت یا سستی کی وجہ سے ترک کر دیا ہو خواہ وہ فرض و واجب ہو یا مستحب و مندوب۔ اور اسے زندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے دوبارہ معاشرے میں رواج دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے ظاہر ہے کہ دعوت دینے والے کو خود بھی اس پر سختی سے عمل پیرا ہونا پڑے گا اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کرنی ہوگی۔ پھر جب لوگ اس پر تعجب کا اظہار کریں گے اور اس سے روکنے کی کوشش کریں گے تو استقامت کا مظاہرہ کرنا ہوگا اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ ② اس روایت میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو بدعات کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور مسلمانوں میں اسے رائج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اہل علم کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کا سخت مقابلہ کریں کیونکہ بدعت سنت کی مخالف ہے جیسے جیسے بدعت رائج ہوتی ہے لوگوں کی توجہ سنت کی طرف سے ہٹتی چلی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں ایک وقت وہ آتا ہے کہ سنت مردہ ہو جاتی ہے چنانچہ اسے زندہ کرنے کے لیے نئے سرے سے محنت کرنی پڑتی ہے، چنانچہ سنتوں کو قائم رکھنے کے لیے بدعتوں کی پر زور تردید کی ضرورت ہے۔ ③ بعض ائمہ نے شواہد کی بنیاد پر اس روایت کی صحیحی کی ہے۔

۲۱۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي فَقَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي، فَإِنَّ لَهُ مِنْ

۲۱۰۔ حضرت عمرو بن عوف مزینی رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ”جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مردہ ہو گئی تھی اسے ان لوگوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اس سے

الْأَجْرُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنَ النَّاسِ ، لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجُورِ النَّاسِ شَيْئًا ، وَمَنْ ابْتَدَعَ بِدْعَةً لَا يَرْضَاهَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ ، فَإِنَّ عَلَيْهِ مِثْلَ إِثْمِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنَ النَّاسِ ، لَا يَنْقُصُ مِنْ آثَامِ النَّاسِ شَيْئًا .

(پیروی کرنے والے) لوگوں کے ثواب میں بالکل کمی نہیں آئے گی۔ اور جس نے کوئی بدعت ایجاد کی جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں اسے ان لوگوں کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا جو اس پر عمل کریں گے۔ اس سے (پیروی کرنے والے) لوگوں کے گناہ میں بالکل کمی نہیں آئے گی۔“

🌞 فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے، تاہم جہاں تک مردہ سنت کے زندہ کرنے پر اجازت و ثواب کا اور اسی طرح بدعت کے ایجاد کرنے پر سخت گناہ ملنے کا تعلق ہے وہ دوسری احادیث سے بھی ثابت ہے۔

(المعجم ۱۶) - بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (التحفة ۱۶)

باب: ۱۶- قرآن کا علم حاصل کرنے اور اس کی تعلیم دینے والے کی فضیلت

۲۱۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَصَفْيَانُ ، عَنْ عِلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّلْمِيِّ ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - قَالَ شُعْبَةُ - : «خَيْرُكُمْ» - وَقَالَ صَفْيَانُ : - «أَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» .

۲۱۱- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔“ ایک روایت میں راوی سفیان کے یہ لفظ ہیں: ”تم میں سے افضل وہ ہے.....“



🌞 فوائد و مسائل: ① قرآن مجید اللہ کا کلام ہے لہذا اس کا علم حاصل کرنا بھی دوسرے علوم سے افضل ہے اور اس کی تعلیم دینا بھی دوسرے علوم پڑھانے سے افضل ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کے ہاں بندوں کی افضلیت کا دار و مدار اعمال پر ہے جب کہ دنیا میں عام طور پر مال و دولت، حسن و جمال یا عہدہ و منصب کو افضلیت کا معیار سمجھا جاتا ہے جو درست نہیں۔ ③ اس حدیث میں قرآن مجید کا علم حاصل کرنے اور اس کی تعلیم دینے کی ترغیب ہے۔ ④ قرآن مجید کے علم میں قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت و تجوید سیکھنا اور سکھانا بھی شامل ہے اور اس کا ترجمہ و تفسیر بھی چونکہ حدیث نبوی بھی قرآن کی وضاحت ہے اس لیے حدیث کا علم حاصل کرنے والا اور اس کی تعلیم دینے والا بھی اس شرف میں

شریک ہے۔ ۵۔ قرآن پر عمل نہ کرنے والا اس شرف میں شریک نہیں جیسے کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۲۱۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّلْمِيِّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ».

۲۱۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے افضل وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔“

۲۱۳۔ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ نَهْهَانَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «خَيْرَ أَرْكَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» قَالَ: وَأَخَذَ بِيَدِي فَأَقْعَدَنِي مَقْعَدِي هَذَا، أَقْرَىء.

۲۱۳۔ عاصم بن بہدلہ نے حضرت مصعب بن سعد سے اور انھوں نے اپنے والد حضرت سعد بن ابوقحاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے وہ لوگ بہتر ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔“ عاصم نے کہا: مصعب بن سعد نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اس جگہ بٹھایا کہ میں قرآن پڑھاؤں۔

🌞 فوائد و مسائل: ① سند میں مذکور عاصم رضی اللہ عنہ قراءت کے مشہور امام ہیں۔ ② جس شخص میں کسی اچھے کام کی صلاحیت موجود ہو اسے اس کام کا مشورہ دینا چاہیے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تاکہ اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے اور خود اسے بھی اس نیک کام کی وجہ سے ثواب اور فائدہ حاصل ہو۔

* عاصم بن ابونجود: آپ کو فہم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ حضرت علی بن عبد الرحمن سلمیٰ اور زہربن حبیب سے قرآن کریم پڑھا، کبار تابعین سے تعلیم حاصل کی اور اپنے استاد محترم علی بن عبد الرحمن کے بعد قرآن کریم کی تعلیم دینے کی ذمہ داری سنبھالی۔ اس عرصے میں آپ سے ابوبکر، حفص بن سلیمان اور مفضل بن محمد جیسے عظیم قراء نے قرآنی قراءات کی تعلیم لی۔ آپ انتہائی خوش آواز قاری قرآن اور بہت زیادہ نماز ادا کرنے والے عابد و زاہد تھے۔ اکثر اوقات گھر سے کسی کام کی غرض سے نکلے لیکن جب مسجد کے قریب پہنچتے تو یہ کہتے ہوئے نفل ادا کرنے کے لیے مسجد میں داخل ہو جاتے: ”ضروریات پوری ہوتی رہیں گی، پہلے نماز پڑھ لیں۔“ آپ کا شمار

۲۱۲۔ [صحیح] انظر الحديث السابق.

۲۱۳۔ [إسناده ضعيف جدًا] والحدیث صحیح، أخرجه الدارمي: ۴۳۷/۲، فضائل القرآن باب: ۲، ح: ۳۳۳۹ من حديث الحارث به، وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لضعف الحارث بن نهان"، وهو متروك كما في التقریب، وح: ۲۱۱ وغيره يعني عن حديثه.

قراءات سب کے مشہور و معروف قرائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۲۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

۲۱۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرَجَةِ، طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الثَّمَرَةِ، طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ، طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَا رِيحَ لَهَا».

۲۱۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو مومن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ترنجبین کی سی ہے جس کا ذائقہ بھی اچھا ہے اور بو بھی خوش گوار ہے۔ اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال خشک کھجور کی سی ہے کہ اس کا ذائقہ اچھا ہے لیکن (اس میں) خوشبو نہیں۔ جو منافق قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال نازبو کی سی ہے اس کی خوشبو تو اچھی ہے لیکن ذائقہ تلخ ہے۔ اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال تھکے کی سی ہے۔ اس کا ذائقہ بھی تلخ ہے اور خوشبو بھی نہیں۔“



🌞 **فوائد و مسائل:** ① قرآن کی تلاوت اور اس پر عمل دونوں خوبیاں ہیں اور دونوں مطلوب ہیں۔ تلاوت ظاہری خوبی ہے جسے خوشبو سے تشبیہ دی گئی ہے اور عمل باطنی خوبی ہے کیونکہ اس میں ایمان، اخلاص اللہ سے محبت، خشیت الہی اور تقویٰ جیسے باطنی اعمال بھی شامل ہیں اس لیے اسے ذائقے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تلاوت کو خوشبو سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہو کہ اسے ہر خاص و عام سن لیتا ہے جب کہ عمل کا اندازہ اسی کو ہوتا ہے جس کو واسطہ پڑے جس طرح ذائقے کا علم اسی کو ہوتا ہے جو پھل کو چکھے۔ ② الْأُتْرَجَةُ: (ترنجبین) لیموں کے خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک پھل ہے۔ اس کا رنگ بھی خوش کن ہوتا ہے اور ذائقہ بھی عمدہ ہوتا ہے۔ ③ الرَّيْحَانَةُ: اصل میں ہر اس پودے کو کہتے ہیں جس سے خوشبو آئے عام طور پر یہ لفظ نازبو کے لیے مستعمل ہے لیکن دوسرے خوشبودار پودوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ④ منافق کا عقیدہ اور سیرت تلخ اور خراب ہوتی ہے مگر قراءت قرآن کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے اس لیے اس کی مثال ایسے پھول سے دی ہے جس کی خوشبو دور سے بھی محسوس ہوتی ہے لیکن کھانے کے لائق ہرگز نہیں ہوتا۔

۲۱۵- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بَشِيرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بُذَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ لِلَّهِ أَهْلِينَ مِنَ النَّاسِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: «هُمْ أَهْلُ الْقُرْآنِ، أَهْلُ اللَّهِ وَخَاصَّتُهُ».

۲۱۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں میں سے کچھ افراد اللہ والے ہوتے ہیں۔“ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ”قرآن والے“ وہی اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① ”قرآن والے“ یعنی قرآن پڑھنے والے یا دیکھنے والے احادیث رسول ﷺ کے ذریعے سے اس کا فہم حاصل کرنے والے اس پر عمل کرنے والے اور اس کی تبلیغ کرنے والے یہ سب قرآن والوں میں شامل ہیں۔ ② قرآن کے ساتھ تعلق رکھنے والے اللہ کے خاص بندے اور اس کے مقرب ہیں لہذا قیامت اور جنت میں بھی ان پر خصوصی انعامات ہوں گے۔ اور یہ بہت بڑا شرف ہے کہ اللہ نے انھیں ”اپنے“ قرار دیا ہے۔

۲۱۶- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْحُمْصِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي عُمَرَ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَادَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ [ضَمْرَةَ]، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَحَفِظَهُ أَذْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ وَسَقَّعَهُ فِي عَشْرَةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، كُلُّهُمْ قَدْ اسْتَوْجَبَ النَّارَ».

۲۱۶- حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے قرآن پڑھا اور اسے حفظ کیا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے افراد کے حق میں اس کی شفاعت قبول کرے گا جن پر (گناہوں کی وجہ سے) جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔“

۲۱۷- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

۲۱۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

۲۱۵- [إسناده حسن] أخرجه النسائي في الكبرى في فضائل القرآن، ح: ٤٥٦، والحاكم ٥٥٦/١ من حديث ابن مهدي به، وصححه المنذري، والבוصري.

۲۱۶- [إسناده ضعيف جداً] أخرجه الترمذي، فضائل القرآن، باب ما جاء في فضل قارئ القرآن، ح: ٢٩٠٥ من حديث أبي عمر حفص بن سليمان القاري به، وقال: "غريب...". وليس له إسناده صحيح * وحفص بن سليمان بضعف في الحديث "بل هو متروك الحديث، وشيخه مجهول.

۲۱۷- [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، فضائل القرآن، باب ما جاء في سورة البقرة وآية الكرسي، ح: ٢٨٧٦ من ٤٤

ﷺ نے فرمایا: ”قرآن سیکھو پھر اسے پڑھو اور سورو۔ (رات کو نماز میں تلاوت کرو لیکن ساری رات نماز نہ پڑھو بلکہ کچھ وقت آرام بھی کرو) کیونکہ قرآن اُسے سیکھنے والے اور اس کے ساتھ قیام کرنے والے کی مثال ایسے ہے جیسے چمڑے کی ایک تھیلی کستوری سے بھری ہوئی ہو اور اس کی خوشبو ہر جگہ نہکتی ہو۔ اور جس نے قرآن سیکھا پھر سوراہا حالانکہ قرآن اس کے سینے میں ہے اس کی مثال اس طرح ہے جیسے چمڑے کی تھیلی میں کستوری ہو اور اس کا منہ (سی وغیرہ سے کس کر) باندھ دیا گیا ہو۔“

الأودِي: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ ابْنِ جَعْفَرٍ، عَنِ الْمُقْبِرِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ مَوْلَى أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَاقْرَءُوهُ وَارْقُدُوا، فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ وَمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَامَ بِهِ، كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكَاً يَفُوحُ رِيحُهُ كُلَّ مَكَانٍ، وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَرَقَدَ وَهُوَ فِي جَوْفِهِ، كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوْكِيَ عَلَى مِسْكِ».

۲۱۸- حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عسکان کے مقام پر حضرت نافع بن عبد الحارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ انھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ وادی مکہ کے باشندوں پر (ان کے معاملات کی دیکھ بھال کے لیے) اپنا نائب کسے مقرر کر کے آئے ہیں؟ انھوں نے کہا: میں نے ابن ابزی رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابن ابزی کون صاحب ہیں؟ انھوں نے کہا: ہمارے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے ایک مولیٰ کو ان پر حاکم مقرر کر دیا؟ انھوں نے کہا: وہ کتاب اللہ کے عالم ہیں، علم میراث کے بھی عالم ہیں، اور فیصلہ کرنے کی

۲۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ لَقِيَ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ بَعْضَانِ، وَكَانَ عُمَرُ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى مَكَّةَ، فَقَالَ عُمَرُ: مَنْ اسْتَخْلَفْتُ عَلَى أَهْلِ الْوَادِي؟ قَالَ: اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْهِمُ ابْنَ أَبْرَى. قَالَ: وَمَنْ ابْنُ أَبْرَى؟ قَالَ: رَجُلٌ مِنْ مَوَالِينَا. قَالَ عُمَرُ: فَاسْتَخْلَفْتُ عَلَيْهِمْ مَوْلَى؟ قَالَ: إِنَّهُ قَارِئُ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى، عَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ، قَاضٍ. قَالَ عُمَرُ: أَمَا إِنَّ نَبِيَّكُمْ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ



«حَدِثَ أَبِي أُسَامَةَ بِهِ، وَقَالَ: "حَسَنٌ"، وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ، وَابْنُ حِبَانَ.

۲۱۸- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه... الخ، ح: ۸۱۷ من حديث إبراهيم به.

قرآن کا علم حاصل کرنے اور اس کی تعلیم دینے والے کی فضیلت کا بیان

صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
تمہارے نبی ﷺ نے (واقعی سچ) فرمایا تھا: ”اللہ تعالیٰ
اس کتاب (کے علم اور اس پر عمل) کی وجہ سے بہت سے
لوگوں کو بلند مقام عطا فرمائے گا اور اس (سے اعراض)
کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو پست (اور ذلیل) کر
دے گا۔“

أَفْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخِرِينَ» .

🌞 فائدہ و مسائل: ① اس واقعہ کے راوی ابو طفیل عامر بن وائلہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی
حیات مبارکہ کے دوران میں یمن کی عمر میں تھے۔ امام مسلم رحمہ اللہ کے قول کے مطابق آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے
سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۱۰ ہجری میں ہوئی۔ حضرت نافع بن عبد الجارث رضی اللہ عنہ بھی صحابی
ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابن ابزی رضی اللہ عنہ کا نام عبدالرحمن ہے قبیلہ بنو خزاعہ
سے دلاء کا تعلق ہے یہ بھی صفار صحابہ میں سے ہیں۔ ② خلافت راشدہ کے دوران میں کسی بھی سرکاری منصب کے
لیے اہلیت کا معیار صرف علم و عمل تھا نہ کہ قبیلہ و خاندان۔ ③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آزاد کردہ غلام کو عہدہ دینے پر جو
تعجب کا اظہار کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسے افراد کو عہدے کا اہل نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ معلوم کرنا
تھا کہ نافع رضی اللہ عنہ نے ابن ابزی رضی اللہ عنہ کو اس عہدے پر فائز کرتے ہوئے کس معیار کو پیش نظر رکھا ہے۔ جب معلوم ہوا کہ
وہ واقعی اس عہدے کے اہل ہیں تو ان کے تقرر پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ ④ ارشاد نبوی میں صرف کتاب اللہ
(قرآن مجید) کا ذکر ہے لیکن کتاب اللہ کا عالم وہی کہلا سکتا ہے جو حدیث کا علم بھی رکھتا ہو کیونکہ حدیث نبوی قرآن
مجید کی تشریح اور عملی تفسیر ہے۔

۲۱۹- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے
کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:
”ابوذر! اگر تو صبح کو (علم سیکھنے کے لیے) نکلے اور اللہ کی
کتاب کی ایک آیت سیکھ لے یہ تیرے لیے سو رکعت
(نفل) نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اگر تو صبح نکل کر علم
کا ایک باب سیکھ لے خواہ اس پر عمل کر سکے یا نہ کر سکے یہ

۲۱۹- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ غَالِبٍ
الْعَبْدَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زِيَادٍ الْبَحْرَانِيِّ،
عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ،
عَنْ أَبِي دَرٍّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:
يَا أَبَا دَرٍّ: لَأَنْ تَعْدُوَ فَتَعْلَمَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ،

خَيْرَ لَكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ، وَلَئِنْ تَعُدُّوْا فَتَعَلَّمْ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ، عُمِلَ بِهِ أَوْ لَمْ يُعْمَلْ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ أَلْفَ رَكْعَةٍ.

(المعجم ۱۷) - بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ (التحفة ۱۷)

باب: ۱۷- علماء کی فضیلت اور حصول علم کی ترغیب

۲۲۰- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ، أَبُو بَشِيرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ».

۲۲۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔“



🌞 فوائد و مسائل: ① عام طور پر ”فقہ“ سے نماز روزہ جیسے امور اور خرید و فروخت جیسے معاملات میں جائز ناجائز واجب و مستحب اور ان کی شروط ارکان و آداب وغیرہ مراد لیے جاتے ہیں عقائد و اخلاق وغیرہ کو الگ علوم تصور کیا جاتا ہے لیکن قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں جہاں فقہ و فقہ جیسے الفاظ آئے ہیں ان سے یہ اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ وہاں مطلقاً دین کا علم و فہم مراد ہوتا ہے جس میں عبادات و معاملات کے ساتھ ساتھ اصلاحِ قلب، تزکیہ نفس، اخلاق حسنة اور عقائد صحیحہ وغیرہ بھی مراد ہوتے ہیں۔ جس کو ان چیزوں کا علم حاصل ہو جائے وہ اللہ کے حقوق بھی ادا کر سکتا ہے اپنی ذات کے حقوق بھی اور احباب و اقارب کے علاوہ عام مسلمانوں اور اصحابِ اقتدار کے حقوق بھی ادا کر سکتا ہے۔ اس طرح اس کی زندگی قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھل کر دینی و دنیوی خیر و برکت کا ذریعہ بن جاتی ہے اور وہ دوسروں کے لیے بھی سراپا رحمت بن جاتا ہے اور یہی وہ خیر عظیم ہے جس سے بڑھ کر کوئی خیر نہیں۔ ② دین و دنیا کی یہ برکات وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو مذکورہ بالا امور کے بارے میں شرعی احکام سے واقف ہو لہذا اس سے علم دین سیکھنے کی اہمیت اور ضرورت واضح ہوتی ہے۔ ③ اس سے دین کے معلمین و مدرسین کا بلند مقام بھی واضح ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد یہ سب کچھ علماء ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور خود رسول اللہ ﷺ کا منصب بھی ایک معلم کا تھا جیسے کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (البقرة: ۱۲۹) ”(وہ پیغمبر) انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا۔“ یہی حکمت وہ فہم دین ہے جسے اس حدیث میں فقہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۲۱- حضرت معاویہ بن ابیوسف رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نیکی عادت ہے اور گناہ ایک جھگڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔“

۲۲۱- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ جَنَاحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «الْخَيْرُ عَادَةٌ، وَالشَّرُّ لَجَاجَةٌ، وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفْقَهُهُ فِي الدِّينِ».

🌞 فوائد و مسائل: ① ”نیکی عادت ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدھا راستہ انسان کی فطرت ہے۔ ایک فطرت سلیم کا مالک نیکی کے راستے پر چلنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا البتہ غلط ماحول کی وجہ سے یا شیطان کے دوسرے مکر کی وجہ سے بعض اوقات انسان برائی کی راہ پر چل پڑتا ہے اس کے باوجود اس کا ضمیر اسے جھجھوڑتا رہتا ہے۔ چنانچہ جب بھی انسان گناہ کی زندگی چھوڑ کر نیکی کی طرف آتا ہے اسے ایک روحانی خوشی اور دلِ اطمینان کی وہ کیفیت نصیب ہوتی ہے جو گناہ کی بظاہر خوبصورت زندگی میں حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اسلام کی تعلیمات اسی فطرتِ سلیم کے مطابق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَطَرْنَا اللَّهُ الَّذِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ (الروم: ۳۰) یعنی ”اللہ کا قانون و دین وہی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا“ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں یہی مضبوط دین ہے۔“ ② ”گناہ ایک جھگڑا ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا اپنے اندر ایک کشمکش محسوس کرتا ہے۔ نفسِ امارہ اسے گناہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور توبہ سے روکتا ہے جب کہ ضمیر اسے گناہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگرچہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا بظاہر وہ کام کر رہا ہوتا ہے جو اس کا جی چاہتا ہے اس کے باوجود اسے خوشی حاصل نہیں ہوتی دنیا کی دولت اسے اطمینانِ قلب مہیا کرنے سے قاصر رہتی ہے سوائے اس کے کہ اس کا ضمیر بالکل مردہ ہو جائے اور اس کی فطرت مٹ ہو جائے۔

۲۲۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”ایک فقیہ (دین کی صحیح سمجھ رکھنے والا عالم) شیطان کو ایک ہزار (جاہل)

۲۲۲- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ جَنَاحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

۲۲۱- [إسناده حسن] أخرجه الطبراني في الكبير ۱۹/ ۳۸۵، وصححه ابن حبان، ح: ۸۲ * الوليد صرح بالسماع المسلسل عند الطبراني.

۲۲۲- [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الترمذي، العلم، باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة، ح: ۲۶۸۱ من حديث الوليد به، وقال: ”غريب“ * روح بن جناد ضعفه الجمهور، واتهمه ابن حبان وغيره.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «فَقِيْهُ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ».

۲۲۳- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ رَجَاءَ بْنِ حَيَّوَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ جَمِيلٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ أَتَيْتُكَ مِنَ الْمَدِينَةِ، مَدِينَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُ بِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: فَمَا جَاءَ بِكَ تِجَارَةً؟ قَالَ: لَا. قَالَ: وَلَا جَاءَ بِكَ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنَحَتَهَا رِضًا لَطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، حَتَّى الْحَيَاتَانِ فِي الْمَاءِ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوْرَثُوا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، إِنَّمَا وَرَثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَهُ،

۲۲۳- حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آ گیا اس نے کہا: ابو الدرداء! میں مدینہ سے آیا ہوں..... اللہ کے رسول ﷺ کے شہر سے..... کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک حدیث نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں (اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کی زبانی وہ حدیث سنوں۔) ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ تجارت کے سلسلے میں تو نہیں آئے؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: کسی اور کام سے بھی نہیں آئے؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: (اگر یہ بات ہے تو ایک خوش خبری سن لو:) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ”جو شخص علم کی تلاش میں کسی راہ پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے اور فرشتے علم کے متلاشی سے خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر جھکا دیتے ہیں اور علم کے طلب گار کے لیے آسمان اور زمین کی ہر مخلوق دعائے مغفرت کرتی ہے حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی (اس کے لیے دعائیں کرتی ہیں) اور عالم کو عبادت گزار پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت چاند کو باقی تمام ستاروں پر حاصل ہے۔ علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں، نبیوں نے وراثت

علماء کی فضیلت اور حصول علم کی ترغیب کا بیان
میں دینار اور درہم نہیں چھوڑے، انھوں نے تو علم کا ترکہ
چھوڑا ہے جس نے اسے حاصل کیا اس نے (نبیوں کی
وراثت میں سے) وافر حصہ پالیا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ روایت بعض دوسرے محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ ② علماء کو مسجد میں علم کھانے کے لیے بیٹھنا چاہیے یا ایسی جگہ علمی مجلس منعقد کرنی چاہیے جہاں کسی کو ان کے پاس آنے سے رکاوٹ نہ ہو اور ہر امیر و غریب ادنیٰ و اعلیٰ مستفید ہو سکے۔ ③ کسی بڑے عالم سے علم حاصل کرنے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا بہت اچھا کام ہے۔ ④ حصول علم کے لیے سفر کرنے والے سے اللہ کی ہر مخلوق خوش ہوتی اور اسے دعائیں دیتی ہے۔ ⑤ بالواسطہ سنی ہوئی حدیث کو بڑے عالم سے براہ راست سننے کی کوشش کرنا مستحب ہے اسے محدثین کی اصطلاح میں عالی سند کا حصول کہتے ہیں۔ ⑥ استاد کو چاہیے کہ طالب علم کو علم کی اہمیت اور فضیلت سے باخبر کرے تاکہ اسے خوشی ہو اور شوق میں اضافہ ہو اور اس طرح وہ بہتر استفادہ کر سکے۔ ⑦ عالم عبادت گزار سے افضل ہے کیونکہ عالم دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے جب کہ عابد صرف اپنے لیے کوشش کرتا ہے۔ اس کے علاوہ عبادت کے لیے بھی علم کی ضرورت ہے ورنہ بدعات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے جس سے بجائے اللہ کی رضا حاصل ہونے کے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ ⑧ علماء کا یہ بہت بڑا شرف ہے کہ وہ نبیوں کے روحانی وارث ہیں۔ لیکن یہ بلند مقام ان پر اتنی ہی بڑی ذمہ داری بھی عائد کرتا ہے کہ وہ حق واضح کریں حق کی طرف بلائیں باطل سے منع کریں اور اس راہ میں کسی خوف یا لالچ کو خاطر میں نہ لائیں جس طرح انبیائے کرام نے اس علم کی تبلیغ میں جدوجہد، صبر، اخلاص اور للہیت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ ⑨ انبیائے کرام کا مالی ترکہ دوسرے لوگوں کی طرح وارثوں پر تقسیم نہیں ہوتا بلکہ وہ عام مسلمانوں پر صدقہ ہوتا ہے۔ ⑩ انبیاء کی میراث سے حصہ لینے کا دروازہ بند نہیں ہوا، ہر شخص اپنی محنت کے مطابق اس علمی میراث میں سے حصہ لے سکتا ہے کیونکہ یہ میراث نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس مقدس میراث میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرے۔ ⑪ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ فرشتے طالب علم کے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ سے یہ مفہوم نہیں نکلتا۔ ”وضع“ کا لفظ ”رفع“ کے مقابلے میں ہے اس کے لیے اس کے معنی پروں کا جھکانا بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ ”قدموں“ کا لفظ حدیث میں نہیں۔ فرشتوں کا پروں کو جھکانا محبت اور احترام کا اظہار ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۲۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”علم طلب کرنا ہر مسلمان پر
فرض ہے اور علم کو نالابوں کے سامنے رکھنے والا ایسے

۲۲۴- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ : حَدَّثَنَا كَثِيرٌ بْنُ شَيْطَاطٍ ،
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ،

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ. وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرِ وَاللُّؤْلُؤِ وَالذَّهَبِ».

ہے جیسے خنزیروں کو جو اہرات، موتیوں اور سونے کے ہار پہنانے والا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① ”ہر مسلمان“ سے مراد مرد اور عورتیں سبھی ہیں کیونکہ شریعت کے احکام پر عمل کرنا مردوں اور عورتوں سبھی پر فرض ہے لہذا انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ کیا جائز ہے کیا ناجائز۔ نبی اکرم ﷺ نے مردوں اور عورتوں سب کو دین سکھایا اور اس کے مسائل بتائے۔ ② یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن اس کا پہلا حصہ (طلب علم کی فریضیت) معتبر صحیح ہے، یعنی احکام شریعت کا ضروری علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

۲۲۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ نَفَسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا، نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ، يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ أَبْطَأَ

۲۲۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی مسلمان کی ایک دنیاوی پریشانی دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کرے گا“ اور جس نے مسلمان کا پردہ رکھا، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پردہ رکھے گا۔ اور جس نے کسی مشکل میں مبتلا شخص پر آسانی کی، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا“ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مشغول رہتا ہے۔ اور جو شخص علم کی تلاش میں راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور جب بھی کچھ لوگ اللہ کے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور اسے باہم سیکھتے سکھاتے ہیں تو فرشتے ان کے گرد حلقہ کر لیتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے ان پر رحمت سایہ لگن ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس

بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ»۔
والے (مقرب فرشتوں) میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔ اور

جس کا عمل اسے پیچھے کر دے اس کا نسب اسے آگے نہیں
بڑھا سکتا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کا عمل ہوتا ہے اسی طرح کا بدلہ ملتا ہے۔
② اعمال کی جزا و سزا صرف آخرت ہی میں نہیں بلکہ کچھ جزا و سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔ ③ اس میں مختلف نیک
اعمال کی ترغیب ہے، مثلاً: پریشانی کے موقع پر مسلمان کی مدد کرنا اس کے عیوب کی پردہ پوشی اور اس کے لیے آسانیاں
مہیا کرنے کی کوشش کرنا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی معاملات کی بنیاد محبت اور خیر خواہی پر ہونی
چاہیے۔ ④ بھائی کی مدد صرف نیک کام میں کرنی چاہیے، غلط کام میں مدد کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسے اس غلط کام اور
گناہ سے روکا جائے۔ ⑤ مسلمان کی پردہ پوشی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کوئی خامی، کوتاہی، عیب یا غلطی جو عام لوگوں
کو معلوم نہیں اس کی تشہیر نہ کی جائے بلکہ اسے تنہائی میں سمجھایا جائے تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ
اس کے جرائم پر پردہ ڈال کر اس کے حق میں جھوٹی گواہی دی جائے۔ ⑥ حصول علم کی راہ میں پیش آنے والی
مشکلات درجات کی بلندی کا باعث اور دخول جنت کا ذریعہ ہیں لہذا ان مشکلات سے گھبرا کر طلب علم سے پہلو تہی
نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان پر صبر کرنا چاہیے۔ ⑦ علمی حلقہ جات اللہ کی خصوصی رحمت کے مورد ہیں لہذا درس قرآن و
حدیث کی مجلس ہو یا مدارس دینیہ میں کسی علم کی تلاش اس میں حاضری کا اہتمام کرنا چاہیے اور غیر حاضری سے زیادہ
سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ ⑧ طالب علم کا یہ شرف بہت عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ مقرب فرشتوں کے سامنے ان کا
ذکر کرتا اور خوشنودی کا اظہار فرماتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حصول علم، تقرب الہی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔
⑨ اللہ کے ہاں مقام و مرتبہ کا دار و مدار ایمان و عمل پر ہے، حسب و نسب اور قوم و قبیلہ پر نہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت
بلال حبشیؓ، مصعب رومیؓ اور سلمان فارسیؓ جیسے صحابہ بلند مراتب پر فائز ہو گئے حالانکہ ان کا رسول اللہ ﷺ سے کوئی
نسبی یا خاندانی تعلق نہیں تھا۔ لیکن ابو جہل اور ابولہب جیسے افراد محروم رہ گئے حالانکہ وہ نسبی طور پر نبی ﷺ سے بہت
قرب تھے۔

۲۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى : ۲۲۶۔ حضرت زبیر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَنِ
عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ، عَنْ زُرِّ بْنِ حُبَيْشٍ
قَالَ: أَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ الْمُرَادِيَّ،
فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ؟ قُلْتُ: أَنْبِطُ الْعِلْمَ.
انھوں نے بیان کیا کہ میں حضرت صفوان بن عسال مرادی
رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے کہا: کس کام
سے آئے ہو؟ میں نے کہا: علم (حاصل کر کے لوگوں
میں) پھیلانے کے لیے۔ انھوں نے کہا: میں نے اللہ

قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ خَارِجٍ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ إِلَّا وَضَعَتْ لَهُ الْمَلَائِكَةُ أَجْنِحَتَهَا، رِضًا بِمَا يَصْنَعُ».

کے رسول ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے گھر سے علم کی تلاش میں نکلتا ہے اس کے عمل سے خوش ہو کر فرشتے اس کے لیے پر جھکاتے ہیں۔“

٢٢٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ صَخْرِ، عَنِ الْمُقْبِرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ جَاءَ مَسْجِدِي هَذَا، لَمْ يَأْتِهِ إِلَّا لِيُخْبِرَ بَعْلَهُ أَوْ يُعَلِّمَهُ، فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَنْ جَاءَ لِيُغَيِّرَ ذَلِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى مَتَاعٍ غَيْرِهِ».

٢٢٧- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: ”جو شخص میری اس مسجد میں آئے اور اس کا ارادہ صرف کوئی اچھی بات سیکھنا یا سکھانا ہو (کوئی دنیوی غرض نہ ہو) تو اس کا درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کا سا ہے۔ اور جو شخص کسی اور مقصد کے لیے (مسجد میں) آیا۔ وہ اس آدمی کی طرح ہے جس کی نظر کسی اور کے مال پر ہو۔“



🌞 فوائد و مسائل: ① مسجد کی تعمیر کا مقصد جہاں اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہے، وہیں اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ وہ دین کی نشر و اشاعت کا مرکز اور علم سیکھنے سکھانے کا ادارہ ہے۔ مسجد نبوی بھی علم کا ایک عظیم مرکز تھی، جس میں رسول اللہ ﷺ تعلیم کتاب و حکمت کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے اور تربیت و تزکیہ نفس کا بھی اس لیے جب کوئی مسلمان مسجد میں آتا ہے تو اس کی نیت انہی بلند مقاصد کے حصول کی ہونی چاہیے، تبھی وہ مسجد کے بابرکت ماحول سے صحیح استفادہ کر سکے گا۔ ② مسجد میں غیر ضروری باتیں اور لڑائی جھگڑے مسجد کے ادب کے منافی ہیں، جن سے مسجد کا تقدس متاثر ہوتا ہے چنانچہ ایسی حرکتیں کرنے والا نہ صرف مسجد کی برکات سے محروم رہتا ہے بلکہ گناہ گار بھی شمار ہوتا ہے۔ ③ علوم دینیہ کا سلسلہ درس و تدریس بھی ایک قسم کا جہاد ہے کیونکہ قتال فی سبیل اللہ کا مقصد لوگوں کو کفر کی گمراہی سے نکال کر اسلام کے نور سے مستفید کرنا ہے۔ چنانچہ اگر علم و تعلیم کے مراکز موجود نہیں ہوں گے تو غیر مسلموں اور نو مسلموں کو اسلام کی تعلیم دینا مشکل ہو جائے گا اور جہاد کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ ④ جو شخص مسجد میں عبادت و ذکر الہی کے لیے آیا، نہ علم سیکھنے سکھانے کے لیے اس نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا، جس طرح کوئی شخص بازار میں جا کر نہ کچھ خریدتا ہے نہ بیچتا ہے، اسے کوئی دنیوی منافع حاصل نہیں ہوتا، بازار میں جو سامان پڑا ہے وہ اس کا نہیں، محض اسے دیکھ

لینے سے اس کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ وہ بازار سے کوئی بھی دنیوی فائدہ حاصل کیے بغیر لوٹ آتا ہے۔ اسی طرح مسجد میں بے مقصد جا کر بیٹھ رہنے والا آدمی دینی فوائد سے محروم رہتا ہے۔

۲۲۸- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس علم (علم دین) کو اس کے قبض ہونے سے پہلے پہلے حاصل کرلو۔ قبض (ہونے کا مطلب) یہ ہے کہ اسے اٹھالیا جائے گا۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے درمیانی انگلی اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی ملا کر (اشارہ کیا اور) فرمایا: ”عالم اور طالب علم ثواب میں شریک ہیں اور دوسرے لوگوں میں کوئی خیر نہیں۔“

۲۲۸- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي عَائِكَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعِلْمِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ، وَقَبْضُهُ أَنْ يُرْفَعَ» وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْ الْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ هَكَذَا، ثُمَّ قَالَ: «الْعَالِمُ وَالْمُتَعَلِّمُ شَرِيكَانِ فِي الْأَجْرِ، وَلَا خَيْرَ فِي سَائِرِ النَّاسِ».

۲۲۹- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے ایک حجرہ مبارک سے باہر نکلے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہاں دو حلقے ہیں، ایک حلقے کے لوگ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اور اللہ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ دوسرے حلقے کے لوگ علم سیکھنے اور سکھانے میں مشغول تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”سب لوگ نیکی میں مشغول ہیں یہ لوگ قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں اور اللہ سے دعائیں کر رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انھیں (ان کی مطلوبہ چیزیں) دے دے گا اور اگر چاہے گا تو

۲۲۹- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هَلَالٍ الصَّوَّافُ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَانٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ خُيَّسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ مِنْ بَعْضِ حُجْرِهِ، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا هُوَ بِحَلْقَتَيْنِ: إِحْدَاهُمَا يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُونَ اللَّهَ، وَالْأُخْرَى يَتَعَلَّمُونَ وَيُعَلِّمُونَ. فَقَالَ النَّبِيُّ: «كُلُّ عَلَى خَيْرٍ، هَؤُلَاءِ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُونَ اللَّهَ، فَإِنْ

۲۲۸- [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الطبراني في الكبير: ۶۲/۸، ح: ۷۸۷۵ من حديث عثمان بن أبي العاتكة به * علي بن يزيد ضعيف جدًا، وكذا تلميذه.

۲۲۹- [ضعيف] وضعفه العراقي * داود متروك، وشيخه ضعفه الجمهور، وابن زياد تقدم، ح: ۵۴، وللحديث لون آخر عند الدارمي، وإسناده ضعيف لضعف الإفريقي وشيخه.

-- کتاب السنہ --

علم کی باتیں دوسروں تک پہنچانے والے کی فضیلت کا بیان نہیں دے گا۔ اور یہ لوگ علم سکھ رہے ہیں اور سکھا رہے ہیں اور مجھے بھی علم سکھانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔“ چنانچہ آپ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔

شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ، وَهُؤُلَاءِ يَتَعَلَّمُونَ وَيَعْلَمُونَ، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا فَجَلَسَ مَعَهُمْ.

باب: ۱۸- علم کی باتیں دوسروں تک پہنچانے والے کی فضیلت

(المعجم ۱۸) - بَابُ مَنْ بَلَغَ عِلْمًا (التحفة ۱۸)

۲۳۰- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے میرا کلام سنا“ پھر اسے (دوسروں تک) پہنچا دیا۔ بعض لوگوں کے پاس فقہ کی بات ہوتی ہے اور وہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔ بعض لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ فقیہ آدمی تک پہنچا دیتے ہیں۔“ علی بن محمد ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: ”مسلمان کا دل تین چیزوں میں خیانت نہیں کرتا، عمل کو خالصتاً اللہ کے لیے انجام دینا، مسلمانوں کے امر کی خیر خواہی کرنا اور مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنا۔“

۲۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فَضِيلٍ: حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَادٍ، أَبِي هُبَيْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «نَصَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَبَلَغَهَا. فَرُبُّ حَامِلٍ فِقْهٍ غَيْرِ فِقْهِي، وَرُبُّ حَامِلٍ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ» زَادَ فِيهِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: «ثَلَاثٌ لَا يَغْلُ عَلَيَّهِنَّ قَلْبُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ، وَالتَّضَخُّ لِأَيِّمَةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلِزُورِ جَمَاعَتِهِمْ».

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حدیث کا علم حاصل کرنے اور اس کی تبلیغ و تعلیم کے شرف کا بیان ہے کہ یہ کام انجام دینے والوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے عادی ہے۔ ② حدیث میں [نَصَّرَ اللَّهُ] کا لفظ ہے۔ اس کا اصل مفہوم دل کی خوشی کے اثرات کا چہرے پر ظاہر ہونا ہے جس کی وجہ سے چہرہ روشن اور چمکتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ③ اس میں تعلیم حدیث کا ایک فائدہ بیان کیا گیا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کو حدیث یاد ہوتی ہے لیکن وہ استنباط اور اجتہاد نہیں کر سکتا۔ جب وہ حدیث دوسرے آدمی تک پہنچتی ہے تو وہ اس سے مختلف مسائل اخذ کر لیتا ہے۔ یا حدیث سنانے والے نے جو اس سے مسائل اخذ کیے ہیں ہو سکتا ہے سننے والا اس سے زیادہ مسائل اخذ کر لے۔ ④ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا ممکن ہے بعد کے زمانے کا ایک آدمی اپنے سے پہلے

زمانے والوں سے زیادہ اجتہاد کر سکتا ہو یا آئندہ زمانے میں ایسے حالات پیش آئیں کہ نئے اجتہاد کی ضرورت ہو تب اس زمانے کے علماء ان احادیث کی روشنی میں شریعت کا منشا سمجھنے کی کوشش کریں جو ان تک پہنچی ہیں لہذا جس طرح پہلے زمانے کے لوگ حدیث پڑھنے پڑھانے کی ضرورت رکھتے تھے اسی طرح متاخر زمانہ والے بھی حدیث کی تعلیم و تعلم کے محتاج ہیں۔ ⑥ دل کے خیانت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ان تین معاملات میں کوتاہی نہیں کرتا اور ان تین کاموں سے جی نہیں چراتا۔ اس سے ان تین اعمال کی اہمیت اور فضیلت واضح ہوتی ہے۔ ⑦ مسلمانوں کے ائمہ سے مراد علماء اور حکام ہیں۔ علماء کی خیر خواہی ان کا احترام اور خدمت ہے اور ان کی غلطیوں سے درگزر کر کے ان کے صحیح اقوال پر عمل پیرا رہنا بھی اس میں شامل ہے ہاں پورے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے انھیں کسی غلطی پر متنبہ کیا جاسکتا ہے۔ حکام کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے جو احکام شریعت سے متصادم نہ ہوں ان کی تعمیل کی جائے اور جو احکامات شرعاً غلط ہوں ان کی غلطی ان پر واضح کی جائے نیز ان کی ہدایت اور اصلاح کے لیے دعا کی جائے ان سے بغاوت نہ کی جائے تاکہ ملک میں فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ ⑧ مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنے کا مطلب یہ ہے کہ تفرقہ پیدا نہ کیا جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے مسلمانوں کے دشمنوں کو فائدہ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا اندیشہ ہو۔



۲۳۱۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں مقام خیف پر کھڑے ہو کر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے میرا کلام سنا پھر اسے (دوسروں تک) پہنچا دیا۔ بعض لوگوں کے پاس فقہ کی بات ہوتی ہے اور وہ فقیہ نہیں ہوتے۔ بعض لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ فقیہ آدمی تک پہنچا دیتے ہیں۔“

۲۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْخَيْفِ مِنْ مَنَى. فَقَالَ: «نَصَرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَبَلَّغَهَا، قُرْبَ حَامِلٍ فَقِهِ غَيْرَ فَقِيهِ، وَرَبَّ حَامِلٍ فَقِهِ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ».

محمد بن اسحاق کے دوسرے دو شاگردوں یعلیٰ اور سعید بن یحییٰ نے یہ روایت ان (محمد بن اسحاق) سے بیان کی تو محمد بن اسحاق اور امام زہری کے درمیان واسطہ بیان نہیں کیا۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا خَالِي، يَعْلَى؛ ح: وَحَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ

ابنِ مُطْعِم، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِهِ .

۲۳۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «نُضِرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَبَلَّغَهُ، قَرُبَ مَبْلَغٍ أَحْفَظُ مِنْ سَامِعٍ» .

۲۳۲- حضرت عبداللہ ﷺ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے ہماری کوئی بات سنی پھر اسے (دوسروں تک) پہنچایا بعض اوقات جسے حدیث پہنچائی جاتی ہے وہ (براہ راست) سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔“

🌞 **فوائد و مسائل:** ① حضرت عبداللہ ﷺ نام کے متعدد صحابہ کرام ﷺ سے احادیث مروی ہیں۔ اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب صرف عبداللہ (صحابی) لکھا ہو تو مراد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے۔ ② اس حدیث میں بشارت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد بھی ہر دور میں حفاظ حدیث موجود رہیں گے اگرچہ ان کی تعداد کسی دور میں بہت زیادہ اور کسی دور میں کم ہوگی۔ ③ حفظ حدیث سے عموماً حدیث کو زبانی یاد رکھنا مراد لیا جاتا ہے لیکن تحریری طور پر حدیث کو محفوظ کر لینا بھی حفظ حدیث میں شامل ہے۔ ائمہ حدیث نے دونوں طرح حدیث کو محفوظ کیا ہے بلکہ صحابہ کرام میں سے متعدد حضرات حدیث تحریری طور پر محفوظ رکھتے تھے اور زبانی بھی یاد کرتے تھے اور روایت کرتے تھے۔ مثلاً: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

۲۳۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، أَمْلَأَهُ عَلَيْنَا: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَنْ رَجُلٍ آخَرَ هُوَ أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ،

۲۳۳- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن خطبہ دیا اور فرمایا: ”جو شخص حاضر ہے وہ غیر موجود تک (میری یہ باتیں) پہنچا دے۔ بعض اوقات جس شخص کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ (براہ راست) سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔“

۲۳۲- [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، العلم، باب ماجاء في الحث على تبليغ السماع، ح: ۲۶۵۷ من حديث شعبة به، وقال: 'حسن صحيح'، وصححه ابن حبان.

۲۳۳- [إسناده صحيح جليل] وأصله متفق عليه باختلاف سير، البخاري، الحج، باب الخطبة أيام منى، ح: ۱۷۴۱، ومسلم، القسامة، باب تغليظ تحريم الدماء... الخ، ح: ۱۶۷۹.

فَقَالَ: «لِيُبْلَغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَإِنَّهُ رَبُّ مُبْلَغٍ يُبْلَغُهُ، أَوْ عَى لَهُ مِنْ سَامِعٍ».

۲۳۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَنْبَأَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ بَهْزِ ابْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ مُعَاوِيَةَ الْقُسَيْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَلَّا لِيُبْلَغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ».

۲۳۳- حضرت معاویہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سنو! جو شخص موجود ہے وہ غیر موجود تک پہنچا دے۔“

☀ فائدہ: غیر موجود میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کسی دوسری جگہ پر موجود تھے نبی ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سن رہے تھے اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اس زمانے میں موجود نہیں تھے بعد میں پیدا ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں نبی ﷺ کے ارشادات سنائے۔

۲۳۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ: حَدَّثَنِي قُدَامَةُ بْنُ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُصَيْنِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أَبِي عَلَقَمَةَ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ يَسَارٍ، مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لِيُبْلَغَ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ».

۲۳۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

۲۳۵- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو لوگ موجود ہیں وہ انھیں پہنچا دیں جو موجود نہیں۔“

۲۳۶- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۲۳۴- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ۵/ ۵ من حديث بهز به، وحسنه البوصيري.

۲۳۵- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطوط، باب من رخص فيهما... الخ، ح: ۱۲۷۸، والترمذي، ح: ۴۱۹ عن أحمد بن عبدة من حديث قدامة به، وقال: "غريب" * ابن الحصين مجهول (تقريب)، والحديث السابق يغني عنه.

۲۳۶- [حسن] أخرجه أحمد عن أبي المغيرة عن معان به، وهو ضعيف لين الحديث، وللحديث طريق حسن عند ابن عبد البر في كتاب العلم.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے میرا کلام سنا“ اسے یاد رکھا پھر میری طرف سے (روایت کرتے ہوئے) اسے (دوسروں تک) پہنچا دیا۔ بعض لوگوں کے پاس فقہ (اور علم) کی بات ہوتی ہے اور وہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔ بعض لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ فقیہ آدمی تک پہنچا دیتے ہیں۔

الدَّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنَا مُبَشَّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحَلَبِيُّ، عَنْ مُعَانِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ بُوَيْحٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «نَضَرَ اللَّهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاَهَا، ثُمَّ بَلَّغَهَا عَنِّي. فَرُبَّ حَامِلٍ فَفْهُ غَيْرُ فَقِيهِ، وَرُبَّ حَامِلٍ فَفْهُ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ».

باب: ۱۹- جو شخص نیکی کی چابی ہو

(المعجم ۱۹) - بَابُ مَنْ كَانَ مِفْتَاحًا

لِلْخَيْرِ (التحفة ۱۹)

۲۳۷- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کچھ لوگ نیکی کی چابیاں اور برائی کے تالے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ برائی کی چابیاں اور نیکی کے تالے ہوتے ہیں۔ اس شخص کو مبارک ہو جس کے ہاتھ میں اللہ نے نیکی کی چابیاں دے دیں اور اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس کے ہاتھ میں اللہ نے برائی کی چابیاں دے دیں۔“

۲۳۷- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَوْزِي: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَمِيدٍ: حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلْخَيْرِ، مَعَالِيْقَ لِلشَّرِّ، وَإِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلشَّرِّ، مَعَالِيْقَ لِلْخَيْرِ، فَطُوبَى لِمَنْ جَعَلَ اللَّهُ مَفَاتِيحَ الْخَيْرِ عَلَى يَدَيْهِ، وَوَيْلٌ لِمَنْ جَعَلَ اللَّهُ مَفَاتِيحَ الشَّرِّ عَلَى يَدَيْهِ».

🌞 فوائد و مسائل: ① کسی شخص کے چابی اور تالا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں نیکی یا برائی کی چابی ہے جس سے وہ اس کے دروازے کو کھلتا چلا جاتا ہے، چنانچہ جو شخص نیکی کی چابی والا ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو نیکی کی طرف لائے ایسا شخص برائی کا تالا ہوتا ہے یعنی وہ گناہ کی راہیں بند کرتا اور لوگوں کو اس سے روکتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص شیطان کا ساتھی بن جائے وہ برائی کے دروازے کو کھولنے والا بن جاتا

ہے جس سے بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور جہنم کی راہ پر چلتے ہیں ایسا شخص نیکی کے لیے تالا بن جاتا ہے یعنی نیکی کے دروازے بند کرتا اور لوگوں کو سیدھی راہ سے روکتا ہے۔ ⑤ نیکی کی طرف بلانا نیکی کے کام میں تعاون کرنا اور ایسے کام کرنا جس سے لوگ نیکی کی طرف راغب ہوں بڑی سعادت کی بات ہے۔ خاص طور پر جب کہ اس شخص کے ہاتھ میں اقتدار و اختیار بھی ہو۔ اس کے برعکس برائی کی طرف بلانا گناہوں میں تعاون کرنا اور لوگوں کو گناہ کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرنا شیطان کی اتباع اور بڑی شقاوت کی بات ہے ایسا شخص جہنم کی راہ پر چلتا اور چلا جاتا ہے۔ جب اسے اقتدار و اختیار مل جائے تو وہ زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے اور اہل ایمان کے لیے فتنہ بن جاتا ہے لہذا دائمی شقاوت اور تباہی یعنی جہنم کی سزا اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا۔

۲۳۸- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، أَبُو جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ هَذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ، وَلِتِلْكَ الْخَزَائِنِ مَفَاتِيحُ فَطُوبَى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللَّهُ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ، مِفْلَقًا لِلشَّرِّ، وَوَيْلَ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللَّهُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ، مِفْلَقًا لِلْخَيْرِ».

۲۳۸- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نیکی کے کچھ خزانے ہیں اور ان خزانوں کی چابیاں ہیں۔ مبارک ہے اس بندے کو جسے اللہ نے نیکی کی چابی اور برائی کا تالا بنادیا اور تباہی ہے اس بندے کے لیے جسے اللہ نے برائی کی چابی اور نیکی کا تالا بنادیا۔“

🌟 فائدہ: بعض محققین نے مذکورہ دونوں روایتوں کو حسن قرار دیا ہے تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحيحۃ حدیث:

۱۳۳۲ھ و ظلال الحنفۃ: رقم: ۲۸۹۲۸۸)

(المعجم ۲۰) - بَابُ ثَوَابِ مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرِ (التحفة ۲۰)

باب: ۲۰- لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے کا ثواب

۲۳۹- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا

۲۳۹- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں

۲۳۸- [إسناده ضعيف] أخرجه الأصبهاني في الحلية: ۳۲۹/۸ من حديث هارون بن سعيد به، وقال: "غريب" ... الخ * عبدالرحمن بن زيد ضعيف كما في التقريب وغيره.

۲۳۹- [إسناده ضعيف] أخرجه الآجري في "أخلاق العلماء" * عثمان بن عطاء الخراساني ضعيف، وكذا أبوه، وحفص بن عمر مجهول (تقريب)، وله شواهد، منها الحديث السابق: (۲۲۳).

حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عُمَانَ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّهُ لَيَسْتَغْفِرُ لِلْعَالِمِ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ، حَتَّى الْحَبْتَانِ فِي الْبَحْرِ».

نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ”عالم کے لیے ہر وہ چیز دعائے مغفرت کرتی ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے حتیٰ کہ سمندر میں مچھلیاں بھی (اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتی ہیں۔)“

🌞 فوائد و مسائل: ① بعض محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے: (التعلیق الرغیب:

۱/۵۹۶) ② آسمان کی مخلوقات سے مراد فرشتے ہیں اور زمینی مخلوقات میں تمام حیوانات، جمادات، حشرات، پرندے اور سمندری مخلوقات وغیرہ شامل ہیں۔ اور نیک آدمی کی برکات سے تمام مخلوقات مستفید ہوتی ہیں۔ ③ حیوانات و جمادات میں بھی شعور پایا جاتا ہے اگرچہ ہمیں اس کا احساس نہ ہو اس لیے وہ اپنے اپنے طریقے سے اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں، انھیں اللہ کی محبت و خشیت بھی حاصل ہے۔ اسی وجہ سے وہ اللہ کے نیک بندوں سے محبت اور نافرمان گناہ گاروں سے نفرت رکھتے ہیں۔ ④ اس حدیث سے معلم اور مبلغ کا شرف اور اللہ کے ہاں ان کا بلند مقام ظاہر ہوتا ہے یہ تعلیم و تبلیغ تقریر سے ہو یا تحریر سے یا تدریس کی صورت میں ہو بشرطیکہ وہ خود بھی اپنے علم کے مطابق عمل کریں۔



۲۴۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى الْمِصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: «مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا، فَلَهُ أَجْرٌ مَنْ عَمِلَ بِهِ. لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الْعَامِلِ».

۲۴۰۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو (کسی کو) علم سکھاتا ہے اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے اور عمل کرنے والے کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔“

🌞 فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ علم سکھانا بھی ایک طرح کی تبلیغ ہے اور نیک کی دعوت دینے والے کے لیے مذکورہ ثواب حدیث نمبر: ۲۰۵/۶۲۰ میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي كَرِيمَةَ الْحَرَّانِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ: حَدَّثَنِي زَيْدُ

۲۴۱۔ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انسان (مرنے کے بعد) اپنے پیچھے جو کچھ چھوڑ کر جاتا ہے ان میں سے بہترین چیزیں تین

ہیں: نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے صدقہ جاریہ جس کا ثواب اسے پہنچتا رہے اور وہ علم جس پر اس کے بعد عمل ہوتا رہے۔“

ابْنُ أَبِي أَنَسَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «خَيْرُ مَا يُخْلَفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِهِ ثَلَاثٌ: وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ، وَصَدَقَةٌ تَجْرِي يَبْلُغُهُ أَجْرُهَا، وَعِلْمٌ يُعْمَلُ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ».

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن القطان نے اپنے استاد ابوحاتم کی سند سے البوقادہ سے یہی روایت سماع کے صفحے سے بیان کی ہے۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: وَحَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ، [عَنْ] مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ سِنَانٍ الرَّهَائِيِّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ، يَعْنِي أَبَاهُ: حَدَّثَنِي زَيْدُ ابْنُ أَبِي أَنَسَةَ، عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

🌟 فوائد و مسائل: ① انسان کی زندگی انتہائی مختصر اور محدود ہے۔ انسان کی کوشش ہونی چاہیے کہ اس مختصر مدت میں ایسے کام کر لے جو اسے موت کے بعد فائدہ دیں۔ ان میں سے وہ اعمال خاص اہمیت رکھتے ہیں جن کا ثواب مسلسل حاصل ہوتا رہے۔ ایسے اعمال کی وجہ سے وہ تھوڑے وقت میں بھی زیادہ کمائی کر سکتا ہے اس لیے انھیں بہترین ترکہ قرار دیا گیا ہے۔ ② انسان کو مرنے کے بعد ان اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے جن کا دوسروں کو فائدہ حاصل ہوتا رہے۔ اس حدیث میں بطور مثال تین چیزیں ذکر کی گئی ہیں۔ ③ اولاد اللہ کی عظیم نعمت ہے، خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں۔ اس نعمت پر شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کی اچھی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے تاکہ وہ اچھے مسلمان اور معاشرے کے مفید رکن بن سکیں۔ نیک اولاد زندگی میں بھی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دنیوی معاملات میں دست و بازو بنتی ہے اور والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے لیے درجات کی بلندی کا باعث بنتی ہے۔ جب اولاد والدین کے حق میں خلوص سے دعا کرے تو فوت شدہ والدین کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ ④ فوت شدہ بزرگوں کے لیے دعا کا کوئی مخصوص وقت یا مخصوص طریقہ نہیں۔ قل، دسواں چالیسواں بری وغیرہ محض رکعتیں ہیں جو ہندوؤں کی نقل میں مسلمانوں نے اختیار کر لی ہیں شرعی طور پر ان کا کوئی ثبوت نہیں لہذا ان پر ثواب کی امید بھی نہیں رکھی جاسکتی۔ اس کے علاوہ ایصالِ ثواب کے مروج طریقے بھی قرآن و سنت سے ثابت نہیں ہیں۔ ⑤ صدقہ جاریہ سے مراد ایسی چیز ہے جس کا فائدہ دیر تک حاصل ہوتا رہے مثلاً: جہاں لوگوں کو پانی کے حصول میں مشکل پیش آتی ہو وہاں پانی کا انتظام کرنا، کسی بے کار آدمی کو کوئی ہنر سکھا دینا جس سے وہ حلال روزی کماتا رہے وغیرہ۔ ⑥ کسی کو علم

سکھانا یا کوئی مفید علمی کام کرنا بھی ایک ایسا عمل ہے جس کا ثواب جاری رہتا ہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ کی تصنیفات اور دوسری علمی تالیفات بھی اس میں شامل ہیں جب تک ان سے استفادہ کیا جاتا رہے گا مصنفین کو ثواب پہنچتا رہے گا۔

۲۴۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن کو وفات کے بعد جو نیک عمل پہنچتے ہیں ان میں یہ بھی ہیں: جس علم کی تعلیم دی اور اسے پھیلایا، نیک اولاد جو پیچھے چھوٹی، قرآن مجید کا نسخہ جو کسی کو راشت میں ملا، مسجد جو اس نے تعمیر کی، مسافر خانہ جو اس نے قائم کیا، نہر جو اس نے جاری کیا صدقہ جو اس نے اپنی زندگی میں صحت کی حالت میں نکالا، ان سب کا ثواب اس کی موت کے بعد اسے ملتا رہتا ہے۔“

۲۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهَبٍ بْنُ عَطِيَّةٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا مَرْزُوقُ بْنُ أَبِي الْهَذِيلِ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ: حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرَبُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ، عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لَابِنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ، يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ».

🌞 نوادہ و مسائل: ① بعض محققین نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے: (التعلیق الرغیب: ۵۸۷/۱ و ارواء الغلیل: ۲۹/۱) ② اس حدیث میں بطور مثال چند اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جو کسی کی وفات کے بعد بھی گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کا باعث بنتے رہتے ہیں گویا اس کا عمل اب بھی جاری ہے۔ ③ حدیث میں مذکور تمام اعمال ایسے ہیں جو فوت ہونے والے نے اپنی زندگی میں خود کیے تھے بعد میں کسی کی طرف سے قرآن پڑھنا یا نماز ادا کرنا اس میں شامل نہیں۔ ④ صدقہ وہی افضل ہے جو انسان اپنی زندگی میں صحت کی حالت میں دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں کیے جانے والے دوسرے اخراجات کا حال ہے۔ جب کوئی شخص شدید بیمار ہو جائے اور محسوس ہو کہ اب آخری وقت قریب ہے اس وقت صدقہ خیرات کرنا یا اس کی وصیت کرنا وہ مقام نہیں رکھتا۔ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: ”جو صدقہ تو اس وقت کرے جب تو تندرست ہو، مال سے محبت رکھتا ہو، فقر سے ڈرتا ہو اور تو نگرانی کی امید رکھتا ہو۔ اور اتنی دیر نہ کر کہ جان حلق میں آچپنے پھر تو کہے فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا دے دیتا۔ اب تو وہ مال انہی کا ہو چکا۔“ (صحیح البخاری، الزکاة، باب: فضل صدقة الشحيح الصحيح، حدیث: ۱۴۱۹)

۲۴۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان آدمی کسی چیز کا علم حاصل کرے پھر اپنے مسلمان بھائی کو اس کی تعلیم دے۔“

۲۴۳- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ الْمَدَنِيُّ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ طَلْحَةَ، عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ يَتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ عِلْمًا، ثُمَّ يُعَلِّمَهُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ».

باب: ۲۱- جس نے ساتھیوں کا پیچھے چلنا پسند نہ کیا

(المعجم ۲۱) - بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يُوطَأَ عَقِيْبَاهُ (التحفة ۲۱)

۲۴۴- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس حال میں نہیں دیکھا گیا کہ آپ ٹیک لگا کر کھانا کھا رہے ہوں نہ اس حال میں دیکھا گیا کہ دو آدمی آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے ہوں۔

۲۴۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ مُتَكِنًا قَطُّ، وَلَا يَطَأُ عَقِيْبِيهِ رَجُلَانِ.

(امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد) ابوالحسن القطان نے اپنی عالی سند سے یہی حدیث حماد بن سلمہ کے دوسرے دو شاگردوں سے بھی بیان کی ہے۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: وَحَدَّثَنَا حَازِمُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَجَّاجِ السَّامِيُّ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: وَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَصْرِ الهمداني، صَاحِبُ الْقَفِيْزِ، حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ.

۲۴۳- [إسناده ضعيف] أخرجه المزي في تهذيب الكمال عن يعقوب به * الحسن عنن، تقدم، ح: ۱۷، وضعفه البوصيري.

۲۴۴- [صحیح] أخرجه أبوداود، الأ طعمة، باب في الأكل متكئا، ح: ۳۷۷۱ عن موسى بن إسماعيل به * شعيب هو ابن محمد بن عبدالله بن عمرو، وقوله "عن أبيه" أي عن جده عبدالله بن عمرو كما في تحفة الأشراف: ۳۰۲/۶، ح: ۸۶۵۶، ونحوه في المستدرک: ۲۷۹/۴.

🌞 فوائد و مسائل: ① «مُتَكِنًا» کا مطلب یہ ہے کہ کھانا کھاتے ہوئے کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھا جائے، بعض علماء نے اس کا مطلب ایک ہاتھ زمین پر ٹکا کر بیٹھنا یا چار زانو بیٹھنا بیان کیا ہے۔ چونکہ ٹیک لگا کر یا زمین پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا متکبروں کا طریقہ ہے اور چار زانو بیٹھ کر وہ آدمی کھاتا ہے جو زیادہ کھانے کا عادی اور پٹو ہواس لیے نبی ﷺ نے اس سے پرہیز فرمایا۔ ② ایک آدمی آگے چل رہا ہو اور دوسرے لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلیں، اس سے آگے والے کا تکبر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود کو دوسروں سے افضل سمجھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ دوسرے افراد اس کے برابر چلیں، علاوہ ازیں اس میں پیچھے چلنے والوں کی تحقیر ہے اور وہ بھی گویا اپنے آپ کو اس سے کم تر سمجھتے ہیں۔ ③ اس چیز کو احترام قرار نہیں دیا جاسکتا جس چیز کو اللہ کے رسول ﷺ نے ناپسند کیا ہو۔ ④ بعض لوگوں میں یہ رواج ہے کہ جب پیر یا بزرگ چار پائی پر بیٹھا ہو تو وہ اس کے پاس چار پائی پر نہیں بیٹھتے بلکہ زمین پر بیٹھتے ہیں۔ یہ بھی بہت غلط رواج ہے کیونکہ اس میں پیچھے پیچھے چلنے سے بھی زیادہ تعارت پائی جاتی ہے۔

۲۴۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنِيرَةِ: حَدَّثَنَا مُعَانُ بْنُ رِفَاعَةَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ، فِي يَوْمٍ شَدِيدٍ الْحَرِّ نَحْوَ بَقِيعِ الْعَرْقَدِ، وَكَانَ النَّاسُ يَمْشُونَ خَلْفَهُ، فَلَمَّا سَمِعَ صَوْتَ النَّعَالِ وَقَرَّ ذَلِكَ فِي نَفْسِهِ، فَجَلَسَ حَتَّى قَدَمَهُمْ أَمَامَهُ، لِئَلَّا يَقَعَ فِي نَفْسِهِ شَيْءٌ مِنَ الْكِبَرِ.

۲۴۵- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی ﷺ شدید گرمی میں بقیع العرقہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ دوسرے حضرات آپ ﷺ کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ آپ نے ان کے جوتوں کی آواز سنی تو ناگواری محسوس ہوئی لہذا آپ ﷺ بیٹھ گئے حتیٰ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے نکل جانے دیا تاکہ آپ کے دل میں فخر کی کوئی کیفیت پیدا نہ ہو جائے۔

۲۴۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ ثُبَيْحِ الْعَنْزَرِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا مَشَى، مَشَى

۲۴۶- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب نبی ﷺ چلتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے آگے چلتے تھے اور آپ کے پیچھے فرشتوں کے لیے جگہ چھوڑ دیتے تھے۔

۲۴۵- [سنادہ ضعیف] وضعفه البوصيري، وانظر، ح: ۲۲۸، ۲۴۵ لضعف معان وعلي بن يزيد.

۲۴۶- [حسن] أخرجه أحمد: ۳/۳۰۲ عن وكيع به، وصححه البوصيري * الثوري عنن، وحديث أبي عوانة عن الأسود شاهده عند أحمد: ۳/۳۹۷، ۳۹۸، ح: ۱۵۳۵۵، وحديث شعبة (المستدرک: ۴/۲۸۱) يخالفه، والله أعلم.

أَصْحَابُهُ أَمَامَهُ، وَتَرَكُوا ظَهْرَهُ لِلْمَلَائِكَةِ.

🌞 **فوائد و مسائل:** ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کچھ لوگ بزرگ شخصیت کے آگے چلیں اور کچھ پیچھے چلیں تو یہ درست ہے، منوع صرف اس وقت ہے جب سب لوگ پیچھے چلیں۔ ② بزرگ شخصیت کے آگے چلنا ادب کے منافی نہیں۔

(المعجم ۲۲) - بَابُ الْوَصَاةِ بِطَلَبَةِ الْعِلْمِ (التحفة ۲۲)

باب: ۲۲- طالبان علم کے حق میں وصیت

۲۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ رَاشِدٍ الْمِصْرِيُّ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «سَيَأْتِيَكُمْ أَقْوَامٌ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَقُولُوا لَهُمْ: مَرْحَبًا مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَاقْنُوهُمْ».

۲۴۷- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے پاس لوگ علم کی تلاش میں آئیں گے۔ جب تم انہیں دیکھو تو کہو: مرحبا! خوش آمدید جن کے حق میں اللہ کے رسول ﷺ نے وصیت کی۔ اور انہیں وہ چیز دو جو ذخیرہ کیے جانے کے قابل ہے۔“

قُلْتُ لِلْحَكَمِ: مَا «اقْنُوهُمْ؟» قَالَ: إمام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے استاذ محمد بن حارث فرماتے ہیں: میں نے اپنے استاد حکم بن عبدہ سے پوچھا: قابل ذخیرہ چیز دینے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس کا مطلب ہے کہ انہیں علم سکھاؤ۔

🌞 **فوائد و مسائل:** ① یہ روایت بعض محققین کے نزدیک حسن ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحیحۃ، حدیث: ۲۸۰) اس سے معلوم ہوا کہ حدیث نبوی وہ علم ہے جو انتہائی توجہ اور شوق سے حاصل کیے جانے کے لائق ہے۔ صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ سے یہ علم حاصل کیا اور آپ ﷺ نے انہیں خوش خبری دی کہ ان سے بھی یہ علم حاصل کرنے کے لیے دور دراز سے لوگ آئیں گے۔ چنانچہ ہر دور میں مسلمان اس مبارک علم کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر بلکہ ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ② مبارک باد کے لائق ہیں وہ طالبان علم نبویہ جنہیں خوش آمدید کہنے کی وصیت خود نبی اکرم ﷺ نے کی ہے دوسرے علوم و فنون کو یہ شرف حاصل

۲۴۷- [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الترمذي، العلم، باب ما جاء في الاستيضاء بمن يطلب العلم، ح: ۲۶۵۰ من حديث أبي هارون به، وذكر كلامًا * وأبو هارون متروك، وكذب حماد بن زيد وابن معين وغيرهما.

نہیں اگرچہ ان کا سیکھنا بھی مسلمان معاشرے کی ضرورت ہے۔ ⑤ علمائے دین کو چاہیے کہ طلبہ سے شفقت و محبت کا اظہار کریں اور انھیں دینی علوم کے شرف اور مقام و مرتبہ سے آگاہ کریں تاکہ طلبہ توجہ اور محنت سے یہ علم حاصل کریں اور اس کے راستے میں آنے والی مشکلات کو صبر و حوصلہ سے برداشت کریں۔ ⑥ اَقْتُوْهُمْ (انھیں قابلِ ذخیرہ چیز دو) کا لفظ قُنْیَۃ سے ماخوذ ہے اور قُنْیَۃ اس چیز کو کہتے ہیں جسے جمع کیا جائے اور سنبھال کر رکھا جائے۔ علم بھی ایسی چیز ہے جسے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے اور پھر اسے یاد رکھا جانا چاہیے۔ لکھ کر دہرائی اور مذاکرہ کے ذریعے سے اسے ذہن نشین کرنا اور سمجھنا چاہیے تاکہ وہ محفوظ رہے اور فراموش ہو کر ضائع نہ ہو جائے۔

۲۴۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ زُرَّارَةَ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ هِلَالٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى الْحَسَنِ نَعُوْذُهُ حَتَّى مَلَأْنَا النَّبِيتَ، فَقَبَضَ رِجْلِيهِ، ثُمَّ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ نَعُوْذُهُ حَتَّى مَلَأْنَا النَّبِيتَ، فَقَبَضَ رِجْلِيهِ، ثُمَّ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى مَلَأْنَا النَّبِيتَ، فَلَمَّا رَأَيْنَا قَبْضَ رِجْلِيهِ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّهُ سَيَأْتِيَكُمْ أَقْوَامٌ مِنْ بَعْدِي يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ، فَرَحَّبُوا بِهِمْ، وَحَيَّوْهُمْ وَعَلَّمُوْهُمْ»۔

۲۴۸- اساماعیل (بن مسلم) سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم حضرت حسن (بصری) رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے ان کے ہاں گئے (ہم لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ) کمرہ ہم لوگوں سے بھر گیا، حسن (بصری) رضی اللہ عنہ نے اپنے پاؤں سمیٹ لیے اور فرمایا: (ایک بار) ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لیے ان کے ہاں گئے حتیٰ کہ کمرہ بھر گیا تو انھوں نے بھی پاؤں سمیٹ لیے تھے اور فرمایا تھا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حتیٰ کہ کمرہ بھر گیا، آپ ﷺ پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ ہمیں دیکھ کر قدم مبارک سمیٹ لیے۔ پھر فرمایا: ”میرے بعد تمہارے پاس بہت سے لوگ علم کی طلب میں آئیں گے، تم انھیں خوش آمدید کہنا، انھیں دعائیں دینا اور انھیں تعلیم دینا۔“

حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہمیں تو ایسے لوگ ملے جنھوں نے ہمیں نہ مرحبا کہنا نہ دعائیں دیں اور تعلیم بھی اس طرح دی کہ ہم ان کے پاس جاتے تھے اور وہ ہم سے بے رخی کا اظہار کرتے تھے۔

قَالَ: فَأَذَرَكْنَا، وَاللَّهِ، أَقْوَامًا، مَا رَحَّبُوا بِنَا وَلَا حَيَّوْنَا وَلَا عَلَّمُونَا، إِلَّا بَعْدَ أَنْ كُنَّا نَذْهَبُ إِلَيْهِمْ فَيَجْهَرُونَ.

🌞 فائدہ: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں ان کے اساتذہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کبار تابعین ہیں۔ ان حضرات کے متعلق یہ تصور کرنا دشوار ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کرتے تھے۔

۲۴۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْقَرِيُّ: أَنْبَأَنَا سَفْيَانُ عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ قَالَ: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَنَا: «إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ بَيْعٌ، وَإِنَّهُمْ سَيَأْتُونَكُمْ مِنْ أَفْطَارِ الْأَرْضِ يَتَقَفَّهُونَ فِي الدِّينِ، فَإِذَا جَاءَ وَكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا».

۲۳۹- ابو ہارون عبدی سے روایت ہے اس نے فرمایا: ہم لوگ جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ فرماتے: انھیں خوش آمدید جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے وصیت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا تھا: ”لوگ (دین میں) تمہارے تابع ہیں وہ دنیا کے (دور دراز) علاقوں سے تمہارے پاس دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لیے آئیں گے۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان سے بھلائی کرنا۔“

(المعجم ۲۳) - بَابُ الْإِنْتِفَاعِ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ بِهِ (التحفة ۲۳)

باب: ۲۳- علم سے فائدہ اٹھانا اور اس پر عمل کرنا

۲۵۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ: «اللَّهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ» [اللَّهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ].

۲۵۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی: [اللَّهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ] ”اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس علم سے جو فائدہ نہ دے اس دعا سے جو قبول نہ ہو اس دل سے جو تیرے سامنے عاجزی نہ کرے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو۔“

۲۴۹- [ضعیف جداً] انظر، ح: ۲۴۷.

۲۵۰- [صحیح] أخرجه النسائي: ۸/ ۲۸۴، ح: ۵۵۳۸ من حديث أبي خالد به، وله شاهد حسن عند أبي داود، ح: ۱۵۴۸، والنسائي، ح: ۵۵۳۹، وصححه الحاكم، والذهبي.

🌞 **فوائد ومسائل:** ① دعا بھی ایک عبادت ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ مختلف موقعوں پر مختلف دعائیں کرتے تھے۔ اس میں امت کے لیے تعلیم بھی ہے کہ اس طرح دعا کیا کرو۔ ② قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بہت سی دعائیں مذکور ہیں انسان موقع محل کی مناسبت سے ان میں سے کوئی بھی دعا منتخب کر سکتا ہے۔ ویسے تو اپنے الفاظ میں اور اپنی زبان میں بھی دعا کرنا درست ہے لیکن زبان رسالت سے جو دعائیں ادا ہوتی ہیں ان کی سی برکت دوسری دعاؤں میں نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ ان الفاظ میں دعا مانگنے سے نبی اکرم ﷺ کی اقتدا و اتباع کا جو شرف حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے الفاظ سے نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ الفاظ بظاہر کتنے ہی خوبصورت اور عمدہ ہوں۔ ③ علم نافع جس کی دعا اس حدیث میں کی گئی ہے اس سے مراد وہ علم ہے جس پر عمل بھی ہو کیونکہ عمل صالح ہی سے دنیا و آخرت میں فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ④ دعا جو سنی نہ جائے یعنی قبول نہ ہو۔ اس سے پناہ کا مطلب یہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میری تمام دعائیں قبول فرمائے اور مجھے پورے آداب کے ساتھ ایسی دعا کرنے کی توفیق بخشے جو اللہ کے ہاں شرف قبولیت حاصل کر سکے۔ ⑤ ”سیر نہ ہونے والے نفس“ سے مراد دنیا کی دولت، شہرت، منصب وغیرہ کا حریص نفس ہے۔ زیادہ سے زیادہ علم نافع کی طلب اور موجود علم سے سیر نہ ہونا ایک اچھی خصلت ہے اس لیے حکم دیا گیا ہے: ﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (طہ: ۱۱۳) ”(اے نبی!) آپ کہیے: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔“ ⑥ اس میں علم نافع کی فضیلت ہے کیونکہ اس کے لیے خود رسول اللہ ﷺ نے بھی دعا کی ہے۔



۲۵۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اَنْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ، وَعَلَّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ، وَزِدْنِيْ عِلْمًا. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ [”اے اللہ! تو مجھے جو علم نصیب فرمائے اس سے مجھے فائدہ پہنچا اور مجھے وہ علم دے جو مجھے فائدہ دے اور میرے علم میں اضافہ فرما۔ اور ہر حال میں اللہ کی تعریف ہے۔“]

🌞 **فوائد ومسائل:** ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ اس حدیث کے بعض حصے کے شواہد مستدرک حاکم میں ہیں لیکن ان کی صحت وضعف کی طرف اشارہ نہیں کیا جبکہ شیخ الہانی رحمہ اللہ نے اس روایت میں مذکور لفظ (والحمد لله) علی کل حال کے علاوہ باقی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے

لیے دیکھیے: (المشكاة: التحقيق الثاني للألباني، حدیث: ۳۴۹۳) ① اس میں علم نافع کے حصول کی درخواست کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی ہے کہ جو علم پہلے حاصل ہو چکا ہے اللہ اسے بھی نفع بخش بنادے۔

۲۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ [وَسُرِّيْجُ] ابْنُ الثُّعْمَانِ. قَالَا: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعْمَرٍ، أَبِي طَوَّالَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُتَنَبَّعُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ، لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» يَعْنِي: رِبْحَهَا.

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: أَنْبَأَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ. (امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن القطان نے اپنی عالی سند سے یہی حدیث فلیح بن سلیمان کے شاگرد سعید بن منصور سے بھی بیان کی ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① جس طرح دوسرے نیک اعمال کے لیے اخلاص نیت شرط ہے اسی طرح حصول علم کے لیے بھی خلوص ضروری ہے۔ ② علم حاصل کرتے وقت یہ نیت نہیں ہونی چاہیے کہ اس سے دنیوی فوائد حاصل ہوں گے۔ صاحب اخلاص کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ذلیل نہیں فرماتا اور اپنے فضل سے اس کی دنیاوی ضروریات پوری ہونے کے اسباب میں فرمادیتا ہے اس لیے یہ سوچ کر دینی علم سے محروم نہیں رہنا چاہیے کہ عالم دین کو دنیا میں ملتی۔ ③ جنت کی خوشبو نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ جنت سے بہت دور ہو گا حتیٰ کہ جنت کا نظراً تا تو در کنار اس کی خوشبو بھی نہیں پہنچے گی۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ جہاں نظر نہیں پہنچتی وہاں خوشبو پہنچ جاتی ہے۔ جنت سے اس قدر دوری کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں جائے گا۔ اَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْهَا۔ ④ دنیا کمانے کے لیے دینی علم سیکھنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ ایسا شخص دنیا کے لالچ میں غلط مسائل بیان کرتا ہے تاکہ لوگ اس سے خوش ہو کر اس کی خدمت کرتے رہیں۔ اس طرح وہ ہدایت کے بجائے گمراہی پھیلانے والا بن جاتا ہے۔ ⑤ دنیوی علوم اس غرض سے حاصل کرنا کہ ان کے ذریعے سے رزق

حلال کیا جائے اس وعید میں شامل نہیں۔

علم سے فائدہ اٹھانے اور اس پر عمل کرنے کا بیان

۲۵۳- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو كَرِبٍ حَمَّادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: حَدَّثَنَا أَبُو كَرِبٍ الْأَزْدِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، أَوْ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، أَوْ لِيَصْرِفَ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، فَهُوَ فِي النَّارِ».

۲۵۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اس لیے علم حاصل کرتا ہے کہ بے علم (عوام) سے بحث کرے یا علماء کے مقابلے میں فخر کا اظہار کرے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائے وہ جہنم میں جائے گا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① جو شخص بغیر اخلاص کے علم حاصل کرتا ہے اس کا مقصد عام طور پر یہی باتیں ہوتی ہیں جو حدیث میں مذکور ہوئیں۔ ایسا شخص نیت کی خرابی کے جرم میں جہنم کی سزا کا مستحق ہوگا۔ ② بے عمل علماء عام طور پر نئے نئے مسئلے نکالتے رہتے ہیں تاکہ عوام انھیں عالم سمجھیں۔ خصوصاً ایسے اجتہادی مسائل جن میں سلف کے درمیان اختلاف رہا ہے یا ایک عمل و طریقوں سے جائز ہے اور ان میں سے ایک طریقہ رائج ہو گیا ہے ان میں نئے سرے سے اختلاف پیدا کرنا مستحسن نہیں البتہ اگر کوئی مسنون عمل معاشرہ میں متروک ہو گیا ہے یا کوئی بدعت رائج ہو گئی ہے تو اس سنت کا احیاء اور بدعت کی تردید ضروری ہے۔ ③ اگر کسی مقام پر اختلافی مسئلہ بیان کرنے کی ضرورت ہو تو اس انداز سے بیان کرنا چاہیے جس سے دوسرا موقف رکھنے والے علماء کی تحقیر اور توہین نہ ہو۔ اور اگر کسی عالم سے بحث مباحثہ کی نوبت آجائے تو مخاطب کا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے ادب کے دائرے میں بات چیت ہونی چاہیے گالی گلوچ علماء کی شان کے لائق نہیں بلکہ ایسی حرکتیں عدم خلوص کی علامت ہیں۔ ④ بعض لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ عوام میں ان کا نام زیادہ مشہور ہو اور ان کے نام کے ساتھ لمبے چوڑے القاب لکھے اور بولے جائیں یا کسی مذہبی اور سیاسی تنظیم میں ان کو اونچا عہدہ اور منصب ملے اس مقصد کے لیے وہ اپنی تشہیر اور دوسرے علماء کی تحقیر کے لیے طرح طرح کے جھگڑے اختیار کرتے ہیں۔ یہ سب کام خلوص سے محرومی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ علماء کو چاہیے کہ اپنی ذات کا کڑا احتساب کرتے رہیں تاکہ شیطان کے داؤ سے محفوظ رہ سکیں۔ اس سلسلہ میں ”تلبیس ابلیس“ (مصنف علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ) امام ابن القیم کی ”الداء والدواء“ اور اس قسم کی دوسری کتابوں کا مطالعہ مفید ہے۔ ⑤ بعض محققین نے شواہد کی بنا پر اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المشكاة للألبانی) حدیث (۲۲۶۲۸۵) علاوہ ازیں ہمارے فاضل محقق نے بھی تحقیق میں اس کے شواہد کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کی صحت و ضعف کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ بہر حال روایت شواہد کی وجہ سے قابل حجت ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۵۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْزَمٍ: أَنَّ أَبَا يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: «لَا تَعْلَمُوا الْعِلْمَ لِنَبَاهُوا بِهِ الْعُلَمَاءَ، وَلَا لِنَمَارُوا بِهِ الشُّفَهَاءَ، وَلَا تَخَيَّرُوا بِهِ الْمَجَالِسَ. فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ، فَالْتَأَر النَّارُ».

۲۵۴- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”علم اس لیے حاصل نہ کرو کہ علماء کے مقابلہ میں فخر کا اظہار کرو نہ اس لیے کہ کم عقل لوگوں سے بحث کرو نہ اس لیے کہ مجلس میں ممتاز مقام حاصل کرو۔ جس نے ایسا کیا تو (اس کے لیے) آگ ہے آگ ہے۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① بعض محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (صحیح الترغیب للالیانی، حدیث: ۱۰۲) نیز ہمارے محقق نے بھی اس کے دیگر شواہد کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کی صحت و ضعف کی طرف اشارہ نہیں کیا بہر حال یہ روایت شواہد کی بنا پر قابل حجت ہے۔ ② [فَالْتَأَر النَّارُ] کا جملہ دو طرح پڑھا گیا ہے۔ اگر پیش سے [فَالْتَأَر النَّارُ] پڑھا جائے تو وہ ترجمہ ہوگا جو بیان ہوا۔ اگر زبر سے فَاَلْتَأَر النَّارُ پڑھا جائے تو مطلب یہ ہوگا ”یہ آگ کا مستحق ہے۔“ یا اسے چاہیے کہ آگ سے ڈرے۔“

۲۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاح: أَنَّ ابْنَ الْوَلِيدِ بْنَ مُسْلِمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكِنْدِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «إِنَّ أَنَا سَأَلَ مِنْ أُمَّتِي سَيَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّينِ، وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، وَيَقُولُونَ: نَأْتِي الْأَمْرَاءَ فَنُصِيبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَنَعْتَزُّ لَهُمْ بِدِينِنَا، وَلَا يَكُونُ ذَلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنَى مِنَ الْقَتَادِ إِلَّا الشُّوْكَ، كَذَلِكَ لَا يُجْتَنَى مِنْ قُرْبِهِمْ إِلَّا».

۲۵۵- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے کچھ لوگ دین کا علم حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے۔ (پھر) وہ کہیں گے: ہم حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں ان کی دنیا سے کچھ حاصل کر لیں گے اور اپنا دین بچا کر الگ ہو جائیں گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ جس طرح قتاد (ایک قسم کا کانٹوں والا درخت) سے صرف کانٹے ہی حاصل ہو سکتے ہیں (پھل نہیں) اس طرح ان کے پاس جا کر کچھ حاصل نہیں ہوگا سوائے.....“

۲۵۴- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن عبد البر في العلم، وصححه ابن حبان، ح: ۹۰، والحاكم: ۸۶/۱، والذهبي: ابن جريج وشيخه عننا، وله شواهد.

۲۵۵- [إسناده ضعيف] * الوليد بن مسلم " ثقة لكنه كثير التذليل والتسوية " (تقريب) وعنن .

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: كَأَنَّهُ يَغْنِي: الْخَطَايَا.

۲۵۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيُّ: حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ سَيْفٍ، عَنْ أَبِي مُعَاذٍ الْبَصْرِيِّ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ سَيْفٍ، عَنْ أَبِي مُعَاذٍ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ؟ قَالَ: «وَادِفِي جَهَنَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلُّ يَوْمٍ أَرْبَعَمِائَةِ مَرَّةٍ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَنْ يَدْخُلُهُ؟ قَالَ: «أَعْدَى لِلْقُرَاءِ الْمُرَائِينَ بِأَعْمَالِهِمْ، وَإِنْ مِنْ أَنْغَصِ الْقُرَاءِ إِلَى اللَّهِ الَّذِينَ يَزُورُونَ الْأُمَرَاءَ».

قَالَ الْمُحَارِبِيُّ: الْجَوْرَةُ. قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا حَازِمُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ نُمَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ النَّصْرِيِّ، وَكَانَ ثِقَةً، ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ بِإِسْنَادِهِ.

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَصْرِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَسَانَ، مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا

علم سے فائدہ اٹھانے اور اس پر عمل کرنے کا بیان امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے استاد محمد بن صباح رحمہ اللہ نے فرمایا: یعنی سوائے گناہوں کے۔

۲۵۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جُبُّ الْحُزْنِ سے اللہ کی پناہ مانگو۔“ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جُبُّ الْحُزْنِ (غم کا کنواں) کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جہنم کی ایک وادی ہے جس سے باقی جہنم بھی روزانہ چار سو دفعہ پناہ مانگتی ہے۔“ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس میں کون داخل ہوگا؟ فرمایا: ”یہ وادی ان قاریوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اپنے اعمال میں ریاکاری کرتے ہیں اور اللہ کے ہاں سب سے قائل نفرت قراء وہ ہیں جو حکمرانوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔“

محاربی نے فرمایا: یعنی ظالم حکمرانوں سے ملتے ہیں۔ ابو الحسن الطھان رحمہ اللہ نے معاویہ النصری اور وہ ثقہ تھے کی سند سے سابقہ روایت کی مثل حدیث بیان کی۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند سے (حدیث کے راوی ابن سیرین) کے بارے میں راوی کا تردید بھی

بیان کیا کہ وہ محمد بن سیرین سے یا انس بن سیرین۔

عَمَّارُ بْنُ سَيْفٍ، عَنْ أَبِي مُعَاذٍ، قَالَ مَالِكٌ
ابْنُ إِسْمَاعِيلَ: قَالَ عَمَّارٌ: لَا أَذْرِي مُحَمَّدًا
أَوْ أَنَسَ بْنَ سِيرِينَ.

۲۵۷- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ انھوں نے فرمایا: اگر علماء علم کی حفاظت کرتے اور
اسے اہل لوگوں کے سامنے پیش کرتے تو (اس کی برکت
سے) اپنے زمانے والوں کے سردار بن جاتے۔ لیکن
انھوں نے علم دنیا داروں کی خدمت میں پیش کر دیا تاکہ
اس کے ذریعے سے ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل
کر لیں چنانچہ وہ ان (کی نگاہوں) میں بے قدر ہو گئے۔
میں نے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد مبارک سنا ہے:
”جس شخص نے اپنے تمام تفکرات کو ایک ہی فکر یعنی فکر
آخرت میں ڈھال لیا اللہ اسے دنیا کے تفکرات سے بچا
لیتا ہے اور جسے مختلف معاملات دنیاوی کی فکر رہتی ہے
(اور وہ ان میں مشغول ہو کر آخرت کو فراموش کر دیتا
ہے) اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ کس وادی میں
جا کر تباہ ہوتا ہے۔“

۲۵۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ،
وَالْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَا: حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ النَّضْرِيِّ، عَنْ
نَهْشَلٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ
يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: لَوْ أَنَّ
أَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوهُ عِنْدَ أَهْلِهِ
لَسَادُوا بِهِ أَهْلَ زَمَانِهِمْ، وَلَكِنَّهُمْ بَذَلُوهُ
لِأَهْلِ الدُّنْيَا لِيَتَالَوْا بِهِ مِنْ دُنْيَاهُمْ، فَهَانُوا
عَلَيْهِمْ، سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: «مَنْ
جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاحِدًا، هَمَّ آخِرَتِهِ،
كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّ دُنْيَاهُ، وَمَنْ تَسَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُومُ
فِي أَحْوَالِ الدُّنْيَا، لَمْ يَبَالِ اللَّهُ فِي أَيِّ
أَوْدِيَّتِهَا هَلَكَ».

(امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد) ابوالحسن القطان نے
یہ روایت اپنی عالی سند سے ابن نمیر کے دوسرے دو
شاگردوں ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبداللہ بن نمیر سے
بھی سابقہ روایت کی طرح بیان کی۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا حَازِمُ بْنُ يَحْيَى:
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ
مُعَاوِيَةَ النَّضْرِيِّ، وَكَانَ ثِقَةً، ثُمَّ ذَكَرَ
الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ بِإِسْنَادِهِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو دنیا کے معاملات میں بھی آخرت کے فائدہ اور

نقصان کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ مومن آخرت کے فائدہ کے لیے دنیا کا نقصان برداشت کر لیتا ہے اس لیے اس کو اس قربانی پر غم اور افسوس نہیں ہوتا بلکہ خوشی ہوتی ہے اس طرح وہ دنیا کے تفرات سے گویا محفوظ ہو جاتا ہے۔ ① آخرت کو فراموش کرنے کا برا نتیجہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور وہ یہ کہ انسان ہمیشہ فکر و غم میں مبتلا رہتا ہے اس سے جو چیز چھین جاتی ہے اس پر سخت غمگین ہوتا ہے جبکہ مومن کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے کیونکہ اسے آخرت میں بہتر جزا ملنے کی امید ہوتی ہے۔ ② بعض محققین نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

۲۵۸- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَحْزَمَ،
[وَأَبُو بَرْزَاءَ]، عَبَادُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْهَنَائِيُّ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ
الْمُبَارَكِ الْهَنَائِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ،
عَنْ خَالِدِ بْنِ دَرِيكٍ، عَنْ ابْنِ عَمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ
ﷺ قَالَ: «مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِغَيْرِ اللَّهِ، أَوْ
أَرَادَ بِهِ غَيْرَ اللَّهِ، فَلْيَتَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

۲۵۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے غیر اللہ کے لیے علم طلب
کیا یا اس سے اللہ کے سوا کسی اور کا ارادہ کیا“ اسے
چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔“



۲۵۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَاصِمٍ
الْعَبَّادَانِيُّ: حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ:
سَمِعْتُ أَشْعَثَ بْنَ سَوَّارٍ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ،
عَنْ حَذِيفَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
يَقُولُ: «لَا تَعْلَمُوا الْعِلْمَ لِيَتَبَاهُوا بِهِ
الْعُلَمَاءُ، أَوْ لِيُتَمَارُوا بِهِ السُّفَهَاءُ، أَوْ
لِيَتَضَرَّفُوا وَجْوهَ النَّاسِ إِلَيْكُمْ، فَمَنْ فَعَلَ
ذَلِكَ، فَهُوَ فِي النَّارِ».

۲۵۹- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں
نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد مبارک سنا
ہے: ”علم کو اس غرض سے حاصل نہ کرو کہ علماء کے
مقابلے میں فخر کا اظہار کرو یا کہ عقل لوگوں سے بحث کرو یا
لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرو۔ جس نے یہ کام کیا“
وہ جہنمی ہے۔“

۲۶۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

۲۵۸- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، العلم، باب فيمن يطلب بعلمه الدنيا، ح: ۲۶۵۵ من حديث محمد بن عباد، وقال: "حسن غريب" * خالد بن دريك لم يدرك ابن عمر رضي الله عنهما.

۲۵۹- [ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف" * بشير بن ميمون متروك متهم، وأشعث بن سوار ضعيف (تقريب)، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق، ح: ۲۵۴.

۲۶۰- [ضعيف] قال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لا تفاهم على ضعف عبد الله بن سعيد"، وهو متروك كما في ۴۱

أَتَيْنَا وَهَبُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْأَسَدِيَّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، وَيُجَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، وَيَضْرِبَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ جَهَنَّمَ».

ﷺ نے فرمایا: ”جس نے علم اس لیے حاصل کیا کہ اس کی وجہ سے علماء کے مقابلے میں فخر کرے یا کم عقل لوگوں سے بحث کرے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔“

(المعجم ۲۴) - بَابُ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَنَّمَهُ (التحفة ۲۴)

باب: ۲۴- علم کی بات پوچھے جانے پر علم چھپانے والے (کے گناہ) کا بیان

۲۶۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ زَادَانَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ: حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ رَجُلٍ يَحْفَظُ عِلْمًا فَيَكْتُمُهُ، إِلَّا أَتَى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلْجَمًا يَلْجَمُ مِنَ النَّارِ».

۲۶۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو علم (کا کوئی مسئلہ) یاد ہو پھر اس نے چھپالیا وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اسے آگ کی لگام پڑی ہوگی۔“

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ، أَبِي الْقَطَّانُ: وَحَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ زَادَانَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن القطان نے یہ روایت اپنی عالی سند سے عمارہ بن زاذان کے دوسرے شاگرد ابوالولید کی سند سے بھی اسی طرح بیان کی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے وہ علم مراد ہے جس کا سائل کو علم ہونا انتہائی ضروری ہے؛ مثلاً: نماز کا طریقہ وغیرہ۔ نقلی علوم کے بارے میں یہ وعید لازم نہیں آتی، مثلاً: نحو صرف یا منطق و فلسفہ کا علم۔ ② بعض اوقات ایک مسئلہ مسائل کی روشنی سے بلند ہوتا ہے جسے سمجھنا اس کے لیے دشوار ہوتا ہے؛ مثلاً: ایک عام آدمی جو صرف یہ سمجھ سکتا ہے کہ حدیث صحیح ہوتی ہے یا ضعیف۔ وہ اگر ضعف کے اسباب یا کسی راوی کے بارے میں علمائے جرح و

التقريب، وله شواهد منها، ح: ۲۵۹، ۲۵۴.

۲۶۱- [حسن] أخرجه أبو داود، العلم، باب كراهية منع العلم، ح: ۳۶۵۸، والترمذي، ح: ۲۶۴۹ من حديث علي بن الحكم به، وقال: "حسن"، وصححه ابن حبان، ح: ۹۵، وله شواهد عند ابن حبان، ح: ۹۶، والحاكم، ۱۰۲/۱ وغيرهما.

تعدیل کے اقوال کے بارے میں سوال کرے تو اسے مناسب طریقے سے ٹالا جاسکتا ہے جیسے نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کی کیا وجہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں وجہ بیان کرنے کی بجائے اس کی حکمت اور فائدہ بیان فرمادیا۔ ارشاد ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْآهْلِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ (البقرہ: ۱۸۹) ”لوگ آپ سے چاند کے متعلق سوال کرتے ہیں؟ فرمادیجیے وہ لوگوں کے لیے وقت (کے اندازے) کا ذریعہ ہے خصوصاً حج کے لیے۔“ اسی طرح جب روح کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا گیا: ﴿قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾ (بنی اسرائیل: ۸۵) فرمادیجیے روح میرے رب کے حکم سے ہے۔“ یعنی اللہ کے حکم سے ایک چیز پیدا ہوگئی ہے جس کی حقیقت تم نہیں سمجھ سکتے۔ ⑤ جس شخص کے بارے میں یہ خدشہ ہو کہ وہ علم کا ناجائز استعمال کرے گا اسے بھی جواب دینے سے گریز کیا جاسکتا ہے۔ حجاج بن یوسف نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے سب سے سخت سزا کیا دی ہے؟ انھوں نے عرنین کا واقعہ بیان فرمادیا جس میں ہے کہ قبیلہ عرنہ کے کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے انھیں مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو وہ بیمار ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے علاج کے لیے اونٹوں کا دودھ اور ان کا پیٹا پتہ تجویز فرمایا۔ آپ نے انھیں صدقے کے اونٹوں کے پاس بھیج دیا تاکہ وہ اپنا علاج کر سکیں۔ یہ لوگ جب صحت یاب ہو گئے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹ لوٹ لیے اور آپ کے چرواہے کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی گرفتاری کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر بھیجا جو انھیں گرفتار کر کے لے آیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے اور ان کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیاں پھیر دیں اور انھیں دھوپ میں پیاسے ڈال دیا حتیٰ کہ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ انھوں نے آپ کے چرواہے کو اسی طرح قتل کیا تھا، لہذا انھیں ان کے عمل کے مطابق سزا دی گئی۔ (صحیح البخاری، الوضوء، باب ابوالإبل والدواب الخ، حدیث: ۲۳۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: کاش وہ یہ حدیث بیان نہ کرتے کیونکہ حجاج بن یوسف اسی حدیث سے دلیل لے کر لوگوں کو سخت ازیتیں دیتا تھا۔ (بخاری تفسیر ابن کثیر، سورہ مائدہ: ۳۳) ⑥ جب کسی کا امتحان لینے کی غرض سے سوال کیا جائے تاکہ اس کی علمی استعداد صحیح اندازہ ہو سکے تو جس سے سوال کیا گیا ہے اسے اس کی معلومات کے مطابق جواب دینے کا موقع دینا چاہیے دوسرے آدمی کا اس کی مدد کرنا درست نہیں کیونکہ اس سے امتحان کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اس کی وجہ سے ایک لائق آدمی کی حق تلفی ہو جاتی ہے اور نا اہل آدمی کو وہ مقام مل جاتا ہے جس کا وہ مستحق نہیں۔ امتحان میں ناجائز ذرائع استعمال کر کے کامیاب ہونا اس وعید کے تحت بھی آتا ہے: [أَلَمْ تَشْبَعْ بِمَا لَمْ يُعْطَ، كَلَّا بَلْ سَاءَ مَا يَحْكُمُ الْقَوْمُ] (صحیح مسلم، اللباس، باب النهي عن التزوير في اللباس وغيره، والتشيع بما لم يعط، حدیث: ۲۱۲۹) ”جس شخص کو ایک چیز حاصل نہیں اور وہ تکلفاً خود کو اس سے بہرہ ور ظاہر کرتا ہے، اس نے گویا جھوٹ کے دو کپڑے پہن رکھے ہیں۔“

۲۶۲- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ،
مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ،
عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزَ
الْأَعْرَجِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: وَاللَّهِ!
لَوْلَا آيَاتَانِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى مَا حَدَّثْتُ
عَنْهُ - يَعْنِي: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ - شَيْئًا أَبَدًا.
لَوْلَا قَوْلُ اللَّهِ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا
أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ الْكِتَابِ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَتَيْنِ.

[البقرة: ۱۷۴، ۱۷۵]

علم چھپانے والے کے گناہ کا بیان

۲۶۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی! اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں نبی ﷺ کی کوئی حدیث بیان نہ کرتا، یعنی اگر یہ آیتیں نہ ہوتیں: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتُرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهَدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿﴾ ”بے شک جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو اور بخشش کے بدلے عذاب کو خرید لیا ہے۔ یہ لوگ آگ کا عذاب کس قدر برداشت کرنے والے ہیں۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہجری میں اسلام لائے۔ اس طرح انھیں تقریباً چار سال تک خدمت نبوی میں رہ کر علم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ آپ کی وفات ۵۸ یا ۵۹ ہجری میں ہوئی۔ اس طرح آپ کو اس دور میں علم کی نشر و اشاعت کا موقع ملا جب بہت سے کبار صحابہ وفات پا چکے تھے یا انھیں مختلف انتظامی عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ سے تعلیم و تبلیغ کا اتنا موقع نہیں ملتا تھا۔ ان حالات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس کو اپنا مشن بنالیا۔ اس پر بعض لوگوں نے ایسی باتیں کیں کہ آپ اتنی زیادہ حدیثیں بیان کر رہے ہیں جبکہ بعض دوسرے صحابہ جن کو زیادہ عرصہ صحبت نبوی کا شرف حاصل ہے وہ اتنی حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ اسی پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۲۶۲- أخرجه البخاري، الحرث والمزارعة، باب ما جاء في الغرس، ح: ۲۳۵۰ من حديث ابن سعد، ومن غيره، وصلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي هريرة الدوسي رضي الله عنه، ح: ۲۴۹۲ بغير هذا اللفظ، من حديث الزهري به.



وضاحت فرمائی کہ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں علم چھپانے کے جرم کا مرتکب قرار نہ دیا جاؤں۔ ⑤ کتب احادیث میں جتنی حدیثیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اتنی کسی اور صحابی سے مروی نہیں۔ اس کے مندرجہ بالا اسباب کے علاوہ کچھ اور اسباب بھی ہیں مثلاً (۱) مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت وغیرہ کو وقت دیتے تھے تاکہ حلال روزی کا کرپنے اہل وعیال کا حق ادا کریں۔ اسی طرح اکثر انصاری صحابہ زراعت پیشہ تھے اور انھیں بھی اس میں کافی وقت صرف کرنا پڑتا تھا جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ صفہ میں سے تھے جو فکر معاش کی طرف توجہ نہ دیتے ہوئے تحصیل علم میں مشغول رہتے تھے۔ اسی وجہ سے اکثر بھوک بھی برداشت کرتے تھے۔ (ب) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صرف نبی اکرم ﷺ سے علم حاصل نہیں کرتے تھے بلکہ جب آپ ﷺ گھر میں ہوتے یا کسی اور مصروفیت میں ہوتے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث اور مسائل معلوم کرتے رہتے تھے۔ (ج) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ آپ کے لیے نبی اکرم ﷺ نے حفظ علم کی خصوصی دعا کی تھی۔ دیکھیے: (صحیح البخاری 'العلم' باب حفظ العلم' حدیث: ۱۱۸، 'صحیح مسلم' فضائل الصحابة' باب من فضائل ابی ہریرۃ الدوسی رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۳۹۲) ⑥ روایت میں ذکر کردہ آیات مبارکہ سے کتمان علم کی شناعت اور اس کی شدید سزا معلوم ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت علم چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔



۲۶۳- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ الْعَسْقَلَانِيُّ: حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُتَكْدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا لَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَمَنْ كَتَمَ حَدِيثًا فَقَدْ كَتَمَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ».

۲۶۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب امت کے پچھلے لوگ پہلوں پر لعنت کرنے لگیں اس وقت جس نے کوئی حدیث چھپائی اس نے اللہ کی نازل کردہ چیز کو چھپالیا۔“

۲۶۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ

۲۶۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

۲۶۳- [موضوع] أخرجه ابن عدي وغيره من طرق عن خلف به * عبد الله بن السري لم يدرك محمد بن المنكدر، بل سمع هذا الحديث من سعيد بن زكريا المدائني عن عنبسة بن عبد الرحمن متروك، رماه أبو حاتم بالوضع عن محمد بن زاذان (وهو متروك) عن ابن المنكدر به كما في المعجم الأوسط للطبراني، ح: ۴۳۲.

۲۶۴- [حسن] قال البوصيري: "هذا إسناد ضعيف، فيه يوسف بن إبراهيم، قال ابن حبان: روى عن أنس ما ليس من حديثه، لا تحل الرواية عنه"، وانظر، ح: ۲۶۶.

سَلِيم: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكْتَمَهُ، أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ».

آپ نے فرمایا: ”جس سے علم کی کوئی بات دریافت کی گئی، پھر اس نے اسے چھپایا، اسے قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① چھپانے کا مطلب ہے کہ اسے صحیح مسئلہ معلوم تھا، پھر بھی اس نے کسی معقول عذر کے بغیر اسے ظاہر نہ کیا۔ ② لیجام عربی زبان میں لگام کے اس حصے کو کہتے ہیں جو گھوڑے وغیرہ کے منہ میں ہوتا ہے اور لوہے کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ لگام کا جو حصہ سوار کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسے زمام کہتے ہیں۔ ③ اس سے علم چھپانے کی سخت سزا ثابت ہوتی ہے۔

۲۶۵- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَبَّانٍ بْنِ وَاقِدِ الثَّقَفِيِّ، أَبُو إِسْحَاقَ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ كَتَمَ عِلْمًا مِمَّا يَنْفَعُ اللَّهَ بِهِ فِي أَمْرِ النَّاسِ، أَمَرَ الدِّينِ، أُلْجِمَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ».

۲۶۵- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے علم کی کوئی ایسی بات چھپائی جس سے اللہ لوگوں کو دین کے معاملے میں فائدہ پہنچاتا ہے اسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آگ کی لگام ڈالے گا۔“

۲۶۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَفْصِ بْنِ هِشَامٍ بْنِ زَيْدٍ بْنِ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ: حَدَّثَنَا أَبُو إِبْرَاهِيمَ، إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْكَرَابِيسِيُّ، عَنْ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ

۲۶۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس سے علم کا کوئی ایسا مسئلہ پوچھا گیا جو اسے معلوم تھا، پھر بھی اس نے اسے چھپایا، اسے قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔“

۲۶۵- [إسناده ضعيف جدًا] قال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف، فيه محمد بن دأب، كذبه أبو زرعة وغيره، ونسب إلى وضع الحديث".

۲۶۶- [حسن] * الكرابيسي لين الحديث، ولحديثه شاهد عند أبي داود، ح: ۳۶۵۸، وانظر، ح: ۲۶۱.

-- کتاب السنہ -- علم چھپانے والے کے گناہ کا بیان

اللہ ﷻ: «مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكْتَمَهُ
أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ» .

فائدہ: جو مسئلہ معلوم نہ ہو اسے اپنی رائے سے بنا کر بیان کرنا بھی بڑا گناہ ہے۔ ہاں تلاش کے باوجود قرآن یا حدیث میں سے نہ ملے تب اجتہاد کرنا جائز ہوتا ہے۔



طہارت کی اہمیت و فضیلت

* طہارت کے لغوی معنی: لغت میں 'میل سے صاف ہونے' نجاست سے پاک ہونے اور ہر عیب دار قول و فعل سے بری ہونے کا نام "طہارت" ہے۔

* اصطلاحی تعریف: شریعت میں حدیث اصغر (بے وضو ہونے) کے بعد وضو کرنے اور حدیث اکبر (جنبی ہونے) کے بعد غسل کرنے کو "طہارت" کہتے ہیں۔

* طہارت کی ضرورت و اہمیت: اسلام طہارت و نظافت کا دین ہے۔ اس میں پیروکاروں کو نجاست اور گندگی سے دور رہنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو جسم لباس رہنے سہنے کی جگہ کھانے پینے غرضیکہ تمام امور حیات میں طہارت و صفائی کا پابند بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی اور امت کے رہنما و مرشد کو صفائی و ستھرائی کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَيَسَّابُكَ فَطَهَّرْهُ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (المذثر: ۵۴/۷۴) "(اے نبی!) اپنے کپڑے صاف رکھیے اور گندگی سے دور رہیے۔"

اسلام کا پہلا درس طہارت ہی ہے۔ اسلام کے بنیادی اور اہم رکن نماز کے لیے رسول اکرم ﷺ نے

طہارت کی شرط لگائی ہے۔ اگر پہلے سے با وضو ہو تو دوبارہ وضو کرنے کی ترغیب دلائی، صفائی کے اہتمام میں مسواک کی فضیلت و اہمیت واضح فرمائی، پانی موجود نہ ہو تو تیمم مشروع فرما کر سہولت مہیا کر دی تاکہ مسلمان ہر حالت میں صفائی و ستھرائی کو اپنی زندگی کا لازمہ بنائیں۔ اس طرح اسلام کا سارا نظام صفائی و ستھرائی پر منحصر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود اپنی ذات کا شاندار اسوہ پیش کیا ہے، آپ ہر نماز سے پہلے گھر داخل ہوتے ہوئے اور صبح بیدار ہونے کے بعد کثرت سے مسواک کرتے۔ لباس و جسم کی صفائی کا اہتمام فرماتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو ترغیب بھی دلاتے، مثلاً: ایک صحابی میلے کچیلے اور بوسیدہ کپڑے پہنے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا: ”کیا تمہارے پاس مال نہیں ہے؟“ وہ کہنے لگا: کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نعمت عطا کی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تمہارے رہن سہن میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار بھی ہونا چاہیے۔“ (مجمع الزوائد: ۱۳۲/۵، وسلسلة الأحادیث الصحيحة: ۳۱۱/۳)

اسلام کے اس روشن اور پاک صاف نظام کے مقابلے میں یہودیت، عیسائیت، ہندومت بدھ مت یا سکھ مت کو دیکھیں تو ان کی ساری زندگی غلاظت و گندگی میں غرق نظر آتی ہے۔ غسل و صفائی سے نا آشنا یہ اقوام پلیدی و نجاست کی پیداوار میں دن رات اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو اسلامی نظام طہارت سے تعجب ہوتا ہے جیسا کہ ایک یہودی نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بطور طنز کہا: سنا ہے آپ کا رسول آپ کو رفع حاجت کے طریقے بھی سکھاتا ہے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بغیر کوئی خفت اور شرمندگی محسوس کیے کمال خود اعتمادی اور فخر و سرشاری سے جواب دیا: ہاں ہمارا نبی ہمیں ہر بات کی تعلیم دیتا ہے حتیٰ کہ رفع حاجت کے آداب بھی سکھاتا ہے۔ اس پر یہود و نصاریٰ اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الطہارۃ، باب الاستطابة، حدیث: ۲۶۲)

اسی تعلیم و تربیت کے سائے میں پرورش پانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف و توصیف خود رب العالمین نے بیان کی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿فِيهِ رَجُلَانِ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ﴾ (التوبة: ۱۰۸/۹) ”اس (مسجد قباء) میں ایسے لوگ (نماز پڑھتے) ہیں جو طہارت کو بہت پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ طہارت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ یہ آیت کریمہ اہل قباء کی شان میں نازل ہوئی جو قضاے حاجت کے بعد پانی سے استنجا کرتے تھے اور جنابت کے بعد غسل کرتے تھے۔ اسلام کے اسی نظام

۱۔ أبواب الطهارة وسننها طہارت کی اہمیت و فضیلت

طہارت کی شان و اہمیت بیان کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: [الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ] (صحیح مسلم، الطہارۃ، باب فضل الوضوء، حدیث: ۲۲۳) ”طہارت نصف ایمان ہے۔“ اسلام کے نظام طہارت نے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے جبکہ غیر مسلم اقوام کے نظام ہائے حیات کو دیکھ کر انسانیت شرمندہ ہو جاتی ہے۔ حیوانات اور ان کی زندگی میں کچھ فرق محسوس نہیں ہوتا، اس لیے ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں وہ نظام ہے جو پوری انسانیت کا رہنما اور قائد ہو سکتا ہے۔



(المعجم ۱) أَبْوَابُ الطَّهَارَةِ وَسُنَّتُهَا (التحفة ۲)

طہارت کے مسائل اور اس کی سنتیں

(المعجم ۱) - بَابُ مَا جَاءَ فِي مِقْدَارِ الْمَاءِ لِلْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ (التحفة ۱)

باب ۱- وضو اور غسل جنابت کے لیے پانی کی مقدار کا بیان

۲۶۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ، عَنْ سَفِينَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ.

۲۶۷- حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک مد (پانی) سے وضو اور ایک صاع (پانی) سے غسل کر لیا کرتے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ”صاع“ پیمائش کا ایک پیمانہ ہے جس کی مقدار ۵ رطل اور تہائی، یعنی ۵ ۱/۲ رطل ہے۔ کلو گرام کے حساب سے اس کی مقدار دو کلو سو گرام اور بعض کے نزدیک ڈھائی کلو ہے۔ [مد صاع کے چوتھائی (۱/۴ صاع) کو کہتے ہیں اس کی مقدار پانچ سو پچیس گرام ہے۔ مائعات کے لیے صاع تقریباً دو لیٹر سے کچھ زائد اور مد اس سے چوتھائی سمجھا جاسکتا ہے۔ ② غسل اور وضو کے لیے یہ مقدار ذکر کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ اس سے کم یا زیادہ پانی استعمال کرنا جائز نہیں۔ مقصد محض ایک اندازہ بیان کرنا ہے تاکہ بلاوجہ بہت زیادہ پانی ضائع نہ کیا جائے، بلکہ تھوڑے پانی کو اس طریقے سے استعمال کیا جائے کہ پوری طرح صفائی حاصل ہو جائے، البتہ صدقہ فطر وغیرہ میں ”صاع“ سے کم مقدار میں غلہ ادا کرنا درست نہیں۔

۲۶۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ.

۲۶۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے

۲۶۷- أخرجه مسلم، الحیض، باب البدر المستحب من الماء في غسل الجنابة . . . الخ، ح: ۳۲۶ عن ابن أبي شيبه به.

۲۶۸- [إسناده صحيح] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب ما يجزئ من الماء في الوضوء، ح: ۹۲ من حديث همام به.

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک مد (پانی) سے وضو اور ایک صاع (پانی) سے غسل فرماتے تھے۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَفِيَّةِ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ.

۲۶۹- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مد (پانی) سے وضو اور ایک صاع (پانی) سے غسل فرماتے تھے۔

۲۶۹- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ بَدْرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ.

۲۷۰- حضرت عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وضو کے لیے ایک مد (پانی) اور غسل کے لیے ایک صاع (پانی) کافی ہے۔“ ایک آدمی نے کہا: ہمارے لیے تو کافی نہیں ہوتا۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو تو کافی ہوتا تھا جو تجھ سے افضل تھے اور ان کے بال بھی تجھ سے زیادہ تھے یعنی نبی ﷺ۔

۲۷۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُؤَمِّلِ بْنِ الصَّبَّاحِ، وَعَبَادُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَا: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ زَبَانَ: حَدَّثَنَا جَبَّانُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يُجْزِيءُ مِنَ الْوُضُوءِ مُدٌّ، وَمِنَ الْغُسْلِ صَاعٌ» فَقَالَ رَجُلٌ: لَا يُجْزِيئُنَا، فَقَالَ: قَدْ كَانَ يُجْزِيءُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ، وَأَكْثَرُ شَعْرًا: يَغْنِي: النَّبِيُّ ﷺ.

فائدہ: حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ پانی استعمال کرنے کا مقصد اگر طہارت اور صفائی ہے تو رسول اللہ ﷺ صفا ہی پسند تھے۔ اگر احتیاط مطلوب ہے تو نبی اکرم ﷺ زیادہ تقی تھے۔ اگر یہ خیال ہے کہ بال زیادہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے بال بھی تجھ سے کم نہ تھے، لہذا مسائل کا زیادہ پانی استعمال کرنا محض شک اور وسوسہ کی وجہ سے ہو سکتا ہے یا اسراف کی وجہ سے اور اس سے بچنا ضروری ہے۔

۲۶۹- [صحیح] * الربیع بن بدر متروک (تقریب)، ولہ شواہد کثیرہ جدًّا، منها الحدیث السابق: ۲۶۷.

۲۷۰- [صحیح] قال البوصیری: "هَذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ لَضَعْفِ جَبَّانٍ وَيَزِيدٍ"، وَلَكِنْ لَهُ شَوَاهِدٌ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ وَغَيْرِهِ.

(المعجم ۲) - بَابُ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ

باب ۲- اللہ تعالیٰ بغیر پاکیزگی کے نماز

بِغَيْرِ طَهْوَرٍ (التحفة ۲)

قبول نہیں فرماتا

۲۷۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا

۲۷۱- حضرت أسامہ بن عمر ہندی رضی اللہ عنہما سے روایت

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ح :

ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ پاکیزگی

وَحَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ، أَبُو بَشِيرٍ، حَتَّى

کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا اور خیانت کے مال میں سے

الْمُقَرَّبِيُّ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالُوا :

(دیا ہوا) صدقہ قبول نہیں فرماتا۔“

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ

ابن أسامة، عَنْ أَبِيهِ أَسَامَةَ بْنِ عَمِيرٍ

الْهَدَلِيِّ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «لَا

يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ إِلَّا بِطَهْوَرٍ، وَلَا يَقْبَلُ

صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ» .

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، حَدَّثَنَا

امام ابن ماجہ نے ایک تیسری سند یعنی ابوبکر بن ابی

عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، وَشَبَّابَةُ بْنُ سَوَّارٍ، عَنْ

شیبہ کی سند سے مذکورہ حدیث کی مثل بیان کیا۔

شُعْبَةَ نَحْوَهُ .

🌞 فوائد و مسائل: ① ”پاکیزگی“ سے مراد وضو اور غسل ہے۔ نماز کے لیے شرط ہے کہ نمازی حدث اصغر حدث

اکبر اور ظاہری نجاست سے پاک ہو۔ ظاہری نجاست دھونے سے حدث اصغر وضو سے اور حدث اکبر غسل سے دور

ہوتا ہے۔ ”حدث“ سے مراد انسان کا ایسی حالت میں ہونا ہے جس سے وضو یا غسل کرنا ضروری ہو، جیسے با وضو شخص

کی ہوا خارج ہو جائے یا وہ قضاے حاجت کر لے تو اس کا وضو برقرار نہیں رہتا۔ یہ حالت حدث اصغر کہلاتی ہے۔ اور

اگر وہ بیوی سے ہم بستر ہوا ہے یا ویسے ہی اسے احتلام ہو گیا ہے تو یہ حالت حدث اکبر کہلاتی ہے۔ ایسی حالت میں

غسل ضروری ہے۔ مزید تفصیل آئندہ ابواب میں اپنے مقام پر آئے گی۔ ② قبول نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس

پر ثواب نہیں ملتا اور اگر وہ فرض نماز ہے تو انسان کے ذمہ اس کی ادائیگی باقی رہتی ہے۔ ③ ”خیانت کے مال“ کے

لیے حدیث میں لفظ ”غُلُول“ استعمال ہوا ہے اس سے مراد مال غنیمت میں کی ہوئی خیانت ہے، یعنی جہاد میں

کافروں سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کے مجاہدین میں باقاعدہ تقسیم ہونے سے پہلے اگر کوئی مجاہد اس میں سے

کوئی چیز اپنے قبضے میں رکھتا ہے تو یہ مسلمانوں کے اجتماعی مال میں خیانت ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔ اس طریقے سے حاصل ہونے والا مال حرام کماٹی میں شامل ہے لہذا اس کو اگر نیکی کے کسی کام میں خرچ کیا جائے تو وہ اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں، یعنی جس طرح مال کو خرچ کرتے وقت حلال و حرام مصرف کا خیال رکھنا ضروری ہے اسی طرح مال کے حصول میں بھی حلال و حرام میں تمیز کرنا ضروری ہے۔

۲۷۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ سِمَاكِ، ح : وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُضْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةً إِلَّا بِطُهْرٍ، وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ».

۲۷۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا اور خیانت کے مال میں سے صدقہ قبول نہیں فرماتا۔“

۲۷۳- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ : حَدَّثَنَا أَبُو زُهَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : «لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهْرٍ، وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ».

۲۷۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ”اللہ تعالیٰ پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا اور خیانت کے مال میں سے صدقہ قبول نہیں فرماتا۔“

۲۷۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلٍ : حَدَّثَنَا الْخَلِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهْرٍ، وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ».

۲۷۴- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا اور خیانت کے مال میں سے صدقہ قبول نہیں فرماتا۔“

۲۷۲- أخرجه مسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، ح : ۲۲۴ من حديث سماك به .

۲۷۳- [صحيح] والسند ضعفه البوصيري، والحديث السابق شاهد له .

۲۷۴- [صحيح] قال البوصيري : " هذا إسناد ضعيف لضعف الخليل بن زكريا، انظر، ح : ۲۷۲ " .

(المعجم ۳) - بَابُ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ

باب: ۳- پاکیزگی، نماز کی کنجی ہے

الطَّهْوَرُ (التحفة ۳)

۲۷۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

وَكَيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ

ابْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ

أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مِفْتَاحُ

الصَّلَاةِ الطَّهْوَرُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ،

وَتَحْلِيلُهَا التَّنْسِيمُ».

۲۷۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: ”نماز کی کنجی پاکیزگی ہے اور نماز کی تحریم

(اس میں پابندیاں لگانے والی چیز) تکبیر ہے اور نماز کی

تحلیل (اس میں پابندیاں ختم کرنے والی چیز) سلام ہے۔“



306

🌞 فوائد و مسائل: ① جس طرح کنجی کے بغیر تالا نہیں کھلتا، اسی طرح حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہوئے

بغیر نماز میں داخل ہونا ممکن نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ طہارت نماز کے لیے شرط ہے۔ ② تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے

سے نماز کے منافی تمام امور ممنوع ہو جاتے ہیں اس لیے نماز میں داخل ہوتے وقت کبھی جانے والی پہلی تکبیر کو تکبیر

تحریمہ کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے نماز میں اس کی وہی حیثیت ہے جو حج میں ”احرام“ باندھنے کی ہے جس سے

حاجی پر کچھ پابندیاں لگ جاتی ہیں۔ ③ تکبیر تحریمہ سے لگنے والی پابندیاں اس وقت اٹھتی ہیں جب نمازی سلام

پھیر کر نماز سے فارغ ہوتا ہے، اس لیے اسے ”تحلیل“ کہا گیا ہے، یعنی جو چیزیں نماز میں حرام اور ممنوع تھیں اب

وہ حلال اور جائز ہو گئیں۔ ④ نماز میں داخل ہونے کا طریقہ تکبیر ہی ہے اس کے علاوہ کسی دوسرے کلمے سے یا کسی

دوسری زبان میں اللہ کا نام لے کر انسان نماز میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بعض علماء کا یہ موقف درست نہیں کہ اللہ کا نام کسی

طرح سے بھی لے لیا جائے نماز شروع ہو جاتی ہے خواہ ”اللہ اعظم“ کہا جائے یا ”اللہ اکبر“ وغیرہ۔ ⑤ بعض علماء کی

راے ہے کہ نمازی نماز کے باقی اعمال پورے کرنے کے بعد سلام کی بجائے کوئی ایسا عمل کر لے جو نماز کے منافی ہو تو

نماز مکمل ہو جاتی ہے جبکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے

سلام۔ اس کے متعلق احادیث (حدیث: ۹۱۳ تا ۹۱۷) آگے آئیں گی۔

۲۷۶- حَدَّثَنَا سُؤْيُدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا

عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، طَرِيفٌ

۲۷۶- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

نبی ﷺ نے فرمایا: ”نماز کی کنجی پاکیزگی ہے اور نماز کی

۲۷۵- [حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب فرض الوضوء، ح: ۶۱ من حديث وكيع به، وحسنه البغوي،
والنووي.۲۷۶- [حسن] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في تحريم الصلاة وتحليلها، ح: ۲۳۸، من حديث أبي
سفیان به، وحسنه، وانظر الحديث السابق فإنه شاهد له.

تحریم (اس میں پابندیاں لگانے والی چیز) تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل (اس میں پابندیاں ختم کرنے والی چیز) سلام ہے۔“

السَّعْدِيُّ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ السَّعْدِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ».

(المعجم ۴) - بَابُ الْمَحَافَظَةِ عَلَى

باب ۴- وضو کی حفاظت کرنا

الْوُضُوءِ (التحفة ۴)

۲۷۷- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”سیدی راہ پر قائم رہو اور تم (کما حقہ) قائم نہیں رہ سکو گے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت مومن ہی کرتا ہے۔“

۲۷۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اسْتَقِيمُوا وَلَكِنْ تَحْضُوا. وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ».

🌟 فوائد و مسائل: ① ”سیدی راہ پر قائم رہو“ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام پر قائم رہو، جیسے حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب رضی اللہ عنہما نے اپنی اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (البقرة: ۱۳۲/۲) ”تمہیں جب بھی موت آئے اسلام پر آئے۔“ دوسرا مطلب یہ ہے کہ افراط و تفریط سے بچ کر راہ اعتدال پر قائم رہو۔ نہ ذکر و عبادت سے بے پروائی کرو نہ خود پر اتنا بوجھ ڈال لو کہ اس پر کاربند رہنا دشوار ہو جائے۔ ② ﴿لَنْ تَحْضُوا﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص اس انداز سے نیکی کی راہ پر قائم نہیں رہ سکتا کہ اس سے کوئی غلطی اور کوتاہی سرزد نہ ہو نہ یہ ممکن ہے کہ ذکر و شکر اور عبادت کا حق ادا کر سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے: ﴿عَلِمَ أَنْ لَنْ تَحْضُوا﴾ (العزل: ۲۰/۴۳) ”اے معلوم ہے کہ تم پوری طرح نباہ نہ سکو گے۔“ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ﴿لَا أَحْصِي ثَنَاءَ عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَكُنْتُ عَلَى نَفْسِكَ﴾ (صحیح مسلم، الصلاة) باب ما يقال في الركوع والسجود؟، حدیث: ۴۸۶) ”(اے اللہ!) میں تیری پوری پوری تعریف نہیں کر سکتا تو

ایسے ہی ہے جیسے تو نے اپنی شان فرمائی۔“ ⑤ وضو کا قائم رہنا یا ٹوٹ جانا ایسی چیز ہے جس کا علم دوسروں کو عام طور پر نہیں ہوتا اور اس معاملے کو آسانی سے پوشیدہ رکھا جاسکتا ہے۔ اس کا اہتمام محض اسی یقین کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ دوسرے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ وضو کی حفاظت کا مطلب اولاً سردیوں اور گرمیوں میں پوری طرح اعضا کو دھونا ہے۔ ثانیاً وضو کرتے وقت اعضا کو توجہ سے دھونا کہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔ اور ثالثاً زیادہ سے زیادہ اوقات میں با وضو رہنا بھی ہو سکتا ہے اور یہ کام ایمان کی قوت کے بغیر انجام نہیں دیا جاسکتا۔ ⑥ ایمان ایک قلبی کیفیت ہے جس کا اظہار اعمال سے ہوتا ہے۔ اعمال میں اہم ترین عمل نماز ہے۔ فرضی نماز تو اتنا اہم عمل ہے کہ اسے کفر اور ایمان کے درمیان امتیاز کے لیے ایک علامت قرار دیا گیا ہے۔ متقین کی سب سے اہم صفت اور اخروی فلاح و کامیابی کے لیے اولین شرط نماز کو قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھیے سورۃ البقرہ: ۲۱۲-۵) نفل نماز کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ حضرت ربیع بن کعب السمی رضی اللہ عنہ نے جب نبی اکرم ﷺ سے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ وہ جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت چاہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس مقام کے حصول کا طریقہ بتایا اور فرمایا: [فَاعْبُدْنِي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ] (صحیح مسلم، الصلاة، باب فضل السجود والحث علیہ، حدیث: ۴۸۹) ”سجدوں کی کثرت کے ذریعے سے اپنے نفس کے خلاف میری مدد کرو۔“



۲۷۸- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اسْتَقِيمُوا وَلَكُمْ تَخْصُوا. وَاعْلَمُوا أَنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ».

۲۷۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي سَيْدٍ، عَنْ أَبِي حَفْصٍ الدَّمَشْقِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، يَرْفَعُ الْحَدِيثَ قَالَ: «اسْتَقِيمُوا، وَنِعَمًا إِنَّ اسْتَقَمْتُمْ،

۲۷۸- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سیدھی راہ پر قائم رہو اور تم (کما حقہ) قائم نہیں رہ سکو گے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارا افضل عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت مومن ہی کرتا ہے۔“

۲۷۹- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سیدھی راہ پر قائم رہو اور تمنا اچھا ہو اگر تم قائم رہ سکو اور تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت مومن ہی کرتا ہے۔“

وَحَزَنَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى
الْوُضُوءِ إِلَّا الْمُؤْمِنُ».

🌟 فائدہ: مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: ارواء الغلیل ۱۳۴/۲)

(المعجم ۵) - بَابُ الْوُضُوءِ شَطْرُ
الْإِيمَانِ (التحفة ۵)

باب ۵:- وضو نصف ایمان ہے

۲۸۰- حضرت ابو مالک اشعری رحمہ اللہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پورا (اچھی طرح) وضو کرنا نصف ایمان ہے اور الحمد للہ سے (اعمال کا) ترازو بھر جاتا ہے اور تسبیح و تکبیر سے آسمان اور زمین پر ہو جاتے ہیں نماز نور ہے، زکاۃ دلیل ہے، صبر روشنی ہے، قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف ایک حجت ہے، ہر شخص صبح کو اپنے آپ کو فروخت کرتا ہے، خود کو آزاد کر لیتا ہے یا تباہ کر لیتا ہے۔“

۲۸۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ
شَابُورٍ: أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ، عَنْ
أَخِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَلَامٍ، عَنْ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ
الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِسْبَاغُ
الْوُضُوءِ شَطْرُ الْإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ
الْمِيزَانَ، وَالتَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ مِلَّةُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُورٌ،
وَالزَّكَاةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ
حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو،
فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا، أَوْ مُوبِقُهَا».

🌟 فوائد و مسائل: ① [إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ] سے مراد وضو کرتے وقت اعضاء کو اس طرح دھونا ہے کہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔ اس مقصد کے لیے توجہ اور احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ خصوصاً جب پانی کم ہو یا سردی کی وجہ سے ٹھنڈا پانی استعمال کرنا دشوار ہو یا انسان جلدی میں ہو تو اعضاءے وضو پوری طرح نہیں دھوئے جاتے۔ ایسے مواقع پر وضو پوری طرح سنوار کر کرنا یقیناً ایمان کی علامت ہے۔ ② صحیح مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے: [الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ] (صحیح مسلم الطہارۃ باب فضل الوضوء، حدیث: ۲۲۳) ”پاکیزگی نصف ایمان ہے۔“

۲۸۰- [إسناده صحيح] أخرجه النسائي: ۵/۸، ح: ۲۴۳۷ من حديث محمد بن شعيب به (وأخوه زيد)، وأخرجه مسلم، ح: ۲۲۳ عن زيد أبي سلام عن أبي مالك الأشعري به.

اس میں وضو اور غسل کے علاوہ ظاہری نجاست سے جسم اور لباس کو پاک رکھنا بھی شامل ہے۔ ⑤ ”ترازو“ سے مراد اعمال کا وزن کرنے والی ترازو کا نیکیوں کا پلڑا ہے۔ [الْحَمْدُ لِلّٰہ] میں اللہ کی تعریف بھی ہے کہ وہ ان تمام صفات حمیدہ سے متصف ہے جو اس کی شان کے لائق ہیں بلکہ مخلوقات میں بھی جو قابل تعریف صفات پائی جاتی ہیں وہ اسی کی دی ہوئی اور اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اس لحاظ سے بھی اور ان صفات کی وجہ سے بھی وہی قابل تعریف قرار پاتا ہے۔ چونکہ یہ کلمہ [الْحَمْدُ لِلّٰہ] اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات کا اظہار ہے اس لیے اس کا مقام اس قدر بلند ہے کہ اگر پورے شعور و احساس کے ساتھ یہ لفظ ادا کیا جائے تو ایسا ہی نیکیوں کا پلڑا پر کرنے کے لیے کافی ہے۔ علاوہ ازیں [الْحَمْدُ لِلّٰہ] اللہ کے لیے شکر کا اظہار بھی ہے جس میں یہ اقرار بھی شامل ہے کہ ہر نعمت اللہ ہی سے ملی ہے اور یہ اس کا احسان اور فضل ہے ورنہ مخلوق ذاتی طور پر کسی نعمت کا استحقاق نہیں رکھتی حتیٰ کہ ہمارا وجود اور تخلیق بھی سراسر احسان اور فضل ہی ہے لہذا مخلوق کو فخر و تکبر کے بجائے شکر و امتنان ہی زیادہ ہے، اس لیے [الْحَمْدُ لِلّٰہ] کا لفظ اتنی عظمت کا حامل ہے کہ نیکیوں کے پلڑے کو پر کر دیتا ہے۔ ⑥ [سُبْحَانَ اللّٰہ] کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام اوصاف و افعال سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ اس طرح یہ لفظ تمام سبلی صفات کا جامع ہے جس طرح [الْحَمْدُ لِلّٰہ] تمام ایجابی اور اثباتی صفات کا جامع ہے۔ ان دونوں کے اجتماع سے اللہ تعالیٰ کی ہمہ پہلو صفات کا اقرار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ [سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ] اتنا عظیم الشان ذکر ہے کہ آسمان سے زمین تک سب کو محیط ہے کیونکہ تمام کائنات میں اللہ کی ان صفات مقدسہ ہی کی کار فرمائی اور انہی کا ظہور ہے۔ ⑦ نماز کو نور قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ گناہوں سے باز رکھتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت: ۲۵/۲۹) ”یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔“ جس طرح روشنی کی وجہ سے انسان اپنے فائدے اور نقصان کی چیزوں کو معلوم کر لیتا ہے اسی طرح نماز کی وجہ سے دل میں نیکیوں سے محبت اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ ⑧ زکاة دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شخص کے ایمان کا دعویٰ سچ ہے۔ اللہ کی راہ میں خلوص کے ساتھ مال خرچ کرنا بھی ممکن ہے اگر دل میں یہ یقین اور ایمان موجود ہو کہ آخرت میں اس کی جزا ملے گی۔ اسی طرح نقلی صدقات بھی قیامت کے دن نجات کا باعث بنیں گے۔ ⑨ صبر سے مراد اللہ کی اطاعت اور نیکی پر استقامت بھی ہے اور گناہ کی طرف دعوت دینے والے اسباب اور خواہشات کا مقابلہ کرتے ہوئے تقویٰ اختیار کرنا بھی اس کے علاوہ دنیا میں پیش آنے والے حادثات و مصائب کے موقع پر جزع و فزع سے پرہیز کرنا اور گناہ کی طرف راغب نہ ہونا بھی صبر میں شامل ہے۔ یہ وصف ایک روشنی کی طرح زندگی کے سفر میں ہر قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ بعض علماء نے صبر کی وضاحت روزہ سے کی ہے کیونکہ روزہ بھی گناہ کے جذبات کو مغلوب کر کے دل کو روشن کر دیتا ہے۔ ⑩ قرآن مجید اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، چنانچہ جو شخص اس کی تلاوت کرتا اور اس پر عمل کرتا ہے قرآن مجید قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا۔ جو شخص اس کی پروا نہیں کرے گا اور عمل نہیں کرے گا قرآن مجید اس کے خلاف گواہی دے گا۔ قرآن مجید کی بعض سورتوں کے، مثلاً: سورہ بقرہ اور آل

عمران کے بارے میں بھی وارد ہے کہ وہ پڑھنے والے کے حق میں گواہی دیں گی اور شفاعت کریں گی۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن و سورة البقرة، حدیث: ۸۰۳) ① انسان کی نجات کا دار و مدار اس کے عملوں پر ہے۔ اس کو حدیث میں ایک مثال کے ذریعے سے واضح کیا گیا ہے۔ ہر شخص کے سامنے صبح کے وقت دونوں راستے کھلے ہوتے ہیں نیکی کا بھی اور برائی کا بھی۔ اور یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ خود کو اس دن کے لیے اللہ کے ہاتھ فروخت کرتا ہے یا شیطان کے ہاتھ۔ جس نے اللہ کی اطاعت اختیار کر لی اور اس کی پسند کے نیک اعمال کیے اس نے نجات حاصل کر لی اور جس نے اپنی لگام شیطان کے ہاتھ میں دے دی اور اس کی پسند کے کام کرتا رہا اس نے خود کو تباہ کر لیا۔

(المعجم ۶) - [بَابُ] ثَوَابِ الطُّهُورِ

باب ۶: طہارت کا ثواب

(التحفة ۶)

۲۸۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ التَّوَضُّؤَ، ثُمَّ أَمَى الْمَسْجِدَ لَا يَنْهَرُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ».

۲۸۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص جب وضو کرتا ہے اور اچھی طرح (خوب سنوار کر) وضو کرتا ہے پھر مسجد میں آتا ہے اسے نماز کے علاوہ کوئی اور مقصد گھر سے نہیں نکالتا“ (ایسا شخص) جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔ (اسے مسلسل یہ ثواب ملتا رہتا ہے) حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① وضو کرتے ہوئے اچھی طرح سنوار کر وضو کرنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ ② بعض اوقات انسان مسجد میں آتا ہے تو اس کا مقصد کسی آدمی سے ملاقات کرنا یا کوئی اور ضرورت پوری کرنا ہوتا ہے مگر ساتھ نماز بھی پڑھ لیتا ہے۔ اس صورت میں نماز کے ثواب میں کمی نہیں آتی لیکن جب صرف نماز کے لیے گھر سے نکلے کوئی اور مقصد نہ ہو تو ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ ③ نماز اتنا عظیم عمل ہے کہ اس کے لیے مسجد میں آنے کا اس قدر ثواب ہے تو خود نماز اگر پورے آداب و شروط کا خیال رکھتے ہوئے پڑھی جائے تو کتنی رحمتیں اور برکتیں حاصل ہوں گی اور یہ نماز کس قدر بلندی درجات کا باعث ہوگی! ④ اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ اس نے بظاہر معمولی نظر آنے والے اعمال کے لیے بہت زیادہ اجر و ثواب مقرر کر رکھا ہے، پھر بھی اگر انسان جہنم سے چھکارا پا کر جنت حاصل نہ کر سکے تو یہ حقیقتاً

انسان کی بہت بڑی کوتاہی ہے۔ ⑤ مسجد کی بجائے اپنے گھر، دفتر اور دکان وغیرہ سے وضو کر کے مسجد میں آنے کا ثواب زیادہ ہے۔

۲۸۲- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الصَّنَابِجِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ فِيهِ وَأَنْفِهِ، فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ وَجْهِهِ، حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَشْفَارِ عَيْنَيْهِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ يَدَيْهِ، فَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ رَأْسِهِ، حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ أُذُنَيْهِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ رِجْلَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ رِجْلَيْهِ، وَكَانَتْ صَلَاتُهُ، وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً».

۲۸۲- حضرت عبداللہ صابجی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص وضو کرتا ہے اور (وضو کرتے ہوئے) کلی کرتا اور ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کے منہ اور ناک سے گناہ نکل جاتے ہیں پھر جب چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی آنکھوں کے پپٹوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے گناہ نکل جاتے ہیں پھر جب سر مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ کانوں میں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر اس کی نماز اور اس کا مسجد کی طرف چل کر جانا مزید (درجات میں بلندی کا باعث) ہوتا ہے۔“



🌞 فوائد و مسائل: ① جسم سے گناہوں کے نکل جانے کا مطلب گناہوں کی معافی ہے۔ ② وضو سے معاف ہونے والے گناہ صغیرہ گناہ ہیں۔ کبیرہ گناہ صرف توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا پھر اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے معاف کر دے۔ اس کے علاوہ اگر گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو معافی کے لیے ان حقوق کی ادائیگی ضروری ہے یا صاحب حقوق معاف کر دے۔ ③ پپٹوں اور ناخنوں سے گناہوں کے نکل جانے کا مطلب تمام گناہوں کی معافی ہے۔ گناہوں کو ظاہری میل پچیل سے تشبیہ دی گئی ہے، جسم کے بعض حصوں سے میل پچیل دور کرنے کے لیے زیادہ توجہ کی ضرورت ہوتی ہے جب یہ بھی صاف ہو گئے تو باقی جسم یقیناً صاف ستھرا ہو چکا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وضو سے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں کوئی باقی نہیں رہتا۔ واللہ اعلم

۲۸۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ يَدَيْهِ، فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَّتْ خَطَايَاهُ مِنْ وَجْهِهِ، فَإِذَا غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَّتْ خَطَايَاهُ مِنْ ذِرَاعَيْهِ وَرَأْسِهِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَّتْ خَطَايَاهُ مِنْ رِجْلَيْهِ».

۲۸۳- حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے گناہ گر جاتے ہیں۔ پھر جب اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے گناہ گر جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے بازو دھوتا ہے اور اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے بازوؤں اور سر سے گناہ گر جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے گناہ گر جاتے ہیں۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① ”گر جانے“ سے مراد گناہوں کی معافی ہے۔ جس طرح پانی کے ساتھ ظاہری میل کچیل دور ہو جاتا ہے اسی طرح وضو کے ساتھ باطنی میل کچیل (گناہوں) سے صفائی ہو جاتی ہے۔ ② ہاتھوں کے گناہوں سے مراد وہ غلطیاں اور کوتاہیاں ہیں جن کا تعلق ہاتھوں سے ہے۔ اسی طرح چہرے کے گناہوں سے مراد نامناسب الفاظ کی ادائیگی یا ایسی بات سننا جس کا سننا درست نہیں یا ایسی چیز کی طرف دیکھنا جسے دیکھنا جائز نہیں اور اس طرح کے دیگر اعمال ہیں۔ اگر وہ معمولی کوتاہی ہے تو صغیرہ گناہ ہے جو وضو سے معاف ہو جائے گا۔ اگر جان بوجھ کر اہتمام سے کیا ہوا عمل ہے تو کبیرہ گناہ ہے جس کے لیے توبہ کی ضرورت ہے۔

۲۸۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زُرِّ بْنِ حُبَيْشٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ

۲۸۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا (پوچھا) گیا: آپ نے اپنی امت کے جن افراد کو نہیں دیکھا، انھیں (قیامت کے دن) کس طرح پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ وضو کے نشانات سے پہچانیں، چسکبرے ہوں گے۔“

۲۸۴ [حسن] أخرجه أحمد: ۱۱۴/۴ عن محمد بن جعفر غندر به مطولاً * يزيد مجهول، وشيخه ضعيف (تقريب)، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق: ۲۸۲.

۲۸۴ [إسناده حسن] أخرجه الطيالسي في مسنده، ح: ۱۵۲ عن هشام بن عبد الملك به، وصححه ابن حبان، ح: ۱۶۶، وحسنه البوصيري.

لَمْ تَرَ مِنْ أَمْتِكَ؟ قَالَ: «غُرٌّ مُحَجَّلُونَ،
بُلُقٌ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ».

قال أبو الحسن الفطّان: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: امام ابن ماجہ کے شاگرد ابوحسن قطان نے ابوحاتم
حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ. کے واسطے سے بھی مذکورہ روایت کی مثل بیان کیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① [غُرٌّ] غُرٌّ کی جمع ہے جس سے مراد وہ جانور (گھوڑا وغیرہ) ہوتا ہے جس کی پیشانی سفید
ہو اور [مُحَجَّل] وہ جانور ہوتا ہے جس کی ٹانگیں سفید ہوں۔ [بُلُقٌ] بُلُقٌ کی جمع ہے، یعنی وہ گھوڑا جو کچھ سیاہ اور کچھ
سفید ہو۔ اس قسم کا گھوڑا سیاہ گھوڑوں میں ممتاز ہوتا ہے اور دور سے پہچانا جاتا ہے۔ ② اس سے امت محمدیہ کا شرف
ظاہر ہوتا ہے کیونکہ وضو کے اثر سے اعضائے وضو کا نورانی ہونا اس امت کا خاص امتیاز ہے۔ ③ اعضاء کا نورانی
ہونا وضو کا اثر فرمایا گیا ہے۔ گویا بے نماز مسلمان اس امتیازی شرف سے محروم ہوں گے اور وہ غیر مسلموں سے ممتاز
نہیں ہو سکیں گے۔ اس سے بڑھ کر بد نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ امتی ہونے کا دعویٰ رکھنے والے کسی شخص کو
پہچاننے سے انکار کر دیں؟

۲۸۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا
الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ:
حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنِي شَقِيقُ
ابْنِ سَلَمَةَ: حَدَّثَنِي حُمْرَانُ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ
عَفَّانَ قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَاعِدًا فِي
الْمَقَاعِدِ، فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ قَالَ:
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي مَقْعَدِي هَذَا تَوَضَّأَ
مِثْلَ وَضُوءِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ
وَضُوءِي هَذَا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» وَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «وَلَا تَغْتَرُّوا».

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ہشام بن عمار کے واسطے سے

۲۸۵- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ۶۶/۱ من طريق الأوزاعي به بالطريق الأول، والثاني أيضا صحيح،
وللحديث طرق كثيرة عن حمران به.

ابْنُ حَبِيبٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي
يَحْيَى: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنِي
عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ: حَدَّثَنِي حُمْرَانُ، عَنْ
عُثْمَانَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

🌟 فوائد و مسائل: ① [مقائد] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس یا مسجد کے پاس ایک جگہ تھی جہاں لوگ فارغ اوقات میں مل بیٹھتے تھے۔ ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کو یاد رکھتے تھے ان کے مطابق عمل کرتے اور دوسروں کو اسی طرح کر کے دکھاتے تھے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائیں۔ ③ تعلیم کا ایک مؤثر طریقہ یہ بھی ہے کہ استاد خود کام کر کے دکھائے تاکہ شاگرد اسے دیکھ کر اس کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔ خصوصاً وضو نماز، حج، عمرہ وغیرہ جیسے عملی مسائل میں یہ طریقہ بہت مفید ہے۔ ④ ”مغرور نہ ہونا“ یا ”دھوکا نہ کھانا“ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایک عمل کا اتنا زیادہ ثواب دیکھ کر نیکی کے دوسرے اعمال میں کوتاہی نہ کرے۔ یا یہ سوچ کر گناہوں کی جرأت نہ کرے کہ کوئی بات نہیں وضو سے معاف ہو ہی جائیں گے۔ یہ بے خوفی خود ایک گناہ اور دھوکا ہے۔ یا کوئی شخص یہ سوچ کر مغرور نہ کرے کہ میرے سب گناہ معاف ہو چکے ہیں اور میں بالکل پاک باز اور پاک دامن ہوں۔

باب: ۷- مسواک کا بیان

(المعجم ۷) - بَابُ السَّوَاكِ (التحفة ۷)

۲۸۶- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے تھے تو مسواک کے ساتھ اپنا منہ صاف کرتے تھے۔

۲۸۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبِي، عَنْ
الْأَعْمَشِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ:
حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ وَ
حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ:
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ
يَتَهَجَّدُ يَتَوَضَّأُ فَاهُ بِالسَّوَاكِ.

🌟 فوائد و مسائل: ① اسلام میں طہارت اور پاکیزگی کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے، اس لیے عبادت کے موقع پر ظاہری صفائی کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ وضو کے ساتھ ساتھ ظاہری صفائی کا ایک ذریعہ مسواک بھی ہے جس کے

بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بہت تاکید فرمائی ہے۔ ① منہ اور زبان اللہ کے ذکر کا ذریعہ ہیں، لہذا اللہ کا نام لینے کے لیے ان کی صفائی کا اہتمام ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کے لیے وضو کو شرط قرار دیا گیا ہے جس میں منہ کی صفائی کرنے والی دو چیزیں شامل ہیں، یعنی کھلی اور مسواک۔ ② نیند کی وجہ سے منہ میں ایک بو پیدا ہو جاتی ہے جس کے ازالے کے لیے بیدار ہونے پر منہ کی صفائی اور مسواک کی ضرورت ہے، خواہ یہ بیداری نفل نماز (تہجد) کے لیے ہو یا فرض نماز (فجر) کے لیے۔

۲۸۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۲۸۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔“

عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ».



🌞 فوائد و مسائل: ① مشقت میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ اس حکم پر عمل کرنا امت کے لیے دشوار ہوگا کیونکہ ایسے مواقع پیش آ سکتے ہیں جب مسواک موجود نہ ہو یا آسانی سے دستیاب نہ ہو تو لوگوں کے لیے مشکل بن جائے گی۔ ② حکم دینے کا مطلب ہے ضروری قرار دے دینا کیونکہ استہانی حکم تو اب بھی موجود ہے لیکن واجب نہیں کہ اس کے بغیر وضو ہی نہ ہو۔ ③ رسول اللہ ﷺ امت کے حق میں انتہائی شفیق تھے، اس لیے آپ نے حسب امکان مشکل احکام نہیں دیے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعائیں کرتے رہے کہ مشکل احکام میں نرمی کی جائے جیسا کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بار بار درخواست فرما کر پچاس نمازوں کے حکم میں تخفیف کروائی۔ ④ شریعت محمدیہ کی یہ خوبی ہے کہ اس میں آسانیاں بہم پہنچائی گئی ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی: [إِنِّي أُرْسِلْتُ بِحَنِيفِيَّةٍ سَمْحَةٍ] (مسند احمد: ۱۱۶/۶) ”بلاشبہ مجھے آسان دین دے کر بھیجا گیا ہے۔“ تاہم آسانی کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی حکم ایسا نہیں جو نفس پر شاق ہو۔ کیونکہ نفس امارہ تو ہر نیکی سے بدکتا اور ہر گناہ کی طرف بھاگتا ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ شریعت کے جس حکم پر عمل نہیں کرنا چاہتے اس کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ مجبوری ہے اور دین میں تنگی نہیں۔ یہ طرز عمل درست نہیں کیونکہ یہ شریعت کی پیروی نہیں اپنے نفس کی پیروی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَفْتَوْنُوْهُمْ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُوْنَ بَعْضُ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ (البقرة: ۸۵/۸۴)

”کیا تم کچھ کتاب پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کا انکار کر دیتے ہو؟ تم میں سے جو کوئی ایسا کام کرے اس کا بدلہ دنیا کی زندگی میں رسوا کی ہے اور آخرت میں انھیں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیا جائے گا۔“ ⑤ ”ہر نماز کے وقت“ ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ اگر وضو سے پہلے مسواک نہیں کی گئی لیکن نماز شروع کرتے وقت مسواک کر لی ہے تو پھر بھی درست ہے۔ ⑥ اس روایت سے ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

۲۸۸- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ : حَدَّثَنَا عَثَامُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ ابْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ رَكَعَتَيْنِ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ قِبَسَاتِكَ.

۲۸۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ رات کو دو رکعت نماز پڑھتے رہتے تھے، پھر (ہر دو رکعت سے) فارغ ہو کر مسواک کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ دیگر محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند إمام أحمد: ۳/۳۷۲- حدیث: ۱۸۸۲) وصحیح الترغیب للآلبانی، حدیث: ۴۰۸، وصحیح ابی داود للآلبانی، حدیث: ۵۲، الہذا مذکورہ حدیث دیگر شواہد کی بنا پر قابل حجت ہے۔ ② نماز تہجد میں رسول اللہ ﷺ کا اکثر عمل یہی تھا کہ دو دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔ اور وتر سمیت گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری، الوتر، باب ماجاء فی الوتر، حدیث: ۹۹۲ والنہجد، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ، حدیث: ۱۱۳۷) ③ پہلے بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز تہجد کے لیے تیاری کے وقت بھی مسواک کرتے تھے۔ (دیکھیے حدیث: ۲۸۶) یہاں ذکر ہے کہ تہجد کی ہر دو رکعتوں سے فارغ ہو کر بھی مسواک کرتے تھے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے (جیسا کہ بعض حضرات نے اس کی تصحیح کی ہے) تو ممکن ہے کہ کبھی کبھار اس طرح کرتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

۲۸۹- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ

۲۸۹- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسواک کیا کرو کیونکہ مسواک منہ صاف

۲۸۸- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۱/۲۱۸ عن عثام بن عمار، والنسائي في الكبرى، وصححه الحاكم: ۱/۱۴۵، والذهبي * سليمان الأعمش عن، تقدم، ح: ۱۷۸، وسياقي، ح: ۱۳۲۱.

۲۸۹- [إسناده ضعيف] أخرجه الطبراني في الكبير: ۸/۲۶۲، ح: ۷۸۷۶ من حديث عثمان بن أبي العاتكة، به، وانظر، ح: ۲۲۸.

أَبِي الْعَايِكَةَ، عَنْ عَلِيٍّ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «تَسَوَّكُوا، فَإِنَّ السَّوَاكَ مَطَهْرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاءٌ لِلرَّبِّ، مَا جَاءَنِي جِبْرِيلُ إِلَّا أَوْصَانِي بِالسَّوَاكِ، حَتَّى لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يُفَرِّصَ عَلَيَّ وَعَلَى أُمَّتِي، وَلَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَفَرَضْتُهُ لَهُمْ، وَإِنِّي لَأَسْتَاكُ حَتَّى لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ أَحْفِيَ مَقَادِمَ فَمِي».

کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والی ہے۔ جبریل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آئے مسواک کی تاکید ضرور کی حتیٰ کہ مجھے خوف محسوس ہوا کہ مجھ پر اور میری امت پر وہ (مسواک) فرض کر دی جائے گی۔ اور اگر مجھے امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں اسے ان پر فرض کر دیتا۔ میں تو اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ منہ کا اگلا حصہ چھیل ڈالوں گا۔“

۲۹۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ الْمُقْدَامِ بْنِ شُرَيْحِ بْنِ هَانِيءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ: قُلْتُ: أَخْبِرْنِي، بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَبْدَأُ إِذَا دَخَلَ عَلَيْكَ؟ قَالَتْ: كَانَ إِذَا دَخَلَ يَبْدَأُ بِالسَّوَاكِ.

۲۹۰- حضرت شریح بن ابی شیبہ سے روایت ہے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: مجھے یہ بتائیے کہ رسول اللہ ﷺ جب (باہر سے) آپ کے پاس آتے تو سب سے پہلے کیا کرتے تھے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی ﷺ جب گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے تھے۔



🌞 نوافل و مسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نماز کے اوقات کے علاوہ بھی مسواک کا اہتمام فرماتے تھے۔ ② بعض فقہاء نے کچھ ایسی شرطیں لگائی ہیں جو کسی دلیل سے ثابت نہیں، مثلاً: مسواک کا ایک بالشت ہونا یا پانی کے بغیر مسواک نہ کرنا وغیرہ۔

۲۹۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا بَحْرُ بْنُ [كَنِيزٍ]، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَاجٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ:

۲۹۱- حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: تمھارے منہ قرآن کے راستے ہیں لہذا انھیں مسواک کے ذریعے سے پاک صاف رکھا کرو۔

إِنَّ أَفْوَاهَكُمْ طُرُقُ الْقُرْآنِ، فَطَيَّبُوهَا
بِالسَّوَالِكِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ حدیث موقوف ہے یعنی صحابی کا قول ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نہیں، تاہم مسواک کی فضیلت و اہمیت مرفوع احادیث سے ثابت ہے ② ”تمہارے منہ قرآن کے راستے ہیں“ کا مطلب ایک دوسری روایت کی زد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے آکر کھڑا ہو جاتا ہے اور قرآن سنتا ہے حتیٰ کہ قرآن سنتے سنتے اس کے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ فرشتہ اپنا منہ پڑھنے والے کے منہ پر رکھ دیتا ہے پھر پڑھنے والا جو آیت بھی پڑھتا ہے تو وہ فرشتے کے اندر چلی جاتی ہے، اسی لیے فرمایا کہ قرآن پڑھتے وقت منہ کو صاف رکھو۔ (الصحيحۃ، حدیث: ۱۲۱۳) اسی روایت کی بنیاد پر شیخ البانی نے اس کی تصحیح بھی کی ہے۔ بہر حال قرآن مجید کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ منہ کو پاک صاف رکھا جائے۔ ③ منہ کو پاک صاف رکھنے کا تقاضا یہ بھی ہے کہ بدبودار اشیاء سے پرہیز کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ پیاز وغیرہ سے پرہیز فرماتے تھے حالانکہ وہ حرام نہیں، اس لیے منشیات سے بدرجہ اولیٰ پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ وہ حرام بھی ہیں اور بدبودار بھی۔ سگریٹ اور تمباکو وغیرہ بھی سخت بدبودار اشیاء ہیں اور ان میں کوئی فائدہ بھی نہیں جب کہ نقصانات بے شمار ہیں، اس لیے ان کا استعمال ”بے جمال ضائع کرنے“ کے تحت آتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَبْذُرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾ (بنی اسرائیل: ۲۷/۲۸) ”اور بے جا خرچ نہ کر۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا برا بیٹا شکر ہے۔“ اسی طرح گالی گلوچ، فحش کلامی، جھوٹ، فریب اور اس طرح کے دوسرے اعمال سے بھی منہ کو پاک رکھنا ضروری ہے۔

باب ۸- امور فطرت کا بیان

(المعجم ۸) - بَابُ الْفِطْرَةِ (التحفة ۸)

۲۹۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فطرت پانچ چیزیں ہیں یا فرمایا: پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: ختنہ (زیر ناف بالوں کی صفائی کے لیے) لوہے کی چیز استعمال کرنا ناخن تراشنا بغلوں کے بال اکھاڑنا اور مونچھیں کاٹنا۔“

۲۹۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْفِطْرَةُ خَمْسٌ، أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: الْخِتَانُ، وَالْإِسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيمُ الْأَطْفَارِ، وَتَنْفُ



فوائد ومسائل: ① ”فطرت“ اس سے مراد دین فطرت کے وہ امور ہیں جو تمام انبیائے کرام کی سنت ہیں اور تمام انبیاء کی شریعتوں میں ان پر عمل ہوتا رہا ہے۔ اس سے ان اعمال کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ ان پانچوں کا تعلق انسان کی ظاہری صفائی سے ہے اور جب شریعت ان کا حکم دے تو حکم کی تعمیل سے باطنی طہارت میں بھی اضافہ ہوگا۔

② ”ختہ“ اس سے مراد ہے مرد کے عضو خاص سے ابتدائی حصہ پر موجود پردے کو کاٹ دینا حتیٰ کہ خشفہ (عضو کا ابتدائی حصہ) ظاہر ہو جائے۔ طبی نقطہ نظر سے بھی یہ عمل بہت مفید ہے کیونکہ اس پردے کے اندر میل کچیل جمع ہونے سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کی صفائی پر عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی۔ اس کے علاوہ اس کے اندر پیشاب کے قطرات رہ جاتے ہیں جن کی وجہ سے جسم اور کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں۔ بائیل میں بھی ختہ کو ایک دائمی شرعی حکم قرار دیا گیا ہے جو کبھی منسوخ نہیں ہوگا۔ (دیکھیے: کتاب پیدائش باب: ۱۷ فقرات: ۱۳ تا ۱۹) اسی لیے یہودی ختہ کرتے ہیں۔ عہد جدید کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ختہ کیا گیا تھا۔ (دیکھیے: انجیل لوقا باب: ۲۰ فقرہ: ۲۱) ③ ”استحاضہ“ (لوہا استعمال کرنا) اس سے مراد اعضائے مخصوصہ کے ارد گرد اُگے ہوئے بالوں کو دور کرنا ہے، خواہ لوہے کی بنی ہوئی کسی چیز (استرے وغیرہ) سے ہو یا اس مقصد کے لیے تیار شدہ پاؤڈر یا کریم وغیرہ سے ہو۔

④ بغلوں کے بال اکھاڑنا ہی مسنون ہے۔ اکھاڑنے کے بعد دوبارہ صفائی کی ضرورت کافی دیر کے بعد ہوتی ہے البتہ مونڈنے سے بھی صفائی کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ ⑤ ناخن بڑھ جائیں تو ان میں میل کچیل جمع ہو جاتا ہے، اس لیے صفائی کا تقاضا بھی ہے کہ انھیں کاٹ دیا جائے۔ فیشن کے طور پر ناخن بڑھالینا خلاف فطرت بھی ہے اور ان کے ٹوٹنے کا خطرہ بھی رہتا ہے جس سے نقصان اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نیز ناخن کاٹنے سے انسان اور حیوان میں قدرتی فرق برقرار رہتا ہے۔ ⑥ مونچھیں بڑھانا عجمی غیر مسلموں کا رواج تھا۔ ان کو دیکھ کر عربوں نے بھی یہ طریقہ اختیار کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں کاٹنے اور خوب پست کرنے کا حکم دیا۔ یہ پانچوں امور نظافت و طہارت سے تعلق رکھتے ہیں اور نظافت و طہارت تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں مطلوب اور مستحسن رہی ہے۔ میلا کچیل یا ناپاک رہنا غیر مسلموں، مثلاً: ہندو جو گیوں یا عیسائی راہبوں کا طریقہ ہے اور ان کی خود ساختہ پابندیاں ہیں جن کا کسی آسمانی شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ ⑦ صفائی اور طہارت کے ان تمام افعال میں دائیں جانب سے شروع کرنا مسنون ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”نبی اکرم ﷺ جو تپہننے میں، کنگھی کرنے میں پاکیزگی حاصل کرنے میں (وضو اور غسل میں) اور ہر کام میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے۔“ (صحیح البخاری، الوضوء باب التیمن فی الوضوء والغسل، حدیث: ۱۶۸، وصحیح مسلم، الطہارۃ، باب التیمن فی الطہور وغیرہ حدیث: ۲۶۸)



۲۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ ، عَنْ [ابن] الزُّبَيْرِ ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ : قَصُّ الشَّارِبِ ، وَإِعْفَاءُ اللَّحْيَةِ ، وَالسَّوَاكِ ، وَالِاسْتِنْشَاقُ بِالْمَاءِ ، وَقَصُّ الْأُظْفَارِ ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ ، وَتَنْفُ الْإِيطِ ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ» يَغْنِي : الْاسْتِنْجَاء .

۲۹۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دس چیزیں فطرت سے ہیں: مونچھیں کاٹنا، ڈاڑھی بڑھانا، سواک کرنا، (دوران وضو) ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، بغلوں کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال مونڈنا اور پانی استعمال کرنا یعنی استنجاء کرنا۔“

قَالَ زَكَرِيَّا : قَالَ مُصْعَبٌ : وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ . إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمُضْمَضَةُ . (حدیث کے ایک راوی) حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے (حدیث روایت کرتے ہوئے) فرمایا: میں دسویں چیز بھول گیا ہوں شاید کیل کرنا ہو۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ڈاڑھی بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ اسے کاٹنا نہ جائے جس طرح مونچھوں کے بال کاٹ دیے جاتے ہیں۔ ڈاڑھی منڈانا حرام ہے اور منڈانے والا فاسق ہے کیونکہ وہ ان احادیث کی مخالفت کرتا ہے جن میں ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ، وَوَقِّرُوا اللَّيْحَى وَأَخْفُوا الشَّوَارِبَ] (صحیح البخاری، اللباس، باب تقلیم الأظفار، حدیث: ۵۸۹۳، و صحیح مسلم، الطہارۃ، باب حصال الفطرۃ، حدیث: ۲۵۹) ”مشرکوں کی مخالفت کر دو ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کتر او“ اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: [جَزُوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللَّيْحَى، وَخَالِفُوا الْمُجُوسَ] (صحیح مسلم، الطہارۃ، باب حصال الفطرۃ، حدیث: ۲۶۰) ”مونچھوں کو کتر او“ ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور بوجیوں کی مخالفت کرو۔“ ڈاڑھی منڈانے پر اصرار کرنا کبیرہ گناہ ہے جو شخص منڈائے اسے نصیحت کرنا اور ڈاڑھی منڈانے سے منع کرنا واجب ہے اگر ایسا کوئی شخص قیادت یا کسی دینی مرکز میں ہو تو اسے اور بھی زیادہ تاکید کے ساتھ سمجھانا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں مونچھوں کی کاٹ تراش کے لیے دو لفظ استعمال ہوئے ہیں ایک ہے ”اِحْفَاءُ“ جس کے معنی خوب اچھی

طرح موٹے ناہیں اور دوسرا ہے ”قص“ جس کے معنی قچی وغیرہ سے کاٹنے کے ہیں لہذا اس مسئلہ میں شرعاً دونوں طرح اختیار ہے لہذا ہماری رائے میں یہ کہنا جائز نہیں کہ موٹوں کو خوب اچھی طرح موٹے یا مثلہ یا بدعت ہے کیونکہ ایسا کہنا مذکورہ نص کے خلاف ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت صحیح کی موجودگی میں کسی کے قول کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔
 ⑤ انگلیوں کے جوڑوں میں میل پکیل جمع ہو جاتا ہے اس لیے وضو اور غسل کے موقع پر ان مقامات کو زیادہ توجہ سے صاف کرنا چاہیے اسی طرح جسم کے وہ حصے جہاں میل پکیل جمع ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے غسل کے دوران میں ان کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے ویسے بھی اگر ان مقامات کی طرف توجہ نہ دی جائے تو بعض اوقات وہاں پانی نہیں پہنچ پاتا اور غسل نہیں ہوتا۔

۲۹۴- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ چیزیں فطرت سے ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، مونچھیں کاٹنا، ناخن کاٹنا، بگلوں کے بال اکھاڑنا، (زیر ناف صفائی کے لیے) لوہے کی چیز استعمال کرنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، چھینے مارنا اور غنہ کرنا۔“

۲۹۴- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مِنَ الْفِطْرَةِ الْمَمْضُضَةُ وَالِاسْتِنْشَاقُ وَالسَّوَاكُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَتَنْفُثُ الْإِبِطِ وَالِاسْتِحْدَادُ وَغَسْلُ الْبُرْجَمِ وَالِانْتِصَاحُ وَالِاخْتِنَانُ».

امام ابن ماجہ نے یہ روایت حماد بن سلمہ کے دوسرے شاگرد عفان بن مسلم کی سند سے بھی اسی طرح بیان کی ہے۔

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَمْرٍ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، مِثْلَهُ.

🌞 فائدہ: ”چھینے مارنا“ یعنی وضو کے بعد ازار پر پانی کے چھینے ڈالنا۔ اس کی حکمت بظاہر عدم طہارت کے دوسوے کا ازالہ ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ روایت صحیح روایات کے ہم معنی ہے اس لیے بعض محققین نے اسے حسن یا صحیح الثمرہ قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (الموسوعة الحديثية: ۲۶۸/۳۰)

۲۹۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۲۹۵- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هَلَالٍ

الصَّوْافُ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: وَقْتُ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، وَتَنْفِ الْإِطِ وَتَقْلِيمِ الْأَطْفَارِ أَنْ لَا تَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً.

کہ انھوں نے فرمایا: مونچھیں کاٹنے، زیر ناف بال مونڈنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور ناخن کاٹنے کے لیے ہمارے لیے یہ حد مقرر کی گئی ہے کہ انھیں چالیس راتوں سے زیادہ نہ چھوڑیں۔“

🌞 فائدہ: جب بھی ضرورت محسوس ہو یہ اعمال انجام دے لینے چاہئیں لیکن اگر دیر بھی ہو جائے تو چالیس دن سے زیادہ تاخیر نہیں ہونی چاہیے ورنہ گناہ گار ہوگا۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ چالیس دن سے پہلے صفائی ہی نہ کی جائے۔

(المعجم ۹) - بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ (التحفة ۹)

باب: ۹- بیت الخلاء میں جاتے وقت آدمی کیا کہے؟

۲۹۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ ابْنِ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ هَذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضَرَةٌ، فَإِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ» [الے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک چیزوں سے۔“

۲۹۶- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ بیت الخلاء (شیطانوں کے) حاضر ہونے کی جگہیں ہیں۔ چنانچہ جب تم میں سے کوئی (بیت الخلاء میں) داخل ہو تو اسے یوں کہنا چاہیے: [اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ] ”اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک چیزوں سے۔“

حَدَّثَنَا جَمِيلُ بْنُ الْحَسَنِ الْعَتَكِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: [حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا عَبْدُهُ. قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے یہی روایت اپنے دوسرے دو اساتذہ جمیل بن حسن عتکی اور ہارون بن اسحاق کی سندوں سے بھی یہ روایت اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے۔

عَوْفُ الشَّيْطَانِي، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

🌞 فوائد و مسائل: ① ناپاک مذکر و مؤنث جنوں سے مراد شیطان جنات ہیں جو محض شرارت کے طور پر انسانوں کو تنگ کر کے خوش ہوتے ہیں۔ ② شیاطین اپنی ناپاک فطرت کی وجہ سے ناپاک مقامات ہی کو پسند کرتے ہیں اس لیے بیت الخلاء میں ان کا آنا جانا ہوتا ہے۔ ③ شیطان اس جگہ اس لیے بھی آتے ہیں کہ ہر انسان طبعی طور پر وہاں جانے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور وہاں وہ اللہ کا ذکر بھی نہیں کر سکتا اس لیے وہاں شیطان انسان کے دل میں ہر قسم کے غلط سلط خیالات اور دوسوے آسانی سے ڈال سکتا ہے۔ ④ شیطان کے اس شر سے بچنے کے لیے مذکورہ بالا دعا ایک آسان طریقہ ہے۔ اس کی برکت سے وہ ہمیں نہ جسمانی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ گندے خیال کے ذریعے سے پریشان کر سکتا ہے۔ ⑤ مذکورہ بالا دعائیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے پڑھنی چاہیے جیسے کہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں صراحت ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، الوضوء، باب ما یقول عند الخلاء، حدیث: ۱۳۲) کیونکہ اس مقام پر زبان سے اللہ کا ذکر کرنا ادب کے منافی ہے۔ اگر کسی میدان وغیرہ میں قضاء حاجت کے لیے جائے تو کپڑے کھولنے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

۲۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ: ۲۹۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بنی آدم (انسانوں) کے پر دے کے اعضاء اور جنوں کی نظروں کے درمیان یہ چیز پردہ بن جاتی ہے کہ جب کوئی بیت الخلاء میں داخل ہو تو یسبح اللہ کہے۔“
حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ تَبِيبٍ بْنِ سَلْمَانَ: حَدَّثَنَا خَلَادُ الصَّفَّارُ، عَنِ الْحَكَمِ النَّصْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «سَبِّحْ مَا بَيْنَ الْجَنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ، إِذَا دَخَلَ الْكَيْفَ، أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللَّهِ».

🌞 فوائد و مسائل: ① اس روایت کی صحت وضعف میں اختلاف ہے۔ ہمارے فاضل محقق شیخ علی زئی اور سنن ابن ماجہ کے ایک دوسرے معروف محقق ڈاکٹر بشار عواد کے نزدیک یہ ضعیف اور احمد شاہ کرمری اور شیخ المانی رحمہما کے نزدیک صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ، تحقیق الدكتور بشار عواد) ② مذکورہ بالا دعا کے ساتھ ”بسم اللہ“ بھی کہنا چاہیے یا پہلے ”بسم اللہ“ کہہ کر پھر دعا پڑھ لے۔ ③ جن ہماری نظروں سے اوچھل ہیں۔ ان کے شر سے بچاؤ کے لیے ہم وہ طریقے

اختیار نہیں کر سکتے جو بڑے انسانوں کے شر سے بچاؤ کے لیے اختیار کرتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی شرارتوں سے بچاؤ کے لیے یہ روحانی ذرائع دیے ہیں۔ ان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ کہنے سے جن انسان کے اعصاب مستورہ کو نہیں دیکھ سکتے۔ جس طرح انسانوں کی نظروں سے بچنے کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہونے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح جنوں کی نظروں سے بچنے کے لیے ”بِسْمِ اللّٰهِ“ کہنا بھی ضروری ہے۔

۲۹۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو کہتے تھے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ] ”میں ناپاک جنوں اور ناپاک چٹوئوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔“

۲۹۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ : حَدَّثَنَا

إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُليَّةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: «أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ».

۲۹۹۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: ”کسی کو اس بات سے عاجز نہیں ہونا چاہیے کہ جائے ضرورت میں داخل ہوتے وقت یوں کہہ لے: [اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الرَّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِيثِ الْمُخْبِتِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ] ”اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں گندے پلید ناپاک گندے کام سکھانے والے مردود شیطان سے۔“

۲۹۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى:

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَثُوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَخْرٍ، عَنْ عَلِيِّ ابْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَعْجِزُ أَحَدُكُمْ، إِذَا دَخَلَ مِرْقَفَهُ أَنْ يَقُولَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الرَّجْسِ النَّجِسِ، الْخَبِيثِ الْمُخْبِتِ، الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ».

ابو حاتم نے ابن ابی مریم سے اسی طرح روایت بیان

کی لیکن اس نے اپنی روایت میں [مِنَ الرَّجْسِ النَّجِسِ] کے الفاظ بیان نہیں کیے بلکہ صرف [مِنَ الْخَبِيثِ الْمُخْبِتِ] کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: وَحَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ:

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَقُلْ فِي حَدِيثِهِ: مِنَ الرَّجْسِ النَّجِسِ، إِنَّمَا قَالَ: مِنَ الْخَبِيثِ الْمُخْبِتِ، الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ.

۲۹۸۔ أخرجه مسلم، الحیض، باب ما یقول إذا أراد دخول الخلاء، ح: ۳۷۵، من حدیث إسماعیل وغیرہ بہ.

۲۹۹۔ [إسناده ضعيف] أخرجه الطبرانی في الكبير: ۲۴۹/۸، ح: ۷۸۴۹ من حدیث سعید بن أبی مریم بہ، وضعفه

البرصیری، وانظر، ح: ۲۲۸ لحال علی بن یزید.

(المعجم ۱۰) - بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا خَرَجَ

باب: ۱۰- بیت الخلاء سے باہر آ کر

مِنَ الْخَلَاءِ (التحفة ۱۰)

کیا پڑھے؟

۳۰۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۳۰۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي [بُكَيْرٍ]: حَدَّثَنَا

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر

إِسْرَائِيلُ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ:

آتے تھے تو فرماتے تھے: [عُفِّرَانَكَ] "اے اللہ! میں

سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ

تیری بخشش کا طلب گار ہوں۔"

فَسَمِعْتُهَا تَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، إِذَا

خَرَجَ مِنَ الْغَائِطِ، قَالَ: «عُفِّرَانَكَ».

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: وَأَخْبَرَنَا

ابو غسان النہدی نے بھی اسرائیل سے اسی (یحییٰ

أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ النَّهْدِيُّ:

بن ابی کبیر) کی مثل روایت بیان کی۔

حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، نَحْوَهُ.



🌞 فوائد و مسائل: ① قصائے حاجت سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی حکمت یہ ذکر کی گئی ہے کہ انسان

اتنے عرصے تک زبان سے ذکر کرنے سے محروم رہتا ہے۔ اس فطری کوتاہی کو ادائیگی کی طرف منسوب کر کے مغفرت کی

دعا کی گئی ہے۔ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ نجاست کا جسم سے نکل جانا بھی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے جس پر شکر واجب

ہے۔ ہم اس کی کما حقہ ادائیگی نہیں کر سکتے، اس لیے معافی کے طلب گار ہیں۔ ② یہ دعا بیت الخلاء سے باہر آ کر

پڑھنی چاہیے۔ اگر میدان وغیرہ میں ہو تو فارغ ہو کر کپڑے درست کرنے کے بعد پڑھنی چاہیے۔

۳۰۱- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ:

۳۰۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ

انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر

إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَةَ،

تشریف لاتے تو فرماتے: [الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ،

عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي] "اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ

إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ

سے نجاست (یا تکلیف دہ چیز) کو دور کر دیا اور مجھے

الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي».

عافیت بخشی۔"

۱- أبواب الطهارة وسننها ————— بیت الخلاء میں اللہ کے ذکر کرنے اور انگوٹھی لے جانے سے متعلق احکام و مسائل

(المعجم ۱۱) - بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

باب ۱۱: بیت الخلاء میں اللہ کا ذکر کرنا

اور انگوٹھی لے کر جانا

عَلَى الْخَلَاءِ وَالْخَاتَمِ فِي الْخَلَاءِ

(التحفة ۱۱)

۳۰۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ

ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

۳۰۲- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا

بَيْحَسَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ،

عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْبَيْهَقِيِّ،

عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

كَانَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ .

🌞 نوآند و مسائل: ① ”تمام اوقات“ سے مراد یہ ہے کہ خواہ با وضو ہوں یا نہ ہوں اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ یعنی زبانی

ذکر کے لیے طہارت کا وہ اہتمام ضروری نہیں جو نماز وغیرہ کے لیے ضروری ہے۔ ”تمام اوقات“ کا یہ مطلب بھی ہو

سکتا ہے کہ جس طرح نماز کے لیے بعض اوقات مکروہ ہیں اللہ کے ذکر کے لیے اس طرح کوئی وقت مکروہ نہیں۔ ②

بعض علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ تلاوت قرآن مجید کے لیے جس طرح حدیث اصغر سے پاک ہونا، یعنی

با وضو ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح حدیث اکبر، یعنی جنابت سے پاک ہونا بھی شرط نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید بھی ذکر

ہے۔ لیکن اولاً تو ”اللہ کے ذکر“ کا متبادر مفہوم ”سُبْحَانَ اللَّهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ“ وغیرہ جیسے اذکار ہیں جن کے زبان

سے ادا کرنے کو ”تلاوت قرآن نہیں“ سمجھا جاتا۔ ثانیاً حالت جنابت میں تلاوت ممنوع ہونے کی متعدد احادیث

مروی ہیں۔ جو اگرچہ الگ الگ ضعیف ہیں، لیکن علماء کے ایک گروہ کے نزدیک باہم مل کر وہ قابل استدلال ہو جاتی

ہیں کیونکہ ان کا ضعف شدید نہیں اس لیے ان کے نزدیک احتیاط اس میں ہے کہ جنابت کی حالت میں تلاوت سے

حتی الامکان اجتناب کیا جائے الا یہ کہ کوئی ناگزیر صورت پیش آ جائے۔ لیکن علماء کا ایک دوسرا گروہ جس میں امام

بخاری، امام ابن تیمیہ اور امام ابن حزم رحمہم جیسے حضرات بھی شامل ہیں کہتا ہے کہ ممانعت کی تمام احادیث ضعیف

ہیں، اس لیے جیسی اور حائضہ بھی قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۳۰۳- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ

۳۰۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

﴿(تقریب)، وفيه علل أخرى، وله شاهد ضعيف عند ابن السني، ح: ۲۲ وغیره .

۳۰۲- أخرجه مسلم، الحيف، باب ذكر الله تعالى في حال الجنابة وغيرها، ح: ۳۷۳ من طريق ابن أبي زائدة به،

وعلقه البخاري، كتاب الأذان، باب هل يتبع المؤذن فاه . . . الخ، قبل، ح: ۶۳۴ .

۳۰۳- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الخاتم يكون فيه ذكر الله تعالى يدخل به الخلاء،

ح: ۱۹ عن نصر به، وقال: 'لهذا حديث منكرو'، وصححه الترمذي، ح: ۱۷۴۶، وضعفه النسائي (تحفة

الأشراف ۱/ ۳۸۵) * ابن جريج مشهور بالتدليس، ولم أجد تصريح سماعه .



۱- ابواب الطهارة وسننها

غسل خانے میں پیشاب کرنے سے متعلق احکام و مسائل

الْجَهْصَمِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنْفِيُّ: کہ نبی ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگلی اتار دیتے تھے۔
حَدَّثَنَا هَمَامُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ،
عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ
ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ.

🌞 فائدہ: یہ روایت ضعیف بلکہ منکر ہے۔ صحیح روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگلی بٹائی تھی لیکن پھر آپ نے وہ اتار دی۔ دیکھیے: (سنن ابوداؤد، الطہارۃ، باب الخاتم یكون فیہ ذکر اللہ یدخل بہ الخلاء، حدیث: ۱۹) بتاویں بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت نبی ﷺ واقعی انگلی اتار دیتے تھے یا نہیں؟ اس کی بابت کوئی صحیح صریح روایت نہیں، تاہم ادب و احترام کا تقاضا ہے کہ ایسی انگلی یا کتاب وغیرہ جس میں اللہ کا نام ہو بیت الخلاء میں لے جانا مناسب نہیں۔

باب: ۱۲- غسل خانے میں پیشاب

کرنے کی کراہت کا بیان

(المعجم ۱۲) - بَابُ كَرَاهِيَةِ الْبَوْلِ فِي

الْمُغْتَسِلِ (التحفة ۱۲)

۳۰۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ
فِي مُسْتَحْمٍ، فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ».

۳۰۴- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص اپنے غسل خانے میں ہرگز پیشاب نہ کرے کیونکہ زیادہ تر وسوسے اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔“

جناب علی بن محمد طافسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حکم ایسے (کچے) غسل خانوں کے بارے میں ہے جن کا پانی گڑھے میں جمع ہوتا ہے۔ آج کل یہ حکم نہیں۔ چونکہ اب لوگ غسل خانوں کی تعمیر میں چونا، قلعی اور تارکول استعمال کرتے ہیں (اس لیے پختہ فرش پر پانی نہیں ٹھہرتا اور ایسی دیواروں میں بھی جذب نہیں ہوتا) لہذا جب آدو

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ مَاجَةَ: [قَالَ أَبُو
الْحَسَنِ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ يَزِيدٍ يَقُولُ: [
سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِسيَّ يَقُولُ:
إِنَّمَا هَذَا فِي الْحَفِيرَةِ. فَأَمَّا الْيَوْمُ، [فَلَا،
فَمَغْتَسِلَاتُهُمُ الْجِصَّ وَالصَّارُوجُ وَالْقَيْرُ،
فَإِذَا بَالَ فَأَرْسَلَ عَلَيْهِ الْمَاءُ، لَا بَأْسَ بِهِ.]

۳۰۴- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في البول في المستحم، ح: ۲۷ من حديث عبدالرزاق به واستغفره الترمذي، ح: ۲۱، وصححه الحاكم، والذهبي * الحسن عنعن، تقدم، ح: ۷۱، وحديث أبي داود ح: ۲۷ يغني عنه.

پیشاب کر کے اس جگہ پانی بہا دے تو کوئی حرج نہیں۔

🌞 فائدہ: مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید کہا ہے کہ اس روایت سے سنن ابوداؤد کی حدیث نمبر ۴۷۰۰ کا قیاس کرتی ہے جو صحیح الاسناد ہے۔ علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، بہر حال احتیاط اور احترامِ سنت کا تقاضا یہی ہے کہ غسل خانے میں پیشاب کرنے سے اجتناب ہی کیا جائے۔

(المعجم ۱۳) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَوْلِ باب: ۱۳- کھڑے ہو کر پیشاب کرنا
قَائِمًا (التحفة ۱۳)

۳۰۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ :
حَدَّثَنَا شَرِيكٌ وَ هُثَيْمٌ وَ وَكِيعٌ ، عَنْ
الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ حُذَيْفَةَ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ قَبَالَ
عَلَيْهَا قَائِمًا .

۳۰۵- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
ﷺ کچھ لوگوں کے کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ پہنچے اور وہاں
کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① پیشاب کرنے کے لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بیٹھ کر اس حاجت سے فراغت حاصل کی جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عادت مبارکہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی۔ ② اس مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ ممکن ہے اس کا سبب امت کو یہ بتانا ہو کہ یہ بھی جائز ہے تاکہ اگر کسی کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو وہ حرج محسوس نہ کرے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی ضرورت محسوس کی ہو، مثلاً: بیٹھ کر پیشاب کرنے کی صورت میں جسم یا کپڑوں پر چھینٹے پڑنے کا اندیشہ محسوس ہوا ہو یا کسی عذر کی وجہ سے بیٹھنے میں مشقت محسوس ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔ تاہم یہ احتیاط ضروری ہے کہ پیشاب کے چھینٹے پڑے یا جسم پر نہ پڑیں۔ ③ کچھ لوگوں کی کوڑا پھینکنے کی جگہ کا مطلب یہ ہے کہ اس محلے کے لوگ اپنا کوڑا کرکٹ وہاں پھینکا کرتے تھے۔ ④ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کے لیے وہ جگہ اس لیے پسند فرمائی کہ وہاں دیوار کی اوٹ موجود تھی اس لیے پردے کا اہتمام بہتر طور پر ممکن تھا۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، حدیث: ۲۷۳)

۳۰۶- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ :
حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَيْ تَقُومَ كَيْ كَوِّرَ كَرَكْتُ يَهْنَكُنِي كَيْ جَدَّ

۳۰۶- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم کی کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ

۳۰۵- أخرجه البخاري، الوضوء، باب البول قائماً وقاعداً، ح: ۲۲۴ وغيره، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ۲۷۳ من حديث الأعمش به .

۳۰۶- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ۴/ ۲۴۶ من طريق آخر عن عاصم بن بهدلة وغيره به .

عَاصِمٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَّى سَبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ قَائِمًا.

قَالَ شُعْبَةُ: قَالَ عَاصِمٌ يَوْمَئِذٍ، وَهَذَا الْأَعْمَشُ يَزْوِيهِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حَدِيثِهِ، وَمَا حَفِظَهُ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ مَنْصُورًا فَحَدَّثَنِيهِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حَدِيثِهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَّى سَبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا.

امام شعبہ کے استاد عاصم بیان کرتے ہیں کہ اعش اس حدیث کو ابو وائل کے واسطے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان سے بھول ہو گئی ہے (کہ اصل میں یہ حدیث مغیرہ بن شعبہ کی ہے اعش نے غلطی سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا نام لے دیا ہے۔) امام شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے منصور سے پوچھا تو انھوں نے مجھے ابو وائل کے واسطے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی قوم کی کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ پہنچے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

🌞 توضیح: سند کا اختلاف امام ابن ماجہ نے خود واضح کر دیا ہے جس سے واضح ہے کہ اس اختلاف کا حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑتا۔ چونکہ حضرت حذیفہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابی ہیں، اس لیے ان دونوں میں سے جس نے بھی رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہو حدیث صحیح ہوگی، ضعیف نہیں ہوگی۔ بنا بریں سند اُحدیث صحیح ہے۔

(المعجم ۱۴) - بَابُ فِي الْبَوْلِ قَاعِدًا
(التحفة ۱۴)

۳۰۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَشُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، وَاسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى السُّدِّيُّ قَالُوا: حَدَّثَنَا سَرِيكٌ، عَنِ الْمُقَدَّامِ ابْنِ شُرَيْحٍ بْنِ هَانِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَالَ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقْهُ، أَنَا رَأَيْتُهُ يَبُولُ قَاعِدًا.

۳۰۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جو شخص تمھیں یہ بات بتائے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، اس کی تصدیق نہ کرنا۔ میں نے آپ ﷺ کو (ہمیشہ) بیٹھ کر پیشاب کرتے دیکھا ہے۔

☀ فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہی اپنی ان کی اپنی معلومات کے مطابق ہے کیونکہ گھر میں نبی ﷺ ہمیشہ بیت الخلاء ہی میں بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ گزشتہ حدیث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے گھر سے باہر کا واقعہ بیان کیا ہے جس کا امام المؤمنین رضی اللہ عنہ کو علم نہیں ہوا، اس لیے دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

۳۰۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ [ابْنِ أَبِي أُمَيَّةَ]، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: وَأَنَا أَبُو الْقَائِمَا، فَقَالَ: «يَا عُمَرُ لَا تَبْلُ قَائِمًا» فَمَا بَلْتُ قَائِمًا، بَعْدُ.

۳۰۸- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا: ”عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔“ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔)

۳۰۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبُولَ قَائِمًا.

۳۰۹- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

امام ابن ماجہ نے اپنے استاد احمد بن عبد الرحمن مخزومی کے واسطے سے حدیث عائشہ کے بارے میں حضرت سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: اس مسئلہ میں مردوں کو زیادہ معلومات ہو سکتی ہیں۔ یعنی امام سفیان ثوری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان: ”میں نے آپ ﷺ کو (ہمیشہ) بیٹھ کر پیشاب کرتے دیکھا ہے۔“ پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (حدیث: ۳۰۵) کو ترجیح دی ہے۔

۳۰۸- [إسناده ضعيف] أخرجه البيهقي: ۱/۱۰۲ من طريق عبد الرزاق به، وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف، عبد الكريم متفق على تضعيفه".

۳۰۹- [إسناده ضعيف جداً] أخرجه ابن عدي في الكامل: ۵/۲۰۱۳ من حديث أبي عامر العقدي به، وضعفه البوصيري * عدي بن الفضل متروك (تقريب).

دائیں ہاتھ سے شرم گاہ کو چھونے اور اس سے استنجا کرنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: وَكَانَ مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ الْبُؤْلُ قَائِمًا، أَلَا تَرَاهُ، فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ يَقُولُ: قَعَدَ بُبُولٌ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ.

احمد بن عبدالرحمن مخزومی نے فرمایا: عربوں میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا رواج تھا، اس لیے عبدالرحمن بن حسنہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: (یہودیوں نے کہا) یہ تو بیٹھ کر پیشاب کرتے ہیں جس طرح عورتیں پیشاب کیا کرتی ہیں۔

فائدہ: روایت: ۳۰۹۳۰۸ دونوں سند اضعیف ہیں اس لیے قابل حجت نہیں اور ان سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی، تاہم نبی ﷺ کا عام معمول بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کا تھا اس لیے ہر مسلمان کا معمول بھی یہی ہونا چاہیے۔ اصل اور اہم مسئلہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا ہے اس میں کوتاہی کی گنجائش نہیں کیونکہ اس پر سخت وعید احادیث میں آئی ہے۔

(المعجم ۱۵) - بَابُ كَرَاهَةِ مَسِّ الذَّكَرِ بِالْيَمِينِ وَالِاسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ (التحفة ۱۵)

باب: ۱۵- دائیں ہاتھ سے عضو خاص کو چھونا اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا ممنوع ہے

۳۱۰- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبٍ بْنُ أَبِي الْعَشِيرِينَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ: أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمَسْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ».

۳۱۰- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”جب کوئی شخص پیشاب کرے تو اسے چاہیے کہ عضو خاص کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔“

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ بِإِسْنَادِهِ، نَحْوَهُ.

امام ابن ماجہ نے امام اوزاعی رضی اللہ عنہ کے دوسرے شاگرد ولید بن مسلم کی سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① اسلامی تہذیب کی یہ خوبی ہے کہ اس میں طہارت و نظافت کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اس ضمن میں استنجا کے آداب کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ اس حدیث میں یہ ادب بیان ہوا ہے کہ اعضا مخصوصہ کو چھونے

۳۱۰- أخرجه البخاري، الوضوء، باب لا يمسك ذكره بيمينه إذا بال، ح: ۱۵۴ من حديث الأوزاعي به، وغيره، ومسلم، الطهارة، باب النهي عن الاستنجاء باليمين، ح: ۲۶۷ من حديث يحيى به.

کی ضرورت پیش آئے تو دایاں ہاتھ استعمال نہ کیا جائے۔ اسی طرح استنجا کرتے وقت بھی دایاں ہاتھ نجاست سے دور رہنا چاہیے۔ ① دائیں اور بائیں ہاتھ میں امتیاز بھی اسلامی تہذیب کے آداب میں سے ہے۔ دایاں ہاتھ ان کاموں کے لیے ہے جو شرعاً عرفاً یا طبعاً پسندیدہ ہوں اور بائیں ہاتھ ان کاموں کے لیے ہے جو عرفاً یا طبعاً نا پسندیدہ ہوں۔ استنجا کرنا انسانی ضرورت ہے ورنہ طبیعت مقام نجاست کو چھونا پسند نہیں کرتی، یہی وجہ ہے کہ اس کے لیے بائیں ہاتھ مقرر کیا گیا ہے۔ پسندیدہ معاملات میں نبی ﷺ دایاں ہاتھ استعمال کرتے اور دائیں جانب کو ترجیح دیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں مثلاً: مشوکہ کرنے، کنگھی کرنے اور جوتے پہننے میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند کرتے تھے۔ (صحیح البخاری، الوضوء، باب التیمن فی الوضوء والغسل، حدیث: ۶۲۸، و صحیح مسلم، الطهارة، باب التیمن فی الطهور وغیرہ، حدیث: ۲۶۸)

۳۱۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ غُفْبَةَ ابْنِ صُهَبَانَ قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُولُ: مَا تَغَنَّيْتُ وَلَا تَمَنَيْتُ وَلَا مَسَيْتُ ذَكَرِي بِمِميني مُنْذُ بَايَعْتُ بِهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ.

۳۱۱- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے نہ کبھی گانا گایا نہ جھوٹ بولا اور نہ عضو خاص کو دائیں ہاتھ سے چھوا جب سے میں نے اس (ہاتھ) سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔

۳۱۲- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا اسْتَطَابَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَسْتَطِبْ بِمِميني. لِيَسْتَنْجَ بِشِمَالِهِ».

۳۱۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص جب استنجا کرے تو دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرے اسے اپنے بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا چاہیے۔“

باب ۱۶:- استنجا کے لیے پتھر کا استعمال، نیز لید اور ہڈی سے ممانعت

(المعجم ۱۶) - بَابُ الْإِسْتِنْجَاءِ

بِالْحِجَارَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الرُّوْثِ وَالرَّمَّةِ

(التحفة ۱۶)

۳۱۱- [إسناده ضعيف جداً] * الصلت بن دينار متروك الحديث، كما قال أحمد وغيره (تهذيب التهذيب).

۳۱۲- [إسناده حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، ح: ۸۰ من حديث محمد بن عجلان به مطولاً، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان.

۳۱۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہارے لیے اس طرح ہوں جس طرح اولاد کے لیے باپ ہوتا ہے۔ (اس لیے) میں تمہیں (بظاہر معمولی سمجھے جانے والے امور کی بھی) تعلیم دیتا ہوں۔ جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور اس کی طرف پیٹھ بھی نہ کرو۔“ اور رسول اللہ ﷺ نے تین ڈھیلے استعمال کرنے کا حکم دیا، لید اور ہڈی استعمال کرنے سے منع فرمایا، اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔

أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ، عَنْ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لَوْلَدِهِ أَعْلَمُكُمْ، إِذَا أَنْتُمْ الْغَائِطُ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا». وَأَمَرَ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، وَنَهَى عَنِ الرَّوْثِ وَالرَّمَةِ، وَنَهَى أَنْ يَسْتَطِيبَ الرَّجُلُ بِيَمِينِهِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① شریعت کے تمام احکام اہم ہیں، اس لیے جس طرح فرائض کا اہتمام کیا جاتا ہے آداب پر بھی عمل پیرا ہونا چاہیے۔ ② امام کو چاہیے کہ اپنے مقتدیوں کو ہر قسم کے مسائل سے آگاہ کرے، البتہ موقع محل اور مناسب انداز کا خیال رکھنا چاہیے۔ ③ پیشاب یا پاخانہ کے وقت کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے یا پیٹھ کر کے بیٹھنا جائز نہیں۔ علمائے کرام نے اس حکم کو میدان اور کھلی جگہ کے لیے قرار دیا ہے کیونکہ بیت الخلاء کے اندر کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھنا خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، الوضوء، باب التبرز فی البیوت، حدیث: ۱۲۸، و صحیح مسلم، الطہارۃ، باب الاستنابة، حدیث: ۲۶۶) ④ تین ڈھیلے استعمال کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ صفائی اچھی طرح ہو جائے۔ اگر پانی سے صفائی کی جائے تو ڈھیلے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں۔ لید اور ہڈی سے استنجا منع ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو جنوں کے لیے خوراک بنایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ”لید اور ہڈیوں کے ساتھ استنجانہ کرو کیونکہ یہ جنوں میں سے تمہارے (مسلمان) بھائیوں کی خوراک ہے۔“ (جامع الترمذی، الطہارۃ، باب ماجاء فی کراهیۃ ما یستنجی بہ، حدیث: ۱۸) دوسری وجہ یہ ہے کہ لید، گوبر، خود ناپاک ہے، لہذا اس سے طہارت حاصل نہیں ہو سکتی جیسے کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

۳۱۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا: ”مجھے تین پتھر لا دو۔“ میں دو پتھر اور

الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ - قَالَ: لَيْسَ

۱۔ أبواب الطهارة وسننها استنجائے لیے پتھر کے استعمال نیز لید اور ہڈی سے ممانعت کا بیان

أَبُو عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ، وَلَكِنْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ، - عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى الْخَلَاءَ، فَقَالَ: «الْتَنِي بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ» فَأَتَيْتُهُ بِحَجَرَيْنِ وَرَوْثَةٍ فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرُّوثَةَ، وَقَالَ: «هِيَ رِجْسٌ».

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اگر تین ڈھیلے ملیں تو دو ڈھیلوں پر بھی اکتفا کیا جاسکتا ہے، تاہم افضل یہی ہے کہ تین ڈھیلوں سے صفائی کی جائے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ تیسرا ڈھیلہ آپ نے خود ڈھونڈ لیا ہو۔ ② ساتھی یا شاگرد سے چھوٹی موٹی خدمت لینا درست ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ اس میں کراہت محسوس نہ کرتا ہو۔

۳۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: ۳۱۵- حضرت خزیمہ بن ثابت ؓ سے روایت ہے
أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، جَمِيعاً عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِي خُزَيْمَةَ، عَنْ عَمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «فِي الْإِسْتِنْجَاءِ ثَلَاثَةُ أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيهَا رَجِيعٌ».

🌞 فائدہ: [رَجِيعٌ] کا لفظ گوبر لید اور انسانی فضلہ سب کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ گوبر اور لید اس لیے کیا گیا ہے کہ دوسری احادیث میں [رَوْتٌ] کا لفظ ہے جو گدھے گھوڑے وغیرہ کی لید کے لیے بولا جاتا ہے۔ لید اور گوبر سے استنجاء ہے تو انسانی فضلہ کا استعمال بدرجہ اولیٰ منع ہوگا۔ اس سے ما قبل کی روایت سے بھی جو صحیح ہے گوبر اور لید کے عدم استعمال کا اثبات ہوتا ہے اس لیے معنی یہ روایت بھی صحیح ہے۔

۳۱۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا ۳۱۶- حضرت سلمان ؓ سے روایت ہے کہ بعض وَكَيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ مُشْرِكِينَ ان کا مذاق اڑانے لگے ایک مشرک نے کہا:

۳۱۵- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الاستنجاء بالأحجار، ح: ۴۱ من حديث هشام * عمرو ابن خزيمة لم يوثقه غير ابن حبان.

۳۱۶- أخرجه مسلم، الطهارة، باب الاستطابة، ح: ۲۶۲ من حديث وكيع به وغيره.

ابْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ: حَدَّثَنَا
 سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، وَالْأَعْمَشِ، عَنْ
 إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ
 سَلْمَانَ، قَالَ: قَالَ لَهُ بَعْضُ الْمُشْرِكِينَ،
 وَهُمْ يَسْتَهْزِئُونَ بِهِ: إِنِّي أَرَى صَاحِبَكُمْ
 يُعَلِّمُكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ، قَالَ:
 أَجَلُ. أَمَرْنَا أَنْ لَا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ، وَلَا
 نَسْتَجِيَّ بِأَيْمَانِنَا، وَلَا نَكْتَفِي بِدُونِ ثَلَاثَةٍ
 أَحْجَارٍ، لَيْسَ فِيهَا رَجِيعٌ وَلَا عَظْمٌ.

☀️ **فوائد و مسائل:** اسلام دین فطرت ہے، اس لیے اس نے انسان کی زندگی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا حتیٰ کہ وہ
 مسائل بھی جنہیں زیر بحث لانا عام طور پر پسند نہیں کیا جاتا ان میں بھی ہدایت کی ضروری تفصیل موجود ہے۔ علاوہ ازیں
 اسلامی تعلیمات میں نہ یہودیت کی سی ناروا سختی ہے نہ نصرانیت کی سی بے لگام اباحت، بلکہ ایک حسین اعتدال موجود
 ہے۔ ① غیر مسلم اقوام کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ اسلام کی خوبیوں کو بھی خامیاں بنا کر پیش کرتے ہیں۔ بعض
 مسلمان جو ذہنی طور پر ان سے مرعوب ہوتے ہیں وہ اس کے جواب میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور تاویل
 یا انکار کے ذریعے سے اسلام کو ان کے غیر اسلامی تصورات کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ صحیح طریقہ یہ
 ہے کہ اسلام کے احکام کی خوبیاں اور غیر اسلامی افکار کی خامیاں واضح کی جائیں کیونکہ اسلام ہی راہ ہدایت ہے اور
 کافروں کا گمراہ ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ حضرت سلمان ؓ نے بھی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کے بجائے
 انھیں مسکت جواب دیا، یعنی ہمیں تو اللہ کے نبی ﷺ نے بیت الخلاء کے آداب سکھائے ہیں اور یہ کوئی شرم کی بات
 نہیں۔ شرم کی بات تو یہ ہے کہ تم جیسے لوگوں کو قضاے حاجت کی بھی تہیز نہیں۔ ② حضرت سلمان ؓ نے قضاے
 حاجت کے جو چار آداب ذکر کیے ہیں ان سے اسلامی تہذیب کی دوسری تہذیبوں پر برتری واضح ہے۔ اپنے اپنے
 قبلہ کا احترام ہر مذہب کے ہاں مسلم ہے لیکن اس احترام کے لیے جس طرح کی ہدایات اسلام نے دی ہیں دوسرے
 مذاہب میں موجود نہیں۔ عبادت کے موقع پر جس طرف منہ کیا جاتا ہے قضاے حاجت کے وقت اس طرف منہ
 کرنے سے اجتناب اس احترام کا ایک واضح مظہر ہے۔ یہود و نصاریٰ میں ان کے قبلے کے لیے اس قسم کے احترام
 کی کوئی مثال موجود نہیں۔ دائیں اور بائیں ہاتھ کو الگ الگ کاموں کے لیے مخصوص کرنا بھی اسلامی تہذیب کی ایک
 نمایاں خوبی ہے۔ دایاں ہاتھ کھانے پینے کے لیے مخصوص ہے اور بائیں ہاتھ صفائی سے متعلقہ امور کے لیے۔
 غیر مسلموں میں اس طرح کا کوئی امتیاز نہیں۔ خاص طور پر نصاریٰ میں تو قضاے حاجت کے بعد جسم کی صفائی کی بھی

وہ اہمیت نہیں جو فطرت سلیم کا تقاضا ہے۔ اس کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھالینا تہذیب سے کس قدر دور ہے، یہ محتاج وضاحت نہیں۔ تین ڈھیے استعمال کرنے کا حکم بھی صفائی کی اہمیت واضح کرتا ہے، یعنی قضائے حاجت کے بعد جسم کی اس قدر صفائی ہو جائی جا چاہیے کہ نجاست لگے رہنے کا احتمال نہ رہے۔ اسی طرح یزید گوہر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ مسلمان جنوں اور ان کے جانوروں کی خوراک ہے، نیز غذائی اشیاء کو استنجا کے لیے استعمال کرنا ایک قابل نفرت فعل ہے جسے کوئی صاحب عقل پسند نہیں کر سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے مسلمان جنوں سے فرمایا تھا: ”تمہارے لیے ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ تمہارے ہاتھ میں آئے گی تو بہت زیادہ گوشت والی ہو جائے گی اور ہر بیگنی تمہارے جانوروں کے لیے چارہ ہوگی۔“ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ”تم ان دونوں چیزوں سے استنجا نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کا طعام ہے۔“ (صحیح مسلم، الصلاة، باب الحہر بالقراءة فی الصبح والقراءة علی الجن، حدیث: ۴۵۰)

(المعجم ۱۷) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ اسْتِجْبَالِ
الْقَبْلَةِ بِالْفَائِطِ وَالْبَوْلِ (التحفة ۱۷)

باب: ۱۷- پیشاب پاخانے کے وقت قبلہ رو ہونے کی ممانعت کا بیان

۳۱۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ
الْبَصْرِيُّ: أَنَّ أَبَا اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ
يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ
الْحَارِثِ بْنِ جَزْءِ الزُّبَيْدِيِّ، يَقُولُ: أَنَا
أَوَّلُ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَبُولَنَّ
أَحَدُكُمْ مُسْتَقْبِلَ الْقَبْلَةِ» وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ
حَدَّثَ النَّاسَ بِذَلِكَ.

۳۱۷- حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: سب سے پہلے
میں نے ہی رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”تم
میں سے کوئی قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب نہ کرے۔“
اور سب سے پہلے میں نے ہی لوگوں کو یہ حدیث سنائی۔

۳۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ، أَحْمَدُ بْنُ
عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ: أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ،

۳۱۸- حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے قضائے حاجت
کے لیے جانے والے کو قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع

۳۱۷- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ۱۹۱/۴ من حديث الليث به، وصححه ابن حبان، والحاكم، والبوصيري وغيرهم.

۳۱۸- أخرجه البخاري، الوضوء، باب لا تستقبل القبلة ببول ولا غائط... الخ، ح: ۱۴۴، وح: ۳۹۴، ومسلم، الطهارة، باب الاستطابة، ح: ۲۶۴ من حديث الزهري به.

۱- أبواب الطهارة وسننها

پیشاب پاخانے کے وقت قبلہ رو ہونے کی ممانعت کا بیان

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ
الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ
يَسْتَقْبِلَ الَّذِي يَذْهَبُ إِلَى الْغَائِطِ الْقِبْلَةَ،
وَقَالَ: «سَرُّوْا أَوْ عَرِّبُوا».

🌞 فوائد و مسائل: ① مدینہ منورہ سے بیت اللہ شریف جنوب کی طرف ہے، اس لیے جو شخص جنوب کی طرف منہ کرے اس کا منہ قبلہ کی طرف ہوگا اور جو شخص شمال کی طرف منہ کرے اس کی پشت قبلہ کی طرف ہوگی، جب کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے لحاظ سے مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔ جو مقامات کعبہ شریف سے مشرق یا مغرب میں واقع ہیں ان کے لیے شمال یا جنوب کی طرف منہ کرنا درست ہوگا۔ اور مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنا ممنوع ہوگا کیونکہ اصل وجہ کعبہ کی طرف منہ یا پشت ہونا ہے نہ کہ کسی خاص سمت کو اہمیت دینا۔ ② اگلے باب کی احادیث سے واضح ہے کہ یہ پابندی کھلے مقام کے لیے ہے بیت اللہ اگر اس رخ بنے ہوئے ہوں تو ان میں بیٹھنا جائز ہے، تاہم بیت الخلاء بناتے وقت اگر یہ خیال رکھا جائے کہ وہ قبلہ رخ نہ ہوں تو بہتر ہے۔



۳۱۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:
رَوَيْتُ عَنْ جُوْنِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ فَلْيَسْتَقْبِلْ بِغَائِطٍ أَوْ بَوَّلٍ.
روایت ہے جو نبی ﷺ کے صحابی ہیں انھوں نے فرمایا:
رسول اللہ ﷺ نے پاخانہ پیشاب کرتے وقت دونوں
قبلوں (کعبہ اور بیت المقدس) کی طرف منہ کرنے
سے ہمیں منع فرمایا۔

۳۲۰- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ:
رَوَيْتُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ فَلْيَسْتَقْبِلْ بِغَائِطٍ أَوْ بَوَّلٍ.
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گواہی دی کہ
آپ ﷺ نے پیشاب یا پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْمَخْدَرِيُّ أَنَّهُ شَهِدَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَبَوْلٍ

🌞 فائدہ: گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے پیشاب یا پاخانے کے وقت قبلہ کی طرف منکر کرنے سے منع فرمایا۔ اس انداز کا مقصد محض تاکید ہے اور یہ اشارہ بھی ہے کہ انھوں نے یہ حدیث براہ راست آپ ﷺ سے سنی ہے کسی اور صحابی کے واسطے سے نہیں اس لیے وہ اس قدر یقین سے بیان کرتے ہیں جس طرح گواہی صرف چشم دید یقینی معاملے پر ہو سکتی ہے۔

۳۲۱- قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: ۳۲۱- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ، عُمَيْرُ بْنُ مِرْدَاسٍ الدَّوْنَقِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَبُو يَحْيَى الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ لِهَبْعَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْمَخْدَرِيَّ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَانِي أَنْ أَشْرَبَ قَائِمًا، وَأَنْ أَبُولَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ.

🌞 فائدہ: اس حدیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع کیا گیا ہے۔ بعض علماء اس نبی کو تنزیہ پر محمول کرتے ہیں یعنی کھڑے ہو کر پانی پینا جائز تو ہے لیکن بہتر نہیں کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر بھی پانی پیا ہے۔ بعض دیگر علماء اسے جائز نہیں سمجھتے کیونکہ صحیح مسلم میں یہ ارشاد نبوی ہے: [لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِّنْكُمْ قَائِمًا، فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِ] (صحیح مسلم 'الأشربة' باب في الشرب قائما' حدیث: ۲۰۲۶) "تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر (پانی وغیرہ) نہ پیے اور جو بھول کر پی لے اسے چاہیے کہ تے کر دے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جواز کو مجبوری کی حالت پر محمول کرنا چاہیے یعنی اگر بیٹھنے کے لیے مناسب جگہ نہ ہو تو کھڑے ہو کر پانی پی لے ورنہ پرہیز کرے۔ واللہ اعلم

(المعجم ۱۸) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ
باب: ۱۸- قبلہ کی طرف منہ کرنا بیت الخلاء
فِي الْكِنْفِ، وَإِبَاحَتِهِ دُونَ الصَّحَارِي
میں جائز ہے صحرا میں نہیں
(التحفة ۱۸)

۳۲۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: کچھ لوگ کہتے ہیں جب تم قضاے حاجت کے لیے بیٹھو تو تمھارا چہرہ قبلہ کی طرف نہیں ہونا چاہیے۔ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف منہ کیے ہوئے دوپٹے کی اینٹوں پر بیٹھے دیکھا۔ یہ روایت یزید بن ہارون کی ہے۔

۳۲۲- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ؛ ح. وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنَّ أَبَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ يَحْيَى بْنَ حَبَّانَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمَّهُ وَاسِعَ ابْنَ حَبَّانَ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: يَقُولُ أَنَسٌ: إِذَا قَعَدْتَ لِلْغَائِطِ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، وَلَقَدْ ظَهَرْتُ، ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الْأَيَّامِ، عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَاعِدًا عَلَى لِسْتَيْنِ، مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، هَذَا حَدِيثُ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ.



سُؤَالَ وَمَسْأَلٍ: ① یہ گھرام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ تھا جو راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہمسرہ تھیں۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، الوضوء، باب التبرز فی البيوت، حدیث: ۱۲۸)، ابن کاکر ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے اپنا گھر کہہ دیا۔ ② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو بے پردہ دیکھا۔ بات یہ ہے کہ بیت الخلا کی دیوار چھوٹی ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک نظر آجاس سے معلوم ہوا کہ آپ کی پشت کعبہ شریف کی طرف اور چہرہ مبارک بیت المقدس کی طرف ہے۔ کچھ اینٹوں کا آپ کو پہلے سے علم تھا کہ یہاں بیٹھنے کے لیے کچی اینٹیں رکھی ہوئی ہیں۔ (دیکھیے: فتح الباری: ۳۲۵/۱)

۳۲۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

۳۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا

۳۲۲- أخرجه البخاري، الوضوء، باب التبرز في البيوت، ح: ۱۴۹ من حديث يزيد بن هارون وغيره، ومسلم، الطهارة، باب الاستنابة، ح: ۲۶۶ من حديث يحيى بن سعيد به.

۳۲۳- [ضعيف] وضعفه البوصيري * عيسى بن أبي عيسى الخياط متروك كما في التقريب وغيره، وله شاهد ضعيف عند أحمد: ۹۹/۲.

عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ عِيسَى الْخِطَّاطِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي كَيْفِهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ.

انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے ہوئے دیکھا۔

قَالَ عِيسَى: فَقُلْتُ ذَلِكَ لِلشَّعْبِيِّ، فَقَالَ: صَدَقَ ابْنُ عُمَرَ وَصَدَقَ أَبُو هُرَيْرَةَ، أَمَّا قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ: فِي الصَّخْرَاءِ لَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَذِيرُهَا، وَأَمَّا قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ، فَإِنَّ الْكَيْفَ لَيْسَ فِيهِ قِبْلَةٌ، اسْتَقْبَلَ فِيهِ حَيْثُ شِئَتْ.

(حدیث کی سند میں ایک راوی) ”عیسیٰ خیاط“ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شعبی سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی سچ کہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی سچ کہا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب ہے کہ صحرا (اور کھلے میدان) میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے نہ بیٹھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بیت الخلاء کے اندر قبلہ کا خیال رکھنا ضروری نہیں، وہاں تم جدھر چاہو منہ کر سکتے ہو۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: وَحَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

ابو حاتم نے عبید اللہ بن موسیٰ سے اسی (محمد بن یحییٰ) کی مثل روایت بیان کی۔

🌞 فوائد و مسائل: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت اس سند سے تو ضعیف ہے تاہم دوسرے طرق سے اس کا حسن ہونا ثابت ہے۔ عیسیٰ خیاط (اور انھیں حناط بھی کہتے ہیں۔ دیکھیے: تقریب التہذیب: ۵۳۵۲) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، غالباً اس سے مراد صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا: ”جب کوئی فحش قضائے حاجت کے لیے بیٹھے تو قبلہ کی طرف منہ بھی نہ کرے اور پیٹھ بھی نہ کرے۔“ (صحیح مسلم ’الطہارۃ‘ باب الاستطابۃ، حدیث: ۳۶۵) اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث یہی ہے جو زیر مطالعہ ہے جس میں چار دیواری کے اندر اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کسی غرض سے چھت پر چڑھے تو ان کی نظر اچانک نبی ﷺ پر پڑ گئی، جان بوجھ کر انہوں نے نہیں دیکھا، تاہم اس اچانک نظر سے یہ شرعی حکم معلوم ہو گیا کہ چار دیواری کے اندر ایسا کرنا جائز ہے۔ (الموسوعة الحديثية: ۲۱۲/۸) علامہ وحید الزمان نے فرمایا ہے کہ نبی ﷺ سے قبلہ کی طرف منہ کرنے اور پیٹھ کرنے کی احادیث بھی مروی ہیں اور ان سے ممانعت کی احادیث بھی موجود ہیں۔ ان میں تطبیق دو طرح ہو سکتی ہے۔

ایک تو یہ کہ نبی تحریمی ہے لیکن ممانعت صرف صحرا اور کھلی جگہ میں ہے، عمارت میں جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نبی کو تنزیہی قرار دیا جائے تو اجتناب افضل ہوگا اور نبی ﷺ کے فعل سے جواز ثابت ہوگا۔ (ترجمہ سنن ابن ماجہ از علامہ وحید الزمان..... بتصرف)

۳۲۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ کچھ لوگ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرا خیال ہے کہ وہ عملی طور پر بھی اجتناب کرتے ہوں گے۔ میری جائے ضرورت کا رخ قبلہ کی طرف کر دو۔“

۳۲۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ، عَنْ عِرَالِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَوْمٌ يَكْرَهُونَ أَنْ يَسْتَقْبِلُوا بِفُرُوجِهِمُ الْقِبْلَةَ. فَقَالَ: «أَرَأَيْتُمْ قَدْ فَعَلُوهَا، اسْتَقْبِلُوا بِمَقْعَدَتِي الْقِبْلَةَ».

ابو الحسن القطان نے کہا: یحییٰ بن عبدک نے عبدالعزیز بن مغیرہ سے انھوں نے خالد حذاء سے انھوں نے خالد بن ابی الصلت سے سابقہ روایت کی مثل بیان کیا۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ عَبْدِكَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ، مِثْلَهُ.

۳۲۵- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو وفات سے ایک سال پہلے اس طرف منہ کرتے دیکھا۔

۳۲۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ، فَرَأَيْتُهُ، قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ بِعَامٍ، يَسْتَقْبِلُهَا.

۳۲۴- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۱۳۷/۶ عن وكيع به * خالد وثقه ابن حبان وحده، وجهله أحمد وغيره، وضعفه عبدالحق، وفيه علل أخرى.

۳۲۵- [حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الرخصة في ذلك، ح: ۱۳ عن محمد بن بشار به، وحسنه الترمذي، ح: ۹، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي وغيرهم.

۱۔ ابواب الطهارة وسننها پیشاب کے بعد اس کے قطرات سے بچاؤ حاصل کرنے کا بیان

☀ فائدہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ممانعت کو منسوخ سمجھتے ہیں لیکن اگر نبی کو کھلی جگہ کیلئے خاص قرار دیا جائے یا اجتناب کو افضل اور منہ کرنے کو جائز سمجھ لیا جائے تو اسے منسوخ قرار دینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم۔

(المعجم ۱۹) - بَابُ الْإِسْتِئْزَاءِ بَعْدَ الْبَوْلِ (التحفة ۱۹) باب: ۱۹۔ پیشاب کے بعد اس کے قطرات سے بچاؤ حاصل کرنا

۳۲۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ يَزَادَ الْيَمَانِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتِزْ ذَكَرَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ».

۳۲۶- حضرت عیسیٰ بن یزاد یمانی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انھوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص پیشاب کرے تو عضو کو تین بار سونت لے (زور سے دبا کر کھینچے) تاکہ اس کے اندر جو قطرات ہیں وہ نکل جائیں۔“

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا زَمْعَةُ، [فَذَكَرَ] نَحْوَهُ.

ابوالحسن بن سلمہ نے کہا کہ علی بن عبد العزیز نے ابو نعیم سے زمعہ کے واسطے سے اسی (محمد بن یحییٰ) کی مثل روایت بیان کی۔

(المعجم ۲۰) - بَابُ مَنْ بَالَ وَلَمْ يَمْسَ ماءً (التحفة ۲۰) باب: ۲۰۔ جس نے پیشاب کے بعد پانی استعمال نہ کیا

۳۲۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَحْيَى التَّوَّامِ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ يَبُولُ،

۳۲۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ پیشاب کے لیے (باہر) تشریف لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانی لے کر آپ کے پیچھے چلے تو آپ نے فرمایا: ”عمر یہ کیا ہے؟“ انھوں نے کہا: پانی۔

۳۲۶- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۳۴۷/۴ عن وكيع به، وقال البوصيري: "إسناده ضعيف ... وزمعة ضعيف"، وانظر، ح: ۵۰۱ * وعيسى بن يزداد مجهول الحال.

۳۲۷- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في الاستبراء، ح: ۴۲ من حديث عبدالله بن يحيى التوأم به، وهو ضعيف كما في التقريب.

۱- أبواب الطهارة وستنها

فَاتَّبَعَهُ عُمَرُ بِمَاءٍ، فَقَالَ: «مَا هَذَا؟ يَا عُمَرُ!» قَالَ: مَاءٌ. قَالَ: «مَا أُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ، وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَتْ سُئَةً.»

(المعجم ۲۱) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْخَلَاءِ عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ (التحفة ۲۱)

۳۲۸- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ: أَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ حَيَوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْحِمَيْرِيَّ حَدَّثَهُ قَالَ: كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَتَحَدَّثُ بِمَا لَمْ يَسْمَعْ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَيَسْكُتُ عَمَّا سَمِعُوا، فَبَلَغَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ، فَقَالَ: وَاللَّهِ! مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ هَذَا. وَأَوْشَكَ مُعَاذُ أَنْ يَقْتَتِكُمْ فِي الْخَلَاءِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاذًا، فَلَقِيَهُ، فَقَالَ مُعَاذُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو! إِنَّ التَّكْذِيبَ بِحَدِيثٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نِفَاقٌ، وَإِنَّمَا إِنَّمُ عَلَى مَنْ قَالَهُ، لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَ: الْبَرَّازَ فِي الْمَوَارِدِ، وَالظَّلَّ، وَقَارِعَةَ الطَّرِيقِ».



قضائے حاجت سے متعلق احکام و مسائل

آپ نے فرمایا: ”مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ جب بھی پیشاب کروں تو وضو بھی کروں۔ اگر میں ایسا کروں گا تو یہ (لازمی) سنت بن جائے گی۔“

باب: ۲۱- راستے پر قضائے حاجت کی

ممانعت کا بیان

۳۲۸- ابوسعید حمیری سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وہ احادیث بیان کرتے تھے جو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں سنی ہوتی تھیں اور جو حدیثیں دوسروں نے سنی ہوتی تھیں معاذ رضی اللہ عنہ انھیں بیان نہیں کرتے تھے۔ ان کی بیان کردہ کوئی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان نہیں سنا۔ ممکن ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ (کے یہ حدیث بیان کرنے) کی وجہ سے تم لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاؤ۔ یہ بات حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تک بھی پہنچ گئی۔ (ایک موقع پر) ان کی آپس میں ملاقات ہوئی تو معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے جھوٹ بولنا منافقت ہے۔ جو شخص ایسی بات کرے گا، خود گناہ گار ہوگا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد مبارک سنا ہے: ”لعنت کا سبب بننے والے تین کاموں سے اجتناب کرو یعنی گھاٹ پر سناے میں اور راستے کے درمیان قضائے حاجت کرنے سے (پرہیز کرو۔“)

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ روایت ہمارے فاضل محقق کے نزدیک سنہٴ ضعیف ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سے یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں دو مقامات سے ممانعت کا ذکر ہے، گھٹا کا ذکر نہیں۔ دیکھیے: (صحیح مسلم) الطهارة، باب النهی عن التخلی فی الطرق والظلال، حدیث: (۳۶۹) علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اس حدیث سے یہ استدلال صحیح ہے کہ گھٹا سمیت ایسی تمام جگہوں پر بول و براز کرنا صحیح نہیں جس سے دوسروں کو تکلیف ہو۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: الإرواء، حدیث: ۶۳) ① ”گھٹا“ سے مراد دریا یا تالاب وغیرہ کا کنارہ ہے جہاں سے پانی لینے کے لیے یا دوسرے مقاصد کے لیے عام لوگوں کی آمد و رفت ہو۔ ② ”سائے“ سے مراد وہ سایہ ہے جہاں گرمی اور دھوپ سے بچنے کے لیے لوگ ٹھہرتے ہوں۔ یہاں پاخانہ کرنے سے عام لوگوں کو تکلیف ہو گی اور وہ اس سائے سے فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اگر کوئی درخت ایسی جگہ اگا ہوا ہو جہاں عام لوگوں کو آنے جانے کی ضرورت نہیں پڑتی تو اس کے سائے میں تقضائے حاجت کی گنجائش ہے جیسے کہ حدیث: ۳۳۸، ۳۳۹ میں ذکر ہوگا۔ ③ ”راستے کے درمیان“ مراد یہ ہے کہ عین راستے میں تقضائے حاجت نہ کی جائے۔ جس سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہو۔ ہاں راستے سے ایک طرف ہٹ کر جہاں سے لوگ نہیں گزرتے، فراغت حاصل کی جاسکتی ہے۔

۳۶۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زُهَيْرٍ قَالَ: قَالَ سَالِمٌ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ: حَدَّثَنَا جَابِرُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَاكُمْ وَالتَّعْرِيسَ عَلَى جَوَادِ الطَّرِيقِ، وَالصَّلَاةَ عَلَيْهَا، فَإِنَّهَا مَأْوَى الْحَيَاتِ وَالسَّبَاعِ، وَقَضَاءُ الْحَاجَةِ عَلَيْهَا، فَإِنَّهَا مِنْ [الْمَلَأِ عِنَ]».

۳۶۹- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”راستے کے درمیان (رات کو آرام کرنے اور سونے کے لیے) نہ ٹھہرو اور وہاں نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ سانپوں اور درندوں کا ٹھکانا ہے اور وہاں تقضائے حاجت نہ کرو کیونکہ یہ لعنت کا باعث ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① رات کو جب راستے پر انسانوں کی آمد و رفت رک جاتی ہے تو موذی جانور اور حشرات اپنے ٹھکانوں سے نکل آتے ہیں اور ان راستوں سے گزرتے ہیں، اس لیے اگر کوئی مسافر لیٹ کر سو رہا ہو تو ممکن ہے کوئی سانپ بچھو وغیرہ اسے نقصان پہنچائے۔ ② اس حدیث سے بھی راستے میں تقضائے حاجت کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ ③ بعض محققین نے [وَالصَّلَاةَ عَلَيْهَا] کے الفاظ کے علاوہ اسے حسن قرار دیا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحيحة، حدیث: ۳۳۳)

۳۶۹- [ضعيف] قال الإمام أحمد في عمرو بن سلمة: "روى عن زهير أحاديث بواطيل" (تهذيب)، وللحديث طرق ضعيفة عند أحمد: ۳/ ۳۸۱، ۳۰۵ وغیره.

۳۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى:

۳۳۰- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ، عَنْ قُرَّةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُصَلَّى عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ، أَوْ يُضْرَبَ الْخَلَاءُ عَلَيْهَا، أَوْ يُنَالَ فِيهَا.

کہ نبی ﷺ نے راستے میں نماز پڑھنے سے یا قضاء حاجت کرنے سے یا پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(المعجم ۲۲) - بَابُ التَّبَاعُدِ لِلْبَرَّازِ فِي

الْفَضَاءِ (التحفة ۲۲)

باب ۲۲- میدان میں قضاء حاجت کے لیے

(لوگوں سے دور جانا)

۳۳۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۳۳۱- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عَلِيَّةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْمُعْبِرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ، إِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ، أَبْعَدَ.

انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ جب قضاء حاجت کے لیے جاتے تو دور تشریف لے جاتے تھے۔



☀ فائدہ: پردے کے اعضاء کو دوسروں کی نظروں سے چھپانا ہر حال میں فرض ہے۔ پیشاب وغیرہ کی حاجت کے وقت انسان کو اپنا جسم کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس مقصد کے لیے بیت الخلاء میں جانا چاہیے تاکہ دوسروں سے پردہ قائم رہے۔ اگر میدان میں یہ ضرورت پیش آئے تو دوسروں سے اس قدر دور چلے جانا چاہیے کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی چیز کی اوٹ میں فراغت حاصل کر لی جائے مثلاً: کسی دیوار یا درخت کے پیچھے چلا جائے بشرطیکہ وہاں ممانعت کی کوئی دوسری وجہ نہ ہو یعنی وہ درخت عام لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ کے طور پر استعمال نہ ہو تاہو۔

۳۳۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

۳۳۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں

نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا [عُمَرُ] بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ

نے فرمایا: میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ

۳۳۰- [إسناده ضعيف] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير: ۲۸۱/۱۲، ح: ۱۳۱۲۰ من حديث عمرو بن خالد الحارثي به * ابن لهيعة يلدس عن الضعفاء (انظر طبقات المدلسين/ المرتبة الخامسة)، والسند ضعفه البوصيري.

۳۳۱- [إسناده حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب التخلي عند قضاء الحاجة، ح: ۱، وصححه الترمذي، وابن خزيمة، والحاكم، والذهبي.

۳۳۲- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لعمر بن المنثي والأشجعي وهو مستور كما في التقريب، وقال أبو زرعة: "عطاء لم يسمع من أنس"، وللحديث شواهد كثيرة.

الْمُنَى، عَنْ عَطَاءِ الْخُرَّاسَانِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَتَنَحَّى لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ جَاءَ قَدْعًا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ.

قضاء حاجت کے لیے دو تشریف لے گئے پھر واپس آ کر وضو کے لیے پانی طلب فرمایا اور وضو کیا۔“

🌞 فائدہ: یہ روایت اگرچہ سداضعیف ہے لیکن وضو ٹوٹ جانے کے بعد وضو کر لینے اور ہر وقت با وضو رہنے کے احتساب میں کوئی شک نہیں۔

۳۳۳- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بِنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ ابْنِ خُنَيْمٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ حَبَّابٍ، عَنْ يَعْلَى ابْنِ مُرَّةٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ، إِذَا ذَهَبَ إِلَى الْغَائِطِ، أَبْعَدَ.

۳۳۳- حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ جب قضاء حاجت کے لیے جاتے تو دو تشریف لے جاتے تھے۔

۳۳۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْحَطَمِيِّ، - قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: وَاسْمُهُ عُمَيْرُ بْنُ يَزِيدَ - عَنْ عُمَارَةَ بْنِ حُزَيْمَةَ وَالْحَارِثِ بْنِ فَضِيلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي قُرَادٍ قَالَ: حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَذَهَبَ لِحَاجَتِهِ فَأَبْعَدَ.

۳۳۴- حضرت عبدالرحمن بن ابوقراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کے ہمراہ حج کیا۔ (راستے میں) آپ قضاء حاجت کے لیے گئے تو (لوگوں سے) دو تشریف لے گئے۔

۳۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى: أَنَّ

۳۳۵- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں

۳۳۳- [حسن] وقال البوصيري: "هذا إسناد ضعيف لضعف يونس بن خباب"، والحديث السابق، ح: ۳۳۱ شاهد له.

۳۳۴- [إسناده حسن] أخرجه النسائي: ۱/ ۱۷، ۱۸، ح: ۱۶ من حديث يحيى بن سعيد به، وحسنه الحافظ في الإصابة (۲/ ۴۱۹ ت: ۵۱۸۵).

۳۳۵- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب التخلي عند قضاء الحاجة، ح: ۲ من حديث إسماعيل به، وهو ضعيف كما في التقريب وغيره، ولبعض الحديث شواهد عند أبي داود، ح: ۱ وغيره.

۱- أبواب الطهارة وسننها

قضاء حاجت سے متعلق احکام و مسائل

روانہ ہوئے۔ (سفر کے دوران میں) رسول اللہ ﷺ اس وقت تک قضاء حاجت نہیں کرتے تھے جب تک کہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتے اور کسی کو نظر نہ آتے۔

إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَأْتِي الْبَرَّازَ حَتَّى يَتَغَيَّبَ، فَلَا يُرَى.

۳۳۶- حضرت بلال بن حارث مزیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قضاء حاجت کے لیے جاتے تو دور چلے جاتے۔

۳۳۶- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَثِيرٍ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُرْنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُرْنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ أَبْعَدَ.

باب: ۲۳- پیشاب اور پاخانہ کے لیے مناسب جگہ تلاش کرنا

(المعجم ۲۳) - بَابُ الْإِزْيَادِ لِلْعَائِطِ وَالْبَوْلِ (التحفة ۲۳)

۳۳۷- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جوڑھیے استعمال کرے وہ طاق تعداد میں استعمال کرے۔ جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا۔ جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ جس نے (دانتوں میں) خلال استعمال کیا تو (کھانے کے جوڑے وغیرہ نکلیں انھیں) پھینک دے اور جو کچھ زبان کے ذریعے سے (دانتوں کے درمیان سے) نکل آئے اسے نگل لے۔ جس نے اس طرح کیا تو اچھا کیا۔ جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ جو شخص قضاء حاجت کے لیے جائے اسے چاہیے کہ پردہ

۳۳۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ حُصَيْنِ الْحِمَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدِيرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ اسْتَجَمَرَ فَلْيُوتِرْ، مَنْ فَعَلَ [ذَلِكَ] فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا، فَلَا حَرَجَ، وَمَنْ تَحَلَّلَ فَلْيَلْفِظْ، وَمَنْ لَاكَ فَلْيَتَلَعَّ، مَنْ فَعَلَ ذَاكَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا، فَلَا حَرَجَ، وَمَنْ أَتَى الْخَلَاءَ فَلْيَسْتَتِرْ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا كَثِيبًا مِنْ

۳۳۶- [حسن] انظر، ح: ۱۶۵ لضعف كثير العوفي، وتلميذه مستور، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق: ۳۳۴، ۳۳۱، وهو بها حسن.

۳۳۷- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الاستنار في الخلاء، ح: ۳۵، وصححه ابن حبان * حصين مجهول كما في التقریب.

کرے۔ اگر ریت کی ذہری کے سوا کوئی اوٹ نہ ملے تو (مزید ریت جمع کر کے) اس میں اضافہ کر لے (تاکہ مناسب حد تک پروے کے قابل ہو جائے) کیونکہ شیطان انسان کی دیر سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا۔ جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔“

وَمَنْ فَلَيْمُذْهِ عَلَيْهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ ابْنِ آدَمَ. مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا، فَلَا حَرَجَ.

۳۳۸۔ اسی حدیث کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: ”جو سر مل گائے تو طاق تعداد میں لگائے۔ جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا۔ جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ اور جو شخص زبان کے ذریعے سے (دانتوں کے درمیان سے) کچھ نکالے تو اسے چاہیے کہ نگل لے۔“

۳۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ، وَزَادَ فِيهِ: «وَمَنْ اسْتَحْلَلَ فَلْيُؤَيِّرْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا، فَلَا حَرَجَ، وَمَنْ لَاكَ فَلْيَتْبَلَّغْ».

۳۳۹۔ حضرت یعلیٰ بن مرہ رحمہ اللہ اپنے والد (مرہ بن وہب ثقفی) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: میں ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے قضائے حاجت کا ارادہ کیا تو مجھ سے فرمایا: ”کھجور کے ان دو چھوٹے پودوں کے پاس جا کر انھیں کہو: اللہ کے رسول تمہیں حکم دیتے ہیں کہ آپس میں مل جاؤ۔“ چنانچہ وہ مل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذریعے سے پردہ فرما کر حاجت پوری کی پھر مجھ سے فرمایا: ”ان کے پاس جا کر کہو: تم میں سے ہر پودا اپنی اپنی جگہ واپس چلا جائے۔“ میں نے انھیں کہا تو وہ اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے۔

۳۳۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمُنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ يَعْلَى بْنِ مَرْثَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ أَنْ يَقْضِيَ حَاجَتَهُ، فَقَالَ لِي: «إِثْبِتْ تِلْكَ الْأَشْءَيْنِ» قَالَ وَكَيْعٌ: - يَعْنِي: النَّخْلَ الصَّغَارَ. - «فَقُلْ لَهُمَا: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَأْمُرُكُمَا أَنْ تَجْتَمِعَا». فَاجْتَمَعَتَا، فَاسْتَرَّ بِهِمَا، فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ قَالَ لِي: «إِثْبِتْهُمَا»، فَقُلْ لَهُمَا: لِنَرْجِعَ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا إِلَى مَكَانِهَا» فَقُلْتُ لَهُمَا فَرَجَعَتَا.

۳۳۸۔ [ضعیف] انظر الحديث السابق، وسيأتي، ح: ۳۴۹۸.

۳۳۹۔ [حسن] أخرجه أحمد: ۱۷۰/۴ عن وكيع به * الأعمش عن، وتقدم، ح: ۱۷۸، والمنهال لم يسمع من يعلی، وفيه علة أخرى، وللحديث شواهد عند مسلم، ح: ۳۰۱۰ وغيره.

☀️ **فوائد و مسائل:** ① یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے درختوں کو ان کی جگہ سے نکل کر دیا اور پھر انہیں دوبارہ ان کی جگہ واپس پہنچا دیا، مزید یہ کہ درختوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے براہ راست حکم نہیں دیا بلکہ صحابی نے ان تک پیغام پہنچایا اور انھوں نے قنیل کی۔ یہ صحابی کی کرامت ہے۔ ② اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضاے حاجت کے موقع پر پردے کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ کھجور کا ایک پودا پردے کے لیے کافی نہیں سمجھاتے کہ اللہ کے حکم سے دوسرا پودا اس کے ساتھ مل کر زیادہ پردہ ہو گیا۔

۳۴۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَغْفُوبَ، عَنْ الْحَسَنِ ابْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: كَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَشَرَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ لِحَاجَتِهِ هَذَفُ أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ.

۳۴۰- حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ قضاے حاجت کے موقع پر کسی نیلے یا کھجوروں کے جھنڈ کی آڑ لینا زیادہ پسند فرماتے تھے۔

☀️ **فائدہ:** درخت کی آڑ میں قضاے حاجت کرنا درست ہے جب کہ وہ درخت پھل والا نہ ہو۔ کھجور کا پھل ایک خاص موسم میں اتارا جاتا ہے، اس لیے دوسرے موسموں میں اس سے پھل حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سائے کے لیے بھی کھجور کے باغ سے تو فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ الگ لگے ہوئے درختوں کو اس مقصد کے لیے اہمیت نہیں دی جاتی، البتہ چھوٹے قد کے درخت جو پھل لگنے کی عمر کو نہیں پہنچے ہوتے اچھا پردہ فراہم کرتے ہیں۔

۳۴۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلٍ بْنُ خُوَيْلِدٍ: حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: عَدَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الشَّعْبِ قَبَالَ، حَتَّى إِنِّي أَوَى لَهُ مِنْ فَكٍّ وَرَكْبَةٍ حِينَ بَالَ.

۳۴۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ راستے سے ہٹ کر گھائی کی طرف چلے گئے اور (وہاں جا کر) پیشاب کیا۔ جب آپ نے پیشاب کیا تو میں آپ کے قریب (منہ دوسری طرف کر کے کھڑا) تھا تا کہ آپ کی پشت ظاہر نہ ہو۔

باب: ۲۴- قضائے حاجت کے وقت ایک دوسرے کے قریب بیٹھنا اور باتیں کرنا منع ہے

(المعجم ۲۴) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ
الاجْتِمَاعِ عَلَى الْخَلَاءِ وَالْحَدِيثِ عِنْدَهُ
(التحفة ۲۴)

۳۴۲- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قضائے حاجت کرتے وقت دو آدمی باتیں نہ کریں کہ ہر ایک کی نظر اپنے ساتھی کے پردے کے اعضاء پر پڑ رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس (غلط کام) سے سخت ناراض ہوتا ہے۔“

۳۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ: أَنَّ أَبَا عِكْرِمَةَ بْنَ عَمَّارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ عَلَى غَايَطِهِمَا، يَنْظُرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَى عَوْرَةِ صَاحِبِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَمُقَّتْ عَلَى ذَلِكَ».

محمد بن یحییٰ (مذکورہ روایت جب) عکرمہ بن عمار کے (دوسرے) شاگرد سلم بن ابراہیم الوراق سے بیان کرتے ہیں تو راوی کا نام (ہلال بن عیاض کی بجائے) عیاض بن ہلال بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی درست اور صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ: أَنَّ أَبَا عِكْرِمَةَ بْنَ عَمَّارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ عَلَى غَايَطِهِمَا، يَنْظُرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَى عَوْرَةِ صَاحِبِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَمُقَّتْ عَلَى ذَلِكَ».

محمد بن حمید (مذکورہ روایت جب) عکرمہ بن عمار کے (تیسرے) شاگرد سفیان ثوری سے بیان کرتے ہیں تو راوی کا نام (ہلال بن عیاض اور عیاض بن ہلال کی بجائے) عیاض بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، نَحْوَهُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① حدیث کی اس سند میں ضعف ہے البتہ یہی حدیث دوسری صحیح سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ دیکھیے: (صحیح الجامع الصغیر، حدیث: ۶۰۱۳) ② جب

۳۴۲- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب كراهية الكلام عند الخلاء، ح: ۱۵، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي * عكرمة مضطرب الحديث عن يحيى بن أبي كثير.

انسان قضائے حاجت کے وقت اپنے ستر کو کھولے ہوئے ہو تو اسے بات چیت کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یہ شرم و حیا کے سنائی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ⑤ باتیں کرنا اس لیے بھی منع ہے کہ باتیں کرتے وقت انھیں ایک دوسرے کے قریب بیٹھنا پڑے گا جس کی وجہ سے پردے کا اہتمام نہیں ہو سکے گا اور ایک دوسرے کے پوشیدہ اعضاء پر نظر پڑے گی اور کسی کے پردے کے اعضاء کو دیکھنا اور اپنے پوشیدہ اعضاء کسی کو دکھانا گناہ ہے۔

(المعجم ۲۵) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ
فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ (التحفة ۲۵)
باب: ۲۵- ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے

۳۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنَّ أَبَا
الْثَّيْتِ بْنَ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ
جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنْ أَنْ
يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ.

۳۴۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ٹھہرے ہوئے پانی سے مراد تالاب وغیرہ کا وہ پانی ہے جو جاری نہیں۔ ایسے پانی میں اگر لوگ پیشاب کرتے رہیں تو گو وہ انتہائی گند اہو جائے گا اور قابل استعمال نہیں رہے گا۔ ② اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پانی بہ رہا ہو جیسے ندی نہر یا دریا کا پانی ہوتا ہے تو اس میں پیشاب کرنا منع نہیں، تاہم احتیاب بہتر ہے کیونکہ یہ صفائی اور نظافت کے خلاف ہے۔

۳۴۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:
حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ ابْنِ
عَجَلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي
الْمَاءِ الرَّائِدِ».

۳۴۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔“

۳۴۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى:
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى:

۳۴۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی

۳۴۳- أخرجه مسلم، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد، ح: ۲۸۱ عن محمد بن رُمح وغيره به.

۳۴۴- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب البول في الماء الراكد، ح: ۷۰ من حديث ابن عجلان به.

۳۴۵- [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف" ابن أبي فروة اسمه إسحاق، متفق على تركه.

میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔“

ابْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ النَّافِعِ».

باب: ۲۶- پیشاب سے انتہائی احتیاط کی تاکید

(المعجم ۲۶) - بَابُ التَّنْذِيرِ فِي الْبَوْلِ

(التحفة ۲۶)

۳۴۶- حضرت عبدالرحمن بن حنبلہ سے روایت

۳۴۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ (گھر سے) باہر ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں ایک ڈھال تھی۔ (آپ ﷺ کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی تو) اسے (زمین پر) رکھا اور اس کی طرف رخ کر کے بیٹھ کر پیشاب کیا۔ کسی نے کہا: ان صاحب کو دیکھو اس طرح پیشاب کرتے ہیں جس طرح عورت کیا کرتی ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی بات سن لی۔ چنانچہ فرمایا: ”تجھ پر افسوس! کیا تجھے معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل کے اس آدمی کے ساتھ کیا ہوا؟ ان لوگوں کو جب (کپڑے وغیرہ کو) پیشاب لگ جاتا تو قینچیوں سے کاٹ دیا کرتے تھے (کیونکہ ان کی شریعت میں یہی حکم تھا) اس نے انھیں اس سے منع کر دیا تو اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔“

حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَفِي يَدِهِ الدَّرَقَةُ، فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ إِلَيْهَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: انظُرُوا إِلَيْهِ، يَبُولُ كَمَا يَبُولُ الْمَرْأَةُ، فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: «وَيْحَاكَ! أَمَا عَلِمْتَ مَا أَصَابَ صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ فَرَضَوْهُ بِالْمَقَارِيطِ، فَتَهَاوَهُمْ [عَنْ ذَلِكَ]، فَعُذِبَ فِي قَبْرِهِ».

امام ابن ماجہ نے اعمش کے دوسرے شاگرد عبد اللہ بن موسیٰ سے اسی (ابو معاویہ) کی مثل روایت بیان کی۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى: أَنْبَأَنَا الْأَعْمَشُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① کھلی جگہ پیشاب کرتے ہوئے پردے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یہ پردہ درخت، دیوار وغیرہ سے بھی ہو سکتا ہے اور اپنے پاس موجود کسی چیز سے بھی کیا جاسکتا ہے جیسے آپ ﷺ نے ڈھال کو پردے کے طور پر

۳۴۶- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الاستبراء من البول، ح: ۲۲ وغیره * فيه الأعمش، ولم أجد تصريح سماعه، وتقديم، ح: ۱۷۸.

استعمال فرمایا۔ ⑤ بے پردگی اور بے حیائی غیر مسلموں کی عادت ہے۔ وہ مسلمانوں کی شرم و حیا اور عفت پر طعنہ زنی کرتے ہیں تاکہ مسلمان بھی ان کی کسی عادات و اطوار اختیار کر لیں۔ لیکن سچے مسلمان کو ان کے طعنوں کی پروا نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان پر واضح کرنا چاہیے کہ تمہارا رسم و رواج اور تمہارے طریقے غلط اور قابل ترک ہیں۔ ⑥ یہود و نصاریٰ میں بھی اصل شرعی حکم شرم و حیا پر وہ اور طہارت و پاکیزگی کے اہتمام کا ہے۔ موجودہ تہذیب کے مظاہر خود ان کی شریعت اور ان کے انبیائے کرام ﷺ کی سیرت کے خلاف ہیں۔ ⑦ گناہ کی طرف دعوت دینا یا نیکی اور اچھائی سے منع کرنا نہایت بڑا جرم ہے جس کی سزا قیامت سے پہلے قبر میں بھی مل سکتی ہے۔ ⑧ اس سے عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔ ⑨ [إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَرَضُوهُ بِالْمَقَارِئِضِ] ”جب ان لوگوں کو پیشاب لگ جاتا تو قینچوں سے کاٹ دیا کرتے تھے۔“ اس میں ابہام ہے کہ کس چیز کو کاٹتے تھے؟ ابوداؤد کی ایک روایت میں [جلد] چڑے کے الفاظ ہیں اور ابوداؤد ہی کی ایک دوسری روایت میں [جسد] جسم کا ذکر ہے۔ جسد کے لفظ کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے منکر کہا ہے اور جلد سے مراد چڑے کا لباس لیا ہے جو پہنا جاتا ہے۔ اس طرح کاٹی جانے والی چیز جسم کا حصہ نہیں بلکہ لباس (کپڑا یا چمڑا) ہوتا تھا جسے پیشاب لگ جاتا تھا۔ صحیح بخاری کی روایت سے بھی اسی باب کی تائید ہوتی ہے۔ اس روایت کے الفاظ ہیں: [إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرَضَهُ] (صحیح البخاری، حدیث: ۳۲۶) ”جب ان میں سے کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اسے کاٹ دیتا تھا۔“

۳۴۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ دو فنی قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ”ان دونوں (آدمیوں) کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کا عادی تھا۔“

۳۴۸- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكَيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِقَبْرَيْنِ جَدِيدَيْنِ، فَقَالَ: «إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ. وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيهِ كَبِيرٌ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِلُهُ مِنْ بَوْلِهِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ.»

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کو قبر کے اندر کے حالات سے آگاہ کر دیا گیا۔ اس کی حیثیت ایک معجزے کی ہے اور معجزہ نبی کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ ممکن ہے وحی کے ذریعے اطلاع دی گئی ہو۔ ② اس واقعہ سے قبر میں عذاب کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ ③ پیشاب سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ جسم اور لباس کو پیشاب کے چھینٹوں سے بچایا جائے اور پیشاب سے فارغ ہو کر مٹی یا پانی سے استنجا کیا جائے۔ ④ یہاں پیشاب سے مراد انسان کا پیشاب ہے کیونکہ اس

حدیث میں ”اپنے پیشاب سے“ کے الفاظ ہیں۔ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کے پیشاب سے بھی بچنا ضروری ہے، البتہ گائے، بھینس وغیرہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کے بارے میں شریعت نے نرمی کی ہے تاہم صفائی کے نقطہ نظر سے ان کے پیشاب سے بھی اجتناب کرنا بہتر ہے۔ ① ”کسی بڑی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا“ کا مطلب یہ ہے کہ پیشاب سے بچنا مشکل کام نہ تھا۔ اگر ذرا سی توجہ اور احتیاط سے کام لیتا تو پیشاب کے چھینٹوں سے خود کو بچا سکتا تھا۔ ② چغلی [نَبِیمَہ] کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کی کہی ہوئی بات دوسرے کو بتائی جائے تاکہ دونوں میں بھگڑا ہو جائے یا ان کی باہمی محبت ختم ہو جائے۔ یہ بات سچ بھی ہو تو اس طرح لگائی بھجائی کے طور پر ایک دوسرے کو جانتا ناخست گناہ ہے۔ اور اگر جھوٹ ہو تو گناہ کی شاعت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کسی کے عیوب اس کی غیر موجودگی میں ذکر کرنا بھی چغلی (غیبت) اور بڑا گناہ ہے، تاہم بعض اوقات کسی کی غیر موجودگی میں اس کے عیب کا ذکر جائز بھی ہوتا ہے۔ علماء نے جائز غیبت میں چھ امور ذکر کیے ہیں: ① مظلوم کا حاکم یا کسی ایسے شخص کے پاس ظالم کی شکایت کرنا جو اسے سزا دے سکے یا ظلم سے منع کر سکے۔ ② کسی کو برائی سے روکنے کے لیے دوسرے سے مدد حاصل کرنا مقصود ہو جب کہ یہ امید ہو کہ یہ شخص اسے برائی سے روک سکتا ہے۔ ③ مسئلہ پوچھتے وقت صورت حال کی وضاحت کے لیے۔ ④ مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے کسی کے شر سے بچانا مقصود ہو تو اس کا عیب بیان کرنا ضروری ہے مثلاً: حدیث کی سند کے راوی کا ضعف بیان کرنا یا جب کسی سے رشتہ ناتا کرنے کا روبرو میں شراکت کرنے یا اس کے پاس امانت رکھنے کے بارے میں مشورہ کیا جائے تو مشورہ دینے والے کو چاہیے کہ اگر ایسا شخص اس قابل نہیں تو مشورہ لینے والے کو حقیقت حال سے آگاہ کر دے۔ ⑤ جو شخص سرعام گناہ یا بدعت کا ارتکاب کرتا ہو اس کے اس عیب کو اس کی غیر موجودگی میں بیان کرنا جائز ہے تاکہ سب لوگ مل جل کر اسے اس سے منع کر سکیں۔ ⑥ کوئی شخص کسی جسمانی نقص یا عیب کی وجہ سے خاص نام سے معروف ہو جائے تو اس شخص کا ذکر اس نام سے کیا جاسکتا ہے، جیسے لنگڑا یا ٹنڈا وغیرہ، بشرطیکہ اس سے توہین و تنقیص مقصود نہ ہو۔ (ریاض الصالحین) باب بیان مایاح من الغیبة

۳۴۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّانَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نے فرمایا: ”عذاب قبر زیادہ تر پیشاب
 الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (سے احتیاط نہ کرنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔“
 قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ».

۳۴۸- [حسن] أخرجه أحمد: ۳۸۸/۲ عن عفان به، وهو في مصنف ابن أبي شيبة: ۱/۱۲۲، وصححه الحاكم،
 والذهبي، والبيهقي * الأعمش عن عنعن، وتقديم، ح: ۱۷۸، وله شاهد حسن عند النسائي، ح: ۱۳۴۴.

۳۴۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۳۴۹- حضرت ابو بکر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ:

رحمہ اللہ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ”ان دو

حَدَّثَنِي بَخْرُ بْنُ مَرَّارٍ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بَكْرَةَ

شخصوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور عذاب بھی کسی بڑے

قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ، فَقَالَ: «إِنَّهُمَا

کام کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔ ایک کو تو پیشاب کی وجہ سے

لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا

عذاب ہو رہا ہے اور دوسرے کو غیبت کی سزا مل رہی ہے۔“

أَحَدُهُمَا فَيُعَذَّبُ فِي الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ

فَيُعَذَّبُ فِي الْغَيْبَةِ».

فائدہ: ان گناہوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ بڑے نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صغیرہ گناہ ہیں۔ مطلب یہ

ہے کہ ان سے بچنا کوئی بہت دشوار اور زیادہ محنت طلب کام نہیں تھا بلکہ معمولی سی احتیاط کے ساتھ ان دونوں جرائم سے

پرہیز ممکن تھا۔

باب: ۲۷- پیشاب کرنے والے کو سلام کہنا

(المعجم ۲۷) - بَابُ الرَّجُلِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ

وَهُوَ يَبُولُ (التحفة ۲۷)

۳۵۰- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ

۳۵۰- حضرت مہاجر بن قنفذ رحمہ اللہ سے روایت ہے

الطَّلَحِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ،

انہوں نے فرمایا: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا

قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ

جب کہ آپ وضو کر رہے تھے۔ میں نے سلام کہا تو آپ

قَتَادَةَ، عَنْ الْحَسَنِ، عَنْ حُضَيْنِ بْنِ الْمُنْذِرِ

نے جواب نہ دیا۔ جب آپ ﷺ وضو سے فارغ ہوئے

ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ وَعْلَةَ، أَبِي سَاسَانَ

تو فرمایا: ”میں نے سلام کا جواب صرف اس وجہ سے نہیں

الرَّقَاشِيِّ، عَنْ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ بْنِ [عُمَيْرِ]

دیا تھا کہ میں بے وضو تھا۔“

ابْنِ جُذْعَانَ؟ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ

يَتَوَضَّأُ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ

۳۴۹- [صحیح] أخرجه أحمد: ۳۹/۵ عن وكيع به * بحر سمع لهذا الحديث من عبد الرحمن بن أبي بكره عن أبيه،

مسند أحمد: ۳۶، ۳۵/۵، وهو متهم بالاختلاط ولم يتبين تحديده به قبل اختلاطه، فالسند ضعيف، وللحديث

شواهد كثيرة، منها الحديث السابق: ۳۴۷.

۳۵۰- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في الرجل يرد السلام وهو يبول، ح: ۱۷ * الحسن عنن،

وتقدم، ح: ۱۷.

[السَّلَامَ]، فَلَمَّا فَرَّغَ مِنْ وُضُوئِهِ، قَالَ «إِنَّهُ لَمْ يَمْتَنِعِي مِنْ أَنْ أُرَدَّ عَلَيْكَ، إِلَّا أَنِّي كُنْتُ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ».

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے سعید بن ابی عروبہ کے دوسرے شاگرد الانصاری سے بھی یہ روایت اسی طرح بیان کی ہے۔

🌟 فوائد و مسائل: ① مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے، تاہم یہی روایت ایک دوسرے طریق سے صحیح مسلم میں ہے اس میں صرف یہاں تک بیان ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ دیکھیے: (صحیح مسلم) الحیض، باب التیمم، حدیث: ۳۷۰) لہذا یہ بات تو صحیح ثابت ہوئی کہ پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے سلام کا جواب نہ دیا جائے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ سلام کا جواب یا اللہ کا ذکر وضو کے بغیر جائز نہیں۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہوئے شخص کو سلام نہ کیا جائے۔ ③ لیکن اگر کوئی شخص سلام کرے تو فوری طور پر اس کا جواب نہ دیا جائے البتہ مستحب ہے کہ فراغت کے بعد وضو یا تیمم کر کے سلام کا جواب دے دیا جائے جیسا کہ اگلی حدیث کے فوائد میں نبی ﷺ کے عمل کا حوالہ آ رہا ہے، اس لیے اس کے انتخاب میں کوئی شک نہیں۔

۳۵۱- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ؛ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُولُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، فَلَمَّا فَرَّغَ، ضَرَبَ بِكَفِّهِ الْأَرْضَ فَتَتِمَّمَهُ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

۳۵۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ ایک آدمی پاس سے گزرا اس نے آپ ﷺ پر سلام کیا۔ نبی ﷺ نے جواب نہ دیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو زمین پر دونوں ہاتھ مار کر تیمم کیا پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔

🌟 فوائد و مسائل: ① اس حدیث کی یہ سند ضعیف ہے، البتہ اس قسم کا واقعہ دوسری صحیح سند سے بھی مروی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو جہیم بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ”نبی اکرم ﷺ ہر جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے کہ ایک آدمی آپ کو ملا۔ اس نے سلام کہا تو نبی ﷺ نے جواب دینے سے پہلے دیوار پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر پھیرے (تیمم کیا) پھر سلام کا جواب دیا۔ (صحیح البخاری) التیمم، باب التیمم فی

۱۔ أبواب الطهارة وسننها

تقائے حاجت سے متعلق احکام و مسائل

الحضر اذا لم يجد الماء وخاف فوت الصلاة؛ حديث: (۳۳۷) ⑤ کسی عذر اور مشغولیت کی وجہ سے سلام کا جواب مؤخر کرنا جائز ہے۔ ⑥ امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ تیمم کے لیے سفر شرط نہیں۔ سورہ مائدہ کی آیت ۶ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیمم سفر ہی کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت میں ان حالات کا ذکر ہے جن میں عام طور پر تیمم کی ضرورت پیش آ سکتی ہے یہ مطلب نہیں کہ ان حالات کے علاوہ تیمم جائز نہیں۔

۳۵۲- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هَاشِمِ بْنِ الْبَرِيدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ؛ أَنَّ رَجُلًا مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُولُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «إِذَا رَأَيْتَنِي عَلَى مِثْلِ هَذِهِ الْحَالَةِ فَلَا تُسَلِّمْ عَلَيَّ، فَإِنَّكَ إِنِ فَعَلْتَ ذَلِكَ، لَمْ أَرُدَّ عَلَيْكَ».

۳۵۲- حضرت جابر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ ایک آدمی پاس سے گزرا تو اس نے سلام کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”جب تم مجھے اس حالت میں دیکھو تو سلام نہ کہا کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہیں جواب نہیں دوں گا۔“



فائدہ: تقائے حاجت یا پیشاب میں مشغولیت کے موقع پر سلام کا جواب دینا درست نہیں، اس لیے بہتر ہے کہ ایسی صورت حال میں سلام نہ کہا جائے۔ واللہ اعلم.

۳۵۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، وَالْحُسَيْنُ بْنُ أَبِي السَّرَى الْعَسْلَانِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الضَّحَّاكِ ابْنِ عُثْمَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُولُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ.

۳۵۳- حضرت عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ ایک آدمی پاس سے گزرا۔ اس نے سلام کہا تو آپ نے جواب نہ دیا۔

۳۵۲- [حسن] أخرجه ابن عدي: ۲۵۷۴/۷ من حديث الحكم بن موسى ثنا عيسى بن يونس به، وقال البوصيري: "لهذا إسناد حسن لأن سويداً لم ينفرد به".

۳۵۳- أخرجه مسلم، الحيف، باب التيمم، ح: ۳۷۰ من حديث سفیان به.

(المعجم ۲۸) - بَابُ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ

باب: ۲۸- پانی سے استنجا کرنا

(التحفة ۲۸)

۳۵۴- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ مَثُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ قَطُّ إِلَّا مَسَّ مَاءً.

۳۵۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی بیت الخلاء سے تشریف لائے ہوں اور پانی استعمال نہ کیا ہو۔

🌟 فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا گھر میں معمول پانی سے استنجا کرنے کا تھا کیونکہ اس سے زیادہ اور بہتر صفائی حاصل ہوتی ہے۔ ⑤ گھر سے باہر رسول اللہ ﷺ عموماً ڈھیلوں سے استنجا کرتے تھے۔ لیکن بعض اوقات باہر بھی پانی لے جاتے تھے۔ ⑥ یہ روایت بعض حضرات کے نزدیک صحیح ہے۔

۳۵۵- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ، أَبُو سُمَيَّانَ، [قَالَ:] حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ، وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَنْسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ﴾ "اس مسجد میں ایسے آدمی (نماز پڑھتے) ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے انصار کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے تمہاری صفائی پسندی کی تعریف کی ہے۔ تمہاری صفائی کیسی ہوتی ہے؟" انھوں نے عرض کیا: ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہی بات ہے۔ اس کو اختیار کیے رکھنا۔"

۳۵۵- حضرت ابویوب انصاریؓ حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ﴾ "اس مسجد میں ایسے آدمی (نماز پڑھتے) ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے انصار کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے تمہاری صفائی پسندی کی تعریف کی ہے۔ تمہاری صفائی کیسی ہوتی ہے؟" انھوں نے عرض کیا: ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہی بات ہے۔ اس کو اختیار کیے رکھنا۔"

🌟 فوائد ومسائل: ① وضو اور غسل جنابت تو تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ صرف پانی سے استنجا ایسی چیز ہے جس پر

۳۵۴- [إسناده ضعيف] * إبراهيم النخعي كان بدلس (طبقات المدلسين / المرتبة الثانية) وعنن.

۳۵۵- [إسناده حسن] أخرجه البيهقي: ۱/ ۱۰۵ من حديث عتبة به، وصححه الحاكم: ۱/ ۱۵۵، والذهبي * عتبة حسن الحديث.

بعض لوگوں کا عمل نہ کرنا ممکن ہے جس کی وجہ سے عمل کرنے والے قابل تعریف ہوں۔ بہر حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی پر استنجا کرنے کے بجائے پانی استعمال کرنا افضل ہے۔ ⑤ آیت مبارکہ میں جس مسجد کا ذکر ہے اس سے بعض علماء نے مسجد نبوی اور بعض نے مسجد قباء مراد لی ہے، تاہم دونوں مساجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور دونوں مساجد میں نماز پڑھنے والے طہارت اور نظافت کا اہتمام کرنے والے تھے۔

۳۵۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (استنجا کرتے وقت) پشت تین بار دھوتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم نے اس عمل کو اختیار کیا تو اسے علان بھی پایا اور پاکیزگی کا باعث بھی۔

۳۵۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ زَيْدِ الْعَمِّيِّ، عَنْ أَبِي الصَّدِّيقِ النَّجَّاسِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَغْسِلُ مَشْجَمَهُ ثَلَاثًا، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَعَلَنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ دَوَاءً وَطَهُورًا.

ابو الحسن بن سلمہ قطان نے اپنی سند سے بھی مذکورہ روایت کی طرح بیان کیا ہے۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ، وَابْرَاهِيمُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْوَاسِطِيُّ. قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ. حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، نَحْوَهُ.

۳۵۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آیت مبارکہ ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ﴿اس مسجد میں ایسے آدمی (نماز پڑھتے) ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔“ قباء والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ فرمایا: وہ پانی سے استنجا کرتے تھے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔“

۳۵۷- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «نَزَلَتْ فِي أَهْلِ قُبَاءٍ ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ﴾ [التوبة: ۱۰۸] قَالَ: كَانُوا يَسْتَنْجُونَ بِالْمَاءِ فَتَزَلَّتْ فِيهِمْ هَذِهِ الْآيَةُ».

۳۵۶- [إسناده ضعيف جداً] وقال البوصيري: "هذا إسناده فيه زيد العمي وهو ضعيف... * وجابر وهو ضعيف، رافضي كما في التقريب، وقال ابن رجب "جابر الجعفي ضعفه الأكثرون".

۳۵۷- [حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في الاستنجاء بالماء، ح: ۴۴، والترمذي وقال: "غريب" * يونس ضعيف، وشيخه مجهول الحال، والحديث السابق، ح: ۳۵۵ شاهد له.

🌞 فائدہ: صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو نبی ﷺ نے مسجد نبوی کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الحج، باب بیان ان المسجد الذي امس على التقوى هو مسجد النبي ﷺ بالمدينة، حدیث: ۱۳۹۸) تاہم مسجد قباء کی بنیاد بھی خود رسول اللہ ﷺ نے رکھی ہے اس لیے اسے بھی تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر شدہ [لَمَسْجِدِ أُبَيِّسَ عَلَى النَّقْوَى] پاک لوگوں کی مسجد قرار دیا جاسکتا ہے۔

(المعجم ۲۹) - بَابُ مَنْ ذَلِكَ يَدُهُ
بِالْأَرْضِ بَعْدَ الْإِسْتِنجَاءِ (التحفة ۲۹)
باب: ۲۹- جس نے استنجا کے بعد ہاتھ زمین پر رگڑے

۳۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ ابْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، [عَنْ] إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ اسْتَنْجَى مِنْ تَوْرٍ، ثُمَّ ذَلِكَ يَدُهُ بِالْأَرْضِ.

۳۵۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قضائے حاجت کی، پھر پیتل کے برتن سے (پانی لے کر) استنجا کیا، پھر ہاتھ زمین پر رگڑ کر صاف کیا۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ شَرِيكٍ، نَحْوَهُ.

ابوالحسن بن سلمہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث شریک کے دوسرے شاگرد سعید بن سلیمان الواسطی کی سند سے اسی کی مثل بیان کی۔

🌞 فائدہ: مٹی پر ہاتھ ل کر دھونے سے صفائی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ آج کل اس مقصد کے لیے صابن وغیرہ کا استعمال بھی درست ہے، تاہم یہ واجب نہیں۔ صرف پانی سے ہاتھ دھو لینا بھی کافی ہے۔

۳۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ: حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ نَبِيَّ

۳۵۹- حضرت جریر بن عبد اللہ بخلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ درختوں کے ایک جھنڈ میں داخل ہوئے اور قضائے حاجت کی۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پانی

۳۵۸- [إسناده حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الرجل يده بالأرض إذا استنجى، ح: ۴۵، وصححه ابن حبان.

۳۵۹- [حسن] أخرجه النسائي: ۴۵/۱، الطهارة، باب ذلك اليد بالأرض بعد الاستنجاء، ح: ۵۱ من حديث أبان، به، وصححه ابن خزيمة: ۴۷/۱، وح: ۸۹* إبراهيم صدوق لكنه لم يسمع من أبيه، وللحديث شواهد كثيرة.

۱- ابواب الطہارۃ وسننہا
 اللہ ﷺ دَخَلَ الْغَيْصَةَ فَقَضَى حَاجَتَهُ، فَأَتَاهُ
 جَرِيرٌ بِإِدَاوَةٍ مِنْ مَاءٍ فَاسْتَنْجَى مِنْهَا،
 وَمَسَحَ يَدَهُ بِالثَّرَابِ.
 برتنوں سے متعلق احکام ومسائل
 کا برتن حاضر کیا چنانچہ آپ نے اس سے استنجا فرمایا اور
 ہاتھ کوٹی سے رگڑا۔

(المعجم ۳۰) - بَابُ تَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ
 (التحفة ۳۰)
 باب: ۳۰- برتن ڈھانک کر رکھنا

۳۶۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا
 يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي
 سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ:
 أَمَرَ [نَا] النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نُوكِيَ أَسْقِيَتَنَا وَنُعْطَى
 أَيْتَنَا.
 ۳۶۰- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں
 نے فرمایا: نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے
 مشکیزوں کا منہ باندھ دیا کریں اور برتنوں کو ڈھانک دیا
 کریں۔

☆ فوائد ومسائل: ① اسلام نے اپنی تعلیمات میں حفظانِ صحت کے اصولوں کو بھی مد نظر رکھا ہے۔ اس کی ایک
 مثال یہ حدیث مبارک ہے جس میں کھانے پینے کی چیزوں کو نقصان دہ اشیاء سے محفوظ رکھنے کے لیے ڈھانک کر
 رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ② پانی میں مضر صحت اشیاء گرد وغبار وغیرہ بہت جلد مل جاتی ہیں۔ جب پانی کی مقدار کم ہو
 جیسے کہ گھر کے برتنوں میں ہوتی ہے تو تھوڑی سی آلودگی بھی پانی کو ناقابل استعمال بنا سکتی ہے۔ پانی کے مشکیزے
 کا منہ باندھ کر رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ اس طرح پانی آلودگی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کے خراب ہونے
 کا اندیشہ نہیں رہتا۔ ③ برتن خواہ پانی کے ہوں یا کھانے کے ان پر ڈھکن وغیرہ ضرور رکھنا چاہیے تاکہ ان میں
 گرد وغبار یا کیڑے کوڑے داخل نہ ہو سکیں کیونکہ بعض حشراتِ خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔ خاص طور پر رات کے
 وقت چھوٹے موٹے حشرات اپنے بولوں سے باہر نکلتے ہیں وہ کھانے پینے کی چیزوں میں داخل ہو سکتے ہیں، اس لیے
 رات کو برتن ڈھانکنے کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، الأشرۃ، باب تغطية الإناء،
 حدیث: ۵۶۲۳)

۳۶۱- حَدَّثَنَا عِصْمَةُ بْنُ الْفَضْلِ وَ
 يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ
 عُمَارَةَ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ: حَدَّثَنَا حَرِيشُ بْنُ
 ۳۶۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان
 کرتی ہیں کہ میں رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے
 لیے تین ڈھانکے ہوئے برتن تیار رکھتی تھی۔ ایک برتن

۳۶۰- أخرجه مسلم، من حديث الليث بن سعد عن أبي الزبير به مطولاً، انظر، ح: ۳۴۱۰، ۳۷۷۱ من هذا الكتاب.
 ۳۶۱- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف، حريش بن خريت متفق على ضعفه"، وانظر،
 ح: ۳۴۱۲.

آپ کے وضو کے لیے ایک آپ کے مسواک کے لیے
اور ایک آپ کے پینے کے لیے۔

[الْخُرَيْبِ]: أَتَيْنَا ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَصْنَعُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ
ثَلَاثَةَ آيَةٍ مِنَ اللَّيْلِ مُحَمَّرَةً: إِنَاءً لِيَطْهُرَهُ،
وَأِنَاءً لِيَسْوَاكِه، وَإِنَاءً لِيَشْرِبَهُ.

۳۶۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی پاکیزگی (وضو وغیرہ) اور اپنا
صدقہ جو کسی کو دینا ہوتا تھا کسی کے سپرد نہیں کرتے تھے
بلکہ یہ کام خود کرتے تھے۔

۳۶۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، عَبْدُ بْنُ
الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا مُطَهَّرُ بْنُ الْهَيْثَمِ: حَدَّثَنَا
عَلْقَمَةُ بْنُ أَبِي جَمْرَةَ الضَّبْعِيُّ، عَنْ أَبِيهِ أَبِي
جَمْرَةَ الضَّبْعِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَكُلُ طَهْرَهُ إِلَى أَحَدٍ وَلَا
صَدَقَتَهُ الَّتِي يَتَصَدَّقُ بِهَا، يَكُونُ هُوَ الَّذِي
يَتَوَلَّاهَا بِنَفْسِهِ.

باب: ۳۱- برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے
دھونا چاہیے

(المعجم ۳۱) - بَابُ غَسْلِ الْإِنَاءِ مِنْ
وُلُوغِ الْكَلْبِ (التحفة ۳۱)

۳۶۳- جناب ابو رزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انھوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ
انھوں نے پیشانی پر ہاتھ مارا اور کہا: اے عراق والو!
تمھارا یہ خیال ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بول
رہا ہوں؟ (اس کا نتیجہ یہ ہوگا) کہ تمھیں فائدہ حاصل ہو
جائے اور مجھے گناہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے
رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”جب تم میں سے

۳۶۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:
حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي
رَزِينٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَضْرِبُ جَبْهَتَهُ
بِيَدِهِ وَيَقُولُ: يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ! أَنْتُمْ تَزْعُمُونَ
أَنِّي أَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: لِيَكُونَ
لَكُمْ الْمَهْنُ وَعَلَيَّ الْإِثْمُ، أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي

۳۶۲- [إسناده ضعيف] قال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف، علقمة بن أبي جمره مجهول، ومطهر بن الهيثم ضعيف."

۳۶۳- [إسناده ضعيف] * أبو معاوية موصوف بالتدليس (طبقات المدلسين / المرتبة الثانية)، والأعمش تقدم، ح: ۱۷۸، وعتننا، وأخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، ح: ۲۷۹ من طريق آخر عن الأعمش به مختصراً، المرفوع فقط، وروايات المدلسين في الصحيحين محمولة على السماع.

إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ، فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ». کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ اس (برتن) کو سات بار دھوئے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتے کا منہ اور اس کا لعاب ناپاک ہے جس سے پانی بھی ناپاک ہو جاتا ہے اور برتن بھی، اس لیے حکم ہے کہ جس پانی میں کتا منہ ڈالے اسے گرا دیا جائے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الطهارة، باب حکم ولوغ الکلب، حدیث: ۲۷۹) ② جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے سات بار دھونا ضروری ہے۔ ③ اس کے علاوہ اس برتن کو ایک مرتبہ مٹی سے مانجھنا بھی ضروری ہے۔ جیسے کہ صحیح مسلم کے مذکورہ بالا باب میں مذکور احادیث میں صراحت ہے۔ مٹی کا استعمال شروع میں بھی ہو سکتا ہے اور آخر میں بھی کیونکہ ایک روایت میں ہے: [أَوْ لَا هُنَّ بِالنَّسْرَابِ] ”پہلی بار مٹی سے مل کر دھوؤ۔“ اور ایک روایت میں ہے: [عَفَرُوهُ النَّامِئَةَ بِالنَّسْرَابِ] ”اس کو آٹھویں بار مٹی سے مل کر دھوؤ۔“ سات بار پانی سے دھونے کے ساتھ جب ایک بار مٹی استعمال کی جائے گی تو یہ مٹی کا استعمال گویا آٹھویں بار دھونا ہے۔ ④ کتے کے لعاب میں باؤلا پن کے جراثیم ہوتے ہیں جو ایک دو بار دھونے سے ختم نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ مٹی میں جراثیم کش خاصیت پائی جاتی ہے، اس لیے شریعت نے کتے کے جوٹھے کے بارے میں خاص طور پر یہ حکم دیا ہے دوسرے جانوروں کے بارے میں نہیں دیا۔ ⑤ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا پیشانی پر ہاتھ مارنا نفوس اور تعجب کے لیے ہے کہ تم لوگوں کو میری بات پر یقین کیوں نہیں آتا؟ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عراق میں شروع سے قابل احترام ہستیوں کا احترام کم تھا، اس لیے وہ مدینہ سے مقرر ہو کر جانے والے گورنروں پر بھی بے جا تنقید کرتے رہتے تھے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دار الحکومت بنایا تو انھیں بھی پریشان کرتے رہے۔ عراق ہی سے خوارج کا فتنہ شروع ہوا اور یہیں معتزلہ فرقہ پیدا ہوا۔ ⑥ یہ روایت ہمارے محقق کے نزدیک سنداً ضعیف ہے جبکہ دیگر بہت سے محققین کے نزدیک صحیح ہے۔

۳۶۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ»۔
 ۳۶۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پی لے تو اسے چاہیے کہ اس (برتن) کو سات بار دھوئے۔“

۳۶۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۳۶۵- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت

۳۶۴- أخرجه البخاري، الوضوء، باب إذا شرب الكلب في إناء أحدكم فليغسله سبعاً، ح: ۱۷۲، ومسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، ح: ۲۷۹ من حديث مالك به.

۳۶۵- أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، ح: ۲۸۰ من حديث شعبه به.

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب برتن میں کتابی لے تو اسے سات بار دھوؤ اور آٹھویں مرتبہ مٹی کے ساتھ صاف کرو۔“

حَدَّثَنَا شَبَابَةُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفًا يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَأَغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَغَفَرُوهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ».

۳۶۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتابی لے تو اسے چاہیے کہ اس (برتن) کو سات بار دھوئے۔“

۳۶۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ».

باب: ۳۲- بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کا بیان

(المعجم ۳۲) - بَابُ الْوُضُوءِ بِسُورِ الْهَرَّةِ وَالرُّخَصَةِ فِي ذَلِكَ (التحفة ۳۲)

۳۶۷- حضرت کبیر بنت کعب رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کی بیوی تھیں ان سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ کے لیے برتن میں پانی ڈال کر رکھا تا کہ وہ وضو کر لیں۔ (اتنے میں) ایک بلی آ کر (اس سے پانی) پینے لگی۔ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ نے برتن جھکا دیا (تا کہ وہ آسانی سے پانی پی لے) (حضرت کبیر رضی اللہ عنہا نے فرمایا) میں ان کی طرف (تعجب سے) دیکھنے لگی تو انھوں نے فرمایا: میری بھتیجی!

۳۶۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْمُجَابِبِ: أَنَّ أَبَا مَالِكٍ بْنُ أَنَسٍ: أَخْبَرَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبٍ، وَكَانَتْ تَحْتَ بَعْضِ وَلَدِ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّهَا صَبَتْ لِأَبِي قَتَادَةَ مَاءً يَتَوَضَّأُ بِهِ، فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ، فَأَضْغَى لَهَا الْإِنَاءَ، فَجَعَلَتْ أَنْظُرَ

۳۶۶- [إسناده حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ۱۲/ ۳۶۵، ح: ۱۳۳۵۷ من حديث سعيد بن أبي مریم به * عبدالله العمري عن نافع قوي، قواه أحمد وابن معين، وانظر، ح: ۱۲۹۹ - تنبيه: قال الحافظ المزني في الأطراف: "وقع في بعض النسخ عن عبيد الله وهو وهم".

۳۶۷- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب سؤر الهرة، ح: ۷۵ من حديث مالك به، وصححه الترمذي، ح: ۹۲، وابن خزيمة، وابن حبان، والبخاري، والدارقطني، والحاكم، والذهبي وغيرهم.

۱- أبواب الطهارة وسننها _____ عورت کے مستعمل پانی سے متعلق احکام و مسائل

إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا ابْنَةُ أَخِي أَتَعَجِبِينَ؟ قَالَ: كَيْفَ تَحْسِبُنِي تَعَجِبُ؟ هِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ، هِيَ مِنَ الطَّوَّافِينَ أَوْ الطَّوَّافَاتِ». آتی جاتی رہتی ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① بزرگوں کی خدمت اور چھوٹوں پر شفقت اور ان کی تربیت ضروری ہے۔ ② بے زبان جانوروں پر رحم کرنا چاہیے۔ ③ بلی کا جوٹھانا پاک نہیں۔ ④ اسلام سہولت اور آسانی والا دین ہے۔ چونکہ بلیوں کو گھروں میں آنے سے روکنا ممکن نہیں اس لیے ان کے بارے میں حکم نرم کر دیا گیا ہے۔

۳۶۸- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ، وَاسْمَاعِيلُ بْنُ تَوْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ حَارِثَةَ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَتَوَضَّأُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، قَدْ أَصَابَتْ مِنْهُ الْهَرَّةُ قَبْلَ ذَلِكَ.

۳۶۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے وضو کر لیا کرتے تھے جب کہ اس میں سے پہلے بلی نے پانی پیا ہوتا تھا۔

۳۶۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، - يَعْني: أَبَا بَكْرٍ الْخَثَمِيُّ: - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْهَرَّةُ لَا تَقْطَعُ الصَّلَاةَ، لِأَنَّهَا مِنْ مَتَاعِ الْبَيْتِ».

۳۶۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلی (کے نمازی کے آگے سے گزرنے) سے نماز نہیں ٹوٹی کیونکہ وہ گھر کی اشیاء میں سے ہے۔“

(المعجم ۳۳) - بَابُ الرُّخْصَةِ بِفَضْلِ وَضْءِ الْمَرْأَةِ (التخفة ۳۳) باب: ۳۳- عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی کے استعمال کی رخصت

۳۶۸- [إسناده ضعيف] قال البوصيري: "لهذا إسناده ضعيف لضعف حارثة بن أبي الرجال"، وانظر، ح: ۵۶. ۳۶۹- [إسناده حسن] أخرجه ابن عدي: ۱۵۸۶/۴ من حديث محمد بن بشار بن دار، وصححه الحاكم: ۲۵۵، ۲۵۴/۱، والذهبي، وابن خزيمة * عبد الرحمن بن أبي الزناد حسن الحديث كما حققته في "نور العيتين في إنبات رفع اليدين".

۳۷۰- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

ہے کہ نبی ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے ایک ٹب میں (پانی لے کر) غسل کیا۔ اس کے بعد نبی ﷺ غسل یا وضو کرنے کے لیے تشریف لائے تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں جہنی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”پانی ناپاک نہیں ہوتا۔“

۳۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي جَفَنَةٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَغْتَسِلَ أَوْ يَتَوَضَّأَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي كُنْتُ جَنْبًا، قَالَ: «الْمَاءُ لَا يُجْنِبُ».

🌟 فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق کے نزدیک یہ روایت سند اضعیف ہے تاہم صحیح مسلم کی حدیث میں یہی بات بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل فرمایا کرتے تھے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة..... حدیث: ۳۲۳) غالباً اسی وجہ سے شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کا مستعمل بقیہ پانی پاک اور قابل استعمال رہتا ہے۔

۳۷۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی زوجہ محترمہ نے غسل جنابت کیا۔ ان کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے نبی ﷺ نے وضو اور غسل فرمایا۔

۳۷۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

وَكَيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سِمَاكِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اغْتَسَلَتْ مِنْ جَنَابَةٍ، فَتَوَضَّأَ وَاغْتَسَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ فَضْلِ وَضُوئِهَا.

۳۷۲- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت میمونہ

رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے غسل جنابت سے بچے ہوئے پانی سے غسل فرمایا۔

۳۷۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى،

وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ،

۳۷۰- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الماء لا يجنب، ح: ۶۸ من حديث أبي الأحوص به، وصححه الترمذي، ح: ۶۵، ولكن سلسلة سمالك عن عكرمة ضعيفة كما تقدم، ح: ۱۷۱، ولبعض الحديث شواهد عند مسلم، ح: ۳۲۳ وغيره.

۳۷۱- [ضعيف] انظر الحديث السابق.

۳۷۲- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۶/ ۳۳۰ عن أبي داود الطيالسي به، وانظر، ح: ۳۷۰ لعلته.

۱- ابواب الطهارة وسننها

عورت کے مستعمل پانی سے متعلق احکام و مسائل

عَنْ سِمَاكِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ،
عَنْ مَيْمُونَةَ، رَوَى النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ
تَوَضَّأَ بِفَضْلِ غُسْلِهَا مِنَ الْجَنَابَةِ.

🌞 توضیح: مذکورہ بالا روایات میں ام المومنین رضی اللہ عنہا کا نام ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

(المعجم ۳۴) - بَابُ النَّهْيِ عَنْ ذَلِكَ
(التحفة ۳۴) باب ۳۴- اس (پانی سے وضو اور غسل) کی ممانعت

۳۷۳- حضرت حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے آدمی کو وضو کرنے سے منع فرمایا۔

۳۷۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي حَاجِبٍ، عَنِ الْحَكَمِ ابْنِ عَمْرِو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ وَضْءِ الْمَرْأَةِ.

۳۷۴- حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے آدمی غسل کرے یا مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل کرے۔ بلکہ (یہ حکم دیا کہ) دونوں اکٹھا شروع کر دیں۔

۳۷۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ الْمُخْتَارِ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ الْأَحْوَلُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجَسٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَتَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ وَضْءِ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ، وَلَكِنْ يَشْرَعَانِ جَمِيعًا.

قال أبو عبد الله الله ابن ماجه: الصحيح هو ابو عبد الله ابن ماجه (مؤلف سنن ابن ماجه) نے کہا:

۳۷۳ [إسناده حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب النهي عن ذلك، ح: ۸۲ عن ابن بشار به، وحسنه الترمذي، ح: ۶۴، وصححه ابن حبان.

۳۷۴ [إسناده صحيح] أخرجه الدارقطني: ۱/ ۱۱۶، ۱۱۸ من حديث أبي حاتم الرازي به، وفقه شعبه عن عاصم به، وقال الدارقطني: "وهذا موقوف صحيح وهو أولى بالصواب".

میاں بیوی کے ایک ہی برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کا بیان
صحیح پہلی بات ہے۔ دوسری وہم ہے۔

الْأَوَّلُ، وَالثَّانِي وَهَمٌ.

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ، وَأَبُو عُثْمَانَ الْمُحَارِبِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، نَحْوَهُ.
ابوالحسن بن سلمہ نے کہا، ہمیں ابو حاتم اور ابو عثمان
محرابی نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں معلیٰ بن
اسد نے سابق روایت کی طرح بیان کیا۔

🌞 فوائد ومسائل: ① امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے فرمایا: صحیح اول ہے اور ثانی وہم ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ پہلی روایت صحیح ہے اور دوسری میں راوی سے غلطی ہوئی ہے۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جو مسئلہ پہلے باب میں
ذکر ہوا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے غسل کر سکتے ہیں، وہ صحیح ہے۔ اور دوسرے باب والا
مسئلہ یعنی اس کا منع ہونا راجح نہیں۔ ② بعض علماء نے اس نبی کی بابت لکھا ہے کہ یہ نبی یا تو رخصت سے پہلے کی ہے
یا احتیاط پر محمول ہے۔ اور صحیح ترویج ہے جو پچھلے باب میں مذکور ہوا کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کے استعمال شدہ اور
بچے ہوئے پانی سے وضو کر سکتے ہیں۔

۳۷۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَهْلُهُ يَغْتَسِلُونَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَلَا يَغْتَسِلُ أَحَدُهُمَا بِفَضْلِ صَاحِبِهِ.
۳۷۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے
فرمایا: نبی ﷺ اور آپ کی زوجہ ایک ہی برتن سے (پانی
لے لے کر) غسل کر لیا کرتے تھے لیکن ایک دوسرے
کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہیں کرتے تھے۔

🌞 فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ میاں بیوی اکٹھے بھی غسل کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے
بچے ہوئے پانی سے بھی غسل کر سکتے ہیں۔

(المعجم ۳۵) - بَابُ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ (التحفة ۳۵)
باب: ۳۵- میاں بیوی ایک برتن سے پانی
لے کر غسل کر سکتے ہیں

۳۷۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُمَيْجٍ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ؛ ح: ۳۷۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان
کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے

۱- أبواب الطهارة وسننها

میاں بیوی کے ایک ہی برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کا بیان

وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ
عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا
وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

🌞 فائدہ: ایک برتن سے غسل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک بڑے برتن میں پانی کھا ہوا اور میاں بیوی دونوں اسی میں سے پانی لے لے کر نہالیں یہ جائز ہے۔

۳۷۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ
دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ،
عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا
وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

۳۷۷- ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کر لیا کرتے تھے۔

۳۷۸- حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْأَشْعَرِيُّ، عَبْدُ
اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ:
حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ،
عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أُمِّ هَانِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ
اغْتَسَلَ وَمَيْمُونَةُ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، فِي قَصْعَةٍ،
فِيهَا أَكْثَرُ الْعَجِينِ.

۳۷۸- حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک ٹب (میں پانی لے کر اس سے غسل کیا جب کہ اس (برتن) میں (گوندھے ہوئے) آٹے کا اثر تھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید اس کی بابت لکھتے ہیں کہ سنن النسائی کی روایت اس سے کفایت کرتی ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (الإرواء: ۶۳۱/۱) "لہذا معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت قابل حجت ہے۔ ② آٹا لگا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ برتن میں آٹا گوندھا گیا تھا بعد میں برتن صاف کرتے وقت کچھ تھوڑا بہت ادھر ادھر لگا ہوا رہ گیا۔ اسی برتن میں پانی ڈال لیا

۳۷۷- أخرجه مسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء... الخ، ح: ۳۲۲، وابن أبي شيبة وغيره به.
۳۷۸- [إسناده ضعيف] أخرجه النسائي: ۱/۱۳۱، الطهارة، باب ذكر الاغتسال في القصعة التي يعجن فيها، ح: ۲۴۱ من حديث إبراهيم بن أبي نجيع أكثر عن مجاهد، وكان يدلّس عنه، وصفه بذلك النسائي (طبقات المدلسين/ المراجعة الثالثة)، وحديث النسائي: ۴۱۵ يغني عنه.

گیا۔ چونکہ آنا پاک چیز ہے اور اگر اس میں سے معمولی مقدار میں پانی میں مل بھی گیا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۳۷۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ :
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ : حَدَّثَنَا
شَرِيكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ ،
عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
وَازْوَا جُهُ يَغْتَسِلُونَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ .

🌞 فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس ام المومنین کے گھر میں رسول اللہ ﷺ غسل فرماتے ان کے ساتھ ہی ایک برتن میں غسل کر لیتے تھے۔ یہ مطلب نہیں کہ ایک سے زیادہ ازواج مطہرات ﷺ ایک وقت اکٹھی غسل کرتی ہوں کیونکہ عورت کو دوسری عورت سے وہ اعضاء چھپانا ضروری ہیں جو خاوند سے چھپانا ضروری نہیں۔

۳۸۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ :
حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُثَيْبٍ ، عَنْ هِشَامِ
الدَّسْتَوَائِيِّ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي
سَلَمَةَ ، عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ
أَنَّهَا كَانَتْ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ
وَاحِدٍ .

(المعجم ۳۶) - بَابُ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ
يَتَوَضَّأَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ (التحفة ۳۶)

۳۸۱- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ : حَدَّثَنَا
مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ
قَالَ : كَانَ الرَّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّأُونَ عَلَى

۳۷۹- [حسن] أخرجه ابن أبي شيبة: ۳۶/۱، وانظر، ح: ۱۴۹، لعلته، وللحديث شواهد، انظر الحديث السابق: ۳۷۸.

۳۸۰- أخرجه البخاري، الصوم، باب القبلة للصائم، ح: ۱۹۲۹، ومسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء... الخ، ح: ۳۲۴، من حديث هشام الدستوائي به، وللحديث طرق.

۳۸۱- أخرجه البخاري، الوضوء، باب وضوء الرجل مع امرأته وفضل وضوء المرأة، ح: ۱۹۳، من حديث مالك به.

🌞 فوائد و مسائل: ① گزشتہ باب میں بیان ہوا کہ میاں بیوی ایک ہی برتن میں سے پانی لے کر اکٹھے غسل کر سکتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکٹھے وضو بھی کر سکتے ہیں۔ اس باب کی احادیث سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ یہ درست ہے۔ ② مردوں اور عورتوں کے اکٹھے وضو کرنے سے مراد خاندان بیوی کا اکٹھے وضو کرنا بھی ہو سکتا ہے اور محرم مردوں عورتوں کا مل کر وضو کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ وضو کے اعضاء محرم کے سامنے ظاہر کیے جاسکتے ہیں۔ محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے، مثلاً: ماں، بیٹا، بہن، بھائی اور باپ بیٹی وغیرہ۔ عورت کو ان رشتہ داروں سے پردہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ وہ افراد جن سے نکاح وقتی طور پر حرام ہے، محرم نہیں ہیں، مثلاً: سالی اور بہنوئی کا رشتہ محرم کا نہیں ہے کیونکہ سالی سے نکاح صرف اس وقت تک حرام ہے جب تک اس کی بہن (بیوی) نکاح میں ہے۔ اگر بیوی فوت ہو جائے یا اسے طلاق ہو جائے تو اس کی بہن (سالی) سے نکاح جائز ہے۔

۳۸۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ: حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّعْمَانِ، - وَهُوَ ابْنُ سُرَجٍ - عَنْ أُمِّ صُبَيْةَ الْجُهَنِيَّةِ قَالَتْ: رُبَّمَا اخْتَلَفَتْ يَدَيَّ وَيَدُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْوُضُوءِ مِنْ إِنْاءٍ وَاحِدٍ .

۳۸۲- حضرت ام صبیہ جہنیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک ہی برتن میں سے وضو کرتے ہوئے بعض اوقات میرا ہاتھ اور رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ یکے بعد دیگرے (برتن میں) پڑتا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ مَاجَهَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: أُمُّ صُبَيْةَ هِيَ خَوْلَةُ بِنْتِ قَيْسٍ، فَذَكَرْتُ لِأَبِي زُرْعَةَ، فَقَالَ: صَدَقَ .

امام ابوعبد اللہ ابن ماجہ نے فرمایا: میں نے محمد (بن یحییٰ ذہلی) سے سنا، وہ کہتے تھے، ام صبیہ، خولہ بنت قیس ہے۔ یہ بات میں نے ابوزرعة سے ذکر کی تو انھوں نے کہا، محمد نے سچ کہا۔

🌞 توضیح: ممکن ہے یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہو یا شاید ان کا نبی ﷺ سے کوئی ایسا رشتہ ہو جس کی وجہ سے پردہ واجب نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

۳۸۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا ۳۸۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور

نبی ﷺ نماز کے لیے وضو کر (اکٹھے) کر لیا کرتے تھے۔

دَاوُدُ بْنُ شَيْبٍ: حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ،
عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرَمٍ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ،
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُمَا كَانَا يَتَوَضَّأَنِ جَمِيعًا
لِلصَّلَاةِ.

باب: ۳۷- نبی سے وضو کرنا

(المعجم ۳۷) - بَابُ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيِّ

(التحفة ۳۷)

۳۸۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنوں سے ملاقات والی رات ان سے فرمایا: ”کیا تمہارے پاس وضو کا پانی ہے؟“ میں نے عرض کیا: جی نہیں، بس چمڑے کے برتن میں تھوڑی سی نبیذ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پاک کھجوریں ہیں اور پاک کرنے والا پانی ہے۔“ پھر نبی ﷺ نے (اسی پانی سے) وضو کر لیا۔ یہ روایت کعب کی ہے۔

۳۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ،
وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ
أَبِيهِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي فَرَاةَ
الْعُبَيْسِيِّ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، مَوْلَى عَمْرِو بْنِ
حُرَيْثٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهُ، لَيْلَةَ الْجَنِّ «عِنْدَكَ
طَهُورٌ؟» قَالَ: لَا. إِلَّا شَيْءٌ مِنْ نَبِيذٍ فِي
إِدَاوَةٍ. قَالَ: «تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ»
فَتَوَضَّأَ. هَذَا حَدِيثٌ وَكَيْعٍ.

🌞 فوائد ومسائل: ① ”نبیذ“ عرب کا خاص مشروب ہے جو وہ خشک کھجور یا مٹی پانی میں بھگوئے رکھنے سے تیار کرتے تھے جیسے ہمارے ہاں اٹلی اور آلو بخارے سے شربت تیار کرتے ہیں۔ ② بعض علماء نے اس حدیث کی وجہ سے اس شربت (نبیذ) سے وضو کرنا جائز قرار دیا ہے لیکن یہ روایت چونکہ ضعیف ہے، اس لیے اس سے استدلال صحیح نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ اگر کسی کے پاس پانی نہ ہو اور شربت (نبیذ) موجود ہو تو وہ شربت سے وضو نہ کرے بلکہ تیمم کرے۔ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی تمام سندوں کو ضعیف قرار دے کر یہ فیصلہ دیا ہے کہ نبیذ سے کسی حال میں وضو جائز نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح معانی الآثار: ۱/ ۵۸۷)

۳۸۴- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الوضوء بالنبيذ، ح: ۸۴ من حديث أبي فرادة، وقال الترمذي، ح: ۸۸ "أبو زيد رجل مجهول عند أهل الحديث"، والحديث ضعفه ابن حبان، والطحاوي وغيرهما بل قال السيد جمال: "أجمع المحدثون على أن هذا الحديث ضعيف".

۱- ابواب الطهارة وسننها

وضو سے متعلق احکام و مسائل

و جامع الترمذی تحقیق احمد محمد شاکر، حدیث: (۸۸) ⑤ ”جنوں والی رات“ سے مراد یہ واقعہ ہے کہ ایک رات کچھ مسلمان جن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ جنوں کے اجتماع میں وعظ و نصیحت ارشاد فرمائیں اور انھیں دینی مسائل سے آگاہ کریں، چنانچہ نبی ﷺ ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور جنوں کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔

۳۸۵- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ

الدَّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ حَنْسِ الصَّنَعَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِابْنِ مَسْعُودٍ، لَيْلَةَ الْحِجْرِ: «مَعَكَ مَاءٌ؟» قَالَ: لَا. إِلَّا نَبِيذًا فِي سَطِيحَةٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ، صُبَّ عَلَيَّ» قَالَ: فَصَبَّتْ عَلَيْهِ، فَتَوَضَّأَ بِهِ.

۳۸۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

ہے کہ جنوں والی رات اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”کیا تمہارے پاس پانی ہے؟“ انھوں نے کہا: نہیں۔ لیکن مشکیزے میں بنیذ موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پاک کھجوریں ہیں اور پاک کرنے والا پانی ہے مجھ پر ڈالو۔“ میں نے (بنیذ کو) نبی ﷺ (کے ہاتھوں) پر اندر دیا اور آپ ﷺ نے اس کے ساتھ وضو کیا۔

(المعجم ۳۸) - بَابُ الْوُضُوءِ بِمَاءٍ

الْبَحْرِ (التحفة ۳۸)

باب: ۳۸- سمندر کے پانی سے وضو کرنا

۳۸۶- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا

مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ، هُوَ مِنْ آلِ ابْنِ الْأَزْرَقِ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ، وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

۳۸۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں

نے فرمایا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ”اے اللہ کے رسول! ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے لیتے ہیں۔ اگر ہم اس سے وضو کر لیں تو پیا سے رہ جائیں گے (پینے

۳۸۵- [إسناده ضعيف] أخرجه الدارقطني: ۷۶/۱ عن ابن لهيعة به، وقال: تفرد به ابن لهيعة، وهو ضعيف الحديث، وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لضعف ابن لهيعة" يعني أنه حدث به بعد اختلاطه، والحديث ضعيف الزار أيضًا.

۳۸۶- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، ح: ۸۳ من حديث مالك به، وصححه الترمذي، ح: ۶۹، والبخاري، وابن خزيمة، وابن حبان وغيرهم.

يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا نَزَكَبُ الْبَحْرَ، وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطَشْنَا، أَفَتَتَوَضَّأُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ، وَالْجَلُّ مَيْتُهُ».

🌞 فوائد و مسائل: ① سوال کرنے والے صحابی کا نام طبرانی کی روایت میں ”عبداللہ“ مذکور ہے اور مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق قبیلۂ بنو مدح سے تھا۔ دیکھیے: (سبل السلام شرح بلوغ المرام: ۱۰/۱)

② سمندر کے پانی کا ذائقہ عام پانی سے مختلف ہوتا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے صحابی کے ذہن میں اشکال پیدا ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ سمندر کا پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی، اس لیے اس کو وضو وغیرہ کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ③ سمندر کے مرے ہوئے جانور سے مراد وہ جانور ہے جو پانی میں رہنے والا ہے۔ وہ جس طرح زندہ پکڑا جائے تو حلال ہوتا ہے اسی طرح اگر سمندر میں مر جائے یا سمندر سے باہر آ کر مر جائے تو بھی حلال ہے۔ اسے خشکی کے جانور کی طرح ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ﴾ (المائدہ: ۹۶/۵) ”تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال قرار دیا گیا ہے۔“ البتہ خشکی میں رہنے والا جانور اگر پانی میں ڈوب کر مر جائے تو وہ حرام ہے کیونکہ وہ ”مردہ سمندری جانور“ نہیں بلکہ ”خشکی کا مردہ جانور“ ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، الذبائح والصيد، باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة، حدیث: ۵۴۸۴) ④ صحابی نے صرف سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا تھا نبی ﷺ نے پانی کے ساتھ ساتھ سمندر کے جانور کے بارے میں بھی بتا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عالم محسوس کرے کہ سائل کو کوئی دوسرا مسئلہ بتانے کی بھی ضرورت ہے جو اس نے نہیں پوچھا تو اس کے پوچھے ہوئے مسئلے کے ساتھ دوسرا مسئلہ بھی بتا دینا چاہیے۔ ⑤ بعض جانور پانی میں بھی زندہ رہ سکتے ہیں اور خشکی میں بھی۔ کیا انھیں پانی کے جانوروں میں شمار کرنا چاہیے یا خشکی کے جانوروں میں؟ حدیث میں ان میں سے صرف مینڈک کا ذکر آتا ہے۔ اس کے بارے میں سنن ابن ماجہ میں ایک حدیث مروی ہے جس میں مینڈک کو قتل کرنے کی ممانعت ہے۔ اس حدیث کے بارے میں محمد فواد عبدالباقی نے کہا ہے: [في الزوائد: في إسناده إبراهيم بن الفضل المخزومي، وهو ضعيف] ”زوائد میں لکھا ہے کہ اس کی سند میں ابراہیم بن فضل مخزومی ہے اور وہ ضعیف ہے۔“ لیکن علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”صحیح سنن ابن ماجہ“ میں ذکر کیا ہے۔ ایک اور حدیث امام ابن حجر رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں ذکر کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طبیب کو دوا میں ڈالنے کے لیے مینڈک مارنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ حافظ ابن

حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے، امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔“ دیکھیے: (بلوغ المرام، کتاب الأطعمۃ، حدیث: ۱۳) اس حدیث کی روشنی میں ایسے جانوروں سے پرہیز ہی صحیح معلوم ہوتا ہے جو پانی اور خشکی دونوں جگہ پر زندہ رہ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۳۸۷- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ مَخْشِيٍّ، عَنْ ابْنِ الْفَرَّاسِيِّ قَالَ: كُنْتُ أَصِيدُ وَكَانَتْ لِي قُرْبَةٌ أَجْعَلُ فِيهَا مَاءً، وَإِنِّي تَوَضَّأْتُ بِمَاءِ الْبَحْرِ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ، الْحِلُّ مَيْتَتُهُ».

۳۸۷- حضرت ابن فراسی رحمہ اللہ سے روایت ہے: انہوں نے کہا: میں شکار کیا کرتا تھا اور میرے پاس ایک مشک تھی، میں اس میں پانی ڈال لیا کرتا تھا۔ میں نے سمندر کے پانی سے وضو کیا، پھر رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مرنے والا جانور حلال ہے۔“

۳۸۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ حَارِزٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، هُوَ ابْنُ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ مَاءِ الْبَحْرِ، فَقَالَ: «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ. الْحِلُّ مَيْتَتُهُ».

۳۸۸- حضرت جابر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے سمندر کے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مرنے والا جانور حلال ہے۔“

قال أبو الحسن بن سلمة: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الْهَسَنَجَانِيُّ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ حَارِزٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، هُوَ ابْنُ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ

(امام ابن ماجہ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمۃ نے امام احمد بن حنبل کے دوسرے شاگرد علی بن الحسن اہسجانی سے مذکورہ بالا روایت کی مانند بیان کیا۔

۳۸۷- [إسناده ضعيف] * مسلم بن مخشي مستور، لم يوثقه غير ابن حبان، وأما ابن الفراسي فلم أجد من وثقه، والحديث السابق، ح: ۳۸۶، يعني عنه.

۳۸۸- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ۳/ ۳۷۳، وهذا من زيادات ابن القطان.

النَّبِيِّ ﷺ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

باب: ۳۹- وضو میں دوسرے آدمی سے مدد

(المعجم ۳۹) - بَابُ الرَّجُلِ يَسْتَعِينُ

لِيُنَازِلَ أَوْ لِيُنَازِلَ

عَلَى وَضُوئِهِ فَيَضُبُّ عَلَيْهِ (التحفة ۳۹)

۳۸۹- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ کسی کام سے تشریف لے گئے۔ جب آپ واپس آئے تو میں پانی کا برتن لے کر حاضر ہوا۔ میں نے پانی ڈالا تو نبی ﷺ نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر چہرہ مبارک دھویا پھر اپنے بازو دھونے کا ارادہ کیا تو جب کی آستینیں تنگ معلوم ہوئیں، چنانچہ آپ نے جب کے نیچے سے بازو نکال لیے اور انھیں دھویا اور موزوں پر مسح کیا، پھر ہمیں نماز پڑھائی۔

۳۸۹- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَعْضُ حَاجَتِهِ، فَلَمَّا رَجَعَ تَلَفَّتُهُ بِالْإِدَاوَةِ، فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَتِ الْجُبَّةُ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ عَلَى خَفِيَّهِ، ثُمَّ صَلَّى بِنَا.

🌞 فوائد و مسائل: ① مقام و مرتبہ یا عمر کے لحاظ سے بڑوں کی خدمت کرنا اور ان کی ضرورت کی چیزوں کو بروقت تیار رکھنا مستحسن ہے۔ ② چھوٹوں سے خدمت لینا جائز ہے اگرچہ وہ خدمت ایسے کام میں ہو جو عبادت سے تعلق رکھتا ہو۔ ③ اس حدیث میں وضو کی پوری تفصیل نہیں، بعض اہم امور کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے معروف طریقے سے پورا وضو کیا۔ ④ اس سے موزوں پر مسح کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ ⑤ بہر حال وضو کرنا ضروری ہے چاہے اس میں مشقت ہی ہو جیسے رسول اللہ ﷺ نے مکمل وضو کرنے کے لیے بازو دھوئے، حالانکہ جب اتارنے میں دشواری تھی۔

۳۹۰- حضرت رُجَّع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

۳۹۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى:

انھوں نے فرمایا: میں وضو کا برتن لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا: ”پانی ڈالو۔“

حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ

۳۸۹- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الجبة الشامية، ج: ۳، ۳۶۳، ۳۸۸، ۲۹۱۸، ۵۷۹۸، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ج: ۲، ۲۷۴ من حديث الأعمش به، مطولاً ومختصراً، بالفاظ متقاربة.

۳۹۰- [إسناده ضعيف] * ابن عقيل ضعيف، والحديث حسن دون قوله «أخذ ماءً جديداً»، انظر سنن أبي داود برفق: ۱۲۶، طبعه دار السلام.

الرُّبْعُ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مِيْصَاةٍ، فَقَالَ: «اشْكِيْ». فَسَكَبْتُ، فَغَسَلْتُ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ، وَأَخَذَ مَاءً جَدِيداً، فَمَسَحَ بِهِ رَأْسَهُ، مُقَدِّمَةً وَمُؤَخَّرَةً، وَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

میں نے پانی ڈالا تو آپ نے اپنا چہرہ مبارک اور دونوں بازو دھوئے۔ پھر نیا پانی لیا اور اس کے ساتھ سر کے گلے اور پچھلے ہاتھ کا مسح کیا اور اپنے پاؤں کو تین تین بار دھویا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت ربیعؓ صغار صحابیات میں سے ہیں، یعنی رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں کم سن تھیں۔ انصار کے قبیلہ بنو نجرار سے تعلق تھا۔ ان کے والد حضرت معوذ ابن عفرہؓ جنگ بدر میں شریک تھے۔ ② ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سناضعیف قرار دیا ہے لیکن دیگر شواہد کی بنا پر حدیث میں مذکور جملے [أَخَذَ مَاءً جَدِيداً] کے سوا باقی روایت قابل حجت ہے۔ علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کی بابت یہی حکم لگایا ہے۔ دیکھیے: (صحیح ابوداؤد حدیث: ۱۱۷۱۱) ③ پورے سر کا مسح کرنا مسنون ہے جیسا کہ صحیح روایات میں بیان ہوا ہے۔ اس میں "سر کے اگلے اور پچھلے حصے" کے مسح کرنے کا بیان ہے اس سے مراد پورے سر کا مسح ہی ہے۔



۳۹۱- حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ أَدَمَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ ابْنِ الْحُبَابِ: حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ: حَدَّثَنِي حُذَيْفَةُ بْنُ أَبِي حُذَيْفَةَ الْأَزْدِيُّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَالٍ قَالَ: صَبَبْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْمَاءَ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ، فِي الْوُضُوءِ.

۳۹۱- حضرت صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے سفر اور حضر میں نبی ﷺ کو وضو کرانے کے لیے (آپ کے ہاتھوں اور پاؤں پر) پانی ڈالا۔

۳۹۲- حَدَّثَنَا كُرْدُوسُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ رَوْحٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، رَوْحُ بْنُ عَنِسَةَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عِيَّاشٍ، مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَمَّانَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِسَةَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جَدِّهِ، أُمِّ أَبِيهِ،

۳۹۲- رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی حضرت رقیہؓ کی لونڈی حضرت ام عیاشؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کو وضو کرایا کرتی تھی۔ میں کھڑی ہوتی تھی اور آپ بیٹھے ہوتے تھے۔

۳۹۱- [إسناده ضعيف] * الوليد بن عقبة مجهول (تقريب)، وشيخه مستور.

۳۹۲- [إسناده ضعيف جداً] أخرجه الطبراني في الكبير: ۹۱/۲۵، ح: ۲۳۴ من حديث كردوس به، وقال البوصيري: "هذا إسناده مجهول وعبد الكريم مختلف فيه"، وهو ضعيف كما في التقريب، وشيخه مجهول... الخ، فالسند مظلم.

أُم عَيَّاشٍ، وَكَانَتْ أُمَةً لِرُقَيْيَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ
 ﷺ قَالَتْ: كُنْتُ أَوْصِيءُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ،
 أَنَا قَائِمَةٌ وَهُوَ قَائِدٌ.

(المعجم ۴۰) - بَابُ الرَّجُلِ يَسْتَقِظُ مِنْ
 مَنَامِهِ هَلْ يَدْخُلُ يَدُهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ
 يَغْسِلَهَا (التحفة ۴۰)

۳۹۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
 الدَّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا
 الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ
 الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ: قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا اسْتَقِظَ أَحَدُكُمْ مِنْ
 اللَّيْلِ فَلَا يَدْخُلُ يَدُهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْرِغَ
 عَلَيْهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا: فَإِنْ أَحَدَكُمْ لَا يَذَرِي
 فِيمَ بَاتَتْ يَدُهُ».

فوائد و مسائل: ① رات اور دن کا حکم ایک ہی ہے۔ حدیث میں رات کا لفظ اس لیے بولا گیا ہے کہ انسان رات
 ہی کو زیادہ سوتا ہے۔ ② پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھو لینے کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ نیند میں انسان کو
 اپنے افعال و حرکات کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا، اس لیے ممکن ہے کہ ہاتھ ناک وغیرہ یا پردے کے اعضاء کو یا
 زمین پر سونے کی صورت میں مٹی وغیرہ میں لگ جائے لہذا صفائی اور طہارت کا تقاضا ہے کہ نیند سے جاگ کر ہاتھ دھو
 لیے جائیں۔ ③ دو تین دفعہ دھونے کا حکم اس لیے ہے کہ ہاتھ اچھی طرح صاف ہو جائے اور کسی قسم کا شک باقی نہ
 رہے، اس لیے اگر ایک بار دھونے سے صفائی کا یقین ہو جائے تو کافی ہے۔ ④ بعض علماء نے ”برتن“ کے لفظ سے
 استدلال کیا ہے کہ یہ حکم ہر قسم کے برتن کے لیے ہے البتہ نہر اور حوض و تالاب اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی
 ہو سکتی ہے کہ حوض اور تالاب کا پانی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس میں قلیل نجاست مل جانے سے وہ ناپاک نہیں ہوتا اور
 مذکورہ بالا صورت میں تو یہ نجاست بھی یقینی نہیں بلکہ نجاست کا محض احتمال ہے۔

۳۹۴- حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ: أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيْعَةَ، وَجَابِرُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَدْخُلْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا».

۳۹۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو برتن میں ہاتھ نہ ڈالے حتیٰ کہ ہاتھ دھو لے۔“

۳۹۵- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ تَوْبَةَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبُكَائِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ النَّوْمِ فَأَرَادَ أَنْ يَتَوَضَّأَ، فَلَا يَدْخُلْ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتَّى يَغْسِلَهَا، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ، وَلَا عَلَى مَا وَضَعَهَا».

۳۹۵- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی نیند سے بیدار ہو کر وضو کرنا چاہے تو وضو کے پانی میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک اسے دھونے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس نے کس چیز پر ہاتھ رکھا ہے۔“

[قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: الصَّحِيحُ جَابِرٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ].

ابو اسحاق نے کہا، صحیح سند جابر عن ابی ہریرہ ہے۔

☀️ فائدہ: اس حدیث میں تین بار دھونے کی صراحت ہے۔ حدیث ۳۹۳ میں ”دو یا تین بار“ دھونے کا ذکر ہے اس لیے علماء کہتے ہیں کہ تین بار دھونا بہتر ہے واجب نہیں۔

۳۹۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ النَّوْمِ فَأَرَادَ أَنْ يَتَوَضَّأَ، فَلَا يَدْخُلْ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتَّى يَغْسِلَهَا، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ، وَلَا عَلَى مَا وَضَعَهَا».

۳۹۶- حضرت حارث سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانی منگوا یا پھر پانی میں ہاتھ ڈالنے سے

۳۹۴- [صحیح] إسناده فيه نظر، أخرجه الدارقطني: ٤٩/١، ح: ١٢٦، وصححه البوصيري على شرط مسلم، والحدیث السابق شاهد له.

۳۹۵- [حسن] أخرجه الدارقطني: ٤٨/١، ح: ١٢٥ من حديث زياد بن عبد الله البكائي به، وقال: إسناده حسن، وقال البوصيري: "هذا إسناده صحيح، رجاله ثقات" * أبو الزبير المكي مشهور بالتدليس (طبقات المدلسين / المرتبة الثالثة) وعنن، وللحديث شواهد.

۳۹۶- [حسن] وله شواهد عند البيهقي: ٤٧/١ وغيره، وانظر، ح: ٩٥ لعلته، وفيه علل أخرى، فالسند ضعيف، وحسن بالشواهد.

پہلے ہاتھ دھوئے پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

عَنِ الْحَارِثِ، قَالَ: دَعَا عَلِيٌّ بِمَاءٍ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا الْإِنَاءَ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَنَعَ.

باب: ۴۱- وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا

(المعجم ۴۱) - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْمِيَةِ فِي الْوُضُوءِ (التحفة ۴۱)

۳۹۷- حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کا وضو نہیں جو وضو کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا۔“

۳۹۷- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ رُبَيْعِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا وَضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ».

🌟 فوائد و مسائل: ① اس حدیث کی روشنی میں بعض علماء نے وضو کے شروع میں ”بِسْمِ اللَّهِ“ پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے اور بعض علماء نے اسے سنت قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک ”وضو نہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ ”کما حقہ مکمل وضو نہیں۔“ لیکن یہ تاویل بلا دلیل ہے۔ ② اگر ”بِسْمِ اللَّهِ“ بھول گئی اور وضو کے دوران میں یاد آئی تو فوراً پڑھ لے تاہم وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بھول چوک معاف ہے۔

۳۹۸- حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی نماز نہیں جس کا

۳۹۸- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنَّ بَنَّا يَزِيدَ

۳۹۷- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ۴۱/۳ عن أبي أحمد به، وحسنه البوصيري * ربيع وثقه ابن حبان، وابن عدي، ولحديثه شواهد كثيرة.

۳۹۸- [حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في التسمية عند الوضوء، ح: ۲۶ عن الحسن بن علي الخلال به * ابن عياض كذاب، ولحديثه طريق آخر عند الترمذي وغيره، وانظر الحديث السابق، فإنه يعني عن حديث ابن عياض وأمثاله.

وضو نہیں اور اس کا وضو نہیں جس نے اس میں اللہ کا نام نہ لیا ہو۔“

ابْنُ عِيَّاضٍ: حَدَّثَنَا أَبُو يُفَالٍ، عَنْ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ بَنْتَ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ تَذَكُّرُ أَنَّهَا سَمِعَتْ أَبَاهَا سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ، وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ».

۳۹۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں اور اس کا وضو نہیں جس نے (وضو کرتے وقت) اللہ کا نام نہ لیا ہو۔“

۳۹۹- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ سَلَمَةَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ، وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ».

۴۰۰- حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں اور اس کا وضو نہیں جس نے (وضو کرتے وقت) اللہ کا نام نہ لیا ہو اور اس کی نماز نہیں جو نبی ﷺ پر درود نہیں پڑھتا۔ اور جو انصار سے محبت نہیں رکھتا اس کی بھی نماز نہیں۔“

۴۰۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمُطَهِّمِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ، وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ، وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ. وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يُحِبَّ الْأَنْصَارَ».

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمہ

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا

۳۹۹- [حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في التسمية على الوضوء، ح: ۱۰۱ من حديث محمد بن موسى به وسنده ضعيف، وللحديث شواهد، تقدم، ح: ۳۹۷ وهو بها حسن.

۴۰۰- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناد ضعيف لانفاقيهم على ضعف عبدالمهيمن".

أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عَبَّيْسُ بْنُ مَرْحُومِ الْعَطَّارُ: نَعْنِي عَبْدَ الْمُهَيْمِنِ بْنَ عَبَّاسٍ كَ دُوسَرِ شَاغِرِ عَمِيْسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُهَيْمِنِ بْنُ عَبَّاسٍ، فَذَكَرَ بِنَ مَرْحُومِ عَطَّارٍ سَ اِی طَرَحَ رِوَاِیْتِ بَیَانِ کِی - نَحْوُهُ .

🌞 فائدہ: مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ اسی باب کی حدیث نمبر ۳۹۸ کو حسن قرار دیا ہے جس میں [لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وَضُوءَ لَهُ، وَلَا وَضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ] کے الفاظ ہیں۔ اور مذکورہ روایت میں یہ اضافہ ہے [وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يُحِبِّ الْأَنْصَارَ] اس اضافے کے ثواب نہیں مل سکے جس کی بنا پر یہ قابلِ حجت نہیں ہے اس کے علاوہ باقی روایت قابلِ حجت اور قابلِ عمل ہے۔ غالباً اسی وجہ سے شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی آخری دو جملوں کے سوا باقی روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (صحیح ابن ماجہ، حدیث: ۳۲۶، والضعیفہ، حدیث: ۴۷۰۶، ۲۱۶۷)

(المعجم ۴۲) - بَابُ التَّيْمَنِ فِي
الْوُضُوءِ (التحفة ۴۲)

باب: ۴۲- وضو میں دائیں طرف سے
شروع کرنا

۴۰۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ کو وضو میں یہ بات پسند تھی کہ جب وضو کریں تو دائیں طرف سے شروع کریں اور جب کنگھی کریں تو دائیں طرف سے کنگھی کرنا شروع کریں اور جب جوتا پہنیں تو پہلے دایاں جوتا پہنیں۔

۴۰۱- حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ؛ وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الطَّنَافِسيِّ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُحِبُّ التَّيْمَنَ فِي الطُّهُورِ إِذَا تَطَهَّرَ، وَفِي تَرْجُلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ، وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ.

🌞 فوائد و مسائل: ① [طُهُورٌ] سے مراد ہر وہ عمل ہے جس کا تعلق پاکیزگی اور صفائی سے ہو۔ یہاں اس سے مراد وضو اور غسل ہے۔ ② ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ] ”اور اپنے ہر کام میں“، یعنی دوسرے کاموں میں بھی دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے۔ (صحیح البخاری، الوضوء، باب التیمن فی الوضوء والغسل، حدیث: ۱۶۸، وصحیح مسلم، الطهارة، باب التيمن في الطهور وغيره، حدیث: ۲۶۸)

۴۰۱- أخرجه البخاري، الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، ح: ۱۶۸ وغيره، ومسلم، الطهارة، باب التيمن في الطهور وغيره، ح: ۲۶۸ من حديث أبي الأحوص عن أشعث به.

لیکن اس سے بعض چیزیں مستثنیٰ ہیں؛ مثلاً: استنجا کرنا، مسجد سے باہر کھانا، جوتا اتارنا، ناک صاف کرنا اور اس قسم کے دوسرے کام جن میں طبعی کراہت پائی جاتی ہے۔ ⑤ جو کام صرف ایک ہاتھ سے کیے جاتے ہیں۔ ان میں [تَیَمُّنُ] سے مراد دائیں ہاتھ سے کام کرنا ہوگا، مثلاً: مصافحہ کرنا، کوئی چیز لینا یا دینا، لکھنا وغیرہ۔ بعض علماء نے اس حدیث کی روشنی میں کہا ہے کہ گھڑی بھی دائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے۔

۴۰۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ النَّفِيلِيُّ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَأَبْدَأُوا بِمِائِمَتِكُمْ».

۴۰۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب تم وضو کرو تو دائیں طرف سے شروع کرو۔“

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ وَابْنُ نَفِيلٍ وَغَيْرُهُمَا، قَالُوا: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابو الحسن بن سلمہ نے زہیر کے دو شاگردوں یحییٰ بن صالح اور ابن نفیل سے اسی طرح روایت بیان کی۔



(المعجم ۴۳) - بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ مِنْ كَفِّ وَاحِدٍ (التحفة ۴۳)

باب: ۴۳- ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

۴۰۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ.

۴۰۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی چلو سے کلی بھی کی اور ناک میں پانی بھی ڈالا۔

🌞 فوائد ومسائل: ① حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ میں پانی لے کر کچھ پانی سے کلی کر لی جائے اور باقی پانی ناک

۴۰۲- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، اللباس، باب في الانتعال، ح: ٤١٤١ * الأعمش عنن، وتقدم، ح: ١٧٨، ورواه شعبة عنه بلفظ "كان إذا لبس ثوباً بدأ بميامنه"، وهو الصحيح.

۴۰۳- أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل الوجه باليدين من غرفة واحدة، ح: ١٤٠ من حديث زيد به مطولاً.

میں ڈال کر ناک صاف کی جائے۔ ناک کے لیے الگ سے پانی نہ لیا جائے۔ تین بار یہی عمل دہرایا جائے۔ ① یہ بھی جائز ہے کہ پہلے تین بار کلی کر لی جائے پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا جائے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بعض علماء نے اس طریقے کو بہتر قرار دیا ہے بعض نے دوسرے کو۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر دونوں کام ایک ہی چلو سے کر لے تو جائز ہے۔ لیکن ہمیں الگ الگ پانی لینا زیادہ پسند ہے۔ (جامع الترمذی، الطہارۃ، باب المضمضة والاستنشاق من كف واحد، حدیث: ۲۸) حدیث کی رو سے زیادہ بہتر یہی ہے کہ ایک ہی چلو سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے کیونکہ ایک چلو سے کلی اور ناک صاف کرنے والی روایات سند کے لحاظ سے زیادہ قوی اور مستند ہیں۔

۴۰۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَقْلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ ثَلَاثًا، وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، مِنْ كَفِّ وَاحِدٍ.

۴۰۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، تو ایک چلو سے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔

۴۰۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ الْعُكْلِيُّ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَنَا وَضُوءًا، فَأَتَيْنَاهُ بِمَاءٍ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفِّ وَاحِدٍ.

۴۰۵- حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور وضو کے لیے پانی طلب فرمایا: میں نے پانی حاضر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔

باب ۴۴- ناک میں اچھی طرح پانی ڈالنا
اور اسے خوب صاف کرنا

(المعجم ۴۴) - بَابُ الْمُبَالَغَةِ فِي
الِاسْتِنْشَاقِ وَالِاسْتِثْنَاءِ (التحفة ۴۴)

۴۰۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ: حَدَّثَنَا

۴۰۶- حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۴۰۴- [صحیح] أخرجه عبد الله بن أحمد في زوائد المسند: ۱/ ۱۲۳ عن ابن أبي شيبة به مطولاً * شريك تابعه غير واحد، وله شواهد كثيرة.

۴۰۵- أخرجه البخاري، الوضوء، باب من مضمض واستنشق من غرفة واحدة، ح: ۱۹۱، ومسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، ح: ۲۳۵ من حديث خالد بن عبد الله به مطولاً ومختصراً.

۴۰۶- [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في المضمضة والاستنشاق، ح: ۲۷ من حديث ۴۴

۱- ابواب الطهارة وسننها

وضو سے متعلق احکام و مسائل

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ مَنْصُورٍ؛ ح. وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأْتَ فَأَنْتَرُ، وَإِذَا اسْتَجَمَرْتُ فَأُوتِرُ».

انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جب تو وضو کرے تو ناک صاف کیا کر اور جب (تفائے حاجت کے بعد) ڈھیلے استعمال کرے تو طاق تعداد میں استعمال کر۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف ناک میں پانی ڈال لینا ہی کافی نہیں بلکہ ضرورت ہو تو ناک کو اچھی طرح صاف کرنا چاہیے۔ ② استنجا کے لیے تین ڈھیلے استعمال کرنا ضروری ہیں۔ اگر تین سے زیادہ ڈھیلے استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو کر سکتا ہے تاہم ان کی تعداد طاق ہونی چاہیے۔ واللہ اعلم۔

٤٠٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطٍ بْنِ صَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ: «أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، وَبَالِغٍ فِي الْاسْتِنْشَاقِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا».

٣٩٤- حضرت لقيط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے وضو کے بارے میں ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وضو اچھی طرح پورا کر اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کر سوائے اس کے کہ تو روزے سے ہو۔“



🌞 فوائد و مسائل: ① ”اسباغ وضو“ سے مراد یہ ہے کہ وضو اس طرح توجہ سے کیا جائے کہ دھوئے جانے والے اعضاء میں سے کسی عضو کا کوئی حصہ خشک نہ رہے۔ اس طرح تین تین بار اعضاء کو دھونا اور دل کو دھونا یہ بھی ”اسباغ“ (وضو پورا کرنے) میں شامل ہے۔ ② [استنشاق] کا مطلب یہ ہے کہ ناک میں پانی ڈال کر اسے اوپر تک پہنچانے کی کوشش کی جائے جس طرح سانس لینے وقت ہوا اندر کو کھینچی جاتی ہے۔ لیکن روزے کی حالت میں اس سے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ پانی ناک کے راستے حلق میں نہ چلا جائے۔

٤٠٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ٣٩٨- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

«منصور به، وقال: حسن صحيح.

٤٠٧- [صحیح] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في الاستنثار، ح: ١٤٢ من حديث يحيى بن سليم به، وصححه الترمذي، وابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي وغيرهم.

٤٠٨- [إسناده حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في الاستنثار، ح: ١٤١ من حديث وكيع به.

ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو تین بار اچھی طرح ناک صاف کرو۔“

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ، عَنْ قَارِظِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ أَبِي غَطَفَانَ الْمُرِّيِّ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اسْتَنْثَرُوا مَرَّتَيْنِ بِالْعَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا».

🌞 فائدہ: [استنثار] کا مطلب ہے کہ ناک سے پانی وغیرہ اس طرح نکالا جائے جس طرح سانس کے دوران میں ہونا ناک سے نکالی جاتی ہے۔

۴۰۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص وضو کرے اسے چاہیے کہ ناک جھائے اور جو (استنجا کے لیے) ڈھیلے استعمال کرے اسے چاہیے کہ طاق تعداد میں استعمال کرے۔“

۴۰۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، وَدَاوُدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ، وَمَنْ اسْتَجَمَرَ فَلْيُوتِرْ».

باب: ۳۵- وضو کے اعضاء ایک ایک بار دھونا

(المعجم ۴۵) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً (التحفة ۴۵)

۴۱۰- حضرت ثابت بن ابی صفیہ ثمالی سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر سے پوچھا: کیا آپ کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ایک بار (اعضاء دھو کر) وضو کیا؟ انھوں نے فرمایا: ہاں میں نے کہا: اور (یہ حدیث بھی کہ) دو دو بار اور تین تین بار (اعضاء دھو کر

۴۱۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ غَامِرٍ بْنُ زُرَّارَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكُ [بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيِّ]، عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي صَفِيَّةِ الثَّمَالِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ، قُلْتُ لَهُ: حَدَّثْتُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ: وَمَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

۴۰۹- أخرجه البخاري، الوضوء، باب الاستنثار في الوضوء، ح: ۱۶۱، ومسلم، الطهارة، باب الإيتار في الاستنثار والاستجمار، ح: ۲۳۷ من حديث الزهري به.

۴۱۰- [صحیح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في الوضوء مرةً ومرةً وثلاثاً، ح: ۴۵ من حديث شريك به • ثابت بن أبي صفية ضعيف رافضي (تقريب)، والحديث صحيح لكثرة الشواهد له.

وَلَا ثَلَاثًا ثَلَاثًا؟ قَالَ: نَعَمْ. وضو کیا؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔

۴۱۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ
الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ،
عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ
يَسَارٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ تَوَضَّأَ غُرْفَةً غُرْفَةً.

۴۱۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ
آپ نے ایک ایک چلو لے کر وضو کیا۔

۴۱۲- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا
رَشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ: أَنْبَأَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ
شُرْحَبِيلَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ
عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي غُرْوَةٍ
تَبَوَّكَ تَوَضُّأً وَاحِدَةً وَاحِدَةً.

۴۱۲- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے
فرمایا: میں نے غزوہ تبوک کے دوران میں رسول اللہ
ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ایک ایک بار (اعضاء دھو کر)
وضو کیا۔



🌞 فائدہ: ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سننا ضعیف قرار دیا ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے حسن اور الموصوعۃ
الحديثیہ کے محققین نے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے نیز انھوں نے کہا ہے کہ اس مسئلہ کی بابت صحیح بخاری میں حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ وضو کیا تو وضو کے اعضاء ایک ایک مرتبہ دھویا تفصیل کے لیے
دیکھیے: (الموصوعۃ الحديثیة مسند أحمد: ۱/۲۹۳ حدیث: ۱۵۱۱۳۹)

(المعجم ۴۶) - بَابُ الْوُضُوءِ ثَلَاثًا
ثَلَاثًا (التحفة ۴۶)

۴۱۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ
الدَّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ الدَّمَشَقِيُّ،
۴۱۳- حضرت شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان اور حضرت علی

۴۱۱- أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء مرة مرة، ح: ۱۵۷، وأبو داود، الطهارة، باب الوضوء مرة مرة،
ح: ۱۳۸، وغيرهما من حديث سفيان الثوري به.

۴۱۲- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۲۳/۱ من حديث رشدين بن سعد، وعلقه الترمذي، وقال البوصيري: "هو إسناده
ضعيف لضعف رشدين بن سعد"، وتابعه ابن لهيعة عند أحمد، وسنده ضعيف لأنه لم يعلم تحديث ابن لهيعة به قبل
اختلاطه.

۴۱۳- [إسناده حسن] أخرجه البزار في البحر الزخار: ۵۱/۲، ح: ۳۹۴ من حديث عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان به.

عَنْ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ عَبْدِ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا يَتَوَضَّأَنِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَيَقُولَانِ: هَكَذَا كَانَ وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

صحابہ کو دیکھا کہ وہ تین تین بار (اعضاء دھو کر) وضوء کرتے تھے اور فرماتے تھے: رسول اللہ ﷺ کا وضوء اس طرح ہوا کرتا تھا۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمہ نے کہا: ہمیں ابو حاتم نے ابو نعیم سے انھوں نے عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان سے اسی طرح حدیث بیان کی۔

۴۱۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَرَفَعَ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

۴۱۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے تین تین بار اعضاء دھو کر وضوء کیا اور اسے رسول اللہ ﷺ کا عمل قرار دیا۔

۴۱۵- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ حَيَّانَ، عَنْ سَالِمِ أَبِي الْمُهَاجِرِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

۴۱۵- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تین تین بار اعضاء دھو کر وضوء کیا۔

۴۱۶- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ فَائِدٍ، أَبِي الْوَرَقَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى

۴۱۶- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے تین تین بار (اعضاء دھو کر) وضوء کیا اور سر کا مسح

۴۱۴- [صحیح] أخرجه النسائي: ۱/ ۶۲، ۶۳، الطهارة، باب الوضوء ثلاثاً ثلاثاً، ح: ۸۱ من حديث الأوزاعي به * رواية مطلب عن ابن عمر مرسله، قاله أبو حاتم الرازي، والوضوء ثلاثاً، ثابت عن رسول الله ﷺ، انظر الحديث السابق وغيره.

۴۱۵- [إسناده حسن] أخرجه أبو يعلى في مسنده، ح: ۴۶۹۵، ومسند أحمد: ۲/ ۳۴۸ من طريق عطاء عن أبي هريرة.

۴۱۶- [صحیح] قال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف" * فائد بن عبدالرحمن قال في البخاري: منكر الحديث، وقال الحاكم: "روى عن ابن أبي أوفى أحاديث موضوعه"، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق.

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا اِيك بَارِكِيَا۔
ثَلَاثًا، وَمَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً.

🌞 فائدہ: اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ تین تین بار اعضاء دھونے میں سر کا مسح شامل نہیں وہ ایک ہی بار ہوگا۔

۴۱۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

۴۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

۴۱۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنِي مَرْحُومُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْعَطَّارُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ زَيْدٍ الْعُمِّيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ

۴۱۷- حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ تین تین بار (اعضائے وضو دھو کر) وضو کرتے تھے۔

۴۱۸- حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین تین بار (اعضائے وضو کر) وضو کیا۔

باب: ۴۷- وضو میں اعضاء کو ایک بار

دو بار اور تین بار دھونا

(المعجم ۴۷) - بَابُ مَا جَاءَ فِي

الْوُضُوءِ مَرَّةً وَمَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا (التحفة ۴۷)

۴۱۹- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا: ”یہ وہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا۔“ پھر دو دو بار وضو کیا تو فرمایا: ”یہ مقام و مرتبہ

۴۱۷- [صحیح] وضعه البوصيري، وانظر، ح: ۲۰۸ لعلته، وحديث: ۴۱۵ شاهد له.

۴۱۸- [حسن] * سفیان الثوري تابعه بشر بن المفضل عند أبي داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ۱۲۶ مطولاً.

۴۱۹- [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هذا إسناده فيه زيد العمي، وهو ضعيف، وابنه عبد الرحيم متروك بل كذاب، ومعاوية بن قرة لم يلق ابن عمر، قاله ابن أبي حاتم في العلل، وصرح به الحاكم في المستدرک"، وللحديث طرق كلها ضعيفة.

رکھنے والا وضو ہے۔“ اور تین تین بار وضو کیا تو فرمایا: ”یہ سب سے کامل وضو ہے۔ یہ میرا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا وضو ہے۔ جو شخص اس طرح وضو کرے پھر فارغ ہو کر پڑھے: [أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ] ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“ تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں۔ جس میں سے وہ چاہے داخل ہو جائے۔“

ابْنِ عُمَرَ قَالَ: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاحِدَةً وَاحِدَةً. فَقَالَ: «هَذَا وَضُوءٌ مَنْ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَلَاةً إِلَّا بِهِ» ثُمَّ تَوَضَّأَ ثِنْتَيْنِ ثِنْتَيْنِ، فَقَالَ: «هَذَا وَضُوءُ الْقَدْرِ مِنْ الْوُضُوءِ». وَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا، وَقَالَ: «هَذَا أَسْنَعُ الْوُضُوءِ، وَهُوَ وَضُوءِي وَوَضُوءُ خَلِيلِ اللَّهِ إِبْرَاهِيمَ، وَمَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا ثُمَّ قَالَ عِنْدَ فَرَاعِهِ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَتُحِلَّ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ».

🌞 فوائد ومسائل: ① یہ روایت سندا ضعیف ہے تاہم اس میں مذکور مسائل دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

② ایک ایک بار دو دو بار اور تین تین بار وضو کی احادیث بھی پہلے گزر چکی ہیں اور وضو کے بعد مذکورہ بالا دعا آگے

حدیث: ۴۷۰ میں آ رہی ہے۔ یہ دعا صحیح مسلم میں بھی مروی ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم) الطہارۃ، باب الذکر

المستحب عقب الوضوء، حدیث: (۲۳۳)

۴۲۰- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور ایک ایک بار وضو کیا، پھر فرمایا: ”یہ لازمی وضو ہے۔“ یا فرمایا: ”یہ ایسا وضو ہے کہ جس نے یہ وضو نہ کیا اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔“ پھر دو دو بار وضو کیا اور فرمایا: ”جو شخص یہ وضو کرے گا اللہ اسے دگنا ثواب دے گا۔“ پھر تین تین بار وضو کیا اور فرمایا: ”یہ میرا اور مجھ سے پہلے رسولوں کا وضو ہے۔“

۴۲۰- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ قَعْنَبٍ، أَبُو بَشِيرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عَرَادَةَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ الْحَوَارِيِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً، فَقَالَ: «هَذَا وَظِيفَةُ الْوُضُوءِ» أَوْ قَالَ: «وُضُوءٌ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْهُ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ لَهُ صَلَاةً» ثُمَّ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ: «هَذَا وَضُوءٌ مَنْ

۴۲۰- [إسناده ضعيف] أخرجه الدارقطني: ۸۱/۱ من حديث إسماعيل بن قعناب، وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف،

يزيد بن الحواري هو العمي ضعيف، وكذلك الراوي عنه"، وانظر، ح: ۳۵۶.

۱- ابواب الطهارة وسننها

تَوَضَّأَهُ أَعْطَاهُ اللَّهُ كِفْلَيْنِ مِنَ الْأَجْرِ ثُمَّ
تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، فَقَالَ: «هَذَا وَضُوءِي
وَوُضُوءُ الْمُرْسَلِينَ [مِنْ] قَبْلِي».

(المعجم ۴۸) - بَابُ مَا جَاءَ فِي

الْقَصْدِ فِي الْوُضُوءِ وَكَرَاهِيَةِ التَّعَدِّي فِيهِ

(النحفة ۴۸)

باب: ۴۸- وضو میں میانہ روی اختیار کرنے کا

اور زیادتی کے مکروہ ہونے کا بیان

۴۲۱- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وضو کا بھی ایک شیطان ہے
جسے ”ولہان“ کہتے ہیں اس لیے پانی کے دسوسے سے
بچو۔“

۴۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا
أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ مُصْعَبٍ، عَنْ
يُوسُفَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُمَيِّ بْنِ
ضَمْرَةَ السَّعْدِيِّ، عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ لِلْوُضُوءِ شَيْطَانًا
يُقَالُ لَهُ وَلِهَانٌ، فَاتَّقُوا وَسْوَاسَ الْمَاءِ».

۴۲۲- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک اعرابی نبی ﷺ کی
خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے وضو کے بارے میں
سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اسے تین تین بار (اعضاء دھو
کر) وضو کر کے دکھایا پھر فرمایا: ”وضو یہ ہوتا ہے۔ جس
نے اس پر اضافہ کیا اس نے برا کیا حد سے تجاوز کیا اور
ظلم کیا۔“

۴۲۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا
خَالِي يَغْلَى، عَنْ شُعْبَانَ، عَنْ مُوسَى بْنِ
أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ
أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى
النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الْوُضُوءِ، فَأَرَاهُ ثَلَاثًا
ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: هَذَا الْوُضُوءُ، فَمَنْ زَادَ
عَلَى هَذَا، فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدَّى وَظَلَمَ».

🌞 فوائد و مسائل: ① تعلیم کا ایک موثر طریقہ یہ بھی ہے کہ کام کر کے دکھایا جائے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ عملی مسائل
کی تفہیم میں اس طریقے سے فائدہ اٹھائیں۔ ② «هَذَا الْوُضُوءُ» ”یہ ہوتا ہے وضو“ اس کا مطلب یہ ہے کہ وضو کا صحیح
طریقہ یہ ہے۔ ③ ”اضافہ کرنے“ سے یہ مراد ہے کہ تین بار سے زیادہ کسی عضو کو دھوئے۔ ④ ”اضافے“ کی ایک

۴۲۱- [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب مجاء في كراهية الإسراف في الوضوء بالماء،
ح: ۵۷: عن ابن بشار به، وضعفه * خارجه بن مصعب متروك، ويدلس عن الكذايين، راجع التقريب وغيره.

۴۲۲- [حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ح: ۱۳۵، وغيره، وصححه ابن خزيمة وغيره.

صورت یہ بھی ہے کہ پانی کے استعمال میں فضول خرچی کرے لہذا اس سے بھی بچنا چاہیے۔

۴۲۳- حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّافِعِيُّ،
إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الْعَبَّاسِ: حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو، سَمِعَ كُرَيْبًا يَقُولُ:
سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: بَثَّ عِنْدَ خَالَتِي
مَيْمُونَةَ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَتَوَضَّأَ مِنْ سَنَةِ
وَضُوءًا، يُقَلِّلُهُ، فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ.

۴۲۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے انھوں نے فرمایا: میں رات کو اپنی خالہ (ام المومنین)
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہرا۔ (رات کو) نبی ﷺ
اٹھے آپ نے ایک مشک سے وضو کیا اور وضو بھی مختصر کیا
(کم پانی استعمال کیا) میں اٹھا اور میں نے بھی ویسے ہی
کیا جیسے آپ ﷺ نے کیا تھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ ایک طویل حدیث کا کٹڑا ہے جس میں اس کے بعد نبی ﷺ کی نماز تہجد کا ذکر ہے جس میں
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی بطور امتداد شریک تھے۔ ② نقلی عبادت میں بھی بچوں کو شریک کرنا چاہیے تاکہ انھیں اس
کی عادت ہو جائے۔ ③ وضو میں ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا درست نہیں ہے بلکہ تھوڑے پانی کے ساتھ ہلکا
وضو کر لینا بھی کافی ہے۔ ④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر کام میں نبی ﷺ کے طریقے پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے خواہ وہ
کام واجب ہو یا مستحب۔

۴۲۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى
الْحِمَصِيُّ: حَدَّثَنَا بَقِيعُهُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
الْفَضْلِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ ابْنِ
عُمَرَ قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا
يَتَوَضَّأُ فَقَالَ: «لَا تُسْرِفْ، لَا تُسْرِفْ».

۴۲۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا تو
فرمایا: ”فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچی نہ کرو۔“

۴۲۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا
قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ، عَنْ [حُصَيْنٍ] بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ الْمَعَارِفِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ

۴۲۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ وضو کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ
پاس سے گزرے تو فرمایا: ”یہ کیا اسراف ہے؟“ انھوں

۴۲۳- أخرجه البخاري، الوضوء، باب التخفيف في الوضوء، ح: ۱۳۸، ومسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة
النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح: ۷۶۳، وح: ۱۸۶ من حديث ابن عيينة به.

۴۲۴- [إسناده موضوع] قال البوصيري: "هذا إسناد ضعيف، الفضل بن عطية ضعيف، وابنه كذاب، وبقية مدلس".

۴۲۵- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۲/۲۲۱ عن قتية به، وضعفه الحافظ في التلخيص، والبوصيري في
الزوائد، وانظر، ح: ۳۳۰.

۱- أبواب الطهارة وسننها

الْحَبْلِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِسَعْدٍ، وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَقَالَ: «مَا هَذَا السَّرَفُ؟». فَقَالَ: أَفِي الْوُضُوءِ إِسْرَافٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَإِنْ كُنْتُ عَلَى نَهْرٍ جَارٍ».

(المعجم ۴۹) - بَابُ مَا جَاءَ فِي إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ (التحفة ۴۹)

۴۲۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا مُوسَى [بْنُ سَالِمٍ]، أَبُو جَهْضَمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِإِسْبَاغِ الْوُضُوءِ.

🌞 توضیح: ”اسباغ“ کی وضاحت کے لیے حدیث ۳۰۷ کا قاعدہ نمبر ① ملاحظہ فرمائیں۔

۴۲۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَكْفُرُ اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَزِيدُ بِهِ فِي الْحَسَنَاتِ؟» قَالُوا: بَلَى. يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ».

۱- أبواب الطهارة وسننها

نے کہا: کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ فرمایا: ”ہاں! اگرچہ تم بہتے دریا پر (اس کے کنارے بیٹھے) ہو۔“

باب: ۴۹- کامل وضو کرنا

۴۲۶- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خوب کامل وضو کرنے کا حکم دیا۔

۴۲۷- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”کیا میں تمہیں وہ اعمال نہ بتاؤں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غلطیاں معاف فرمادیتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ فرمادیتا ہے؟“ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس وقت کامل (سنوار کر) وضو کرنا جب (سردی وغیرہ کی وجہ سے) دل نہ چاہتا ہو اور مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔“

۴۲۶- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب قدر القراءة في صلاة الظهر والعصر، ح: ۸۰۸ من حديث موسى بن سالم به، وصححه الترمذي، ح: ۱۷۰۱.

۴۲۷- [حسن] أخرجه أحمد: ۳/۳ من حديث زهير به.

🌞 فوائد ومسائل: ① نیک اعمال سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ خلوص کے ساتھ اور سنت کے مطابق ادا کیے گئے ہوں۔ ② مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر گھر مسجد سے دور ہو تب بھی مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کی جائے۔ اسی طرح بار بار مسجد میں جانا بھی زیادہ قدم اٹھانے میں شامل ہے، یعنی نماز کے بعد مسجد سے باہر گھر یا بازار میں حلال روزی کمانے میں یا دوسری جائز مصروفیات میں مشغول ہو جائے اور دوسری نماز کا وقت آنے پر پھر مسجد کی طرف چل پڑے۔ اس سے بھی نیکیوں میں اضافہ ہوتا اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ③ نماز کا انتظار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کاروبار یا دوسرے کاموں میں مصروف ہو کر نماز کو فراموش نہ کر دے اور کوئی نماز بے وقت ادا کرے نہ ترک کرے۔ بلکہ کام کاج کے دوران میں بھی اس کی توجہ نماز کی طرف ہوتا کہ جوں ہی نماز کا وقت آئے وہ مسجد کی طرف چل دے۔ ایک روایت میں اسے ”سرحدوں کی حفاظت“ کا نام دیا گیا ہے، گویا یہ بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الطہارۃ، باب فضل إسباغ الوضوء علی المکارہ، حدیث: ۲۵۱)

۴۲۸- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ كَثِيرِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رِجَاحٍ، عَنْ أَبِي رِجَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «كَفَّارَاتُ الْخَطَايَا إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَإِعْمَالُ الْأَقْدَامِ إِلَى الْمَسَاجِدِ، [وَالنَّظَرُ الصَّلَاةَ بَعْدَ الصَّلَاةِ]».

۴۲۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”غلطیوں کے کفارے یہ ہیں: اس وقت کامل وضو کرنا جب دل نہ چاہتا ہو اور مسجدوں کی طرف (چلنے کے لیے) پاؤں کام میں لانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا۔“

🌞 فائدہ: قدموں کے ذکر سے اشارہ ملتا ہے کہ پیدل چل کر مسجد میں آنا سواری پر آنے کی نسبت زیادہ ثواب کا باعث ہے واللہ اعلم.

(المعجم ۵۰) - بَابُ مَا جَاءَ فِي تَحْلِيلِ اللَّحْيَةِ (التحفة ۵۰)

۴۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ ۴۲۹- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ڈاڑھی

۴۲۸- [إسناده حسن] انفرد به ابن ماجه.

۴۲۹- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في تحليل اللحية، ح: ۲۹، ۳۰ من حديث سفیان به * عبد الكريم ضعيف (تقريب)، وسعيد بن أبي عروبة كثير التذليس، وانظر، ح: ۱۷۵، فالسند ضعيف، والحديث الآتي يغني عنه.

أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ اگلی روایت اس سے کفایت کرتی ہے علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (الروض النضر فی ترتیب و تخریج معجم الطبرانی الصغیر' رقم: ۳۷۵) بہر حال یہ روایت قابل حجت ہے۔ ② امام ابن اثیر نے اپنی کتاب ”النہایہ“ میں ”خلال“ کی وضاحت یوں فرمائی ہے: [التَّخْلِيلُ تَفْرِيقُ شَعْرِ اللَّحْيَةِ وَأَصَابِعِ الْيَدَيْنِ وَالرَّجْلَيْنِ فِي الْوُضُوءِ] (النہایہ فی غریب الحدیث والآخر ۴۳/۲- مادة ”خلل“) ”خلال کرنے کا مطلب ہے وضو میں ڈاڑھی کے بالوں اور ہاتھوں پاؤں کی انگلیوں میں ہاتھ کی انگلیاں پھیرنا۔“ اس کا مقصد یہ ہے کہ پانی اعضائے وضو کے زیادہ سے زیادہ حصوں تک پہنچ جائے۔ ③ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی ﷺ کبھی کبھی ڈاڑھی کا خلال کرتے تھے اور اس پر پابندی نہیں فرماتے تھے..... اسی طرح انگلیوں کے خلال میں بھی آپ ﷺ دوام نہیں فرماتے تھے۔ (زاد المعاد: ۲۸/۱ طبع مصر، فصل فی ہدیہ فی الوضوء) لیکن انھوں نے کبھی کبھی کرنے کی کوئی دلیل ذکر نہیں کی بلکہ بعض روایات میں حکم بھی ملتا ہے جس سے دوام کا پہلو راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ ۳۳۰- حضرت عثمان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ الْقَزْوِينِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقِ الْأَسَدِيِّ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عُمَانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ.

🌞 فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔

۴۳۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ۳۳۱- حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے

۴۳۰- [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في تخليل اللحية، ح: ۳۱ من حديث عبد الرزاق به، وقال: "هذا حديث حسن صحيح".

۴۳۱- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لضعف يحيى بن كثير وشيخه".

انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تھے تو ریش مبارک کا خلال کرتے اور (خلال کرنے کے لیے) اپنی انگلیاں کھولتے دوبارہ ایسا کرتے۔

حَفْصُ بْنُ هِشَامٍ بْنُ زَيْدٍ بْنُ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ، أَبُو النَّضْرِ، صَاحِبُ الْبُصْرِيِّ، عَنْ زَيْدِ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ خَلَّلَ لِحْيَتَهُ وَفَرَّجَ أَصَابِعَهُ مَرَّتَيْنِ.

۴۳۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تھے تو رخساروں کے بالوں کو تھوڑا سا ملتے تھے۔ پھر ڈاڑھی میں نیچے کی طرف انگلیاں ڈال کر خلال کرتے تھے۔

۴۳۲- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ حَبِيبٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ قَيْسٍ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ عَرَكَ غَارِضِيهِ بَعْضَ الْعُرْكِ، ثُمَّ شَبَكَ لِحْيَتَهُ بِأَصَابِعِهِ مِنْ تَحْتِهَا.

۴۳۳- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا تو ڈاڑھی مبارک کا خلال کیا۔

۴۳۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقِّي: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رِبْعَةَ الْكِلَابِيُّ: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ السَّائِبِ الرَّقَاشِيُّ، عَنْ أَبِي سُوْرَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ.

باب: ۵۱- سر کے مسح کا بیان

(المعجم ۵۱) - بَابُ مَا جَاءَ فِي مَسْحِ الرَّأْسِ (التحفة ۵۱)

۴۳۴- حضرت عمرو بن یحییٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے (اپنے والد) عمرو بن یحییٰ کے

۴۳۴- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَحَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ

۴۳۲- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده فيه عبد الواحد، وهو مختلف فيه"، وضعفه الجمهور.

۴۳۳- [صحیح] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لضعف أبي سورة، وواصل الرقاشي"، وللحديث شواهد كثيرة جداً*.

۴۳۴- أخرجه البخاري، الوضوء، باب مسح الرأس كله، ح: ۱۸۵، ومسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، ح: ۲۳۵.

وادا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا آپ مجھے (علمی طور پر) دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں (ابھی دکھا دیتا ہوں)۔ انھوں نے پانی طلب فرمایا پھر اپنے ہاتھوں پر پانی ڈال کر دوبار ہاتھ دھوئے۔ پھر تین بار کلی کی اور ناک صاف کی پھر تین بار چہرہ دھویا پھر کہنوں تک بازو دو دو بار دھوئے پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا (مسح کے دوران میں) ہاتھوں کو آگے بھی لائے اور پیچھے بھی لے گئے۔ (مسح کرنا) سر کے اگلے حصے سے شروع کیا پھر گدی تک ہاتھوں کو لے گئے پھر واپس اسی جگہ لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا۔ اس کے بعد دونوں پاؤں دھوئے۔

ابْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ، قَالَ: أَتَبَّأْنَا مَالِكُ ابْنَ أَنَسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ - وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو ابْنِ يَحْيَى: هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ. فَدَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ تَمَضَّمَصَ وَاسْتَشْتَرَّ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَادْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاةِ، ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

 فوائد و مسائل: ① زبانی سنے ہوئے مسئلہ کو مزید بہتر طور پر سمجھنے کے لیے دوبارہ پوچھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ② کوئی کام علمی طور پر کر کے دکھانا تعلیم کا ایک موثر اور مفید طریقہ ہے جس سے مسئلہ بہتر طور پر سمجھ میں آتا ہے اور زیادہ اچھی طرح یاد رہتا ہے۔ ③ وضو کے بعض اعضاء کو دو دو بار اور بعض کو تین تین بار دھونا جائز ہے، البتہ سر کا مسح ایک ہی بار کرنا چاہیے۔ ④ سر کے مسح میں کانوں کا مسح بھی شامل ہے جسے راوی نے اس روایت میں اختصار کے طور پر ترک کر دیا ہے جس طرح پاؤں دھونے کی تعداد ذکر نہیں کی۔ حدیث بیان کرنے کا اصل مقصد یہ وضاحت کرنا ہے کہ مسح پورے سر کا ہوتا ہے کچھ حصے کا نہیں۔ ⑤ ”ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے“ اس جملے میں مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ یہ دونوں کام کیے۔ یہ مطلب نہیں کہ پہلے ہاتھوں کو پیچھے سے آگے لائے اور بعد میں آگے سے پیچھے لے گئے، اس لیے فوراً اس کی وضاحت فرمادی۔

۴۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۴۳۵- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا تو سر کا مسح ایک ہی بار کیا۔ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: رَأَيْتُ

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً.

🌞 فائدہ: یعنی جس طرح دوسرے اعضاء دو دو یا تین تین بار دھوئے، مسح دو یا تین بار نہیں کیا۔

۴۳۶- حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سر کا مسح ایک بار کیا۔
حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً.

۴۳۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ الْمِصْرِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ رَاشِدٍ الْبُصْرِيُّ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى سَلَمَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً.

۴۳۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ الزُّبَيْعِ بْنِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّتَيْنِ.

۴۳۷- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا تو سر کا مسح ایک بار کیا۔

۴۳۸- حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو دو بار سر کا مسح کیا۔

🌞 نوادہ و مسائل: ① مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ یہی روایت ابن عفراء رضی اللہ عنہا سے سنن ابوداؤد میں بھی ہے اور وہاں ہمارے فاضل محقق نے حسن قرار دیا ہے علاوہ ازیں مذکورہ روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ بہر حال یہ روایت قابل حجت اور قابل عمل ہے۔ ② اس روایت میں سر کے مسح کو دو بار کرنے کا ذکر ہے جو کہ بیان جواز کے لیے ہے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ راوی کی تعمیر ہے۔ راوی کا مطلب ہے ایک بار ہاتھ پیچھے سے آگے کو لائے اور دوسری بار آگے سے پیچھے کو لیکن پہلی بات زیادہ درست ہے۔

۴۳۶- [صحیح] انظر الحديث السابق.

۴۳۷- [صحیح] قال البوصيري: "هذا إسناد ضعيف لضعف يحيى بن راشد..."، والحديث السابق شاهد له.

۴۳۸- [إسناده ضعيف والحديث حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ج: ۱۲۶ من حديث ابن عقيل به مطولاً، ومعنى الحديث: أنه بدأ بمقدم (فهذه مرة)، ثم بمؤخر رأسه (وهذه مرة ثانية) * ابن عقيل تقدم، ج: ۳۹۰ وللحديث شواهد.

(المعجم ۵۲) - بَابُ مَا جَاءَ فِي مَسْحِ
الْأُذُنَيْنِ (التحفة ۵۲)

باب: ۵۲- کانوں کے مسح کا بیان

۴۳۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ ابْنِ
عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ
يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
مَسَحَ أُذُنَيْهِ، دَاخِلَهُمَا بِالسَّبَابَتَيْنِ،
وَخَالَفَ إِنْهَامِيهِ إِلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ، فَمَسَحَ
ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا.

۴۳۹- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (وضو کے دوران میں) کانوں کا مسح کیا۔ ان کی اندرونی طرف کا مسح شہادت کی انگلیوں سے کیا اور انگوٹھے کانوں کے باہر کی طرف لے آئے پھر ان کا باہر اور اندر سے مسح کیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ سر کے مسح کے ساتھ کانوں کا مسح بھی کرتا ہے۔ ② کانوں کی اندرونی طرف سے وہ حصر مراد ہے جو چہرے سے متصل ہونے کی وجہ سے دیکھنے والے کو نظر آتا ہے۔ اور بیرونی طرف سے وہ حصر مراد ہے جو سر سے متصل ہونے کی وجہ سے سامنے سے دیکھنے پر نظر نہیں آتا۔

۴۴۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:
حَدَّثَنَا شَرِيكُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ
ابْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرَّبِيعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ
فَمَسَحَ ظَاهِرَ أُذُنَيْهِ وَبَاطِنَهُمَا.

۴۴۰- حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وضو کیا تو کانوں کے باہر اور اندر مسح کیا۔

۴۴۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ،
وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ،
عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مَعُوذٍ
ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَدْخَلَ

۴۴۱- حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے وضو کیا تو اپنے کانوں کے سوراخوں میں انگلیاں داخل کیں۔

۴۳۹- [صحیح] تقدم، ح: ۳۳۳ www.KitaboSunnat.com

۴۴۰- [حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ۲۴/۲۶۹، ۲۷۰، ح: ۶۸۳ من حديث ابن أبي شيبه به، وللحديث شواهد، انظر الحديث الآتي، ح: ۴۴۲.

۴۴۱- [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ۱۳۱ من حديث وكيع به.



۱- أبواب الطهارة وسننها
إِصْبَغِي فِي جُحْرِي أُذُنِي.

۴۴۲- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا
الْوَلِيدُ: حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ الْمُقْدَامِ بْنِ
مَعْدِيكَرِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ
بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ، ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا.

(المعجم ۵۳) - بَابُ الْأُذُنَيْنِ مِنَ الرَّأْسِ
(التحفة ۵۳)

۴۴۳- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ
شُعْبَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ
تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ».

فوائد ومسائل: ① حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سر کا مسح کیا جاتا ہے کانوں کا بھی مسح کیا جائے۔ یہ
چہرے کے ساتھ دھونے کے حکم میں شامل نہیں ہیں، اس لیے چہرہ دھوتے وقت کان نہ دھوئے جائیں۔ ② جو پانی
سر کے مسح کے لیے لیا ہے اسی سے کانوں کا مسح کر لیا جائے یعنی کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی ضروری نہیں۔

۴۴۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيَْادٍ: أَخْبَأَنَا
حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَيِّدَانِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ شَهْرِ
ابْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ قَالَ: «الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ» وَكَانَ يَمْسَحُ
رَأْسَهُ مَرَّةً، وَكَانَ يَمْسَحُ الْمَاقِنِ.

۴۴۲- [حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ۱۲۲، ۱۲۳ من حديث الوليد بن مسلم به.
۴۴۳- [حسن] قال البوصيري: "هذا إسناد حسن إن كان سويد بن سعيد حفظه"، وله شواهد، انظر الحديث الآتي.
۴۴۴- [إسناده حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ۱۳۴ من حديث حماد بن زيد به *
شهر وتلميذه متكلمان فيهما ولكن حديثهما لا ينزل عن درجة الحسن، وله شواهد.

۴۴۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحُصَيْنِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُلَاثَةَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ».

۴۴۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کان سر کا حصہ ہیں۔“

(المعجم ۵۴) - بَابُ تَخْلِيلِ الْأَصَابِعِ (التحفة ۵۴)

۴۴۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمَصِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَمِيرٍ، عَنْ ابْنِ لَهِيْعَةَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْمَعَاوِرِيُّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبَلِيِّ، عَنْ الْمُسْتَوْدِ بْنِ شَدَادٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَخَلَّلَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخَنْصَرِهِ.

۴۴۶- حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے اپنے دونوں قدموں کی انگلیوں کا خلال فرمایا۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى الْحُلَوَانِيُّ: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن القطان نے یہی روایت اپنی سند سے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح بیان کی ہے۔

☀️ فائدہ: ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان بعض اوقات پانی اچھی طرح نہ پہنچنے کی وجہ سے جگہ خشک رہ جاتی ہے اس لیے ان کا خلال کرنا چاہیے۔ ہاتھوں کی انگلیوں کے خلال کا ذکر اگلی حدیث میں آ رہا ہے۔

۴۴۷- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ

۴۴۷- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

۴۴۵- [حسن] انظر الحديث السابق، وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لضعف عمرو بن الحصين"، وهو متروك كما في التريب.

۴۴۶- [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب غسل الرجل، ح: ۱۴۸ من حديث ابن لهيعة به، وحسنه الترمذي، ح: ۴۰ * ابن لهيعة صرح بالسماع، وتابعه الليث بن سعد وغيره.

۴۴۷- [حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في تخليل الأصابع، ح: ۳۹ عن إبراهيم به، وقال: "هذا حديث حسن غريب"، وحسنه البخاري * موسى سمع من صالح قبل اختلاطه.

ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تو نماز کے لیے اٹھے تو کامل وضو کر، اور ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان پانی پہنچا۔“

الْجَوْهَرِيُّ: حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى ابْنِ عُقْبَةَ، عَنْ صَالِحٍ، مَوْلَى التَّوَّامَةِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَاجْعَلِ الْمَاءَ بَيْنَ أَصَابِعِ رَجْلَيْكَ وَيَدَيْكَ».

۴۴۸۔ حضرت عاصم بن لقیط بن صبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کامل وضو کر اور انگلیوں میں خلال کر۔“

۴۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ».

۴۴۹۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تھے تو اپنی انگلیوں کو حرکت دیتے تھے (تا کہ اس کے نیچے بھی پانی پہنچ جائے۔)

۴۴۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقَاشِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ابْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ حَرَّكَ خَاتَمَهُ.

باب: ۵۵۔ ایڑیاں دھونا

(المعجم ۵۵) - بَابُ غَسْلِ الْعَرَايِبِ

(التحفة ۵۵)

۴۵۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو وضو کرتے دیکھا (آپ نے دیکھا کہ جو افراد وضو کر چکے تھے) ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں (جو پاؤں اچھی طرح

۴۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

۴۴۸۔ [صحیح] تقدم، ح: ۴۰۷.

۴۴۹۔ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لضعف معمر وأبيه".

۴۵۰۔ أخرجه مسلم، الطهارة، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما، ح: ۲۴۱ عن ابن أبي شيبة وغيره به.

۱۔ ابواب الطہارۃ وسننہا

عَمِّرُوا قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَوْماً يَتَوَضَّؤْنَ، وَأَعْقَابُهُمْ تَلَوُحٌ، فَقَالَ: «وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، أَسْبِعُوا الْوُضُوءَ». نہ دھونے کی وجہ سے واضح طور پر خشک نظر آرہی تھیں آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے وضو اچھی طرح مکمل کرو۔“

🌞 فوائد ومسائل: ① اس سے ظاہر ہے کہ وضو میں پیروں کو دھونا چاہیے مس کافی نہیں۔ مس صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب با وضو حالت میں موزے یا جرابیں پہنی ہوں یا پاؤں پر کوئی زخم ہو اور پانی سے نقصان کا اندیشہ ہو۔ ② وضو کے اعضاء کے ایسے حصے جہاں پانی نہ پہنچنے کا امکان ہوتا ہے انھیں توجہ سے دھونا چاہیے تاکہ خشک نہ رہ جائیں۔ اسی طرح فرض غسل کے دوران میں جسم کے ان حصوں تک توجہ سے پانی پہنچانا چاہیے جن کے خشک رہ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ③ کسی جماعت کے بعض افراد سے غلطی ہو جائے تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان کا نام لینے کے بجائے عام تنبیہ یا نصیحت کر دی جائے البتہ بعض حالات میں انفرادی طور پر متنبہ کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ ④ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ وضو میں پاؤں دھونا ضروری ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے جن صحابہ کو دیکھ کر یہ ڈانٹ پلائی تھی انھوں نے وضو کرتے ہوئے پاؤں پر مس کیا تھا اور انھیں دھویا نہ تھا۔ (صحیح البخاری، الوضوء، باب غسل الرجلین ولا یمسح علی القدمین، حدیث: ۱۶۳، و صحیح مسلم، الطہارۃ، باب وجوب غسل الرجلین بکمالہما، حدیث: ۲۴۱) ⑤ ایک صاحب ایمان آدمی بھی اپنے کسی گناہ کی وجہ سے جہنم کے عذاب کا شکار ہو سکتا ہے لیکن اس کی سزا دائمی نہیں ہوگی، البتہ کافر و مشرک کا عذاب دائمی ہوگا۔ ⑥ ”ویل“ کا مطلب تباہی اور ہلاکت ہے۔

۴۵۱۔ [قَالَ الْقَطَّانُ:] حَدَّثَنَا

أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُؤْمِنِ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ».

۴۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ، عَنْ ابْنِ

۴۵۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: ”ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔“

۴۵۲۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں

نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اپنے بھائی) حضرت

۴۵۱۔ [صحیح] أخرجه الدارقطني: ۹۴/۱، الطہارۃ، باب وجوب غسل القدمین والعقبین، ح: ۳۱۲ عن عروۃ بہ.

۴۵۲۔ [حسن] أخرجه أحمد: ۴۰/۶، ح: ۲۴۶۲۴ من حدیث ابن عجلان بہ، وصرح بالسماع، ولہ شواہد عند مسلم، ح: ۴۴۱ وغیرہ.

عَجَلَانْ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ رحمہ اللہ کو وضو کرتے دیکھا تو فرمایا: کامل وضو کیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا ہے: ”ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔“

الْأَحْمَرُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: رَأْتُ عَائِشَةَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَقَالَتْ: أَسْبَغِ الْوُضُوءَ. فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «وَيْلٌ لِلْعَرَاقِيبِ مِنَ النَّارِ».

🌞 فائدہ: حدیث میں [عَرَاقِيب] کا لفظ ہے جو ”عُرُوب“ کی جمع ہے۔ اس سے مراد دونوں ٹخنوں کے درمیان کا پیچھے والا وہ حصہ ہے جو ایڑی سے اوپر ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا ضروری ہیں اور پیچھے سے بھی اسی کے برابر پاؤں دھونے چاہئیں۔

۴۵۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ: حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ».

۴۵۳- حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔“

۴۵۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي كَرْزٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «وَيْلٌ لِلْعَرَاقِيبِ مِنَ النَّارِ».

۴۵۴- حضرت جابر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا: ”ایڑیوں (عراقیب) کے لیے آگ کا عذاب ہے۔“

۴۵۵- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ،

۴۵۵- حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت یزید بن

۴۵۳- أخرجه مسلم، الطهارة، باب وجوب غسل الرجلين بكمالها، ح: ۲۴۲ من حديث سهيل به.

۴۵۴- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ۳/ ۳۶۹ من حديث شعبة عن أبي إسحاق به، وقال البوصيري: "هذا إسناد رجاله ثقات".

۴۵۵- [صحيح] وقال البوصيري: "هذا إسناد حسن، ما علمت في رجاله ضعفاً" قلت: شعبة لم يوثقه غير ابن جبان، والوليد لم يصرح بالسماع المسلسل، وأصل الحديث صحيح متواتر.

ابوسفیان، حضرت شریح بن حسہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان سب سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”وضو پورا کرو ایڈیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔“

وَعُثْمَانُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الدَّمَشَقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَةُ بْنُ الْأَخْتَفِ، عَنْ أَبِي سَلَامٍ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الْأَشْعَرِيِّ: حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْأَشْعَرِيُّ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَبَزِيدَ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ، وَشَرَحْبِيلَ بْنِ حَسَنَةَ، وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ كُلُّ هَؤُلَاءِ سَمِعُوا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «اتِمُّوا الْوُضُوءَ، وَنِلْ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ».

باب: ۵۶- دونوں پاؤں دھونے کا بیان

(المعجم ۵۶) - بَابُ مَا جَاءَ فِي غَسْلِ

الْقَدَمَيْنِ (التحفة ۵۶)

۳۵۶- حضرت ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے وضو کیا تو اپنے دونوں قدم ٹخنوں تک دھوئے پھر فرمایا: میں نے چاہا کہ تم لوگوں کو تمہارے نبی ﷺ کے وضو کا طریقہ (عملی طور پر) دکھا دوں۔

۴۵۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَعَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ: قَالَ: أَرَدْتُ أَنْ أَرِيَكُمْ طُهُورَ نَيْبِكُمْ ﷺ.

☀️ فائدہ: وضو میں پاؤں کا دھونا بہت سے صحابہ سے مروی ہے بلکہ جس جس صحابی نے بھی رسول اللہ ﷺ سے وضو کا طریقہ روایت کیا ہے ان سب نے پاؤں دھونے کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ شیعہ حضرات اس کا انکار کرتے ہیں اس لیے مصنف رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پاؤں دھونا ثابت کیا ہے۔

۳۵۷- حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو اپنے پاؤں تین تین

۴۵۷- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ،

۴۵۶- [صحیح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ۱۱۶، وصححه الترمذی، وانظر، ح: ۴۶ لعلته.

۴۵۷- [صحیح] أخرجه الطبرانی في الكبير: ۲۷۷/۲۰ من حديث الوليد به، وتابعه أبوالمغيرة عند أبي داود، ح: ۱۲۱ وغيره، وحسنه الحافظ، والبوصيري.

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ الْقَدَامِ
ابْنِ مَعْدِيكَرِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ
فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

۴۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ :
حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ، عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرَّبِيعِ
قَالَ: أَتَانِي ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَأَلَنِي عَنْ هَذَا
الْحَدِيثِ - تَعْنِي: حَدِيثُهَا الَّذِي ذَكَرْتُ -
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ،
فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ النَّاسَ أَبْأَلُوا إِلَّا الْغَسْلَ،
وَلَا أَجِدُ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَّا الْمَسْحَ.

۳۵۸- حضرت ربیعؓ سے روایت ہے انھوں
نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عباسؓ میرے پاس
تشریف لائے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق
دریافت کیا، یعنی وہ حدیث جس میں انھوں نے ذکر کیا
کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو پاؤں دھوئے (جب
حضرت ربیعؓ نے حدیث بیان کی تو) حضرت عبداللہ
بن عباسؓ نے فرمایا: لوگ پاؤں دھونے کا ذکر کرتے
ہیں مجھے تو قرآن مجید میں صرف مسح کا ذکر ملتا ہے۔

🌞 فائدہ: قرآن مجید میں ہے: ﴿فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدہ: ۶) اس میں متواتر روایت ﴿أَرْجُلَكُمْ﴾ (لام متوج) ہے جس کا عطف
﴿وُجُوهَكُمْ﴾ پر ہے۔ یعنی ”جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو دو اور اپنے سروں کا مسح
کرو اور اپنے پیر خوشنوں تک دھو دو“ لیکن ایک شاذ قراءت ﴿أَرْجُلَكُمْ﴾ (لام مکسور) ہے اس صورت میں اس کا
عطف ﴿بِرُءُوسِكُمْ﴾ پر ہوگا اور معنی ہوں گے اپنے سروں اور پیروں کا مسح کرو۔ حضرت ابن عباسؓ کی بات
اس شاذ قراءت پر مبنی ہو سکتی تھی۔ چونکہ یہ روایت ہی صحیح نہیں ہے، اسی لیے شیخ البانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباسؓ
کے اس قول کو ”منکر“ قرار دیا ہے۔ صحیح بات متواتر قراءت کے مطابق ہی اس آیت کا مفہوم ہے اور اس کی رو سے
قرآن میں پیروں کے دھونے ہی کا ذکر ہے نہ مسح کا۔

(المعجم ۵۷) - بَابُ مَا جَاءَ فِي
الْوُضُوءِ عَلَى مَا أَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى
(التحفة ۵۷)

۴۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا

۴۵۸- [إسناده ضعيف] وحسنه البوصيري، ولاثر ابن عباس عنه (راجع تفسير ابن كثير: ۲/ ۲۵ وغيره) ولعله
رجع إلى قول الجمهور لما قال: رجعت إلى الغسل (أيضاً، ص: ۲۴) * ابن عقیل ضعیف تقدم، ح: ۳۹۰.

۴۵۹- أخرجه مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه، ح: ۲۳۱ عن ابن بشار وغيره به.

کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اس طرح مکمل وضو کرتا ہے جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے تو اس کی فرض نمازیں ان کے درمیانی اوقات کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔“

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَامِعِ ابْنِ شَدَّادٍ، أَبِي صَخْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ حُمْرَانَ يُحَدِّثُ أَبَا بُرْدَةَ فِي الْمَسْجِدِ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ، فَالصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ».

🌞 فائدہ: اس قسم کی احادیث سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ نمازی جتنے بھی گناہ کرتا رہے کوئی حرج نہیں کیونکہ نماز کے آداب اور خشوع و خضوع میں کمی سے گناہوں کی معافی میں بھی کمی آ جاتی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نماز کی توفیق ہی حاصل نہ رہے بلکہ بعض اوقات نماز اتنی ناقص ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کو مزید ناراض کر لیتا ہے۔

۳۶۰- حضرت رافعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا: ”کسی کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ اپنا وضو اس طرح کامل طور پر نہ کرے جس طرح اسے اللہ نے حکم دیا ہے۔ (یعنی) اپنا چہرہ اور کہنیوں تک بازو دھوئے، سر کا مسح کرے اور ٹخنوں تک پاؤں دھوئے۔“

۴۶۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «إِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلَاةٌ لِأَحَدٍ حَتَّى يُسَبِّحَ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى، يَغْسِلُ وَجْهَهُ وَيَدَّيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، وَيَمْسَحُ بِرَأْسِهِ وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ».

🌞 فوائد ومسائل: ① وضو میں نقص سے نماز متاثر ہوتی ہے اور اس کا پورا ثواب نہیں ملتا۔ ② وضو کا کامل طریقہ وہ ہے جو گزشتہ احادیث میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ ③ یہ حدیث سورہ مائدہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر ہے جس سے واضح ہے کہ قرآن مجید میں بھی پیروں کے دھونے ہی کا حکم ہے نہ کہ مسح کرنے کا۔

(المعجم ۵۸) - بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّضْحِ
بَعْدَ الْوُضُوءِ (التحفة ۵۸)

باب: ۵۸- وضو کے بعد چھینے مارنا

۴۶۱- حضرت حکم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا پھر پانی کا ایک چلو لے کر اپنے ستر پر چھڑکا۔

۴۶۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَسْرٍ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ: قَالَ مَنْصُورٌ: حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ سَفْيَانَ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ ثُمَّ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَتَضَخَّ بِهِ فَرَجَهُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ عمل وضو کا حصہ نہیں تاہم وضو کے بعد ایسا کرنا سنت ہے۔ ② جسم کے خاص حصے (شرم گاہ) پر پانی چھڑکنے کا مطلب اس کپڑے پر پانی کے چھینے ڈالنا ہے جس سے جسم کا وہ حصہ چھپا ہوا ہے۔ ③ علمائے کرام نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اس سے پیشاب کا قطرہ نکل جانے کے دوسے کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

۴۶۲- حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے وضو کرنے کا طریقہ بتایا اور مجھے حکم دیا کہ میں وضو کے بعد آ جانے والے پیشاب (کے قطروں کے شبہ سے بچنے) کے لیے کپڑے کے نیچے چھینے مار لیا کروں۔“

۴۶۲- حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرَزَابِيُّ: حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «عَلَّمَنِي جِبْرَائِيلُ الْوُضُوءَ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَنْضَحَ تَحْتَ ثَوْبِي، لِمَا يَخْرُجُ مِنَ الْبَوْلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ».

🌞 فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے البتہ دوسری احادیث سے جبریل علیہ السلام کا نبی ﷺ کو وضو کی تعلیم دینا ثابت ہے۔ اور اسی طرح وضو کے بعد شرم گاہ والی جگہ پر چھینے مارنا بھی دیگر صحیح اور حسن درجے کی احادیث سے ثابت ہے۔

۴۶۱- [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الانتضاح، ح: ۱۶۸ من حديث منصور به، وصححه الحاكم، والذهبي.

۴۶۲- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۴/ ۱۶۱ من حديث ابن لهيعة به، وقال البوصيري: "لهذا إسناد ضعيف لضعف ابن لهيعة"، وانظر، ح: ۳۳۰.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمہ نے ابن لہیعہ کے دوسرے دو شاگردوں ابو حاتم اور عبد اللہ بن یوسف التنیسی سے اسی طرح روایت بیان کی۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ؛ [ح وَ] حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ التَّنِيسِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

۴۶۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تو وضو کرے تو (شرم گاہ والے حصے کے کپڑے پر) چھینے مار لیا کر۔“

۴۶۳- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ سَلَمَةَ الْيَحْمَدِيُّ: حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأْتَ فَاتْنَضِخْ».

۴۶۴- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو اپنے ستر پر پانی کے چھینے مارے۔

۴۶۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَنَضَّحَ فَرَجَهُ.



باب: ۵۹- وضو اور غسل کے بعد رومال استعمال کرنا

(المعجم ۵۹) - بَابُ الْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ وَبَعْدَ الْغُسْلِ (التحفة ۵۹)

۴۶۵- حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ”جس سال مکہ فتح ہوا رسول اللہ ﷺ نہانے کے پانی کی طرف گئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے لیے پردہ تان دیا (تو) آپ ﷺ نے غسل فرمایا اس کے بعد آپ نے اپنا

۴۶۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ أَنَّ أَبَا مَرْثَةَ، مَوْلَى عَقِيلٍ: حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّ هَانِيَةَ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ حَدَّثَتْهُ: أَنَّهُ لَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ، قَامَ

۴۶۳- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في النضج بعد الوضوء، ح: ۵۰ من حديث سلم بن قتيبة به، وقال: "هذا حديث غريب، وسمعت محمداً (البخاري) يقول: الحسن بن علي الهاشمي منكر الحديث".
۴۶۴- [حسن] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لضعف قيس وشيخه"، وللحديث شواهد عند أبي داود، ح: ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸ وغيره.

۴۶۵- أخرجه البخاري، الغسل، باب التستر في الغسل عند الناس، ح: ۲۸۰ وغيره، ومسلم، الحيض، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه، ح: ۳۳۶ من حديث أبي مرة به.

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى غُسلِهِ . فَسَتَرَتْ عَلَيْهِ كِپڑا لے کر جسم پر پلٹ لیا۔
فَاطِمَةُ، ثُمَّ أَخَذَ ثَوْبَهُ فَالْتَحَفَ بِهِ .

🌞 فوائد و مسائل: ① پانی کی طرف جانے کا مفہوم یہ ہے کہ گھر میں ایک طرف برتن میں نہانے کے لیے پانی رکھا گیا اور آپ ﷺ نہانے کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ ② نہاتے وقت جسم پر چھوٹا کپڑا موجود ہو تب بھی مزید پردہ کرنا یا غسل خانے میں کپڑا پہن کر نہانا افضل ہے، تاہم اگر پردے میں نہاتے وقت جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تب بھی جائز ہے۔ ③ نہانے کے بعد جب کپڑا جسم پر پلٹنا جائے تو وہ جسم پر موجود قطرات کو جذب کر لیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے یا تو لیے سے جسم خشک کرنا جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

۴۶۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَّارَةَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شُرَحْبِيلٍ ، عَنْ قَبَسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : أَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعْنَا لَهُ مَاءً فَأَغْتَسَلَ ، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ بِمِلْحَفَةٍ وَرِسِيَةٍ فَاشْتَمَلَ بِهَا ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أُنْثَرِ الْوَرَسِ عَلَى عُنُقِهِ .
۴۶۷- حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم نے آپ کے لیے پانی رکھا تو آپ نے غسل فرمایا۔ ہم نے آپ ﷺ کو درس سے رنگی ہوئی ایک چادر پیش کی تو آپ نے وہ چادر اوڑھ لی۔ (مجھے وہ منظر اس طرح یاد ہے) گویا میں (اب بھی) آپ کے شکم مبارک کے شکن پر درس کا نشان دیکھ رہا ہوں۔

۴۶۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ، قَالَا : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ ، عَنْ كُرَيْبٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ ، عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِثَوْبٍ ، حِينَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ ، فَرَدَّهُ وَجَعَلَ يَنْقُضُ الْمَاءَ .
۴۶۷- حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے غسل جنابت کیا تو میں نے آپ کی خدمت میں کپڑا (تولید وغیرہ) پیش کیا، آپ ﷺ نے اسے واپس کر دیا اور (جسم پر سے ہاتھ کے ساتھ) پانی جھانے لگے۔

۴۶۶- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۶/۷، عن وكيع به * محمد بن شرحبيل مجهول (تقريب)، وانظر: ح: ۴۶۴، ۸۵۴، لعله أخرى .

۴۶۷- أخرجه البخاري، الغسل، باب المضمضة والاستنشاق في الجنابة، ح: ۲۵۹، وغيره، ومسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، ح: ۳۱۷، ۳۲۷ من حديث الأعمش به مطولاً ومختصراً .

☀ فائدہ: نبی ﷺ نے کپڑا اس لیے واپس کر دیا کہ اسے ضروری نہ سمجھ لیا جائے تاکہ اس سے امت کے لیے مشکل پیدا نہ ہو، پھر کسی موقع پر ایک آدمی کے لیے بدن پونچھنے کے لیے الگ کپڑا موجود نہ ہو تو وہ حرج محسوس کرے گا۔

۴۶۸- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَأَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ السَّمْطِ: حَدَّثَنَا الْوُضَيْنُ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ مَحْفُوظِ بْنِ عُلْقَمَةَ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ، فَقَلَبَ جُبَّةَ صُوفٍ كَانَتْ عَلَيْهِ، فَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ.

۳۶۸- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا، پھر اس کے بعد جسم مبارک پر پہنا ہوا اونی جبہ الٹ کر اس سے چہرہ مبارک صاف کر لیا۔

(المعجم ۶۰) - بَابُ مَا يُقَالُ بَعْدَ

الْوُضُوءِ (التحفة ۶۰)

۴۶۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَزَيْدُ ابْنِ الْحَبَابِ. ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهَبٍ، أَبُو سُلَيْمَانَ النَّخَعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ الْعَمِّيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَتُفْتَحَ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ الْجَنَّةِ، مِنْ أَيَّهَا شَاءَ دَخَلَ».

۳۶۹- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا، پھر تین بار یوں کہا: [أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ] ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں وہ جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔“



قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا
إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَصْرِ: حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ بَنَحْوِهِ .
(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمہ
القطان نے کہا کہ ابونعیم کے شاگرد ابراہیم بن نصر نے
سابقہ روایت کی مثل بیان کی۔

🌞 توضیح: یہ روایت زید العلی کی وجہ سے سدا ضعیف ہے لیکن ایک دفعہ دعا پڑھنے کی احادیث صحیح ہیں جیسے کہ اگلی
حدیث میں مذکور ہے نیز ایک دفعہ پڑھنے کی مذکورہ بالا فضیلت صحیح مسلم میں بھی مروی ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم)

الطهارة: باب الذكر المستحب عقب الوضوء: حدیث: (۲۳۳)

۴۷۰- حَدَّثَنَا عَلَقَمَةُ بْنُ عَمْرِو
الدَّارِمِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ
أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءِ الْبَجَلِيِّ،
عَنْ عُقْبَةَ بْنِ غَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ
الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا مِنْ
مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحَسِّنُ الْوُضُوءَ. ثُمَّ يَقُولُ:
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ
الْجَنَّةِ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ».

۴۷۰- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو بھی مسلمان وضو کرتا ہے
اور وضو بھی اچھا کرتا ہے، پھر کہتا ہے: [أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ] ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ
کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی
دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول
ہیں۔“ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول
دیے جاتے ہیں وہ جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔“

🌞 فوائد ومسائل: ① صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ دعا ان الفاظ میں بھی مروی ہے [أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ] (صحیح مسلم، الطهارة: باب الذكر المستحب عقب الوضوء،
حدیث: (۲۳۳) ② جنت کے دروازے کھول دیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لیے نیکی کے دروازے کھل گئے
ہیں۔ جو نیکیاں وہ شخص وضو کے بغیر ادا نہیں کر سکتا تھا اب کر سکتا ہے، لہذا اب جو نیکی چاہے انجام دے لے۔ اور یہ
مطلب بھی ہے کہ وفات کے بعد اس کے لیے جنت کے سب دروازے کھل جائیں گے۔ اسے جنت میں داخل ہونے
میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ ③ داخل ہونے کے لیے تو ایک دروازہ بھی کافی ہوتا ہے لیکن زیادہ دروازوں کا کھلنا اس
کی عزت افزائی کے لیے ہے تاکہ اس کا مقام و مرتبہ واضح ہو اور اسے بہت زیادہ خوشی حاصل ہو۔ واللہ اعلم۔

(المعجم ۶۱) - بَابُ الْوُضُوءِ بِالضُّفْرِ

باب: ۶۱- پتیل کے برتن میں وضو کرنا

(التحفة ۶۱)

۴۷۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۴۷۱- حضرت عبداللہ بن زید رحمہ اللہ سے روایت ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ

انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف

ابْنِ الْمَاجِشُونِ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى،

لائے۔ ہم نے بیتل کے ایک برتن میں پانی پیش کیا تو

عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، صَاحِبِ

آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا۔

النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَخْرَجَنَا

لَهُ مَاءٌ فِي نَوْرِ مِنْ صُفْرِ، فَتَوَضَّأَ بِهِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ بیتل کے برتن بنانا اور کھانے پینے میں ان کا استعمال جائز ہے۔

② بیتل کی انگوٹھی یا کوئی اور زیور پہننے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بیتل کی انگوٹھی پہننے والے سے

فرمایا: ”کیا وجہ ہے کہ مجھے تم سے بتوں کی بو آ رہی ہے؟“ (جامع الترمذی، اللباس، باب ماجاء فی خاتم

الحديد، حدیث: ۱۷۸۵، و سنن ابی داود، الخاتم، باب ماجاء فی خاتم الحديد، حدیث: ۴۲۲۳، و سنن

النسائی، الزينة، باب مقدار ما يجعل فی الخاتم من الفضة، حدیث: ۵۱۹۷) شیخ عبدالقادر ارناؤوط نے اس

حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ (حاشیة جامع الأصول: ۱۳/۴)

۴۷۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ

كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ

الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ، عَنْ

إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَحْشٍ،

عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّهُ كَانَ

لَهَا مَخْضَبٌ مِنْ صُفْرِ، قَالَتْ: كُنْتُ

أَرْجُلُ رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِيهِ.

🌞 فائدہ: معلوم ہوا کہ بیتل کے برتن میں پانی ڈال کر رکھا جاسکتا ہے لہذا اس سے وضو بھی جائز ہے۔

۴۷۱- أخرجه البخاري، الوضوء، باب الغسل والوضوء في المخصب... الخ، ح: ۱۹۷، ومسلم، الطهارة،

باب آخر في صفة الوضوء، ح: ۲۳۶.

۴۷۲- [حسن] أخرجه أحمد: ۳۲۴/۶ من طريق آخر عن عبيد الله به، وقال البوصيري: "هذا إسناده صحيح،

ورجاله ثقات".

۴۷۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ابْنِ عَمْرٍو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فِي تَوْرٍ.

۴۷۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے تور (ایک قسم کے کھلے منہ کے برتن) میں پانی لے کر وضو کیا۔

(المعجم ۶۲) - بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ (التحفة ۶۲)

باب: ۶۲- نیند کی وجہ سے وضو کرنا

۴۷۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنَامُ حَتَّى يَنْفُخَ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي، وَلَا يَتَوَضَّأُ.

۴۷۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سو جاتے تھے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگتے، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے۔

قَالَ الطَّنَافِيسِيُّ: قَالَ وَكِيعٌ: - تَعْنِي: وَهُوَ سَاجِدٌ.

وکیع بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بعض اوقات سجدے میں نیند آ جاتی تھی۔

🌟 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ آگے آنے والی حدیث (۴۷۷) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سو جانے والے کو دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھے بیٹھے سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور لیٹ کر سو جانے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ یک لگا کر سوتا بھی لیٹ کر سونے کے حکم میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ آپ ﷺ جس نیند کے بعد وضو نہیں کرتے تھے وہ بیٹھے بیٹھے ہوتی تھی یا لیٹ کر۔ اگر بیٹھے ہوئے سونا مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر لیٹ کر ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا خاصہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کے حواس نیند میں بھی قائم رہتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے: [يَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي] (صحيح البخاري) المناقب، باب كان النبي ﷺ

۴۷۳- [حسن] تقدم، ح: ۳۵۸.

۴۷۴- [حسن] أخرجه أحمد: ۱۳۵/۶ عن وكيع به * الأعمش عنعن، وتقدم، ح: ۱۷۸، ولحديثه شواهد كثيرة، ولهذا لا خلاف فيه بين العلماء.

تمام عینہ ولاینام قلبہ: حدیث: ۳۵۶۹) ”میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔“ امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں اسی عنوان سے باب باندھا ہے۔ ”بَابُ الدَّلِيلِ اَنَّ نَوْمَ الْحَالِسِ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ“ ”اس بات کی دلیل کہ بیٹھ کر سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔“ (۱) اس مسئلہ میں جو مختلف اقوال ہیں ان میں سے ایک کی طرف حضرت وکیع کے قول سے اشارہ ہوتا ہے۔ وکیع نے اس حدیث کو نماز کے اندر سوجانے پر محمول کیا ہے۔ اسی بنا پر بعض علماء کا خیال ہے کہ رکوع، سجدہ یا قیام کی حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن یہ قول بھی پہلے قول سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے کیونکہ نماز کی کسی ہیئت میں سونا، لیٹ کر سونا نہیں اور وضو لیٹ کر سونے سے ٹوٹتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۷۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ زُرَّارَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ فَضِيلِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَامَ حَتَّى نَفَخَ. ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى.

۳۷۵- حضرت عبداللہ (بن مسعود) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سو گئے حتی کہ خرائے لینے لگے، پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھ لی۔

۴۷۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ زُرَّارَةَ، عَنْ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ حُرَيْثِ بْنِ أَبِي مَطَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، أَبِي هُبَيْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ نَوْمُهُ ذَلِكَ وَهُوَ جَالِسٌ.

۳۷۶- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ کی وہ نیند بیٹھے بیٹھے تھی۔

[- يَعْني: النَّبِيُّ ﷺ -].

۴۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْجَمْعِيُّ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ الْوَضِيِّ بْنِ

۳۷۷- حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آ نکھیں سرین کا بندھن

۴۷۵- [حسن] أخرجه أحمد: ۴۲۶/۱ من حديث يحيى به * حجاج بن أرطاة عنن، والحديث السابق شاهد له، ولهما شواهد أخرى.

۴۷۶- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده فيه حريث بن أبي مطر، وهو ضعيف".

۴۷۷- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الوضوء من النوم، ح: ۲۰۳ من حديث بقیة به * ابن عائد عن علي مرسل كما قال أبوزرعة وأبو حاتم، وله شاهد ضعيف، وله شواهد أخرى.

عَطَاءٌ، عَنْ مَحْفُوظِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِذٍ الْأَزْدِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «الْعَيْنُ وَكَأُ السَّهِّ، فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ».

🌞 فوائد ومسائل: ① تھیلی میں اشرفیاں وغیرہ ڈال کر اس کا منہ جس دھاگے یا رسی وغیرہ سے باندھا جاتا ہے اسے ”وکاء“ کہتے تھے۔ جب تک وکاء نہ کھولا جائے تھیلی میں سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی۔ گویا وہ تھیلی کے اندر کی چیزوں کا محافظ ہے۔ اسی طرح بیداری کی حالت میں انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وضو قائم ہے یا ہوا خارج ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے۔ جب آنکھیں نیند سے بند ہو جائیں تو جسم پر کنٹرول نہیں رہتا گویا بندھن کھل جاتا ہے اور ہوا خارج ہو جانے کا احساس نہیں ہوتا، اس لیے نیند ہی کو وضو توڑنے والا قرار دیا گیا ہے۔ ② نیند عام حالات میں وضو ٹوٹنے کا باعث بنتی ہے اس لیے نیند سے وضو کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح شریعت میں بعض دوسرے احکام میں بھی ایک چیز کا باعث بننے والی شے کو اسی چیز والا حکم دے دیا جاتا ہے تاکہ انسان شکوک و شبہات کا شکار نہ رہے، مثلاً: ایک مشروب زیادہ مقدار میں پینے سے نشہ ہوتا ہے تو اس کی کم مقدار کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ انسان یہ تصور کرے کہ فلاں شراب کا ایک گلاس پینے سے نشہ نہیں ہوگا، پھر یہ سوچ کر ایک گلاس پی لے اور اسے نشہ ہو جائے، اس لیے ایک گلاس بھی حرام ہے اگرچہ نشہ نہ ہو۔ ③ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”حسن“ کہا ہے۔

۴۷۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۴۷۸- حضرت صفوان بن عسال رحمہ اللہ سے روایت ہے، اُنھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم تین دن تک اپنے موزے نہ اتاریں سوائے اس کے کہ جنابت کی وجہ سے (غسل کرنا پڑے۔ تب تو اتارنا ہی پڑیں گے) لیکن پیشاب یا پاخانے یا نیند کی وجہ سے (موزے اتارنے کی ضرورت نہیں)۔

🌞 فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح پیشاب یا پاخانے کے بعد وضو کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح نیند کے بعد بھی وضو کی ضرورت ہوتی ہے۔ ② وضو میں پاؤں دھونا ضروری ہیں لیکن اگر موزے پہنے ہوئے ہوں تو ان پر مسح کر لینا کافی ہے بشرطیکہ پہننے سے پہلے پورا وضو کیا ہو اور اس میں پاؤں بھی دھوئے ہوں۔ (صحیح)

مسلم، الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، حدیث: (۲۴۲) ⑤ تین دن کی یہ مدت مسافر کے لیے ہے۔ مقیم صرف ایک دن رات تک مسح کر سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے (موزوں پر مسح کے لیے) مسافر کے لیے تین دن رات کی مدت مقرر فرمائی ہے اور مقیم کے لیے ایک دن رات کی۔ (صحیح مسلم، الطہارۃ، باب التوفیت فی المسح علی الخفین، حدیث: ۲۴۶)

(المعجم ۶۳) - بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ مَسَّ الذَّكْرِ (التحفة ۶۳)

باب: ۶۳- شرم گاہ کو چھونے سے وضو کرنا چاہیے

۴۷۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ بُسْرَةَ بِنْتِ صَفْوَانَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا مَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».

۴۷۹- حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے تو اسے چاہیے کہ وضو کرے۔“



سُورۃ فَوَائِد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ پیشاب کے اعضاء کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (اگر بغیر کپڑے کے ہاتھ لگے) ② بعض علماء نے اس حدیث پر یہ شبہ وارد کیا ہے کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس سے اکثر واسطہ پیش آتا ہے پھر اس کا تعلق مردوں سے ہے لیکن اس کو روایت کرنے والی صرف ایک خاتون ہیں۔ یہ شبہ اس لیے قابل اعتنائیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کر کے فرمایا ہے: [وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، وَ أَبِي أُيُوبَ، وَ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَ أَرْوَى ابْنَةُ أَنَسٍ، وَ عَائِشَةَ، وَ جَابِرٍ، وَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ، وَ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ اجمعين] یعنی یہ مسئلہ مذکورہ بالا آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ جن میں پانچ مرد اور تین خواتین ہیں۔ ان میں سے بعض صحابہ کی احادیث اسی باب میں آ رہی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ مسئلہ صرف مردوں کے لیے نہیں بلکہ عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے پردہ کے خاص مقام کو ہاتھ لگالیتی ہے تو اسے وضو دوبارہ کرنا چاہیے۔ ③ بعض علماء نے اس حدیث کی بحث پر یہ شبہ ذکر کیا ہے کہ بعض راویوں نے ”عروۃ عن بسرہ“ ذکر کیا ہے اور بعض نے سند میں ”عروۃ عن مروان عن بسرہ“ کہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت عروہ نے یہ حدیث مروان رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بھی سنی ہے اور براہ راست حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا سے بھی سنی ہے۔ یہ واقعہ

امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں تفصیل سے روایت کیا ہے۔ حضرت مروان جب مدینہ کے گورنر تھے تو ایک دن ان کی مجلس میں وضو توڑنے والی چیزوں کے موضوع پر گفتگو شروع ہو گئی۔ مروان نے کہا: عضو خاص کو ہاتھ لگانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت عروہ نے فرمایا: نہیں ٹوٹتا۔ مروان نے کہا: مجھے حضرت بسرہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث سنائی ہے لیکن عروہ کو اطمینان قلب حاصل نہ ہوا۔ مروان نے مجلس میں حاضر ایک آدمی سے کہا: جاؤ حضرت بسرہ رحمہ اللہ سے پوچھ کر آؤ۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ واقعی حضرت بسرہ رحمہ اللہ اسی طرح فرماتی ہیں۔ (سنن النسائي، الطہارۃ: باب الوضوء من مس الذکر، حدیث: ۱۶۳) اس کے بعد عروہ نے حضرت بسرہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے خود بھی براہ راست یہ حدیث سنی (مسند ترك حاکم: ۱/۱۳۶-۱۳۷) مزید تفصیل کے لیے جامع ترمذی میں اس حدیث پر شیخ احمد شاہ کرکی مفصل تحقیق ملاحظہ فرمائیے۔

۴۸۰- حضرت جابر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص اپنے عضو خاص کو ہاتھ لگائے تو اس پر لازم ہے کہ وضو کرے۔“

۴۸۰- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْجَزَائِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ، جَمِيعاً، عَنِ ابْنِ أَبِي ذُئْبٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا مَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ، فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ».

۴۸۱- حضرت ام المومنین ام حبیبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا: ”جو شخص اپنے عضو متانسل کو ہاتھ لگائے اسے چاہیے کہ وضو کرے۔“

۴۸۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنصُورٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرٍ بْنُ ذَكْوَانَ الدَّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ

۴۸۰- [حسن] * عقبہ مجهول (تقریب)، لم یوثقه غیر ابن حبان، والحديث السابق شاهد له.

۴۸۱- [حسن] أخرجه البيهقي: ۱/ ۱۳۰ من حديث الهيثم به، قاله البوصيري، والحديث حسنه أبو زرعة الرازي.

عَبْسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ
قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ
مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».

۳۸۲- حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں
نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا: ”جو
شخص اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے تو اسے چاہیے کہ وضو
کرے۔“

۴۸۲- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا
عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ
أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
ابْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ:
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ مَسَّ
فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».

(المعجم ۶۴) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ
(التحفة ۶۴)

باب: ۶۴- مذکورہ صورت میں وضو نہ کرنے
کی اجازت

۳۸۳- حضرت قیس بن طلق خنی اپنے والد (حضرت
طلق بن علی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے
فرمایا: میں نے سنا کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عضو
خاص کو ہاتھ لگانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ
ﷺ نے فرمایا: ”اس سے وضو لازم نہیں آتا“ وہ بھی تیرا
ایک حصہ ہے۔“

۴۸۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا
وَكَيْعٌ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ قَالَ:
سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ طَلْقٍ الْحَنْفِيَّ، عَنْ أَبِيهِ
قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، سُئِلَ عَنْ
مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: «لَيْسَ فِيهِ وُضُوءٌ،
إِنَّمَا هُوَ مِنْكَ».

🌞 فوائد و مسائل: ① [هُوَ مِنْكَ] ”وہ تیرا ایک حصہ ہے“، یعنی جس طرح جسم کے کسی اور حصے کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح پیشاب کے عضو کو ہاتھ لگانے سے بھی نہیں ٹوٹتا۔ ② حضرت طلق رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح ہے۔
لیکن یہ حکم منسوخ ہے۔ حضرت طلق رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی کے فوراً بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تھے جب مسجد نبوی تعمیر ہو
رہی تھی۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کو منسوخ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے، پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور حکم

۴۸۲- [حسن] أخرجه الطبراني: ۱۴۰/۴، ح: ۳۹۲۸ من حديث عبد السلام به إلا أنه قال: عبد الرحمن بن عبد القاري، ولعله الراجح كما يظهر من تهذيب الكمال وغيره، وفيه علل، منها ابن أبي فروة متفق على تركه، انظر، ح: ۳۴۵ لحاله، فالسند ضعيف جداً، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق، ح: ۴۷۹.
۴۸۳- [صحيح] أخرجه أحمد: ۲۳/۴، وأبو داود، ح: ۱۸۳ من حديث محمد بن جابر به، وهو ضعيف جداً، لكنه لم ينفرد به، بل تابعه الثقة عبدالله بن بدر عند أبي داود، ح: ۱۸۲ وغيره.

اس صورت حال کے مطابق ہے جس پر عضو خاص کو چھونے سے وضو کا حکم آنے سے پہلے لوگ عمل پیرا تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک کسی چیز کے ناقض ہونے کا حکم نازل نہ ہو نبی ﷺ اس کی وجہ سے وضو کا حکم نہیں دے سکتے۔ جب یہ بات ہے تو پھر جب نبی ﷺ نے وضو کا حکم دے دیا تو پہلا حکم یقیناً منسوخ ہو گیا۔ اور یقینی ناسخ حکم کو چھوڑ کر یقینی منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اس فرمان سے کہ ”وہ تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے“ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ ارشاد وضو کا حکم آنے سے پہلے فرمایا گیا تھا کیونکہ اگر بعد کی بات ہوتی تو آپ ﷺ یہ الفاظ نہ فرماتے بلکہ بیان فرماتے کہ (وضو کرنے کا) وہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں اس وقت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے عضو خاص کی حیثیت بھی دوسرے اعضاء کی سی تھی۔ (المحلی: ۲۳۹/۱) بعض علماء نے دونوں روایات کے درمیان اس طرح بھی تطبیق دی ہے کہ جس روایت میں وضو نہ ٹوٹنے کا ذکر ہے تو اس کا مطلب کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگنا ہے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور جس روایت میں وضو ٹوٹنے کا ذکر ہے اس سے مراد بغیر کپڑے کے ہاتھ لگنا ہے اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

۴۸۴- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ بْنُ دِينَارٍ الْحِمَصِيُّ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ : سئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ مَسِّ الذِّكْرِ، فَقَالَ : «إِنَّمَا هُوَ جُزْءٌ مِنْكَ» .

۳۸۴- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عضو خاص کو چھونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”وہ تو تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔“

(المعجم ۶۵) - بَابُ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَ النَّارُ (التحفة ۶۵)

باب: ۶۵- آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنا

۴۸۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو ابْنِ عُلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : «تَوَضَّأُوا

۳۸۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس چیز میں آگ تبدیلی کر دے اس (کے کھانے کی وجہ) سے وضو کرو۔“ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں گرم پانی (پی کر اس کی وجہ)

۴۸۴- [إسناده ضعيف جداً] قال البوصيري : " هذا إسناده فيه جعفر بن الزبير ، وقد اتفقوا على ترك حديثه واتهموه " .

۴۸۵- [حسن] تقدم ، ح : ۲۲ ، وأخرجه الترمذي ، ح : ۷۹ من حديث سفيان به ، وأخرج أحمد : ۱/ ۳۶۶ بإسناد صحيح عن ابن عباس هذه المناظرة ، بأنه قال لأبي هريرة رضي الله عنه : " ما أبالي مما توضع ، أشهد لرأيت رسول الله ﷺ أكل كنف لحم ثم قام إلى الصلاة وما توضع " فالكل عنده حجة والكل معذور

مِمَّا غَيَّرَ النَّارُ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: سے بھی وضو کروں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَتَوْضَأُ مِنَ الْحَمِيمِ؟ فَقَالَ لَهُ: يَا ابْنُ أَخِي! کھتیجہ! جب تم رسول اللہ کی کوئی حدیث سنو تو مثالیں نہ اِذَا سَمِعْتَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا، فَلَا تَضْرِبَ لَهُ الْأَمْثَالَ.

🌞 نوادہ و مسائل: ① ”جس چیز میں آگ تبدیلی پیدا کر دے“ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے آگ پر پکا کر یا بھون کر تیار کیا گیا ہو۔ ② حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف تھا کہ یہ حکم وجوبی نہیں ہے کیونکہ انھوں نے خود رسول اللہ ﷺ کو گوشت کھا کر دوبارہ وضو کیے بغیر نماز پڑھتے دیکھا تھا، اس لیے انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کے لیے سوال کیا۔ لیکن حضرت ابو ہریرہ نے غالباً آپ ﷺ کا یہ عمل نہیں دیکھا، اس لیے وہ اپنے موقف پر قائم رہے یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس اجازت کا علم تو ہو لیکن وہ چاہتے ہوں کہ لوگ افضلیت کو اختیار کریں۔ ③ جب حدیث میں کسی حکم کو عام رکھا گیا ہو تو اسے عام ہی سمجھنا چاہیے حتیٰ کہ دوسرے دلائل سے معلوم ہو جائے کہ فلاں صورت اس عموم میں شامل نہیں۔ ④ آئندہ باب کی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم وجوبی نہیں، یعنی آگ کی پکی ہوئی چیز کھانی کروضو کرنا لازمی نہیں، بہتر اور افضل ہے۔



٤٨٦- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس کے کھانے پینے کی وجہ سے وضو کرو۔“
حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَنبَأَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «تَوَضَّأُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ».

٤٨٧- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْرَقُ: حضرت یزید بن ابومالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ اپنے ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ کر فرماتے تھے: (یہ کان) بہرے ہو جائیں اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہ سنا ہو: ”جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس کی وجہ سے وضو کرو۔“
حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ يَضَعُ يَدَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ وَيَقُولُ: صُمْنَا، إِنْ لَمْ أَكُنْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «تَوَضَّأُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ».

٤٨٦- أخرجه مسلم، الطهارة، باب الوضوء مما مست النار، ح: ٣٥٣ من طريق آخر عن عروة به.

٤٨٧- [إسناده ضعيف جداً] * خالد بن يزيد كذب ابن معين فيما يرويه عن أبيه، والجمهور على ضعفه، وقال البوصيري: "ولم ينفرد به" أي بهذا الحديث.

(المعجم ۶۶) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

باب: ۶۶- مذکورہ صورت میں وضو نہ کرنے

(التحفة ۶۶)

کی اجازت

۴۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۳۸۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے (بکری کے) شانے کا گوشت تناول فرمایا پھر اپنے ہاتھ اس ٹاٹ سے صاف کر لیے جو آپ کے نیچے بچھا ہوا تھا پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی۔

۴۸۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي سُبَّاحٍ: ۳۸۹- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے روٹی گوشت کھایا اور وضو نہ کیا۔

۴۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: ۳۹۰- امام زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا باب والا حکم لازمی نہیں بلکہ افضل ہے، یا وضو کا حکم منسوخ ہے جیسے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ شیخ احمد شاکر نے بھی نسخ ہی کو ترجیح دی ہے۔ یا مذکورہ بالا باب میں وضو سے مراد ہاتھ نہ دھونا ہے جبکہ اس باب میں شرعی وضو مراد ہے جو لازمی نہیں۔ ② جس ٹاٹ اور دری سے آپ نے ہاتھ صاف کیے شاید وہ ٹاٹ اور دری ہی اس قسم کی ہوگی کہ اس سے ہاتھ صاف کیا جاسکتا تھا، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ گوشت وغیرہ کھانے کے بعد کھل کر نا اور پانی سے ہاتھ دھونا بھی ضروری نہیں بلکہ صرف کپڑے اور تولیے وغیرہ سے صاف کر لینا بھی درست ہے۔ اسی طرح ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کر لینا بھی کافی ہے۔

۴۸۸- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في ترك الوضوء مما مست النار، ح: ۱۸۹ من حديث أبي الأحوص به، وانظر، ح: ۱۷۱ لعلته.

۴۸۹- [صحیح] أخرجه أحمد: ۳/۳۰۷، ۳۸۱ عن سفيان به مختصراً، وله شواهد كثيرة.

۴۹۰- أخرجه البخاري، الوضوء، باب من لم يتوضأ من لحم الشاة والسويق، ح: ۲۰۸ وغيره، ومسلم، الحيض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، ح: ۳۵۵ من حديث الزهري به.

۴۸۸- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في ترك الوضوء مما مست النار، ح: ۱۸۹ من حديث أبي الأحوص به، وانظر، ح: ۱۷۱ لعلته.

۴۸۹- [صحیح] أخرجه أحمد: ۳/۳۰۷، ۳۸۱ عن سفيان به مختصراً، وله شواهد كثيرة.

۴۹۰- أخرجه البخاري، الوضوء، باب من لم يتوضأ من لحم الشاة والسويق، ح: ۲۰۸ وغيره، ومسلم، الحيض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، ح: ۳۵۵ من حديث الزهري به.

الدُّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: حَضَرْتُ عَشَاءَ الْوَلِيدِ أَوْ عَبْدِ الْمَلِكِ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قُمْتُ لِأَتَوَضَّأَ، فَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي أَنَّهُ شَهِدَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ أَكَلَ طَعَامًا مِمَّا غَيَّرَ النَّارَ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأَ. وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ: وَأَنَا أَشْهَدُ عَلَى أَبِي بِمِثْلِ ذَلِكَ.

فرمایا: میں (خليفة) ولید یا (خليفة) عبد الملک کے ساتھ رات کے کھانے پر موجود تھا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو میں وضو کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ تو حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ نے فرمایا: میں اپنے والد (حضرت عمرو بن عبد اللہ) کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گواہی دی کہ آپ نے آگ سے تیار شدہ کھانا تناول فرمایا اور پھر نیا وضو کیے بغیر نماز ادا فرمائی۔ (اس پر) حضرت علی بن عبد اللہ بن عباس نے فرمایا: میں بھی اپنے والد (حضرت عبد اللہ بن عباس) کے بارے میں یہی گواہی دیتا ہوں۔

🌞 فائدہ: گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ پختہ یقین کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں۔ اس کا مقصد اپنے بیان کی تاکید ہے۔

٤٩١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: أَتَيْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِكَيْفِ شَاوٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ، وَصَلَّى وَلَمْ يَمْسَ مَاءً.

٤٩٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ: أَنَّكَ سُوَيْدُ بْنُ الثُّعْمَانِ الْأَنْصَارِيَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا مَعَ

٣٩١- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بکری کے کندھے کا گوشت پیش کیا گیا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا پھر نماز پڑھی اور پانی کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔

٣٩٢- حضرت سويد بن نيمان الانصاري رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف (جہاد کے لیے) روانہ ہوئے۔ جب وہ مقام صہباء پر پہنچے تو نبی ﷺ نے عصر کی نماز ادا کی پھر

کھانا طلب فرمایا تو آپ کی خدمت میں صرف ستوپیش کیے گئے (اور کوئی چیز موجود نہیں تھی) سب نے کھایا۔ پھر آپ ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور کھل کی پھر کھڑے ہو کر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی۔

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصُّبْحِ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَعَا بِأَطْعِمَةٍ، فَلَمْ يَأْتِ إِلَّا بِسَوِيقٍ، فَأَكَلُوا وَشَرَبُوا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، فَمَضْمَضَ فَاهُ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبِ.

🌞 فائدہ: ستوپہجئے ہوئے جو پیش کرنائے جاتے ہیں اس لیے اس سے بھی ثابت ہوا کہ آگ سے تیار کردہ چیز کھانی کروضو کرنا ضروری نہیں۔

۴۹۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کے شامے کا گوشت تناول فرمایا پھر کھل کی ہاتھ دھوئے اور نماز ادا کی۔

۴۹۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ أَبِي الشَّوَّازِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ: حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَكَلَ كَيْفَ شَاءَ، فَمَضْمَضَ وَغَسَلَ يَدَيْهِ وَصَلَّى.

باب: ۶۷- اونٹ کا گوشت کھا کروضو کرنا

(المعجم ۶۷) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ (التحفة ۶۷)

۴۹۴- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے اونٹ کے گوشت سے وضو کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اس سے وضو کرو۔“

۴۹۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: سئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ؟ فَقَالَ: «تَوَضَّأُوا مِنْهَا».

۴۹۵- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۴۹۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا

۴۹۳- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ۳۸۹/۲ من حديث سهيل به، وهو في جزء: (۱۰) رواية عبد العزيز بن المختار.

۴۹۴- [صحيح] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الوضوء من لحوم الإبل، ح: ۱۸۴، وصححه الترمذي، ح: ۸۱.

۴۹۵- أخرجه مسلم، الحيض، باب الوضوء من لحوم الإبل، ح: ۳۶۰ من حديث جعفر به.

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ،
وَإِسْرَائِيلُ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعَثَاءِ،
عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ
قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَتَوَضَّأَ مِنْ
لُحُومِ الْإِبِلِ وَلَا نَتَوَضَّأَ مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① گزشتہ باب میں گوشت کھا کر وضو نہ کرنے کا بیان تھا لیکن اس میں جو واقعات ہیں وہ سب بکری کے گوشت سے متعلق ہیں جب کہ زیر مطالعہ باب کی احادیث میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ دوسری حدیث میں تو صراحت سے اونٹ اور بکری کے مسئلہ میں فرق واضح کیا گیا ہے۔ ② بعض علماء نے اس حکم کو منسوخ قرار دیا ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل آگ کی پکی ہوئی چیز کھا کر وضو نہ کرنا تھا۔ (سنن ابی داود، الطہارۃ، باب فی ترک الوضوء مماسمت النار، حدیث: ۱۹۲) و سنن النسائی، الطہارۃ، باب ترک الوضوء مما غیرت النار، حدیث: ۱۸۵) لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث عام ہے اور زیر بحث حدیث خاص ہے، اس لیے دونوں میں تعارض نہیں۔ اونٹ کے گوشت میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل ہوگا، یعنی اسے کھانے کے بعد وضو کیا جائے اور دوسرے جانوروں کے گوشت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر کہ اسے کھانے کے بعد وضو کیے بغیر بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

۴۹۶- حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَرَوِيُّ،
إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ
ابْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ، مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ - وَكَانَ ثِقَةً، وَكَانَ
الْحَكَمُ يَأْخُذُ عَنْهُ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
أَبِي لَيْلَى، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تَوَضَّأُوا مِنَ أَلْبَانِ الْغَنَمِ
وَتَوَضَّأُوا مِنَ أَلْبَانِ الْإِبِلِ».

۴۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ : حَدَّثَنَا بَقِیَّةٌ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عُمَرَ بْنِ هُبَيْرَةَ الْفَزَارِيِّ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ : سَمِعْتُ مُحَارِبَ بْنَ دِثَارٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : «تَوَضَّأُوا مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ ، وَلَا تَتَوَضَّأُوا مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ ، وَتَوَضَّأُوا مِنْ أَلْبَانِ الْإِبِلِ ، وَلَا تَوَضَّأُوا مِنْ أَلْبَانِ الْغَنَمِ ، وَصَلُّوا فِي مِرَاحِ الْغَنَمِ ، وَلَا تَصَلُّوا فِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ» .

۴۹۷- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا: ”اونٹوں کا گوشت کھا کر وضو کرو بکریوں کا گوشت کھا کر وضو نہ کرو اور اونٹیوں کا دودھ پی کر وضو کرو بکریوں کا دودھ نہ پی کر وضو نہ کرو اور بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کرو اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو۔“

(المعجم ۶۸) - بَابُ الْمَضْمَضَةِ مِنْ شُرْبِ اللَّبَنِ (التحفة ۶۸)

باب: ۶۸- دودھ کی کرکلی کرنا

۴۹۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : «مَضْمُضُوا مِنَ اللَّبَنِ فَإِنَّ لَهُ دَسْمًا» .

۴۹۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”دودھ کی کرکلی کر لیا کرو کیونکہ اس میں چکناٹہ ہوتی ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① کلی کے حکم کی جو وجہ بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد منہ کی صفائی ہے اور اس کا وضو کے رہنے یا ٹوٹنے سے تعلق نہیں۔ ② اسلام میں صفائی کی بہت اہمیت ہے اس لیے وضو میں بھی کلی اور مسواک کو مشروع کیا گیا ہے۔ کھانے پینے کے بعد منہ میں چکناٹہ کا باقی رہنا حفظانِ صحت کے اصول کے منافی

۴۹۷- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري : "فيه بقیة، وهو مدلس وقد رواه بالنعنة، وشيخه خالد مجهول الحال" .
۴۹۸- أخرجه البخاري، الأشربة، باب شرب اللبن، وقول الله عز وجل "من بين فرث ودم"، ح: ۵۶۰۹ من حديث الأوزاعي، ومسلم، الحیض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، ح: ۳۵۸ من حديث الزهري به غير هذا اللفظ .

ہے اس لیے دودھ پی کر یا کوئی اور مرغ غذا کھا کر منہ کی صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

۴۹۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حضرت ام المؤمنین ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم دودھ پیو تو کلی کر لیا کرو کیونکہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔“

۵۰۰- حَدَّثَنَا أَبُو مَخْلَدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا شَرِبْتُمُ اللَّبَنَ فَمَضْمُضُوا، فَإِنَّ لَهُ دَسْمًا».

۵۰۰- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُهِينِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَضْمُضُوا مِنَ اللَّبَنِ، فَإِنَّ لَهُ دَسْمًا».

۵۰۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ السَّوَّافِ: حَدَّثَنَا الضُّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَلَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَاةً وَشَرِبَ مِنْ لَبَنِهَا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ فَاهُ، وَقَالَ: «إِنَّ لَهُ دَسْمًا».

۵۰۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ السَّوَّافِ: حَدَّثَنَا الضُّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَلَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَاةً وَشَرِبَ مِنْ لَبَنِهَا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ فَاهُ، وَقَالَ: «إِنَّ لَهُ دَسْمًا».

(المعجم ۶۹) - بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْقُبْلَةِ
(التحفة ۶۹)

۴۹۹- [إسناده حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ۲۳/۳۱۰، ۳۱۱، ح: ۷۰۳ من حديث ابن أبي شيبة به، وهو في المصنف: ۵۷/۱، وحسنه الحافظ في الفتح.

۵۰۰- [حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ۱۲۵/۶، ح: ۵۷۲۱ من حديث أبي مصعب وغيره به، وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف، عبدالمهيمن قال فيه البخاري: منكر الحديث"، والحديث السابق شاهد له.

۵۰۱- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: في زمة: وقد ضعفه الجمهور، وانظر، ح: ۳۲۶.

۵۰۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ بَعْضِ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ، قُلْتُ: مَنْ هِيَ إِلَّا أَنْتِ، فَضَحِكَتْ.

۵۰۲- جناب عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک بیوی کا بوسہ لیا، پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے اور وضو نہیں کیا۔ (عروہ کہتے ہیں) میں نے کہا: وہ ضرور آپ ہی ہوں گی تو آپ ہنس دیں۔

🌟 فوائد و مسائل: ① عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ ② بیوی کا بوسہ لینے یا پیار کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ مذی کا خروج نہ ہو۔ ③ یہ حدیث وضاحت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں عورتوں کو چھونے کے بعد پانی کے استعمال (وضو یا غسل) کا جو ذکر ہے اس سے مراد جماع ہے کہ اس کے بعد غسل فرض ہے۔ اگر پانی نہ ہو تو تیمم کر لیں۔ بعض علماء نے اس آیت سے یہ سمجھا ہے کہ خاص خواہش کے ساتھ بیوی کو محض چھو لینے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لیے اس کے بعد پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن پہلا موقف راجح ہے۔ ④ میاں بیوی کے خصوصی تعلقات سے متعلق مسائل بھی بیان کرنا ضروری ہیں کیونکہ ان کا تعلق بھی دین سے ہے تاہم ان کے بیان میں اشارہ کنایہ کا اسلوب زیادہ مناسب ہے۔ اتنی زیادہ صراحت درست نہیں جو حیا کے منافی ہو۔

۵۰۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ زَيْنَبِ السَّهْمِيَّةِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَقْبَلُ وَيُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ، وَرُبَّمَا فَعَلَهُ بِي.

۵۰۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ وضو کرتے پھر بوسہ لیتے اور (دو بارہ) وضو کیے بغیر نماز پڑھ لیتے اور بعض اوقات آپ میرے ساتھ بھی یہ کرتے۔

(المعجم ۷۰) - بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَذْيِ (التحفة ۷۰)

باب: ۷۰- مذی خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

۵۰۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۵۰۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے

۵۰۲- [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء من القبلة، ح: ۱۷۹، والترمذي، ح: ۸۶، من حديث وكيعة، وضعفه البخاري، وله شاهد عند الزوار وإسناده حسن، انظر نصب الراية: (۱/ ۷۴).

۵۰۳- [إسناده ضعيف] قال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف حجاج هو ابن أوطاة كان يبدلس وقد رواه البعثة".

۵۰۴- [صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في المني والمذي، ح: ۱۱۴، من حديث هشيم به،

حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ: «فِيهِ الْوُضُوءُ، وَفِي الْمَنِيِّ الْغُسْلُ».

فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے مذی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اس سے وضو ہے اور منی سے غسل ہے۔“

🌞 **فوائد و مسائل:** ① مذی سے مراد وہ لیس دار پانی ہے جو بیوی سے دل لگی کے دوران میں صنفی خواہش کی وجہ سے عضو خاص سے خارج ہوتا ہے۔ اس کے خروج سے شہوت ختم نہیں ہوتی۔ منی سے مراد وہ گاڑھا سفید پانی ہے جو صنفی عمل کی تکمیل پر خارج ہوتا ہے اور اس سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے۔ ② مذی سے غسل فرض نہیں ہوتا صرف وضو کر لینا کافی ہے۔ وضو کا یہ فائدہ ہے کہ اس سے ذہن ان خیالات سے دوسری طرف منتقل ہو جاتا ہے اور انتشار کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ ③ یہ مسئلہ پوچھنے کی ضرورت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش آئی تھی لیکن آپ نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست نہیں پوچھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رشتہ ایسا تھا جس کی وجہ سے شرم و حیا یہ مسئلہ پوچھنے میں حائل تھی، اس لیے حضرت مقدار رضی اللہ عنہ کے واسطے سے دریافت کیا۔ (صحیح البخاری، العلم، باب من استحبها فامرغیرہ بالسؤال، حدیث: ۱۳۲) اس سے معلوم ہوا کہ بالواسطہ معلوم ہونے والی حدیث یا مسئلہ بھی اسی طرح قابل اعتماد اور واجب العمل ہے جس طرح براہ راست حاصل ہونے والا علم بشرطیکہ واسطہ ثقہ (قابل اعتماد) ہو۔



۵۰۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَّارٍ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يَذْنُو مِنْ أَمْرٍ آتِيهِ فَلَا يُنْزِلُ؟ قَالَ: «إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَنْضِغْ فَرْجَهُ - يَعْنِي: لِيَغْسِلَهُ - وَيَتَوَضَّأْ».

۵۰۵- حضرت مقدار بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر مرد اپنی بیوی کے قریب جائے اور انزال نہ ہو (تو کیا حکم ہے؟) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب کسی کو یہ صورت حال پیش آئے تو وہ اپنی شرم گاہ پر پانی ڈال لے یعنی استنجا کر لے اور وضو کر لے۔“

🌞 **فائدہ:** ”قریب جانے“ سے مراد پیار وغیرہ کے مراحل ہیں، جماع مراد نہیں ہے کیونکہ جماع سے غسل فرض ہو

❖ وقال: "حسن صحيح" * يزيد بن أبي زياد ضعيف كما في التقريب وغيره، وانظر، ح: ۱۴۷۱، ۲۱۱۶، ولحديثه شواهد صحيحة، انظر الحديث الآتي.

۵۰۵- [صحیح] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في المذي، ح: ۲۰۷ من حديث مالك به، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، وله طريق آخر عند مسلم وغيره.

جاتا ہے اگرچہ انزال نہ بھی ہو۔ (صحیح البخاری، الغسل، باب اذا التقى الختانان، حدیث: ۲۹۱، وصحیح

مسلم، الحيض، باب نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانين، حدیث: ۳۳۸)

۵۰۶- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَعَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ حَنْفٍ قَالَ: كُنْتُ أَلْقَى مِنَ الْمَذْيِ شِدَّةً، فَأَكْثَرْتُ مِنْهُ الْإِعْتِسَالَ. فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: «إِنَّمَا يُجْزِيكَ، مِنْ ذَلِكَ، الْوُضُوءُ» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَمَّا يُصِيبُ ثَوْبِي؟ قَالَ: «إِنَّمَا يَكْفِيكَ كَفٌّ مِنْ مَاءٍ تَنْفِخُ بِهِ مِنْ ثَوْبِكَ حَيْثُ تَرَى أَنَّهُ أَصَابَ».

۵۰۶- حضرت سہل بن حنفؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: مجھے مذی کی وجہ سے بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی تھی (کیونکہ) میں اس کی وجہ سے بہت کثرت سے (بار بار) غسل کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ”تجھے اس سے وضو کافی ہے۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو میرے پڑے لوگ جائے اس کا کیا کروں؟ فرمایا: ”تجھے پانی کا ایک چلو کافی ہے۔ جہاں تیرا خیال ہے کہ وہ لگ گئی ہے وہاں (چلو بھر پانی) چمڑک دے۔“

۵۰۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ: حَدَّثَنَا مُسْعَرٌ، عَنْ مُضْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ أَبِي حَبِيبٍ بْنِ يَعْلَى بْنِ مَثْنَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ أَتَى أَبِي بَنَ كَعْبٍ وَمَعَهُ عُمَرُ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ: إِنِّي وَجَدْتُ مَذْيًا، فَغَسَلْتُ ذَكَرِي وَتَوَضَّأْتُ، فَقَالَ عُمَرُ: أَوْ يُجْزِيءُ ذَلِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَسَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ.

۵۰۷- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کے ہمراہ حضرت ابی بن کعبؓ کے ہاں گئے۔ وہ (گھر سے) باہر تشریف لائے۔ (بات چیت کے دوران میں حضرت ابی نے) مجھے مذی آگئی تھی تو میں نے عضو خاص کو دھو کر وضو کیا ہے (اس لیے باہر آنے میں دیر ہوئی) حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا یہ (وضو کر لینا) کافی ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: کیا آپ نے یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے (خود) سنا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔

۵۰۶- [إسناده حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في المذي، ح: ۲۱۰ من حديث ابن إسحاق به، وصححه الترمذي، ح: ۱۱۵، وابن خزيمة، وابن حبان.

۵۰۷- [إسناده ضعيف] * أبو حبيب مجهول (تقريب)، وأصله في الصحيحين من حديث علي بن أبي طالب، والمقداد بن الأسود، قاله البوصيري.

🌞 توضیح: یہ روایت اس سند کے ساتھ ضعیف ہے، تاہم صحیح احادیث کی روشنی میں یہ مسئلہ درست ہے کہ مذی سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

(المعجم ۷۱) - بَابُ وُضُوءِ النَّوْمِ
(التحفة ۷۱)

۵۰۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات کو اٹھ کر بیت الخلاء تشریف لے گئے اور ضروری حاجت سے فارغ ہوئے۔ پھر چہرہ مبارک اور دونوں ہاتھ دھوئے اور سو گئے۔

۵۰۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ لِزَائِدَةَ بِنِ قُدَامَةَ: يَا أَبَا الصَّلْتِ! هَلْ سَمِعْتَ فِي هَذَا شَيْئًا؟ فَقَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كَهَيْلٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَدَخَلَ الْخَلَاءَ، فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَكَفَيْهِ، ثُمَّ نَامَ.

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے کہا: ہمیں ابوبکر بن خلد ابلی نے یحییٰ بن سعید سے انہوں نے شعبہ سے انہوں نے سلمہ بن کہیل سے انہوں نے کبیر سے انہوں نے کریب سے انہوں نے ابن عباس کے واسطے سے نبی ﷺ سے اسی کی مثل روایت بیان کی۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: أَنْبَأَنَا سَلَمَةُ بْنُ كَهَيْلٍ: أَنْبَأَنَا كُرَيْبٌ، عَنْ كُرَيْبٍ، قَالَ: فَلَقِيتُ كُرَيْبًا فَحَدَّثَنِي عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

🌞 فائدہ: سوتے وقت با وضو سونا باعث ثواب ہے۔ (صحیح البخاری) الوضوء باب فضل من بات علی الوضوء حدیث: ۲۳۷، 'صحیح مسلم' الذکر والدعاء باب ما یقول عند النوم وأخذ المضجع حدیث: ۲۷۱۰ لیکن با وضو سونا ضروری نہیں۔ ہاتھ منہ دھونا بھی کافی ہے بلکہ بے وضو سونے میں حرج نہیں اگرچہ نہانے کی حاجت ہو۔ جیسے کہ حدیث: ۵۸۳۲، ۵۸۱۱ میں ذکر ہوگا۔

(المعجم ۷۲) - بَابُ الْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ. وَالصَّلَوَاتُ كُلُّهَا بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ
(التحفة ۷۲)

۵۰۸- أخرجه البخاري، الدعوات، باب الدعاء إذا انتبه من الليل، ح: ۶۳۱۶، ومسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح: ۷۶۳ من حديث سفيان الثوري به مطولاً.

۵۰۹- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَكُنَّا نَحْنُ نُصَلِّي الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ.

۵۰۹- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے جب کہ ہم لوگ تمام نمازیں ایک وضو سے پڑھ لیا کرتے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک نماز کے لیے کیا ہوا وضو جب تک باقی ہو نیا وضو کیے بغیر دوسری فرض اور نفل نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں۔ ② پہلا وضو نئے بغیر بھی دوسری نماز کے لیے دوبارہ وضو کیا جاسکتا ہے اور یہ طریقہ یعنی وضو پر وضو کرنا افضل ہے، البتہ اگر پہلا وضو ٹوٹ جائے تو دوسری نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہے۔ (صحیح البخاری، الوضوء، باب لا تقبل صلاة بغير طهور، حدیث: ۱۳۵، وصحیح مسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، حدیث: ۲۳۲)

۵۱۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمٌ فَتَنَحَّ مَكَّةَ صَلَّى الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ.

۵۱۰- سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد (حضرت بریدہ بن حصیب السلمی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ ہر نماز کے لیے (نیا) وضو کیا کرتے تھے۔ جس دن مکہ فتح ہوا اس دن آپ ﷺ نے سب نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔

🌞 فائدہ: نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتے تھے لیکن فتح مکہ کے دن آپ نے تمام نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں: ① ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا صرف آپ کے لیے واجب ہوا اور امت کے لیے واجب نہ ہو۔ پھر یہ وجوب فتح مکہ کے دن ختم کر دیا گیا اور ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا افضل ہونا باقی رہ گیا۔ ② آپ کا یہ فعل مستحب تھا مگر آپ نے اس ڈر سے ترک کر دیا کہ کہیں امت پر فرض قرار نہ دے دیا جائے جیسا کہ آپ نے نماز تراویح کو باجماعت ادا کرنا چھوڑ دیا تھا۔ دیکھیے: (فتح الباری: ۴۱۲/۱)

۵۱۱- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ تَوْبَةَ: ۵۱۱- حضرت فضل بن مبشر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۵۰۹- أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء من غير حدث، ح: ۲۱۴ من حديث عمرو به مختصراً.

۵۱۰- أخرجه مسلم، الطهارة، باب جواز الصلوات كلها بوضوء واحد، ح: ۲۷۷ من حديث سفیان الثوري به مختصراً.

۵۱۱- [إسناده ضعيف] قال البوصيري: "هذا إسناد ضعيف، الفضل بن مبشر ضعفه الجمهور" والحديث السابق،

حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُبَشَّرٍ، قَالَ: رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُصَلِّي الصَّلَاةَ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ هَذَا، فَأَنَا أَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھتے دیکھا۔ (حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے فرمایا) میں نے کہا: آپ نے یہ کیا کیا؟ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا، چنانچہ میں بھی ویسے ہی کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔



فوائد و مسائل: ① کسی عالم کو کوئی ایسا کام کرتے دیکھیں جو پہلے ہمیں معلوم نہ ہو تو عالم سے اس کے بارے میں پوچھ لینا یا ویسے دریافت کرنا احترام کے منافی نہیں۔ ② عوام میں سے کوئی شخص اگر عالم کی کسی بات پر تنقید کرے تو عالم کو چاہیے کہ غلگی کا اظہار نہ کرے بلکہ مسئلے کی وضاحت کر دے۔ ③ یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن معنادار ہے جس طرح کہ سابقہ روایت میں گزرا ہے۔

باب: ۷۳- با وضو ہونے کے باوجود

(المعجم ۷۳) - بَابُ الْوُضُوءِ عَلَى

دوبارہ وضو کرنا

طَهَارَةِ (التحفة ۷۳)

۵۱۲- حضرت ابو غطفان ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں مسجد میں حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ان کے ارشادات سن رہا تھا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو انھوں نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھی پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھے پھر جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے اٹھ کر وضو کیا نماز پڑھی اور پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھے۔ پھر جب مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے اٹھ کر وضو کیا نماز پڑھی پھر اپنی جگہ تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے (یہ ارشاد فرمائیے کہ) ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرض ہے یا سنت؟ انھوں نے فرمایا: تم نے میرا یہ عمل

۵۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ الْمُقَرِّي: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي غُطَيْفٍ الْهَذَلِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فِي مَجْلِسِهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى، ثُمَّ عَادَ إِلَى مَجْلِسِهِ. فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى، ثُمَّ عَادَ إِلَى مَجْلِسِهِ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى، ثُمَّ عَادَ إِلَى مَجْلِسِهِ، فَقُلْتُ: أَصْلَحَكَ اللَّهُ، أَفَرِيضَةٌ أَمْ سُنَّةٌ، الْوُضُوءُ

ح ۴۴: ۵۱۰ یغنی عنہ.

۵۱۲- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الرجل يجدد الوضوء من غير حدث، ح: ۶۲، وضعفه الترمذي، ح: ۵۹، وقال البوصيري: "هذا إسناده فيه عبد الرحمن بن زياد، وهو ضعيف ومع ضعفه كان يدلّس".



محسوس کر لیا؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ انھوں نے فرمایا: نہیں (یہ فرض نہیں ہے) اگر میں صبح کی نماز کے لیے وضو کروں تو اس کے ساتھ سب نمازیں پڑھ سکتا ہوں جب تک وضو نہ ٹوٹے۔ بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد مبارک سنا ہے: ”جو شخص پاک (با وضو) ہونے کے باوجود وضو کرتا ہے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں۔“ اور میں بھی نیکیوں کی رغبت رکھتا ہوں۔

عَنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ؟ قَالَ: أَوْ قَطِنْتُ إِلَيْهِ، وَإِلَى هَذَا مِثِّي؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: لَا. لَوْ تَوَضَّأْتُ لِبَلَاةٍ الصُّبْحِ لَصَلَّيْتُ بِهِ الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا، مَا لَمْ أُحْدِثْ، وَلَكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى كُلِّ طَهْرٍ فَلَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ» وَإِنَّمَا رَغِبْتُ فِي الْحَسَنَاتِ.

باب: ۷۴- حدث کے بغیر وضو کرنا

(المعجم ۷۴) - بَابُ لَا وَضُوءَ إِلَّا مِنْ

ضروری نہیں

حَدَّثِ (التحفة ۷۴)

۵۱۳- حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا حضرت عبداللہ بن یزید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر کوئی آدمی نماز میں کچھ محسوس کرے (اسے شک پڑے کہ ہوا خارج ہوئی ہے تو کیا کرے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں (وضو کرنے نہ جائے)“ حتیٰ کہ بوجھوس کرے یا

۵۱۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَ: أَتَبْنَا سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ؛ وَعَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ: شُكِّيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الرَّجُلُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: «لَا، حَتَّى يَجِدَ رِيحًا، أَوْ يَسْمَعَ صَوْتًا».

آواز نہ۔“

🌞 فوائد ومسائل: ① ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، خواہ آواز آئے یا نہ آئے۔ ② محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو جائے۔ ③ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہوا خارج ہونے کے علاوہ کسی اور چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ پیشاب یا خاند وغیرہ سے وضو ٹوٹنا صحیح دلائل سے ثابت ہے۔ یہاں صرف یہ مسئلہ بتایا گیا ہے کہ وضو ٹوٹنے کا یقین یا ظن غالب ہونا چاہیے، محض وہم اور شک کی بنیاد پر وضو کے لیے نہیں جانا چاہیے۔

۵۱۴- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۵۱۴- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا

نبی ﷺ سے نماز میں (وضو ٹوٹنے کا) شبہ پیدا ہونے کے

الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنِ

۵۱۴- أخرجه البخاري، الوضوء، باب لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن، ح: ۱۳۷، ومسلم، الحيض، باب الدليل على أن من يقن الطهارة... الخ، ح: ۳۶۱ من حديث ابن عيينة به.

۵۱۴- [صحیح] * المحاربي متهم بالتدليس وعنعن، ولحديثه شواهد.

۱- أبواب الطهارة وسننها

وضو سے متعلق احکام و مسائل

بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز چھوڑ کر نہ جائے حتیٰ کہ آواز سنے یا بومسوس کرے۔“

الرَّهْرِي: أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ التَّشَبُّهِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا».

۵۱۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آواز یا بومسوس کے بغیر وضو دوبارہ کرنا ضروری نہیں ہوتا۔“

۵۱۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالُوا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا وُضُوءَ إِلَّا مِنْ صَوْتٍ أَوْ رِيحٍ».

۵۱۶- حضرت محمد بن عمرو بن عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت سائب بن خباب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنا کپڑا سوگھ رہے تھے میں نے عرض کی: اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”وضو واجب نہیں ہے مگر آواز کی وجہ سے یا بو کی وجہ سے۔“

۵۱۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ: رَأَيْتُ السَّائِبَ بْنَ [خَبَّابٍ] يَشُمُّ ثَوْبَهُ، فَقُلْتُ: وَمِمَّ ذَلِكَ؟ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا وُضُوءَ إِلَّا مِنْ رِيحٍ أَوْ سَمَاعٍ».

باب ۷۵- کس قدر پانی ناپاک نہیں ہوتا؟

(المعجم ۷۵) - بَابُ مِقْدَارِ الْمَاءِ الَّذِي لَا يُنَجِّسُ (التحفة ۷۵)

۵۱۷- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

۵۱۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ

۵۱۵- أخرجه مسلم، الحوض، باب الدليل على أن من تيقن الطهارة . . . الخ، ح: ۳۶۲ من حديث سهيل به، وصححه الترمذي، ح: ۷۴ من حديث وكيع.

۵۱۶- [إسناده ضعيف] قال البوصيري: 'عبد العزيز ضعيف'، وله شاهد ضعيف عند أحمد: ۴۲۶/۳، ح: ۱۵۵۹۱.

۵۱۷- [صحیح] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب ما ينجس الماء، ح: ۶۴ من حديث ابن إسحاق به، وصححه ابن خزيمة: ۴۹/۱، ح: ۹۲.

انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے صحرا میں موجود پانی (کے قدرتی تالابوں) کے بارے میں پوچھا گیا جن سے چوپائے اور دندے پانی پیتے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب پانی کی مقدار دو منکوں کے برابر ہو جائے تو کوئی چیز اسے ناپاک نہیں کرتی۔“

الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنَّ أَبَا مُحَمَّدٍ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ بِالْفَلَاءِ مِنَ الْأَرْضِ، وَمَا يَنْبُتُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسَّبَاحِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَنْجُسْهُ شَيْءٌ».

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے محمد بن اسحاق کے دوسرے شاگرد عبد اللہ بن مبارک کے واسطے سے اسی طرح کی روایت بیان کی۔

حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ.

🌞 فوائد ومسائل: ① (قُلَّةٌ) بڑے مکے کو کہتے ہیں۔ عرب میں مقام ہجر کے بنے ہوئے مکے معروف تھے۔ یہ مکہ اتنا بڑا ہوتا تھا کہ اس میں ڈھائی ٹھکیں پانی آتا تھا، اس لیے دو منکوں کی مقدار پانچ مشک پانی کے برابر ہے۔ علمائے کرام نے دو مشک پانی کی مقدار پانچ سو رطل بیان کی ہے۔ ایک رطل آدھ سیر، یعنی چالیس تولے کے برابر ہے۔ اس طرح پانچ مشک پانی کی مقدار تقریباً دو سو چالیس کیلو گرام یا بعض حضرات کے نزدیک دو سو ستائیس کیلو گرام بنتی ہے۔ یعنی اگر کسی تالاب میں اندازاً اس قدر پانی موجود ہو تو اس میں سے پانی لے کر وضو وغیرہ کر لینا چاہیے ② بعض حضرات نے (قُلَّةٌ) کا مطلب پہاڑ کی چوٹی کیا ہے۔ ان کے خیال میں اس سے پانی کی کوئی خاص مقدار مراد نہیں بلکہ بہت زیادہ پانی مراد ہے گویا وہ اتنا زیادہ ہے کہ پہاڑ کی چوٹی ڈوب جائے۔ یہ مطلب اس لیے درست نہیں کہ سوال ان تالابوں کے بارے میں ہے جو میدان میں بارش وغیرہ کے پانی سے بن جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی مقدار کو پہاڑوں سے تشبیہ دی جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر حدیث کا مقصد یہی ہوتا تو نبی ﷺ مطلقاً منع فرمادیتے کہ ان چشموں اور تالابوں سے وضو نہ کیا کرو کیونکہ ان کے ناپاک ہونے کا احتمال ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر مراد محض کثرت ہوتی تو یہ کہا جاتا کہ پہاڑ جتنا پانی۔ دو کا عدد واضح کرتا ہے کہ اس سے خاص مقدار مراد ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ پہاڑ سے تشبیہ بلندی میں دی جاسکتی ہے گہرائی کے لیے پہاڑ سے تشبیہ دینا قرین قیاس نہیں۔ ③ بعض روایات میں اس حدیث کے یہ لفظ ہیں: [لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ] ”وہ ناپاک کا حامل نہیں ہوتا۔“ (جامع الترمذی، الطهارة، باب: ۵۰، حدیث: ۶۷) بعض حضرات نے اس کی یہ تشریح

کی ہے کہ اس مقدار میں پانی نجاست کا متحمل نہیں ہوتا، یعنی ناپاک ہو جاتا ہے۔ زیر بحث حدیث کے الفاظ سے اس تاویل کی غلطی ظاہر ہوتی ہے اور اصل معنی متعین ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ اتنا پانی کثیر (زیادہ) پانی کے حکم میں ہوتا ہے لہذا تھوڑی نجاست سے اس کے پاک صاف ہونے کی صفت فہم نہیں ہو جاتی۔

۵۱۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ الْمُنْدِرِ، عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلْتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ». ۵۱۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب پانی دو یا تین مکے ہو تو اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔“

۵۱۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، وَأَبُو سَلَمَةَ، وَابْنُ عَائِشَةَ الْقُرَشِيُّ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ. ۵۱۹- امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد (ابو حسن بن سلمہ) قطان نے یہی روایت اپنی عالی سند سے، یعنی بواسطہ ابوحاتم و ابو ولید وغیرہ، حماد سے امام ابن ماجہ کے واسطے کے بغیر بیان کی ہے۔

🌞 فائدہ: دوسری روایات سے واضح ہے کہ اصل تحدید دو مکے ہی ہے۔ اگر پانی اس سے کم ہو تو اس میں کوئی ناپاک چیز گرنے پر وہ ناپاک ہو جائے گا خواہ اس کا رنگ ہو، اور ذائقہ کچھ بھی تبدیل نہ ہو۔ لیکن اس سے زیادہ پانی صرف اسی صورت میں ناپاک سمجھا جائے گا جب نجاست کی وجہ سے اس کا رنگ بویا ذائقہ تبدیل ہو جائے۔

(المعجم ۷۶) - بَابُ الْحِيَاضِ

(التحفة ۷۶)

۵۱۹- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْحِيَاضِ الَّتِي بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، تَرْدُهَا السَّبَاعُ وَالْكِلاَبُ وَالْحُمُرُ، وَعَنِ الطَّهَارَةِ مِنْهَا؟ ۵۱۹- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے مکہ اور مدینہ کے درمیان (راستے میں) واقع ان حوضوں کے متعلق دریافت کیا گیا جن سے درندے، کتے اور گدھے پانی پی جاتے ہیں کیا ان (کے) پانی سے پاکیزگی حاصل کی جاسکتی ہے (وضو اور غسل وغیرہ کیا جاسکتا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو کچھ

انھوں نے اپنے پیٹوں میں ڈال لیا وہ ان کا ہے اور جو (پانی) بچ گیا وہ ہمارے لیے پاک کرنے والا ہے۔“

۵۲۰- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

انھوں نے فرمایا: ہم لوگ (سفر کے دوران میں) ایک تالاب پر پہنچے دیکھا تو اس میں ایک گدھے کی لاش پڑی تھی۔ ہم نے اس سے (پانی لینے سے) اجتناب کیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔“ چنانچہ ہم نے پانی پیا (جانوروں کو) پلایا اور (مشکیزوں وغیرہ میں) ساتھ لے لیا۔

فَقَالَ: «لَهَا مَا حَمَلَتْ فِي بَطُونِهَا، وَلَكِنَّا مَا غَبَرُ، طَهُورٌ».

۵۲۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَنَانٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ طَرِيفِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: انْتَهَيْنَا إِلَى غَدِيرٍ، فَإِذَا فِيهِ جِيفَةُ جِمَارٍ، قَالَ: فَكَفَفْنَا عَنْهُ، حَتَّى انْتَهَى إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: «إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ» فَاسْتَقَيْنَا وَأَرَوَيْنَا وَحَمَلْنَا.

۵۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، وَالْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدَّمَشَقِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا رَشْدِينُ: أَنَّ أَبَا مُعَاوِيَةَ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ، إِلَّا مَا غَلَبَ عَلَى رِيحِهِ وَطَعْمِهِ وَلَوْنِهِ».

۵۲۱- حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی سوائے اس کے جو اس کی بو ذائقے یا رنگ پر غالب آجائے۔“

🌞 فائدہ: یہ روایت بعض ائمہ کے نزدیک اگرچہ ضعیف ہے تاہم اس بات پر اجماع ہے کہ جب نجاست کی وجہ سے کوئی وصف بدل جائے تو پانی پاک کرنے والا نہیں رہتا۔

باب: ۷۷- شیر خوار بچے کے پیشاب کا حکم

(المعجم ۷۷) - بَابُ مَا جَاءَ فِي بَوْلِ الصَّبِيِّ الَّذِي لَمْ يَطْعَمْ (التحفة ۷۷)

۵۲۰- [إسناده ضعيف جدًا] قال البوصيري: "هذا إسناده فيه طريف بن شهاب، وقد أجمعوا على ضعفه".

۵۲۱- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده فيه رشدين، وهو ضعيف، واختلف عليه مع ضعفه"، ويغني عنه الإجماع، انظر الإجماع لابن المنذر، ص: ۳۳ نص: ۱۱، ۱۲ وغيره.

۵۲۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ،
عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي الْمُخَارِقِ، عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ
الْحَارِثِ قَالَتْ: بَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فِي
حَجَرِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ!
أَعْطِنِي ثَوْبَكَ وَالْبَسْ ثَوْبًا غَيْرَهُ، فَقَالَ:
«إِنَّمَا يُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ، وَيُغَسَّلُ مِنْ
بَوْلِ الْأُنْثَى».

۵۲۲- حضرت لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اپنا کپڑا مجھے دیجیے اور خود کو کوئی اور کپڑا پہن لیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لڑکے کے پیشاب سے تو چھینے مارے جاتے ہیں اور لڑکی کے پیشاب کی وجہ سے (کپڑا) دھویا جاتا ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اگر شیرخوار بچہ (جس کا دودھ نہ چھڑایا گیا ہو) کپڑے پر پیشاب کر دے تو کپڑا دھونا ضروری نہیں اور اگر بچی پیشاب کر دے تو کپڑا دھونا چاہیے۔ ② بچے کے پیشاب کی وجہ سے دھونے کی بجائے چھینے مارنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ بچی کا پیشاب کپڑے پر ایک جگہ لگتا ہے اسے دھونا آسان ہے جبکہ بچے کا پیشاب بکھر کر کپڑے کے زیادہ حصے پر پڑا رہتا ہے اس لیے اسے دھونے میں مشقت ہے اور چونکہ شیرخوار بچے کو یہ شعور نہیں ہوتا کہ گود میں پیشاب کرنا ہے یا نہیں اس لیے یہ صورت حال اکثر پیش آ جاتی ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بندوں پر یہ آسانی فرمادی کہ بچے کے پیشاب کی وجہ سے کپڑے کو دھونے کا حکم نہیں دیا جس طرح مشقت کی وجہ سے بلی کے جھوٹے کو پاک قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس سے بچاؤ بہت دشوار ہے، البتہ جب بچہ کھانا کھانے کی عمر کو پہنچتا ہے تو اسے اس قدر شعور حاصل ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ پیشاب کی حاجت ہونے پر بتا سکتا ہے لہذا اس وقت اس کے پیشاب سے اجتناب آسانی سے ممکن ہوتا ہے۔

۵۲۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ،

وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ:
حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ
عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِصَبِيٍّ،
فَبَالَ عَلَيْهِ، فَاتَّبَعَهُ الْمَاءُ، وَلَمْ يَغْسِلْهُ.

۵۲۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ کی خدمت میں ایک (شیرخوار) بچہ لایا گیا۔ اس نے آپ ﷺ (کے کپڑوں) پر پیشاب کر دیا آپ نے وہاں پانی چھڑک دیا اور کپڑا دھویا نہیں۔

۵۲۲- [صحیح] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب، ح: ۳۷۵ من حديث أبي الأحوص به،

وصححه ابن خزيمة، والحاكم، والذهبي.

۵۲۳- أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم بول الطفل الرضيع وكيفية غسله، ح: ۲۸۶ من حديث هشام به.

۵۲۴- حضرت ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنا ایک (شیر خوار) بچہ لے کر حاضر ہوئی جو (ابھی) کھانا نہیں کھاتا تھا۔ اس نے آپ ﷺ (کے کپڑوں) پر پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پانی منگوا یا اور اس پر چھڑک دیا۔

۵۲۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أُمِّ قَيْسِ بِنْتِ مَحْصَنِ قَالَتْ: دَخَلْتُ بِابْنِ لِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ، فَقَالَ عَلَيْهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ، فَرَشَّ عَلَيْهِ.

۵۲۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے شیر خوار کے پیشاب کے بارے میں فرمایا: ”لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جاتا ہے اور لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے۔“

۵۲۵- حَدَّثَنَا حَوْثَرَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنِ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَا: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ: أَتَيْنَا أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّلِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ، فِي بَوْلِ الرِّضِيعِ: «يُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ، وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ».

ابو الحسن بن سلمہ نے کہا، ہمیں احمد بن موسیٰ نے ان کو ابو الیمان مصری نے بیان کیا کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے اس حدیث نبوی کے متعلق سوال کیا (جس میں یہ حکم ہے کہ) ”لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے اور لڑکی کے پیشاب سے کپڑا دھویا جائے۔“ (میں نے پوچھا اس فرق کی کیا وجہ ہے جبکہ) دونوں پیشاب ایک ہی چیز ہیں؟ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلْمَةَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ مُوسَى بْنِ مَعْقِلٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْمِصْرِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ الشَّافِعِيَّ عَنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ: «يُرْسَمُ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ، وَيُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ» وَالْمَاءُ فِي جَمِيعَا وَاحِدٌ، قَالَ: لِأَنَّ بَوْلَ الْغُلَامِ مِنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ، وَبَوْلُ الْجَارِيَةِ مِنَ اللَّحْمِ وَالْدَّمِ، ثُمَّ قَالَ

۵۲۴- أخرجه البخاري، الوضوء، باب بول الصبيان، ح: ۲۲۳، ومسلم، الطهارة، باب حكم بول الطفل الرضيع وكيفية غسله، ح: ۲۸۷ من حديث الزهري به.

۵۲۵- [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب، ح: ۳۷۸ من حديث معاذ به، وسنده ضعيف لعنة قتادة، وحسنه الترمذي، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي، وللحديث شواهد كثيرة جدًا.

کہ لڑکے کا پیشاب پانی اور مٹی سے ہے اور لڑکی کا پیشاب گوشت اور خون سے ہے۔ پھر کہا سمجھ گئے؟ میں نے کہا: جی نہیں (میں نہیں سمجھا) فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو (انھیں مٹی اور پانی سے پیدا کیا اور) حوا علیہا السلام ان کی چھوٹی پسلی سے پیدا ہوئی۔ گویا لڑکے کا پیشاب پانی اور مٹی سے وجود میں آیا ہے (جس سے آدم علیہ السلام بنے تھے) اور لڑکی کا پیشاب گوشت اور خون سے (جس سے حوا علیہا السلام کی تخلیق ہوئی) اب سمجھ گئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ انھوں نے فرمایا: اللہ تجھے اس (علم و فہم) سے فائدہ دے۔

لي: فَهَيْمَتْ؟ أَوْ قَالَ: لَقَيْتَ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا. قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمَّا خَلَقَ آدَمَ خُلِقَتْ حَوَاءُ مِنْ ضِلْعِهِ الْقَصِيرِ، فَصَارَ بَوْلُ الْغُلَامِ مِنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ، وَصَارَ بَوْلُ الْجَارِيَةِ مِنَ اللَّحْمِ وَالدَّمِ، قَالَ، قَالَ لِي: فَهَيْمَتْ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ لِي: نَفَعَكَ اللَّهُ بِهِ.

۵۲۶- حضرت ابو سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نبی ﷺ کا خادم ہوا کرتا تھا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو لایا گیا (وہ اس وقت دودھ پیتے بچے تھے) انھوں نے نبی ﷺ کے سینہ مبارک پر پیشاب کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دھونا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پانی چھڑک دو کیونکہ لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب سے پانی چھڑکا جاتا ہے۔“

۵۲۶- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَمُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى وَالْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا مِجْلُدُ بْنُ خَلِيفَةَ: أَخْبَرَنَا أَبُو السَّمْعِ قَالَ: كُنْتُ خَادِمَ النَّبِيِّ ﷺ فَجِئْتُ بِالْحَسَنِ أَوْ الْحُسَيْنِ، فَبَالَ عَلَى صَدْرِهِ، فَأَرَادُوا أَنْ يَغْسِلُوهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «رُسْهُ، فَإِنَّهُ يُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ، وَيُرْسُ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ».

۵۲۷- حضرت عمرو بن شعیب ام کرز سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لڑکے کے

۵۲۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنْفِيُّ: حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ،

۵۲۶- [إسناده صحيح] أخرجه أبو داود، الطهارة، أيضاً، ح: ۳۷۶، عن عباس وغيره به، وصححه ابن خزيمة، والحاكم، والذهبي.

۵۲۷- [صحيح] أخرجه أحمد: ۶/ ۴۲۲، ۴۴۰، ۴۶۴، من حديث أبي بكر الحنفي به، قال البوصيري: "هذا إسناده منقطع، عمرو بن شعيب لم يسمع من أم كرز" والحديث السابق شاهد له.

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أُمِّ كُرَيْزٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «بَوْلُ الْغُلَامِ يُنْضَحُ، وَبَوْلُ الْجَارِيَةِ يُغْسَلُ».

پیشاب پر پانی چھڑکا جاتا ہے اور لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے۔

🌞 فائدہ: مذکورہ تمام روایات سے واضح ہے کہ شیر خوارگی کے ایام میں لڑکی کے پیشاب سے کپڑے کو دھویا جائے گا اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مار لینے کافی ہوں گے۔

(المعجم ۷۸) - بَابُ الْأَرْضِ يُصَيِّهَا
الْبَوْلُ كَيْفَ تُغْسَلُ (التحفة ۷۸)

باب: ۷۸- اگر زمین پر پیشاب زدہ ہو جائے تو اسے کس طرح دھویا جائے؟

۵۲۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنبَاءًا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَغْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ، فَوَبَّ إِلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تَزِرُ مَوْتَهُ»، ثُمَّ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ، فَصَبَّ عَلَيْهِ.

۵۲۸- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ایک بدو نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ کچھ لوگ (اسے روکنے کے لیے) اس کی طرف بھاگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس کا پیشاب بند نہ کرو۔“ پھر پانی کا ایک ڈول منگوایا اور اس پر بہا دیا۔

۵۲۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: دَخَلَ أَغْرَابِيُّ الْمَسْجِدَ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي وَلِمُحَمَّدٍ، وَلَا تَغْفِرْ لِأَحَدٍ مَعَنَا، فَصَحَّكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: «لَقَدْ اخْتَضَرْتَ وَاسِعًا» ثُمَّ وَلَّى، حَتَّى إِذَا كَانَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَشَجَّ بَبُولُ، فَقَالَ الْأَغْرَابِيُّ،

۵۲۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ (مسجد میں) تشریف فرما تھے کہ ایک بدو مسجد میں آیا۔ اس نے کہا: اے اللہ! مجھے اور محمد ﷺ کو بخش دے اور ہمارے ساتھ کسی اور کی بخشش نہ کرنا۔ رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا: ”تو نے ایک وسیع چیز (رحمت الہی) کو محدود کر دیا۔“ پھر وہ (اعرابی) واپس پلٹا۔ ابھی مسجد ہی کے ایک حصے میں تھا کہ (کھڑا ہو کر) پاؤں ایک دوسرے سے دور کر کے پیشاب کرنے لگا۔ اسی اعرابی صحابی (رضی اللہ عنہ) نے دین کی

۵۲۸- أخرجه البخاري، الأدب، باب الرفق في الأمر كله، ح: ۶۰۲۵، ومسلم، الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات . . . الخ، ح: ۲۸۴ من حديث حماد بن زيد به .

۵۲۹- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ۵۰۳/۲ من حديث محمد بن عمرو به، وأصله عند البخاري، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، ح: ۶۰۱۰ .

بَعْدَ أَنْ فَهَ فَقَامَ إِلَيَّ، بِأَبِي وَأُمِّي، فَلَمْ يُؤْنَبْ وَلَمْ يَسْبْ، فَقَالَ: «إِنَّ هَذَا الْمَسْجِدَ لَا يُنَالُ فِيهِ، وَإِنَّمَا بُنِيَ لِذِكْرِ اللَّهِ وَلِلصَّلَاةِ». ثُمَّ أَمَرَ بِسَجْلٍ مِنْ مَاءٍ، فَأَفْرِغَ عَلَى بَوْلِهِ.

سمجھ آ جانے کے بعد (اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! آپ اٹھ کر میرے پاس آئے مجھے نہ ڈانٹا نہ برا بھلا کہا، بس یہ فرمایا: ”یہ مسجد ایسی جگہ ہے کہ اس میں پیشاب نہیں کیا جاتا“ یہ تو اللہ کے ذکر اور نماز کے لیے تعمیر کی گئی ہے۔“ پھر آپ نے پانی کا ڈول طلب فرمایا جو پیشاب پر بہا دیا گیا۔

🌞 فوائد ومسائل: ① دین سے ناواقف آدمی کی بڑی غلطی بھی برداشت کرنی چاہیے۔ اسے اچھے طریقے سے بتایا جائے کہ یہ کام درست نہیں۔ ② اس سے رسول اللہ ﷺ کی شفقت بردباری اور حکمت واضح ہوتی ہے کہ آپ نے خود بھی نہیں ڈانٹا، جھڑکا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی منع فرمادیا۔ ③ نبی ﷺ نے اعرابی کو مسجد میں پیشاب کر لینے دیا کیونکہ وہ شروع کر چکا تھا۔ اگر اس دوران میں روکا جاتا تو اچانک پیشاب رکنے کی وجہ سے کوئی مرض پیدا ہو سکتا تھا۔ یا وہ خوف زدہ ہو کر بھاگتا تو پیشاب کے قطروں سے مسجد دور تک ناپاک ہو جاتی اور خود اس کا جسم اور لباس بھی آلودہ ہوتا۔ فوراً نہ روکنے کی وجہ سے زمین کا صرف وہی ٹکڑا ناپاک ہوا جو ہوا چکا تھا۔ اور اس کا جسم اور کپڑے بھی ناپاک نہ ہوئے۔ ④ اعرابی نے دعائیں جو غلطی کی تھی، نبی ﷺ نے اس کی طرف توجہ مبذول فرمادی، حالانکہ اس غلطی کی وجہ اس کی آپ ﷺ سے محبت و عقیدت تھی۔ ⑤ مسجد کو نجاست اور کوڑے کرکٹ سے محفوظ رکھنا چاہیے۔ ⑥ نماز کے علاوہ بھی مسجد میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔ عین وقت پر مسجد میں آنا اور سلام پھیرتے ہی نکل بھاگنا اچھی عادت نہیں۔ ⑦ کبھی زمین کو پیشاب کی نجاست سے پاک کرنے کے لیے پانی کا ایک ڈول بہا دینا کافی ہے۔ پانی کے ساتھ پیشاب کے باقی ماندہ اثرات بھی زمین میں جذب ہو جائیں گے تو زمین پاک ہو جائے گی زمین کھودنے کی ضرورت نہیں۔ پختہ فرش کو بھی پانی کا ڈول بہا کر پاک کیا جاسکتا ہے۔ جب پانی وہاں سے آگے گزر جائے تو فرش پاک ہو جائے گا۔

۵۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حضرت واثلہ بن اسحق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا: اے اللہ! مجھ پر اور محمد (ﷺ) پر رحمت فرما اور ہم پر نازل ہونے والی اپنی رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”افسوس! تو نے

۵۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْهَذَلِيِّ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: وَهُوَ عِنْدَنَا ابْنُ أَبِي حُمَيْدٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْمَلِيحِ الْهَذَلِيُّ، عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْفَعِ قَالَ: جَاءَ

۵۳۰- [حسن] وقال السندي نقلًا عن البوصيري: "إسناد حديث وائلة بن الأسقع ضعيف لافتقارهم على ضعف عبيد الله الهذلي..."، وهو متروك الحديث كما في التقریب وغيره، والحديث السابق شاهد له

لاحمد و دوحمد و کردیا۔“ صحابہ کہتے ہیں: وہ اعرابی ناگلئیں کھول کر پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: رک رک۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے چھوڑ دو۔“ پھر پانی کا ایک ڈول منگو کر اس جگہ بہا دیا۔

أَعْرَابِيٍّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ! اِرْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا، وَلَا تُشْرِكْ فِي رَحْمَتِكَ إِنَّا نَا أَحَدًا، فَقَالَ: «لَقَدْ حَظَرْتُ وَاسِعًا، وَنَحَكَ! أَوْ وَيْلَكَ!» قَالَ، فَشَجَّ يَبُولُ، فَقَالَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ: مَهْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «دَعُوهُ» ثُمَّ دَعَا بِسَجَلٍ مِنْ مَاءٍ فَصَبَّ عَلَيْهِ.

(المعجم ۷۹) - بَابُ الْأَرْضِ يُطَهَّرُ

بَعْضُهَا بَعْضًا (التحفة ۷۹)

باب: ۷۹- زمین کا ایک حصہ دوسرے حصے

کو پاک کر دیتا ہے

۵۳۱- حضرت ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف کی ایک لونڈی سے روایت ہے انھوں نے نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ پوچھا اور کہا: میں عورت ہوں (قیص کا) دامن لبا رکھتی ہوں (جو چلتے وقت زمین سے چھوتا ہے) میرا گزر گندی جگہ سے بھی ہوتا ہے (تو کیا میں دامن دھویا کروں؟) ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اسے بعد والی (پاک) زمین پاک کر دیتی ہے۔“

۵۳۱- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَارَةَ ابْنِ عُمَرُ بْنُ حَزْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ الْحَارِثِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِإِبْرَاهِيمَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: إِنِّي امْرَأَةٌ أَطِيلُ ذَيْلِي، فَأَمْسِي فِي الْمَكَانِ الْقَدِيرِ، فَقَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يُطَهَّرُهُ مَا بَعْدَهُ».

🌞 فائدہ: گندی جگہ سے گزرتے وقت اگر کپڑا اسے چھو جاتا ہے یا جوتے اسے لگتے ہیں تو اس کی وجہ سے دوسرے میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے اگر کوئی نجاست کپڑے یا جوتے کو لگی ہوئی نظر نہیں آ رہی تو سمجھنا چاہیے کہ وہ صاف زمین پر چلنے کی وجہ سے خود بخود پاک ہو گیا ہے۔ ہاں اگر کوئی چیز اسے لگی ہے تو پھر یقیناً وہ نجس ہے اسے دھونا ضروری ہے۔

۵۳۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی

۵۳۲- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا

۵۳۱- [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الأذى يصيب الذليل، ح: ۳۸۳ من حديث مالك * به أم ولد لإبراهيم اسمها حميدة، وثقها ابن الجارود: (۱۴۲)، والعليلي بقوله "هذا إسناد صالح جيد" (الضعفاء: ۲/ ۲۵۷).

۵۳۲- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناد فيه ابن أبي حبيبة، واسمه إبراهيم بن إسماعيل، متفق على

جنی سے مصافحے سے متعلق احکام و مسائل
نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم مسجد کی طرف آتے
ہیں تو راستے میں ناپاک جگہ پر بھی پاؤں پڑتا ہے (ہم کیا
کریں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”زمین کا ایک قطعہ
دوسرے قطعے (سے) حاصل ہونے والی نجاست سے
جوتے یا قدم) کو پاک کر دیتا ہے۔“

إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الشُّكْرِيُّ، عَنْ ابْنِ
أَبِي حَبِيبَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ
أَبِي سُوْفْيَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قِيلَ:
يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا نُرِيدُ الْمَسْجِدَ فَتَطَأُ
الطَّرِيقَ النَّجَسَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:
«الْأَرْضُ يُطَهَّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا».

۵۳۳- قبیلہ بنو عبد الاشہل کی ایک خاتون (رضی اللہ عنہا)
سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے
مسئلہ پوچھا، میں نے کہا: میرے (گھر) اور مسجد کے
درمیان راستہ گندا (اور کوڑے کرکٹ والا) ہے۔ آپ
ﷺ نے فرمایا: ”اس کے بعد صاف راستہ بھی ہے؟“
میں نے کہا: جی ہاں فرمایا: ”اس سے اس کی تلافی ہو
جائے گی۔“

۵۳۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:
حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى،
عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ امْرَأَةٍ
مِنْ [بَنِي] عَبْدِ الْأَشْهَلِ، قَالَتْ: سَأَلْتُ
النَّبِيَّ ﷺ، فَقُلْتُ: إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ
طَرِيقًا قَدِيرَةً، قَالَ: «فَبَعْدَهَا طَرِيقٌ أَنْظَفُ
مِنْهَا؟» قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: «فَهَذِهِ بِهَذِهِ».



فوائد و مسائل: ① ناپاک زمین پر چلنے سے اگر پاؤں کو کوئی محسوس نجاست نہ لگی ہو تو اس کے بعد صاف زمین پر
چلنے سے پاؤں پاک ہو جاتے ہیں دھونا ضروری نہیں۔ اس کی تائید زمین پر گھٹنے والے کپڑے کے مسئلہ سے بھی ہوتی
ہے (دیکھیے اسی باب کی پہلی حدیث) ② اسلام میں خواہ مخواہ کی سخت پابندیاں نہیں۔ یہ دین اسلام کی خوبی ہے کہ وہ
آسانیوں کا دین ہے۔ ③ صفائی اور طہارت کا مناسب اہتمام کرنا چاہیے لیکن اس حد تک غلو نہیں کرنا چاہیے کہ
انسان و موسوں کا شکار ہو کر رہ جائے۔

باب: ۸۰- جنی سے مصافحہ کرنا

(المعجم ۸۰) - بَابُ مُصَافَحَةِ الْجُنُبِ

(التحفة ۸۰)

۵۳۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

۵۳۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

ضعفه، والراوي (عنه) مجهول (الحال) .

۵۳۳- أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الأذى يصيب الذيل، ح: ۳۸۴ من حديث زهير عن عبدالله بن
عيسى به.

۵۳۴- أخرجه البخاري، الغسل، باب عرق الجنب وإن المسلم لا ينجس، ح: ۲۸۳، ۲۸۵، ومسلم، الحيض،
باب الدليل على أن المسلم لا ينجس، ح: ۳۷۱ عن ابن أبي شيبة وغيره من حديث حميد الطويل به.

مدینہ کی گلیوں میں سے کسی گلی میں ان کی ملاقات نبی ﷺ سے ہوئی اور وہ اس وقت جنسی تھے۔ وہ خاموشی سے چلے گئے۔ نبی ﷺ نے ان کی عدم موجودگی کو محسوس فرمایا۔ جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابو ہریرہ تم کہاں (چلے گئے) تھے؟“ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! جب آپ مجھ سے ملے تو میں جنسی تھا۔ مجھے اچھا نہ لگا کہ نہائے بغیر آپ کے پاس بیٹھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن ناپاک نہیں ہوتا۔“

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جُنُبٌ، فَاسْتَلَّ، فَقَفَّاهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا جَاءَ، قَالَ: «أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟» قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَقَيْتَنِي وَأَنَا جُنُبٌ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَجَالِسَكَ حَتَّى أَغْتَسِلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجَسُ».

🌞 فوائد و مسائل: ① ”جنابت“ ایک حکمی نجاست ہے‘ حسی نہیں‘ یعنی اس حالت میں انسان پر شرعی طور پر کچھ پابندی لگ جاتی ہیں وہ اس طرح ناپاک نہیں ہو جاتا جس طرح ظاہری نجاست لگ جانے سے جسم یا لباس کا وہ حصہ ناپاک ہو جاتا ہے جہاں نجاست لگی ہو۔ ② مومن کا بدن پاک ہوتا ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ‘ اس لیے جنسی سے مصافحہ کرنا‘ اس کے پاس بیٹھنا‘ اس کا کھانا پینا سب جائز ہے۔ لیکن جنبی کے لیے کھانے پینے کے لیے وضو کر لینا مناسب ہے بلکہ اسی حالت میں سونا چاہے تب بھی وضو کر لینا افضل ہے تاکہ مکمل طہارت نہیں تو جزوی طہارت ہی حاصل ہو جائے۔ (صحیح البخاری‘ الغسل‘ باب نوم الجنب‘ حدیث: ۲۸۷) ③ بزرگوں کا احترام کرنا چاہیے۔ ④ بزرگوں اور استادوں کو چاہیے کہ اپنے چھوٹوں اور شاگردوں کا خیال رکھیں‘ ان کے حالات سے ضروری حد تک باخبر رہیں تاکہ حسب ضرورت ان کی مدد اور رہنمائی کر سکیں۔

۵۳۵- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ سے میری ملاقات ہوئی جب کہ میں حالت جنابت میں تھا تو میں آپ ﷺ سے الگ ہو گیا اور غسل کیا‘ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمھیں کیا ہوا تھا کہ مجھ سے الگ ہو گئے؟“ میں نے کہا: میں جنسی تھا‘ اللہ کے رسول نے فرمایا: ”یقیناً مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔“

۵۳۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَنَّ أَبَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، جَمِيعًا، عَنْ وَسْعَرٍ، عَنْ وَاصِلِ الْأَخْذَبِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَقَيْتَنِي وَأَنَا جُنُبٌ، فَجِدْتُ عَنْهُ، فَأَغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ، فَقَالَ: «مَا لَكَ؟» قُلْتُ: كُنْتُ جُنُبًا، قَالَ

۱- أبواب الطهارة وسننها

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ».

(المعجم ۸۱) - بَابُ الْمَنِيِّ يُصِيبُ

الْثَّوْبُ (التحفة ۸۱)

۵۳۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ الثَّوْبِ يُصِيبُهُ الْمَنِيُّ، أَنْغَسِلُهُ أَوْ نَغْسِلُ الثَّوْبَ كُلَّهُ؟ قَالَ سُلَيْمَانُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصِيبُ ثَوْبَهُ، فَتَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فِي ثَوْبِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، وَأَنَا أَرَى أَثَرَ الْغَسْلِ فِيهِ.

نجاست لگے ہوئے کپڑے سے متعلق احکام و مسائل

باب: ۸۱- اگر کپڑے کو منی لگ جائے تو

۵۳۶- جناب عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اگر کپڑے کو منی لگ جائے تو کیا ہم صرف اسی حصے کو دھو لیں یا پورا کپڑا دھوئیں؟ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی ﷺ کے کپڑے کو کبھی وہ چیز لگ جاتی تھی تو ہم کپڑے کو دھو کر اسے اتار دیتے تھے پھر وہی کپڑا پہن کر نماز پڑھتے تشریف لے جاتے اور مجھے کپڑے میں دھونے کا نشان نظر آ رہا ہوتا تھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اگر کپڑے کے ایک حصے پر نجاست لگ جائے تو پورا کپڑا دھونا ضروری نہیں، صرف اتنا حصہ دھو لینا کافی ہے جس سے نجاست دور ہو جائے۔ ② مادہ منویہ اگر گیلیا ہو تو کپڑے کو دھونا چاہیے۔ خشک ہو تو کھرچ ڈالنا کافی ہے پھر کپڑے کو گرگڑ کر جھاڑ دے۔ ③ یہ دھونا یا کھرچنا نظافت و صفائی کے لیے ہے۔

(المعجم ۸۲) - بَابُ: فِي فَرْكِ الْمَنِيِّ

مِنْ الثَّوْبِ (التحفة ۸۲)

باب: ۸۲- مادہ منویہ کو کپڑے پر سے

کھرچ دینا

۵۳۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

أَبُو مُعَاوِيَةَ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: رُبَّمَا فَرَكْتُهُ

۵۳۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں

نے فرمایا: بعض اوقات میں اس چیز کو رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پر سے خود اپنے ہاتھ سے کھرچتی تھی۔

۵۳۶- أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل المني وفركه وغسل ما يصيب من المرأة، ح: ۲۲۹-۲۳۲، ومسلم،

الطهارة، باب حكم المني، ح: ۲۸۹ من حديث عمرو بن ميمون به.

۵۳۷- أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم المني، ح: ۲۸۸ من حديث الأعمش به باختلاف يسير.

۱۔ ابواب الطهارة وسننها
بُنِ تَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَسِيْدِي .
نخواست لگے ہوئے کپڑے سے متعلق احکام و مسائل

🌞 فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ منی کو ناخن وغیرہ کے ساتھ کپڑے سے اتار دینا کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس کے بعض اجزا کپڑے میں رہ جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود کپڑا پاک صاف ہی قرار دیا جائے گا، دھونا ضروری نہیں۔

۵۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَ
عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ
لَأَعْمَشٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ
لُحَارِثٍ قَالَ: نَزَلَ بِعَائِشَةَ ضَيْفٌ، فَأَمَرَتْ
مُ بِمِلْحَفَةٍ لَهَا صَفْرَاءٌ، فَأَخْتَلَمَ فِيهَا،
نَاسْتَحْيَى أَنْ يُرْسَلَ بِهَا، وَفِيهَا أَثَرُ الْإِخْتِلَامِ،
لَعَمَسَهَا فِي الْمَاءِ، ثُمَّ أُرْسِلَ بِهَا، فَقَالَتْ
عَائِشَةُ: لِمَ أَفْسَدْتَ عَلَيْنَا تَوْبَتَنَا؟ إِنَّمَا كَانَ
بِكُفْيِهِ أَنْ يَفْرُكَهُ بِإِصْبَعِهِ، رَبَّمَا فَرَكْتُهُ مِنْ
تَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِإِصْبَعِي .

۵۳۸۔ حضرت ہمام بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک مہمان آ گیا۔ انھوں نے (رات کو سونے کے لیے) اسے ایک زرد لحاف دلوا دیا۔ اسے احتلام ہو گیا۔ (صبح کے وقت) اسے اس بات سے شرم محسوس ہوئی کہ وہ کپڑا اس حال میں (ام المؤمنین کے پاس) بھیجے کہ اس میں احتلام کا نشان ہو۔ اس نے لحاف پانی میں ڈبو کر (گیلا کر کے) بھیج دیا (تا کہ سارا لحاف گیلا ہونے کی وجہ سے وہ نشان نظر نہ آئے۔ صرف متاثرہ حصہ دھونے پر اکتفا نہ کیا۔) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس نے ہمارا کپڑا کیوں خراب کر دیا؟ (اب یہ اتنا مونا کپڑا کب خشک ہو گا؟) اگر وہ اسے انگلی سے کھرچ ڈالتا تو کافی ہوتا۔ میں بھی بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے یہ چیز اپنی انگلی سے کھرچ دیا کرتی تھی۔

۵۳۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَجِدُهُ فِي تَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْتَلَمْتُ عَنْهُ .

۵۳۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: بعض اوقات مجھے رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پر وہ چیز نظر آتی تو میں اسے کھرچ کر اتار دیتی تھی۔

۵۳۸۔ [صحیح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في المني يصيب الثوب، ح: ۱۱۶ من حديث أبي معاوية، وقال: "هذا حديث حسن صحيح"، وانظر الحديث السابق فإنه شاهد له .
۵۳۹۔ أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم المني، ح: ۲۸۸ عن ابن أبي شيبة به مختصراً .

☀ فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے جب مادہ منویہ اس قدر گاڑھا ہو کہ خشک ہو کر رگڑنے سے اتر جائے۔ اگر رقیق ہو تو وہ کپڑے میں سرایت کر جاتا ہے اور نشان ڈال دیتا ہے۔ تب وہ رگڑنے سے صاف نہیں ہوتا۔ اس صورت میں مناسب ہے کہ کپڑے کا وہ حصہ دھویا جائے تاکہ صفائی حاصل ہو جائے۔

(المعجم ۸۳) - بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ
الَّذِي يُجَامِعُ فِيهِ (التحفة ۸۳)
باب: ۸۳- ہم بستری کے وقت جو کپڑا پہنا
ہوا ہو اسی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے

۵۴۰- حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی ہمسرہ یعنی نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: کیا رسول اللہ ﷺ اس کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے جس میں صحبت کی ہوتی؟ انھوں نے کہا: ہاں! اگر اس میں ناپاکی کا اثر نہ ہوتا۔

۵۴۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنَّ بَنَاتِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سُؤَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُذَيْجٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّهُ سَأَلَ أُخْتَهُ أُمَّ حَبِيبَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيهِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ أَدَى.

☀ فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ ازدواجی عمل کے لیے الگ لباس رکھنا ضروری نہیں۔ ② جنابت کی وجہ سے وہ لباس ناپاک نہیں ہو جاتا جو صفائی عمل کے دوران میں جسم پر ہو۔ ہاں اگر کپڑے پر کچھ لگ جائے تو وہاں سے کپڑا دھو کر نماز پڑھ لے، ورنہ دھونے کی بھی ضرورت نہیں۔

۵۴۱- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْرَقِيُّ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى الْحُسَيْنِيُّ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَقِيدٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُمَيْدٍ اللَّهِ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً، فَصَلَّى بِنَا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، مَتَوَشِّحًا بِهِ، قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ

۵۴۱- حضرت ابودراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ (گھر سے) باہر تشریف لائے اور آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ نے ایک ہی کپڑا زیب تن کر کے ہمیں نماز پڑھائی جب کہ آپ نے اس کے دونوں کنارے مخالف سمتوں میں ڈال رکھے تھے۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!

۵۴۰- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الصلاة في الثوب الذي يصيب أهله فيه، ح: ۳۶۶ من حديث الليث به، وله طرق كثيرة عند ابن خزيمة، وابن حبان وغيرهما، وانظر، ح: ۶۳۸.

۵۴۱- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناد فيه الحسن بن يحيى، اتفق الجمهور على ضعفه".

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! تَصَلِّي بِنَا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ: «نَعَمْ. أَصَلِّي فِيهِ، وَفِيهِ» أَيُّ قَدْ جَامَعْتُ فِيهِ. آپ ہمیں ایک کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھا دیتے ہیں؟ فرمایا: ”ہاں میں اس کو پہن کر نماز پڑھ لیتا ہوں اگرچہ اسے پہن کر مباشرت بھی کی ہو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اگر کپڑا بڑا ہو اور اسے اوڑھ کر جسم کے اکثر حصے چھپ جائیں تو نماز کے لیے کافی ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ نماز پڑھتے وقت دو یا تین کپڑے پہنے ہوئے ہوں۔ ② امام ہو یا مقتدی سڑھاپ کر نماز ادا کرنا ضروری نہیں۔ گو مستقل طور پر رنگے سر رہنا مستحسن طریقہ نہیں۔ ③ یہ حکم مرد کے لیے ہے۔ عورت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے سر پر اوڑھنی بھی ہو یعنی اگر عورت لمبی قمیص پہن لے جس سے اس کے پاؤں چھپ جائیں اور سر پر کپڑا لے لے تو صرف دو کپڑوں میں اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ ④ ہمارے فاضل محقق نے اسے سنذاً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ یہ روایت معناً اور متناً صحیح ہے جیسا کہ گزشتہ روایت میں ہے۔ غالباً اسی وجہ سے شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

۵۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَوْسُفَ الزَّمَّيْ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ بْنِ حَكِيمٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الرَّقِّي قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ: يُصَلِّي فِي الثَّوْبِ الَّذِي يَأْتِي فِيهِ أَهْلُهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ. إِلَّا أَنْ يَرَى فِيهِ شَيْئًا، فَيَغْسِلَهُ». حضرت جابر بن سرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے: انھوں نے فرمایا: ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سوال کیا: کسی نے بیوی کے پاس جاتے وقت جو کپڑا پہن رکھا ہو کیا وہی پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“ اگر اس میں کوئی چیز نظر آئے (جو دھونے کے لائق ہو) تو اسے دھو لے۔“

(المعجم ۸۴) - بَابُ مَا جَاءَ فِي

الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ (التحفة ۸۴)

باب: ۸۴- موزوں پر مسح کرنا

۵۴۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا ۵۴۳- حضرت ہمام بن حارث سے روایت ہے

۵۴۲- [صحیح] أخرجه أحمد: ۸۹/۵ من حديث عبيد الله به، وقال البوصيري: "هذا إسناد صحيح، رجاله ثقات"، وصححه ابن حبان، ح: ۲۳۶، وأعله أحمد، وأبو حاتم بعله غير قاذحة.

۵۴۳- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الخفاف، ح: ۳۸۷، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ۲۷۲ من حديث الأعمش به

وَكَيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: بَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ فَقِيلَ لَهُ: أَتَفْعَلُ هَذَا؟ قَالَ: وَمَا يَمْنَعُنِي؟ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُهُ.

انہوں نے کہا: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا۔ اس کے بعد وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ انھیں کہا گیا: آپ بھی یہ کام کرتے ہیں؟ فرمایا: مجھے کیا رکاوٹ ہے؟ (میں کیوں نہ کروں؟) جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

قَالَ إِبْرَاهِيمُ: كَانَ يُعْجِبُهُمْ حَدِيثُ جَرِيرٍ، لِأَنَّ إِسْلَامَهُ كَانَ بَعْدَ نَزُولِ الْمَائِدَةِ.

ابراہیم نے کہا: لوگوں کو حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث بہت پسند آئی کیونکہ وہ سورۃ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے۔

نوائد ومسائل: ① یہاں سورۃ مائدہ کی طرف جو اشارہ کیا گیا ہے اس سے مراد سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۶ ہے جس میں وضو کا طریقہ بیان کرتے ہوئے پاؤں دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ ② اگر حضرت جریر رضی اللہ عنہ سورۃ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے ہوتے اور رسول اللہ ﷺ کا موزوں پر مسح کرنا بیان فرماتے تو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ مسح کا حکم مذکورہ بالا آیت سے منسوخ ہو گیا۔ لیکن حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا تو ثابت ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ ۱۰ھ میں اسلام لائے تھے۔ ③ موزوں پر مسح کرنے کی روایات ۸۰ صحابہ سے مروی ہیں جن میں حضرات عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ ④ موزوں پر مسح کو منسوخ قرار دینے والی روایات اور قصے ناقابل اعتبار اور ناقابل احتجاج ہیں۔ دیکھیے: (حاشیہ وحید الرمان خان حدیث: ۵۴۳)

۵۴۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ؛ وَحَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا أَبِي، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حَدِيثِهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ.

۵۴۴- حضرت حدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

۵۴۵- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ ایک برتن میں پانی لے کر آپ کے ساتھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

۵۴۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنَّ بَنَّا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَّتِهِ، فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيهَا مَاءٌ، حَتَّى فَرَغَ مِنْ حَاجَّتِهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے جیسا کہ موطا: (۱۱/۱) حدیث: (۷۵) میں اس کی وضاحت ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے اتنی دور جاتے تھے کہ کوئی نہ دیکھے: (سنن ابن ماجہ حدیث: ۳۲۱۳۲۳) جب کوئی صحابی پانی لے کر ساتھ جاتا تھا تو وہ بھی ایک مقام پر رک جاتا تھا اس کے بعد آپ ﷺ اکیلے پانی لے کر کسی آڑ میں یا ساتھی سے کافی دور تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسے ہی ہوا جیسے کہ سنن ابن ماجہ حدیث: ۳۸۹ سے معلوم ہوتا ہے۔

۵۴۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا تو فرمایا: کیا آپ لوگ اس طرح کرتے ہیں (مسح کر لیتے ہیں پاؤں نہیں دھوئے؟) اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دونوں کی باہم ملاقات ہو گئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے بھتیجے (ابن عمر رضی اللہ عنہما) کو موزوں پر مسح کا مسئلہ بتا دیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے اور موزوں پر مسح کر لیا کرتے تھے اس میں

۵۴۶- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّيْثِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عُرْوَةَ، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ رَأَى سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ ذَلِكَ؟ فَاجْتَمَعَا عِنْدَ عُمَرَ، فَقَالَ سَعْدُ لِعُمَرَ: أَفَبِإِنَّ أَخِي فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ. فَقَالَ عُمَرُ: كُنَّا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَمْسَحُ عَلَى

۵۴۵- أخرجه البخاري، الوضوء، باب إذا أدخل رجله وهما طاهرتان، ح: ۲۰۶، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ۲۷۴ من حديث الليث به، ورواه مسلم عن محمد بن رُمح وغيره به.

۵۴۶- [صحيح] أخرجه البزار في البحر الزخار: ۱/ ۲۴۸، ح: ۱۳۸ عن عمران بن موسى به، وصححه ابن خزيمة: ۱/ ۹۳، ح: ۱۸۴ * سعيد تابعه معمر عند أحمد: ۱/ ۳۵ وغيره، وللحديث شواهد كثيرة

خِفافَتَا، لَا تَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَإِنْ جَاءَ مِنَ الْعَانِطِ؟ قَالَ: نَعَمْ. اگرچہ کوئی قطعاً حاجت سے فارغ ہو کر آیا ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں (تب بھی مسح کر لیتے تھے۔)

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک عالم شخص بھی بعض اوقات کسی مسئلہ سے ناواقف ہو سکتا ہے اس سے اس کی شان میں فرق نہیں آتا، اس لیے علمائے کرام کہا کرتے ہیں: [مَنْ حَفِظَ حُجَّةً عَلَى مَنْ لَمْ يَحْفَظْ] جسے ایک مسئلہ یا حدیث یاد ہے وہ جہت سے اس شخص پر جسے یاد نہیں۔ ② اختلاف کے موقع پر اپنے سے بڑے عالم سے مسئلہ معلوم کر لینا چاہیے۔ ③ عالم کو چاہیے کہ مسئلہ دلیل کے ساتھ بیان کر دے تاکہ سائل کو اطمینان ہو جائے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دلیل دی کہ یہ عمل ہم نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں آپ کے سامنے کیا ہے اور آپ نے منع نہیں فرمایا لہذا یہ جائز اور درست ہے۔ ④ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کوئی کام کیا جائے اور آپ نے منع نہ کریں تو اس سے جواز ثابت ہوتا ہے۔ ایسی حدیث کو ”تقریری حدیث“ کہتے ہیں۔ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور کی خاموشی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ ممکن ہے وہ شخص اس کے جواز یا کراہت کا قائل ہو یا خاموشی کی وجہ کوئی اور ہو۔



۵۴۷- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ: حضرت سہل ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُهِمِّينِ بْنُ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا اور ہمیں بھی موزوں پر مسح کرنے کا حکم دیا۔
السَّاعِدِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَأَمَرَنَا بِالْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

۵۴۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُيَيْدٍ الطَّنَافِيسِيُّ: انھوں نے فرمایا: میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کچھ پانی ہے؟“ پھر آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ پھر لشکر سے آگے اور انھیں نماز پڑھائی۔
حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ عَطَاءِ الْخُرَّاسَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ:

۵۴۷- [إسناده ضعيف] أخرجه الطبراني في الكبير: ۱۲۵/۶، ح: ۵۷۲۳ من حديث أبي مصعب به، وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف، عبدالمهيمن ضعفه الجمهور".
۵۴۸- [إسناده ضعيف] قال في الزوائد: "هذا إسناده ضعيف منقطع، قال أبو زرعة: عطاء الخراساني لم يسمع من أنس، وقال العقبلي: عمر بن المثنى حديثه غير محفوظ".

«هَلْ مِنْ مَاءٍ؟» فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ، ثُمَّ لَحَقَ بِالْجَيْشِ، فَأَمَّهُمْ.

۵۴۹۔ حضرت ابن بریدہ اپنے والد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نجاشی نے نبی ﷺ کی خدمت میں دوسادہ سیاہ موزے تحفہ کے طور پر ارسال کیے۔ آپ نے انہیں پہنا پھر وضو کیا اور ان پر مسح کیا۔

۵۴۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا ذَهَبٌ عَنْ صَالِحِ الْكِنْدِيِّ، عَنْ حُجْبِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْكِنْدِيِّ، عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى لِلنَّبِيِّ ﷺ خُفَيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ، فَلَبَسَهُمَا، ثُمَّ [تَوَضَّأَ] وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

🌞 فائدہ: سابقہ تین روایات سناضعیف ہیں جبکہ مسئلہ یعنی موزوں پر مسح کرنا صحیح ہے اور صحیحین کی روایات سے ثابت ہے۔

(المعجم ۸۵) - بَابُ: فِي مَسْحِ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلِهِ (التحفة ۸۵)

باب: ۸۵۔ موزوں پر اونچے (دونوں طرف) مسح کرنا

۵۵۰۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزے کے اوپر بھی مسح کیا اور نیچے بھی۔

۵۵۰۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيَوَةَ، عَنْ وَرَّادٍ، كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ، عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَسَحَ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلَهُ.

🌞 فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے اس لیے اس سے مسئلہ الباب کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ مسئلہ یہی ہے کہ مسح صرف موزوں کے اوپر والے حصے پر ہوگا۔

۵۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى

۵۵۱۔ حضرت جابر رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں

۵۴۹۔ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ۱۵۵ وغيره * ذلهم ضعيف.
۵۵۰۔ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب كيف المسح، ح: ۱۶۵ من حديث الوليد بن، والترمذي، ح: ۹۷، وفيه علة الانقطاع، وتدليس الوليد بن مسلم.
۵۵۱۔ [إسناده ضعيف] * بقية مدلس وعنن، وشيخه ضعيف أو مجهول، راجع التقريب وغيره، وانظر، ح: ۷۱۲.

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو وضو کر رہا تھا اور (پاؤں دھونے کے بجائے پاؤں میں پہنے ہوئے) موزے دھو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے (اسے متوجہ کرنے کے لیے) ہاتھ سے اسے (ہلکا سا) دھکیلا اور فرمایا: ”مجھے مسح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔“ اور (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) اپنے ہاتھوں کو (پاؤں کی) انگلیوں سے شروع کر کے پٹنڈی کے شروع تک لے گئے اور انگلیوں سے (گویا) خطا کھینچے۔

باب: ۸۶- مقیم اور مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت

۵۵۲- حضرت شرح بن ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ کیونکہ انھیں یہ مسئلہ مجھ سے زیادہ معلوم ہے۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے مسح کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیں مسح کا حکم دیا کرتے تھے۔ مقیم کے لیے ایک دن رات اور مسافر کے لیے تین دن۔

الْجَمْعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةٌ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُنْذِرٌ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِرَجُلٍ يَتَوَضَّأُ وَيَغْتَسِلُ خَفَيْهِ، فَقَالَ بِيَدِهِ، كَأَنَّهُ دَفَعَهُ: «إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْمَسْحِ». وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِهِ هَكَذَا: مِنْ أَطْرَافِ الْأَصَابِعِ إِلَى أَصْلِ السَّاقِ، وَخَطَّطَ بِالْأَصَابِعِ.

(المعجم ۸۶) - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ لِلْمُقِيمِ وَالْمُسَافِرِ (التحفة ۸۶)

۵۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مَخْبِيرَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخَفَيْنِ، فَقَالَتْ: ائْتِ عَلِيًّا فَسَلْهُ، فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنِّي، فَأَتَيْتُ عَلِيًّا فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْمَسْحِ فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نَمْسَحَ، لِلْمُقِيمِ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَلِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ.

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح کی مدت مقرر ہے اور یہ مدت مسافر کے لیے مقیم سے زیادہ ہے۔ ② اگر مسافر موزے نہ اتارے تو تین دن رات اور مقیم ایک دن رات تک وضو میں پاؤں دھونے کے بجائے صرف مسح پر اکتفا کر سکتا ہے۔ موزے اتارنے کی صورت میں پاؤں دھونا ضروری ہیں۔ ③ مسح کی ابتدا احدث کے بعد پہلے سے شام کی جائے گی۔ ④ سال کو اپنے بڑے عالم کے پاس جانے کو کہنا، علم چھپانے میں شامل نہیں بلکہ

حقیقت کا اظہار اور دوسرے کے علم و فضل کا اعتراف ہے جس سے تواضع کا اظہار ہوتا ہے۔

۵۵۳- حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن کی مدت مقرر فرمائی ہے۔ لیکن اگر سائل مزید مدت کے لیے اجازت مانگتا تو آپ ﷺ پانچ دن کی بھی اجازت دے دیتے۔

۵۵۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلْمَسَافِرِ ثَلَاثًا، وَلَوْ مَضَى السَّائِلُ عَلَى مَسْأَلَتِهِ لَجَعَلَهَا خَمْسًا.

۵۵۴- حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسافر کے لیے موزوں پر سح کی مدت تین دن ہے۔“ غالباً یہ بھی فرمایا: ”اور تین رات۔“

۵۵۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيَّ، يُحَدِّثُ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ أَحْسَبُهُ قَالَ: «وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمَسَافِرِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْحَقِيقِ».

۵۵۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! موزے پہن کر وضو کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مسافر کے لیے تین دن رات، اور قیم کے لیے ایک دن رات (مسح کرنا درست ہے۔“)

۵۵۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي خَنْعَمٍ الْبِمَايِي، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! ﷺ مَا الطَّهُّورُ عَلَى

۵۵۳- [إسناده صحيح] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب التوقيت في المسح، ح: ۱۵۷ من حديث إبراهيم التيمي، وصححه الترمذي، ح: ۹۵، وابن معين، وابن حبان.

۵۵۴- [إسناده صحيح] انظر الحديث السابق.

۵۵۵- [إسناده ضعيف] * عمر بن عبد الله ضعيف كما في التقريب وغيره، والحديث الآتي يغني عنه.

عَلَى الْحَقِّينِ؟ قَالَ: «نَعَمْ». قَالَ: يَوْمًا؟ ﷺ نے اس سے کہا: ”جب تک تمہارا راجی چاہے۔“
قَالَ: «وَيَوْمَيْنِ؟ قَالَ: وَثَلَاثًا؟ حَتَّى بَلَغَ سَبْعًا. قَالَ لَهُ: «وَمَا بَدَأَكَ».

🌟 فائدہ: یہ روایت تو سنداً ضعیف ہے، تاہم اگلے ایک اثر صحابہ میں بہ وقت ضرورت تین دن سے زیادہ مسح کرنے کا جواز ملتا ہے۔

۵۵۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ السَّلَمِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا حَيَّوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَلَوِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ اللَّخْمِيِّ، عَنْ عُثْبَةَ بْنِ غَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَدِمَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنْ مِصْرَ، فَقَالَ: مُنْذُ كَمْ لَمْ تَنْزِعْ خُفَّكَ؟ قَالَ: مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ، قَالَ: أَصَبْتَ السَّنَةَ.

۵۵۸- حضرت عقبہ بن عامرؓ جہنیؓ سے روایت ہے کہ وہ مصر سے حضرت عمرؓ کے پاس (مدینہ منورہ) آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: تم نے کتنی مدت سے موزے نہیں اتارے؟ انھوں نے کہا: جمعہ سے جمعہ تک (ہفتہ بھر)۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم نے سنت کے مطابق عمل کیا۔

🌟 فوائد و مسائل: ① یہ اثر صحیح ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور اپنے ایک سفر کا بھی ذکر کیا ہے جس میں ان کو بھی اس مسئلے پر ہمارے مجبوری عمل کرنا پڑا تھا، تاہم یہ اثر سابقہ باب کی احادیث سے بظاہر متعارض نظر آتا ہے لیکن اہل علم نے ان کے درمیان اس طرح تطبیق دی ہے کہ جن احادیث میں موزوں پر مسح کی مدت مقرر کی گئی ہے ان پر عمل اس وقت ہوگا جب مسافر کے لیے تین دن رات کے بعد موزوں کو اتارنے میں مشقت و تکلیف نہ ہو البتہ سفر طویل ہو اور قافلے کے چھوٹ جانے کا خطرہ ہو یا موزوں کو اتارنا مشقت و کلفت کا باعث ہو تو پھر موزوں پر مسح کرنا غیر معینہ مدت کے لیے ہوگا جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ نے کیا تو حضرت عمرؓ نے [أَصَبْتَ السَّنَةَ] ”تم نے سنت نبویؐ کو پالیا۔“ کہہ کر ان کی تحسین فرمائی۔ واللہ اعلم۔ ② حضرت عقبہ بن عامرؓ دمشق سے مدینہ منورہ فتح دمشق کی خوشخبری لے کر آئے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة:

۲۳۹/۶، حدیث: ۲۶۲۲)

🌟 ملحوظ: سنن ابوداؤد کے فوائد میں حضرت ابی بن عمارہ کی حدیث کے تحت اس کے ضعف کی تو صراحت ہے لیکن

۱- ابواب الطهارة وسننها

جراہوں اور جوتوں پر مسح سے متعلق احکام و مسائل

حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا یہ واقعہ اس میں بیان نہیں ہو سکا جس کی رو سے بہ وقت ضرورت تین دن سے زیادہ مسح کرنے کا جواز ہے۔

(المعجم ۸۸) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَيْنِ وَالتَّلْعَيْنِ (التحفة ۸۸)

۵۵۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ، عَنْ الْهَزْلِيِّ بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَيْنِ وَالتَّلْعَيْنِ.

۵۵۹- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جراہوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① امام ابو داود رحمہ اللہ اور بعض دیگر علماء نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ اور بعض دیگر علماء نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تنقید کرنے والے علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کرنے کی روایت صحیح ہے۔ مصر کے مشہور عالم الشیخ احمد محمد شاہ نے فرمایا ہے کہ یہ تنقید درست نہیں کیونکہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگردوں نے ان کی مختلف احادیث روایت کی ہیں۔ کسی نے موزوں پر مسح کی حدیث روایت کی کسی نے عمامہ پر مسح کی اور کسی نے جراہوں پر مسح کی۔ یہ سب احادیث صحیح ہیں۔ انھیں ایک دوسرے کے خلاف قرار دے کر بعض کو راوی کی غلطی قرار دینا درست نہیں۔ (جامع الترمذی 'الطہارۃ' باب ماجاء فی المسح علی الجورین والتلین، حدیث: ۹۹، حاشیہ از احمد محمد شاہ) ② امام ابو داود رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بن عازب رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ و عرو بن حریش رضی اللہ عنہ جراہوں پر مسح کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (سنن ابو داود 'الطہارۃ' باب المسح علی الجورین، حدیث: ۱۵۹) ③ امام دولابی نے "الکافی والاسماء" (۸۸/۱) میں سند کے ساتھ حضرت ازرق بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھیں وضو کی ضرورت پیش آئی تو انھوں نے چہرہ اور بازو دھوئے اور اُن کی جراہوں پر مسح کیا۔ میں نے کہا: کیا آپ ان پر مسح کرتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: یہ بھی موزے ہیں لیکن اون کے بنے ہوئے ہیں۔ حضرت انس بن

۵۵۹- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب المسح على الجورين، ح: ۱۵۹ من حديث وكيع به، وصححه الترمذي، ح: ۹۹، قلت: سفیان الثوري، تقدم حاله في التذليل، ح: ۱۶۲، ولم أجد تصريح سماعه، وللمحدث شواهد كثيرة، ولكنها ضعيفة، وإجماع الصحابة يغني عنه.

مالک رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ جرابوں پر ”خف“ (موزے) کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے، یعنی ان کے فرمان کے مطابق عربی زبان میں ”خف“ سے مراد وہ لباس ہوتا ہے جس سے پاؤں چھپ جائیں، خواہ وہ چمڑے کے موزے ہوں یا اونٹنی یا سوئی جرابیں۔ (مزید تفصیل کے لیے جامع ترمذی کے مذکورہ بالا باب پر علامہ احمد محمد شاہ کا حاشیہ ملاحظہ کیجیے) ⑤ اہل عرب کے جوتے کھلے ہوتے تھے۔ جوتے کے تلے پر صرف چمڑے کے ایک دو باریک کٹڑے ہوتے تھے لہذا جرابوں پر مسح کرنے کے لیے جوتے اتارنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ہوائی چپل وغیرہ کی صورت میں اس حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ ⑥ روایت کا مطلب جرابوں اور جوتوں پر الگ الگ مسح کرنا بھی ہے، یعنی آپ ﷺ نے صرف جرابوں پر مسح کیا اور بعض دفعہ صرف بند جوتوں پر مسح کیا۔

۵۶۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حضرت ابو موسیٰ اشعری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔
حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنصُورٍ وَبِشْرُ بْنُ أَدَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عِيسَى ابْنِ سَيَانَ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَزْرَبٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ.

قَالَ الْمُعَلَّى فِي حَدِيثِهِ: لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ: وَالنَّعْلَيْنِ.
(عیسیٰ بن یونس کے شاگرد) معلیٰ بن منصور نے اپنی حدیث میں کہا کہ میرے علم میں تو یہ ہے کہ انہوں نے صرف ”والنعلین“ ہی کہا۔

(المعجم ۸۹) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ (التحفة ۸۹)

۵۶۱- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنِ حضرت بلال رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر اور سر کے کپڑے پر مسح کیا۔

۵۶۰- [إسناده ضعيف] أخرجه البيهقي: ۱/ ۲۸۴، ۲۸۵ من حديث المعلى به، وقال: "الضحاك بن عبد الرحمن لم يثبت سماعه من أبي موسى، وعيسى بن سنان ضعيف"، والسند ضعيف أبوداود وغيره، وقال البوصيري: "سند ضعيف"، وله شواهد كثيرة ضعيفة، منها الحديث السابق.

۵۶۱- أخرجه مسلم، الطهارة، باب المسح على الناصية والعمامة، ح: ۲۷۵ من حديث عيسى بن يونس وغيره به.

الْحَكَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ
كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ بِلَالٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
مَسَحَ عَلَى الْخُفَيْنِ وَالْخِمَارِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① سر کا مسح سر پر بھی کیا جاسکتا ہے، گہڑی یا دوپٹے پر بھی اور سر پر شروع کر کے گہڑی پر مکمل کرنا بھی درست ہے۔ صرف چوتھائی سر کے مسح کا کوئی واضح ثبوت نہیں۔ ② اس حدیث میں شمار سے مراد گہڑی یا سر پر بندھا رہنے والا کپڑا سر بندھن وغیرہ ہے۔ ③ گہڑی کا مسح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہے، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں یہ قول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا ہے ان میں حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، ابراہیمؓ، عثمانؓ شامل ہیں اور حضرت ابوامامہؓ، سعد بن مالکؓ اور ابوذرؓ رضی اللہ عنہم سے اس کے متعلق روایت منقول ہے۔ ④ اکثر حضرات کے نزدیک مسح عمامہ کے لیے طہارت (وضو کر کے گہڑی باندھنا) شرط نہیں۔

۵۶۲- حضرت جعفر بن عمرو اپنے والد (حضرت عمرو بن حریث مخزومی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں اور گہڑی پر مسح کرتے دیکھا ہے۔

۵۶۲- حَدَّثَنَا دُحَيْمٌ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ؛ [ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ]: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَيْنِ وَالْعِمَامَةِ.

۵۶۳- حضرت زید بن صوحان کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو مسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انھوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ وضو کرنے کے لیے موزے اتار رہا ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: موزوں پر عمامے اور سر کے اگلے حصے پر مسح کر لو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں پر اور سر کے کپڑے پر مسح کرتے دیکھا ہے۔

۵۶۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي الْفَرَاتِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ، مَوْلَى زَيْدِ بْنِ صُوحَانَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ، فَرَأَى رَجُلًا يَنْزِعُ خُفَّيْهِ لِلْوُضُوءِ، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: امْسَحْ عَلَى خُفَيْكَ وَعَلَى خِمَارِكَ

وَبَنَاصِيَتِكَ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ.

۵۶۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور آپ نے قطر کا بنا ہوا عمامہ پہنا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے عمامہ کے نیچے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصے کا مسح کیا اور عمامہ مبارک کو کھولا نہیں۔

۵۶۴- حَدَّثَنَا أَبُو طَاهِرٍ، أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي مَعْقِلٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ. فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ، فَمَسَحَ مُقَدِّمَ رَأْسِهِ، وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ.

أبواب التيمم تیمم کے احکام و مسائل

باب: ۹۰- تیمم کی مشروعیت کا بیان

(المعجم ۹۰) - بَابُ مَا جَاءَ فِي

التَّيْمُمِ (التحفة ۹۰)

۵۶۵- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گر پڑا۔ وہ اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئیں (اس وجہ سے قافلہ بھی رک گیا)۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور لوگوں کے رکنے کا باعث بن جانے پر ان پر ناراضی کا اظہار فرمایا۔ (چونکہ اس مقام پر وضو کے لیے

۵۶۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّهُ قَالَ: سَقَطَ عَقْدُ عَائِشَةَ، فَتَحَلَّفَتْ لِإِلْتِمَاسِهِ، فَأَنْطَلَقَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى عَائِشَةَ فَتَعَيَّظَ عَلَيْهَا فِي حَبْسِهَا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ

۵۶۴- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب المسح على العمامة، ح: ۱۴۷ من حديث ابن وهب به * أبو معقل لا يعرف كما في ميزان الاعتدال وغيره.

۵۶۵- [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب التيمم، ح: ۳۱۸ من حديث الزهري به، إسناده منقطع ولكن له طرق صحيحة، انظر سنن أبي داود، ح: ۳۲۰ وغيره.

۱- ابواب الطهارة وسننها

تیمم کی مشروعیت کا بیان

اللَّهُ، عَزَّ وَجَلَّ، الرُّخْصَةَ فِي التَّيْمُمِ، قَالَ
فَمَسَحْنَا يَوْمَئِذٍ إِلَى الْمَنَائِبِ، قَالَ فَأَنْطَلَقَ
أَبُو بَكْرٍ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَ: مَا عَلِمْتُ إِنَّكَ
لُمُبَارَكَةٌ.
پانی موجود نہیں تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تیمم کی اجازت
نازل فرمادی۔ (صحابی فرماتے ہیں:) اس دن ہم نے
کندھوں تک مسح کیا۔ (اس کے بعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور کہا: مجھے معلوم نہ تھا
کہ تم اس قدر باعث برکت ہو۔

فوائد ومسائل: ① خاندان کو مناسب حد تک پیوی کی دل جوئی کرنی چاہیے اگرچہ اس میں کچھ مشقت بھی ہو۔
② والدین اپنی اولاد کی غلطی پر زبانی تہذیب اور جسمانی تادیب سے کام لے سکتے ہیں۔ ③ اس سے ام المؤمنین حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کا شرف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی ایک وقتی تکلیف کی وجہ سے تمام مسلمانوں کو تیمم جیسی سہولت کی نعمت حاصل
ہوئی۔ حضرت اسید بن خفیر رضی اللہ عنہ نے اسی موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس فضیلت کا اظہار فرمایا تھا۔ (دیکھیے: حدیث:
۵۶۸) ④ تیمم میں کندھوں تک ہاتھ پھیرنے کا حکم منسوخ ہے۔ صرف چہرے اور تھیلیوں کا مسح کافی ہے جیسا کہ
دوسری روایات میں صراحت ہے۔



۵۶۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ
الْعَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ
عَمْرِو، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمَّارِ [بْنِ يَاسِرٍ]
قَالَ: تَيَمَّمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْمَنَائِبِ.
۵۶۶- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ
کندھوں تک تیمم کیا۔

۵۶۷- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ
كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ،
ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَرَوِيُّ: حَدَّثَنَا
إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، جَمِيعًا عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ
أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:
«جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا».
۵۶۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے لیے زمین مسجد اور
پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنادی گئی ہے۔“

۵۶۶- [صحیح] أخرجه النسائي: ۱/۱۶۸، الطهارة، باب التيمم في السفر، ح: ۳۱۵ من حديث صالح عن الزهري به.

۵۶۷- أخرجه مسلم، المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة، ح: ۵۲۳ من حديث إسماعيل بن جعفر به مطولاً.

☀️ **فوائد و مسائل:** ① زمین کے مسجد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے لیے مسجد ضروری نہیں مسجد سے باہر بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے، سوائے منوعہ مقامات یا ناپاک جگہ کے، مثلاً: عین راستے پر، قبرستان میں، اور بعض دیگر مقامات جن کی تفصیل حدیث: ۴۵، ۴۶ اور ۴۷ میں مذکور ہے۔ لیکن فرض نماز میں کسی عذر کے بغیر جماعت سے پیچھے رہنا جائز نہیں۔ ② زمین پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنادی گئی ہے، کا مطلب یہ ہے کہ عذر کے موقع پر وضو اور غسل کے بجائے تیمم سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔

۵۶۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار عاریتاً لیا، (سفر کے دوران میں ایک مقام پر) وہ ہار گم ہو گیا۔ نبی ﷺ نے چند افراد اس کو تلاش کرنے کے لیے بھیجے۔ (اس دوران میں) نماز کا وقت ہو گیا تو ان افراد نے وضو کیے بغیر نماز پڑھ لی (کیونکہ ان کے پاس پانی نہیں تھا) جب وہ (ہار تلاش کر کے) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے اس چیز کی شکایت کی۔ تب تیمم کی آیت نازل ہو گئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے! آپ پر جب بھی کوئی مشکل آئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو اس (مشکل) سے نجات دے دی اور اس میں مسلمانوں کے لیے کوئی برکت عنایت فرمادی۔

(المعجم ۹۱) - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّيْمُمِ
ضَرْبَةً وَاحِدَةً (التحفة ۹۱)

باب: ۹۱- تیمم کے لیے (زمین پر) ایک بار
ہاتھ مارنا

۵۶۹- حضرت عبدالرحمن بن ابزہ رضی اللہ عنہ سے روایت

۵۶۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا

۵۶۸- أخرجه البخاري، فضائل الصحابة، باب فضل عائشة رضي الله عنها، ح: ۳۷۷۳، ۵۱۶۴، ومسلم، الحيف، باب التيمم، ح: ۳۶۷ من حديث أبي أسامة وغيره به.

۵۶۹- أخرجه البخاري، التيمم، باب التيمم للوجه والكفين، ح: ۳۴۳ عن ابن بشار مختصراً، ح: ۳۳۸ وغيره، ومسلم، الحيف، باب التيمم، ح: ۳۶۸ من حديث شعبة به.

ہے کہ ایک آدمی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اگر مجھے جنابت کی حالت پیش آ جائے اور پانی نہ ملے (تو کیا کروں؟) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز نہ پڑھ (جب پانی ملے گا تو غسل کر کے قضا نماز پڑھنا)۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین! کیا آپ کو یاد نہیں جب میں آپ دونوں ایک لشکر میں تھے۔ ہمیں غسل کی حاجت پیش آئی اور پانی نہ ملا (اس وقت بھی) آپ نے تو نماز نہیں پڑھی تھی میں نے زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی تھی۔ پھر جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ واقعہ عرض کیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تجھے تو اتنا ہی کافی تھا۔“ اور (یہ کہہ کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان میں پھونک ماری اور چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کیا۔

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَصَلِّ، فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ: أَمَا تَذْكُرُ، يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِذْ أَنَا وَأَنْتَ فِي سَرِيَّةٍ، فَأَجْنَبْنَا فَلَمْ نَجِدِ الْمَاءَ، فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تَصَلِّ، وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فِي الثَّرَابِ فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ [لَهُ]، فَقَالَ: «إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ» وَضَرَبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ نَفَخَ فِيهِمَا، وَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے تیمم کا طریقہ معلوم ہوا کہ پاک زمین پر ہاتھ مار کر ان پر پھونک ماری جائے پھر وہ ہاتھ چہرے پر پھیر لیے جائیں اور پھر دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے پر پھیر لیا جائے تو تیمم مکمل ہو جاتا ہے۔ بازوؤں اور پاؤں پر ہاتھ پھرنے کی ضرورت نہیں نہ سر اور کانوں کا مسح کیا جائے گا۔ ② تیمم جس طرح وضو کا قائم مقام ہوتا ہے اسی طرح غسل کا بھی قائم مقام ہو جاتا ہے۔ غسل کی حاجت ہونے کی صورت میں پورے جسم پر مٹی پھینچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ③ جب کسی مسئلہ میں کوئی نص موجود نہ ہو تو اجتہاد کرنا جائز ہے۔ ④ دو مجتہدین کے اجتہاد میں باہم اختلاف پایا جائے تو ہر مجتہد اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کر سکتا ہے۔ ⑤ مجتہد سے اجتہاد میں غلطی ہو سکتی ہے لیکن وہ اس غلطی کی وجہ سے گناہ گار نہیں ہوگا۔ ⑥ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو وہ نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا جو انھوں نے تیمم کے بجائے زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر ادا کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجتہادی غلطی کی بنا پر کیا جانے والا عمل بعد میں صحیح مسئلہ معلوم ہونے پر دوبارہ ادا کرنا ضروری نہیں البتہ آئندہ کے لیے صحیح مسئلہ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ⑦ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ پیش آنے والا یہ واقعہ یاد نہیں رہا اس لیے مسائل کو نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑے بڑے ائمہ کا بھی غلط فہمی کا شکار ہو کر کسی مسئلہ میں غلط موقف اختیار کر سکتا ہے کیونکہ وہ معصوم نہیں لہذا اختلافی مسائل میں زیادہ قوی موقف کو ترجیح دینا چاہیے خواہ اس کا قائل کوئی بھی عالم ہو۔ کسی خاص عالم ہی کے

قول کو اختیار کرنے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ ⑤ تیمم میں زمین پر ہاتھ مار کر ان میں پھونک مارنے کا مقصد یہ ہے کہ زائد غبار اتر جائے کیونکہ مقصد صرف حکم کی تعمیل ہے، جسم کو غبار آلود کرنا نہیں۔

۵۷۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۵۷۰- حضرت حکم اور حضرت سلمہ بن کہیل سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن ابی وائلؓ سے تیمم کا مسئلہ دریافت کیا، تو انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے حضرت عمارؓ کو اس طرح کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر انھیں جھاڑا اور انھیں اپنے چہرے پر پھیر لیا۔

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ، وَسَلْمَةَ بْنِ كَهَيْلٍ أَنَّهُمَا سَأَلَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى عَنِ التَّيْمُمِ، فَقَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَمَارًا أَنْ يَفْعَلَ هَكَذَا، وَضَرَ يَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهُمَا، وَمَسَحَ عَلَى وَجْهِهِ.

قَالَ الْحَكَمُ: وَيَدَيْهِ، وَقَالَ سَلْمَةُ: وَمَرَّقَيْهِ.

حکم نے کہا: اور اپنے ہاتھوں پر پھیر لیا۔ اور سلمہ بن کہیل نے کہا: اور اپنی کہنیوں پر پھیر لیا۔

🌞 فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ایک راوی (حکم) نے کہا: چہرے پر ہاتھ پھیرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو مل لیا (اور یہی بات صحیح ہے) اور دوسرے راوی (سلمہ) نے کہا کہ پھر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں پر پھیر لیا۔ یہ بات ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہے۔ غالباً اس وجہ سے دوسرے راوی کے الفاظ: ”اپنی کہنیوں پر پھیر لیا“ کو بعض محققین نے مکرر قرار دیا ہے اور باقی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المعجم ۹۲) - بَابُ فِي التَّيْمُمِ
ضَرْبَتَيْنِ (التحفة ۹۲)

باب: ۹۲- تیمم کے لیے زمین پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا

۵۷۱- حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ [الْمَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ وَهَبٍ: أَنَّ أَبَا يُونُسَ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَمَارِ ابْنِ يَاسِرٍ حِينَ تَيَمَّمُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ،

۵۷۱- حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے جب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تیمم کیا تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا تو انھوں نے مٹی پر ہاتھ مارے اور ہاتھ میں مٹی نہیں پکڑی پھر ایک بار چہرے پر ہاتھ پھیر لیے۔ پھر دوبارہ زمین پر ہاتھ مارے اور ہاتھوں

فَأَمَرَ الْمُسْلِمِينَ فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ التُّرَابَ وَلَمْ يَقْبِضُوا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا فَمَسَحُوا بِوُجُوهِهِمْ مَسْحَةً وَاحِدَةً، ثُمَّ عَادُوا فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ الصَّعِيدَ مَرَّةً أُخْرَى فَمَسَحُوا بِأَيْدِيهِمْ.

🌞 توضیح: حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے زیادہ روایات ایک دفعہ ہاتھ زمین پر مارنے کی ہیں۔ خود حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی ایک بار ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں بیان کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور وہ کئی اسناد سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور یہی متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ اور متعدد تابعین کا بھی یہی قول ہے جن میں حضرت شعیب عطاء اور کھول رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں، ان سب نے فرمایا: تیمم میں چہرے اور ہاتھوں کے لیے ایک ہی ضرب ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ اس کے بعد امام ترمذی نے دو ضربوں کے قائلین کے نام لیے ہیں، جن میں صحابہ بھی ہیں اور تابعین بھی اور ائمہ فقہ بھی، اس لیے دونوں طریقوں پر عمل کیا جاسکتا ہے لیکن ایک دفعہ ہاتھ مارنے والی روایت پر عمل کرنا بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔ (دیکھیے: جامع الترمذی، الطهارة: باب ماجاء في التيمم، حدیث: ۱۳۳) امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دو مرتبہ ہاتھ زمین پر مارنے والی تمام روایات میں مقال (گفتگو) ہے (ضعف ہے) اگر یہ روایات صحیح ہوتیں تو ان پر عمل کرنا متعین ہوتا کیونکہ اس میں ایک بات زیادہ ہے جسے قبول کرنا ضروری ہوتا، اس لیے حق بات یہ ہے کہ صحیحین کی اس روایت عمار ہی کو کافی سمجھا جائے جس میں ایک مرتبہ ہاتھ زمین پر مارنے کا ذکر ہے جب تک کہ دو مرتبہ والی روایت صحیح ثابت نہ ہو جائے۔ (نیل الأوطار: ۱/۲۶۳)

(المعجم ۹۳) - بَابُ: فِي الْمَجْرُوحِ
تُصِيبُهُ الْجُنَابَةُ فَيَخَافُ عَلَى نَفْسِهِ إِنْ
اغْتَسَلَ (التحفة ۹۳)
باب: ۹۳- زخمی کو اگر غسل کرنے کی ضرورت
میں (موت یا شدت مرض کا) خطرہ محسوس
ہو تو (تیمم کر لے)

۵۷۲- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبٍ بْنُ أَبِي الْعُسَيْرِينَ: ۵۷۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی کا سر

۵۷۲- [صحیح] رواه أبو داود، ح: ۳۰۳۷ من حديث الأوزاعي أنه بلغه عن عطاء به، وصرح الأوزاعي بالسماع من عطاء عند الحاكم: ۱/۱۷۸، فحديث ابن عباس صحيح، وللحديث طرق أخرى، وحديث عطاء: لو غسل جسده... الخ، ضعيف لإرساله.

زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد (ایک دن) اسے احتلام ہو گیا۔ (اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسئلہ پوچھا) تو اسے نہانے کا حکم دیا گیا۔ اس نے غسل کیا تو (سردی کی شدت کی وجہ سے) بیمار ہو گیا اور (اسی بیماری سے) فوت ہو گیا۔ نبی ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا: ”انھوں نے اسے قتل کر دیا“ اللہ انھیں ہلاک کرے۔ کیا پوچھ لینا لاعلمی کا علاج نہیں؟“

حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُخْبِرُ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَهُ جُرْحٌ فِي رَأْسِهِ، عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ أَصَابَهُ اخْتِلَامٌ، فَأَمَرَ بِالْاِغْتِسَالِ، فَأَغْتَسَلَ، فَكُزَّ، فَمَاتَ، فَلَبَّغَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ، أَوْ لَمْ يَكُنْ شِفَاءً الْعِيِّ السُّؤَالُ».

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”کاش وہ باقی جسم دھو لیتا اور سر کو رہنے دیتا جہاں اسے زخم تھا۔“

قَالَ عَطَاءٌ: وَبَلَّغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ غَسَلَ جَسَدَهُ وَتَرَكَ رَأْسَهُ، حَيْثُ أَصَابَهُ الْجِرَاحُ».



نوائد و مسائل: ① اگر پانی بہت ٹھنڈا ہو اور گرم کرنے کا انتظام نہ ہو اور ٹھنڈے پانی سے نہانے سے ہلاکت یا بیماری کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ عذر ختم ہونے پر غسل کرنا فرض ہوگا۔ ② حدیث میں [كُزَّ] کا لفظ ہے، یعنی اسے کزاز کی بیماری لاحق ہو گئی۔ یہ بیماری سردی کی شدت کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔ ③ زخم کا ذکر کرنے سے اشارہ ملتا ہے کہ اس کی بیماری کا ایک سبب وہ زخم بھی تھا۔ گویا اس کی وفات کی وجہ شدت کی سردی بھی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ زخم پر ٹھنڈا پانی پڑنے کی وجہ سے اس کی بیماری نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ وہ فوت ہو گیا۔ ④ فتویٰ دینے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے لہذا مسائل کے حالات کو مد نظر رکھ کر مسئلہ بتانا چاہیے۔ ⑤ اگر مسئلے کی کسی قسم کا اشکال ہو تو فتویٰ دینے سے پرہیز کرنا چاہیے اور اپنے سے بڑے عالم کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دینا چاہیے۔ ⑥ غلطی پر تنبیہ کے لیے سخت الفاظ سے بھی زبرد تو بیخ جائز ہے بشرطیکہ اس سے نامناسب رد عمل کا خطرہ نہ ہو۔ ⑦ رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ بظاہر بدعوا ہیں ”اللہ انھیں تباہ کرے۔“ لیکن آپ ﷺ کا مقصد بدعوا کرنا نہیں بلکہ ناراضی کا اظہار تھا۔ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی جو قبول ہوئی کہ اگر کسی مسلمان کے حق میں بدعوا کے الفاظ زبان سے نکلیں تو وہ اس کے لیے رحمت اور مغفرت کا باعث بن جائیں۔ (صحیح مسلم، البر والصلۃ، باب من لعنہ النبی ﷺ وسبہ..... الحج، حدیث: ۲۶۰۰) ⑧ اسلامی شریعت کی بنیاد چونکہ آسانی اور سہولت پر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے عذر میں مبتلا لوگوں کے لیے عبادات کے ادا کرنے میں حسب عذر تخفیف کر دی ہے تاکہ وہ کسی حرج اور مشقت کے بغیر اپنی عبادت ادا کر سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج: ۷۸/۲۲) اور (اللہ تعالیٰ نے) تم پر دین (کی کسی بات) میں بھیجی نہیں کی۔“ اور فرمایا:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة: ۱۸۵) ”اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا“ اور فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: ۱۶/۶۳) ”سو جہاں تک ہو سکتا تم اللہ سے ڈرو۔“ اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ] (صحیح البخاری) الاعتصام بالكتاب والسنة باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حدیث: ۷۸۸، وصحیح مسلم ‘الحج‘ باب فرض الحج مرة في العمر‘ حدیث: ۱۳۳۷) ”جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو مقدور بھر اطاعت بجالاؤ۔“ اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”دین آسان ہے۔“ (صحیح البخاری، الإيمان، باب الدين يسر‘ حدیث: ۳۹)

مریض کو جب پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنے کی استطاعت نہ ہو یعنی حدیث اصغر‘ وضو نہ ہونے‘ کی صورت میں وضو اور حدیث اکبر‘ ناپاکی‘ کی صورت میں غسل کرنے سے عاجز ہو یا اس سے مرض میں اضافے کا خوف ہو یا بیماری کے درست ہونے میں تاخیر کا اندیشہ ہو تو وہ تیمم کر لے، یعنی دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر ایک بار مارے اور اپنی انگلیوں کے اندر کے حصے کو اپنے چہرے پر پھیرے اور ہتھیلیوں کو دونوں ہاتھوں پر پھیرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لِمَسَمَسِ النِّسَاءِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَ أَيْدِيكُمْ مِنْهُ﴾ (المائدة: ۶/۵) ”اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کو اور اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (کر کے تیمم) کر لو۔“ جو شخص پانی کے استعمال سے عاجز ہو اس کا حکم وہی ہے جو اس شخص کا ہے جس کے پاس پانی ہی نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: [إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ إِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَىٰ] (صحیح البخاری، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي الی رسول الله ﷺ، حدیث: ۱) ”تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کے لیے صرف وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔“ مریض کے حالات مختلف ہوتے ہیں، مثلاً: مرض معمولی ہو اور پانی کے استعمال سے ہلاکت بیماری میں اضافے، شفا یابی میں تاخیر اور درد میں نمایاں اضافے کا کوئی خدشہ نہ ہو، جیسے سردرد یا ڈاڑھ میں درد وغیرہ ہو یا مریض کے لیے گرم پانی کا استعمال ممکن ہو اور اس سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو تو اس کے لیے تیمم جائز نہیں۔ چونکہ تیمم کا جو اضافی ضرر کے لیے ہے اور یہاں کوئی ضرر ہے ہی نہیں اور پانی بھی اس کے پاس موجود ہے لہذا اس کے لیے پانی کا استعمال واجب ہے۔ اگر مریض ایسا ہو کہ پانی کے استعمال سے اسے ہلاکت یا کسی عضو کے ناکارہ ہونے یا کسی موذی مرض کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے مریض کے لیے تیمم جائز ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ (النساء: ۲۹/۴) ”اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو بلاشبہ اللہ تم پر مہربان ہے۔“ اگر مرض ایسا ہے کہ آدمی چل پھر نہیں سکتا اور اس کے پاس کوئی اور انسان بھی نہیں جو اسے پانی مہیا کر سکے تو اس کے لیے بھی تیمم جائز ہے۔ جس شخص کے جسم پر زخم ہوں یا پھوڑے پھنسیاں ہوں یا کوئی عضو ٹا ہوا

ہو یا مرض ایسا ہو کہ پانی کا استعمال نقصان دہ ہو اور وہ جہنمی ہو جائے تو اس کے لیے سابقہ دلائل کی بنیاد پر تیمم کرنا جائز ہے اور اگر اس کے لیے جسم کے صحیح حصے کا دھونا ممکن ہو تو اسے دھونا واجب ہوگا اور باقی حصے کا تیمم کر لے۔ اگر مریض کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی نہ ہو، مٹی بھی نہ ہو اور نہ کوئی ایسا شخص موجود ہو جو مٹی یا پانی لا کر دے سکے تو وہ حسب حال اسی طرح نماز پڑھ لے نماز کو مؤخر کرنا جائز نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: ۱۶/۲۳) ”سو جہاں تک ہو سکے تم اللہ سے ڈرو۔“ سلسل البول کا وہ مریض جو علاج معالجہ سے بھی صحیح نہ ہو سکتا ہو تو اسے وقت ہونے کے بعد ہر نماز کے لیے الگ پاک کپڑے استعمال کرے اور نہ اس کے لیے معافی ہے اور وہ انہی کپڑوں میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور رسول اللہ ﷺ کے فرمودات سے اس سہولت کا استنباط ہوتا ہے۔ سلسل البول کے مریض کو احتیاط کرنی چاہیے کہ پیشاب اس کے کپڑوں، جسم اور نماز کی جگہ نہ لگے۔ یا درہے کہ تیمم بھی ہر اس چیز سے باطل ہو جاتا ہے جس سے وضو باطل ہوتا ہے، نیز پانی کے استعمال کی قدرت کے حاصل ہونے یا معدوم ہونے کی صورت میں پانی کے کل جانے سے بھی تیمم باطل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

باب: ۹۳- غسل جنابت کا طریقہ

(المعجم ۹۴) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغُسْلِ

مِنْ الْجَنَابَةِ (التحفة ۹۴)

۵۷۳- ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کے لیے غسل کا پانی رکھا تو آپ نے غسل جنابت کیا۔ (پہلے) بائیں ہاتھ سے برتن کو جھکا کر دائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور تین بار اپنے دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر اپنی شرم گاہ پر پانی ڈالا (اور استنجا کیا) پھر زمین پر ہاتھ رگڑا (اور صاف کر لیا) پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ تین بار چہرہ مبارک دھویا اور تین بار بازو دھوئے۔ پھر باقی جسم پر پانی بہا لیا۔ پھر ایک طرف ہو کر دونوں پاؤں دھو لیے۔

۵۷۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غُسْلًا، فَأَغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَأَكْمَأَ الْإِنَاءَ بِشِمَالِهِ عَلَى يَمِينِهِ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى قَرْحِهِ، ثُمَّ ذَلِكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ، ثُمَّ تَمَضَّمَضَ وَاسْتَشَشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَذَرَاغِيهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَفَاضَ الْمَاءَ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ،

ثُمَّ تَنْحَى فَعَسَلَ رِجْلَيْهِ .

🌞 فوائد و مسائل: ① پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھونے چاہئیں۔ ② استنجا کرنے کے بعد مٹی پر ہاتھ رگڑنے سے صفائی اچھی طرح ہو جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے صابن کا استعمال بھی درست ہے۔ ③ غسل کے دوران میں وضو کرتے ہوئے پاؤں نہ دھوئے جائیں۔ غسل سے فارغ ہو کر دھوئے جائیں۔

۵۷۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ أَبِي السَّوَّارِبِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْحَنْفِيُّ: حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَيْرٍ التَّيْمِيُّ قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ عَمَّتِي وَخَالَتِي، فَدَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ، فَسَأَلْنَاهَا: كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ غُسْلِهِ مِنَ الْجَنَابَةِ، قَالَتْ: كَانَ يُفِيضُ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يَدْخِلُهَا الْإِنَاءَ، ثُمَّ يَغْسِلُ رَأْسَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى جَسَدِهِ، ثُمَّ يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ، وَأَمَّا نَحْنُ فَإِنَّا نَغْسِلُ رُؤُوسَنَا حَمْسَ مَرَّاتٍ، مِنْ أَجْلِ الضَّفْرِ.

۵۷۴- حضرت جمیع بن عمیر تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انھوں نے فرمایا: میں اپنی پھوپھی جان اور خالہ جان کے ہمراہ گیا۔ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ غسل جنابت کے موقع پر کیا طریقہ اختیار کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: آپ ﷺ تین بار ہاتھوں پر پانی ڈالتے تھے اس کے بعد پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالتے، پھر تین بار اپنا سر مبارک دھوتے، پھر اپنے جسم مبارک پر پانی بہاتے۔ اس کے بعد نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔ لیکن ہم بال گندھے ہوئے ہونے کی وجہ سے پانچ بار سر دھوتی ہیں۔

🌞 فائدہ: اس روایت میں پانچ بار سر دھونے کا جو ذکر ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ صحیح روایات میں عورت کو بھی مرد کی طرح سر پر تین مرتبہ ہی پانی ڈالنے کا حکم ہے۔

(المعجم ۹۵) - بَابُ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ (التحفة ۹۵)

۵۷۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۵۷۵- حضرت جابر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

۵۷۴- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الغسل من الجنابة، ح: ۲۴۱ من حديث صدقة به • صدقة وجميع ضعيفان، ضعفهما الجمهور.

۵۷۵- أخرجه البخاري، الغسل، باب من أفاض على رأسه ثلاثاً، ح: ۲۵۴، ومسلم، الحيض، باب استحباب إفاضة الماء على الرأس وغيره ثلاثاً، ح: ۳۲۷ من حديث أبي إسحاق به.

۱- ابواب الطهارة وسننها - غسل جنابت سے متعلق احکام و مسائل

حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَيْدٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: تَمَارَوْا فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَمَّا أَنَا فَأُفِيضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ أَكْفَ».

انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں غسل جنابت کے بارے میں بحث ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تو اپنے سر پر تین لپ (پانی) ڈالتا ہوں۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① اگر سر میں صحیح طریقے سے پانی ڈالا جائے تو تین لپوں میں پورا سر اچھی طرح تر ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا فضول خرچی ہے جس سے اللہ کے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ② بحث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس موضوع پر بات چیت شروع ہو گئی۔ ہر کسی نے بتایا کہ وہ غسل جنابت کس طرح کرتا ہے۔ ③ تعلیم و تربیت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی مسئلہ میں شاگردوں کی رائے فرد افراد دریافت کی جائے۔ اس کے بعد استاد صحیح بات بتائے تاکہ ہر طالب علم اپنی غلطی معلوم کر کے اسے اچھی طرح یاد رکھ سکے۔ ④ اس حدیث میں غسل جنابت کے مسائل میں سے صرف ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے، ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے پورا طریقہ بیان کیا ہو راوی نے صرف اہم مسئلہ ذکر کر دیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے باقی مسائل ذکر نہ کیے ہوں کیونکہ صحابہ نے وہ باتیں صحیح بتائی ہوں گی جو بات ان سے رو گئی نبی ﷺ نے اس کا ذکر فرما دیا۔ واللہ اعلم۔

۵۷۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ، جَمِيعًا عَنْ فَضِيلِ بْنِ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَقَالَ: ثَلَاثًا. فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنَّ شَعْرِي كَثِيرٌ، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَانَ أَكْثَرَ شَعْرًا مِنْكَ وَأَطْيَبَ.

۵۷۶- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے غسل جنابت کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: تین (لپ پانی سر پر ڈالو۔) اس شخص نے کہا: میرے بال بہت زیادہ ہیں۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بال تم سے زیادہ تھے اور وہ تم سے زیادہ پاکیزہ تھے۔

🌟 فوائد و مسائل: ① ”وہ تم سے زیادہ پاکیزہ تھے۔“ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ

صفائی اور طہارت کا اہتمام کرنے والے تھے۔ اس کے باوجود تین لپ پانی آپ کے لیے کافی ہوتا تھا اس لیے تمہارے لیے بھی یہ کافی ہونا چاہیے۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ کے بال تجھ سے زیادہ پاک تھے کیونکہ نبی ﷺ طہارت کا خوب خیال رکھتے تھے۔ بہر حال دونوں انداز سے نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے کہ صفائی کے لیے زیادہ پانی ضائع کرنا ضروری نہیں۔ مناسب طریقے سے سر دھویا جائے تو تھوڑا پانی بھی کفایت کر سکتا ہے۔ ① مذکورہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن معنا صحیح ہے کیونکہ بعد والی صحیح روایت میں یہی بات بیان کی گئی ہے۔

۵۷۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنَا فِي أَرْضٍ بَارِدَةٍ، فَكَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ؟ فَقَالَ ﷺ: «أَمَّا أَنَا فَأَحْثُو عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا».

۵۷۷- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں سرد علاقے میں رہتا ہوں تو غسل جنابت کیسے کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تو اپنے سر پر تین لپ ڈالتا ہوں۔“

۵۷۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَأَلَهُ رَجُلٌ: كَمْ أَفِيضُ عَلَى رَأْسِي وَأَنَا جُنُبٌ؟ قَالَ: [كَانَ] رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَحْثُو عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ، قَالَ الرَّجُلُ: إِنَّ شَعْرِي طَوِيلٌ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَكْثَرَ شَعْرًا مِنْكَ وَأَطْيَبَ.

۵۷۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے ایک آدمی نے سوال کیا: جب میں جنبی ہوں تو (غسل کرتے وقت) سر پر کتنا پانی ڈالاکروں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک پر تین لپ (پانی) ڈالاکرتے تھے۔ اس شخص نے کہا: میرے بال لمبے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بال تجھ سے زیادہ تھے اور زیادہ پاکیزہ تھے۔

باب: ۹۶- غسل کے بعد وضو کرنا

(المعجم ۹- بَابُ: فِي الْوُضُوءِ بَعْدَ الْغُسْلِ (التحفة ۹۶)

۵۷۷- أخرجه مسلم، الحیض، باب استحباب إفاضة الماء على الرأس وغيره ثلاثاً، ح: ۳۲۹ من حديث جعفر به بغير هذا اللفظ.

۵۷۸- [صحيح] أخرجه أحمد: ۲/ ۲۵۱ من حديث القطان عن ابن عجلان به، وللحديث شواهد كثيرة، منها الحديث السابق.

۵۷۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ زُرَّارَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ ابْنُ مُوسَى السُّدِّيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ.

۵۷۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ غسل جنابت کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔

🌞 فوائد ومسائل: ① اس کی وجہ یہ ہے کہ غسل کرتے وقت پہلے استنجا کر کے وضو کر لیتے تھے۔ اس کے بعد اعضائے مستورہ و مخصوصہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے، اس لیے غسل والے وضو ہی سے نماز پڑھ لیتے تھے۔ ② مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف کہا ہے جبکہ روایت میں مذکور مسئلہ فی نفسہ صحیح ہے غالباً اسی وجہ سے دیگر محققین نے اسے حسن اور صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند إمام أحمد: ۳۵۵۳۲/۳۰، حدیث: ۲۳۳۸۹)

(المعجم ۹۷) - بَابُ: فِي الْجُنْبِ يَسْتَدْفِي بِأَمْرٍ أَنَّهُ قَبْلَ أَنْ تَغْتَسِلَ (التحفة ۹۷)

باب: ۹۷- آدمی غسل کر کے گرمی حاصل کرنے کے لیے عورت کے ساتھ لیٹ سکتا ہے جبکہ عورت نے ابھی غسل نہ کیا ہو

۵۸۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ حُرَيْثٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ يَسْتَدْفِي بِي قَبْلَ أَنْ أَعْتَغْسِلَ.

۵۸۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ غسل جنابت کرتے تھے۔ پھر میرے غسل کرنے سے پہلے مجھ سے (پٹ کر) گرمی حاصل کرتے تھے۔

۵۷۹- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في الوضوء بعد الغسل، ح: ۱۰۷ عن إسماعيل بن موسى، وقال: "حسن صحيح"، وقواه ابن سيد الناس، وصححه الحاكم، والذهبي كما في نيل المقيود: (۲۵۰) * أبو إسحاق مدلس وعنعن.

۵۸۰- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في الرجل يستدفي بالمرأة بعد الغسل، ح: ۱۲۳ من حديث وكيع عن حريث بن أبي مطر * وحرث ضعيف كما في التقريب وغيره، ومع ذلك قال الترمذي: "ليس بإسناده بأس".

🌞 **فائدہ:** حدیث ۵۳۳، ۵۳۵ میں بیان ہوا کہ جنبی کا جسم ناپاک نہیں ہوتا، یعنی نجاست حکمی (جنابت) نجاست حسی (پیشاب وغیرہ) کی طرح نہیں۔ اس لحاظ سے مرد غسل کرنے کے بعد اگر اپنی جنبی بیوی کے ساتھ لیٹے تو کوئی حرج نہیں، تاہم یہ حدیث ضعیف ہے لہذا اسے رسول اللہ ﷺ کا عمل کہہ کر بیان کرنے سے احتساب کرنا چاہیے۔

(المعجم ۹۸) - **بَابُ: فِي الْجُنُبِ يَنَامُ** **بَاب: ۹۸- جنبی پانی استعمال کیے**
كَهَيْئَتِهِ لَا يَمْسُ مَاءً (التحفة ۹۸) **بغیر سو سکتا ہے**

۵۸۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو جنابت کی کیفیت پیش آتی تھی پھر آپ پانی کو ہاتھ لگائے بغیر سو جاتے تھے حتیٰ کہ بعد میں اٹھ کر غسل فرما لیتے۔
 حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجِئُ نَمًا يَنَامُ وَلَا يَمْسُ مَاءً، حَتَّى يَقُومَ بَعْدَ ذَلِكَ فَيَغْتَسِلَ.

🌞 **فوائد ومسائل:** ① پانی کو ہاتھ لگائے بغیر سونے کا مطلب یہ ہے کہ غسل نہیں کیا اور وضو بھی نہیں کیا، اسی طرح سو گئے۔ ② ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے لیکن دیگر روایات کی رو سے بہتر اور افضل یہ ہے کہ وضو کر کے سو یا جائے جیسا کہ اگلے باب میں آ رہا ہے۔

۵۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اگر اپنے اہل سے قربت کی ضرورت محسوس فرماتے تو اپنی یہ حاجت پوری کر لیتے، پھر پانی کو ہاتھ لگائے بغیر اسی حالت میں سو جاتے۔
 حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، إِنْ كَانَتْ لَهُ إِلَى أَهْلِهِ حَاجَةٌ قَضَاهَا. ثُمَّ يَنَامُ كَهَيْئَتِهِ لَا يَمْسُ مَاءً.

۵۸۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

۵۸۱- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في الجنب ينام قبل أن يغتسل، ح: ۱۱۸ من حديث أبي بكر بن عياش به، وصححه البيهقي، وابن حزم * أبو إسحاق عن، وصرح بالسماع عند البيهقي: ۲۰۱/۲، ولكن السند إليه ضعيف.

۵۸۲- [ضعيف] انظر الحديث السابق.

۵۸۳- [ضعيف] انظر، ح: ۵۸۱ والذي بعده.

الجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: أَيْرُقَدْ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ، «نَعَمْ. إِذَا تَوَضَّأَ».

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: جب ہم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں ہو تو کیا وہ سو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں جب وضو کر لے (تو سو جائے۔“)

۵۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ كَانَ تُصَيِّهُ الْجَنَابَةُ بِاللَّيْلِ، فَيُرِيدُ أَنْ يَنَامَ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَتَوَضَّأَ ثُمَّ يَنَامَ.

۵۸۶- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رات کو بخٹی ہو جاتے تھے، پھر سونا چاہتے تھے تو (مسئلہ پوچھنے پر) رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وضو کر لیں، پھر سو جائیں۔

(المعجم ۱۰۰) - بَابُ: فِي الْجُنُبِ إِذَا أَرَادَ الْعَوْدَ تَوَضَّأَ (التحفة ۱۰۰)

باب: ۱۰۰- جنبی دوبارہ مباشرت کرنا چاہے تو وضو کر لے

۵۸۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي السَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَّاحِدِ بْنُ زِيَادٍ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَخُولُ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ، فَلْيَتَوَضَّأَ».

۵۸۷- حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ دوبارہ مقاربت کے لیے نشاط (توانائی) پیدا ہو جاتی ہے۔ دیکھیے: (صحیح ابن خزيمة' الوضوء' جماع أبواب فضول التطهير والاستحباب من غير إيجاب' باب ذكر الدليل على أن الأمر بالوضوء عند إرادة الجماع أمر نذير وإرشاد' حديث: ۲۳۱)

فائدہ: یہ وضو واجب نہیں، مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ دوبارہ مقاربت کے لیے نشاط (توانائی) پیدا ہو جاتی ہے۔ دیکھیے: (صحیح ابن خزيمة' الوضوء' جماع أبواب فضول التطهير والاستحباب من غير إيجاب' باب ذكر الدليل على أن الأمر بالوضوء عند إرادة الجماع أمر نذير وإرشاد' حديث: ۲۳۱)

(المعجم ۱۰۱) - بَابُ مَا جَاءَ فِيْمَنْ

باب: ۱۰۱- تمام بیویوں سے مقاربت کے

يَغْتَسِلُ مِنْ جَمِيعِ نِسَائِهِ غُسْلًا وَاحِدًا

بعد ایک ہی غسل کافی ہے

(التحفة ۱۰۱)

۵۸۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا

۵۸۸- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، وَأَبُو أَحْمَدَ، عَنْ

ﷺ تمام بیویوں کے پاس جانے کے بعد ایک ہی غسل

سُفْيَانَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ

کر لیتے تھے۔

النَّبِيِّ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلِ

وَاحِدٍ.

🌞 فوائد ومسائل: ① جس شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں وہ سب کی باری مکمل ہونے کے بعد ایک ہی رات

میں سب بیویوں سے مقاربت کر سکتا ہے۔ ② اگر ایک سے زیادہ بیویوں سے ایک ہی رات میں مقاربت کی جائے

تو ہر مقاربت کے بعد الگ الگ غسل کرنا ضروری نہیں آخر میں ایک ہی غسل کافی ہے۔ ③ اگر ہر بیوی سے

مقاربت کے بعد غسل کرے تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ اگلے باب میں مذکور ہے۔

۵۸۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

۵۸۹- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں

وَكَيْعٌ، عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنْ

نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے پانی رکھا تو

الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: وَضَعْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ

آپ نے ایک ہی رات میں تمام ازواج مطہرات ہی ﷺ

غُسْلًا، فَأَغْتَسَلَ مِنْ جَمِيعِ نِسَائِهِ فِي لَيْلَةٍ.

سے مقاربت کے بعد (ایک ہی بار) غسل کیا۔

🌞 فائدہ: یہ روایت سند اضعیف ہے اور متنازعہ معنی صحیح ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث میں مذکور ہے۔

(المعجم ۱۰۲) - بَابُ: فِيمَنْ يَغْتَسِلُ

باب: ۱۰۲- ہر بیوی کے پاس جا کر غسل کرنا

عِنْدَ كُلِّ وَاحِدَةٍ غُسْلًا (التحفة ۱۰۲)

۵۹۰- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ:

۵۹۰- حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

۵۸۸- [صحیح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في الرجل يطوف على نسائه بغسل واحد، ح: ۱۴۰ من

حديث الثوري به، وتابعه ابن المبارك عند النسائي ۱/ ۱۴۳، ۱۴۴، ح: ۲۶۴، وأصله في صحيح البخاري وغيره.

۵۸۹- [إسناده ضعيف] * صالح لهذا "ضعيف يعتبر به" كما في التقريب.

۵۹۰- [إسناده حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في الوضوء لمن أراد أن يعود، ح: ۲۱۹ من حديث حماد به

* سلمى وثقا ابن حبان، والحاكم ۲/ ۳۱۱، والذهبي.

غسل جنابت سے متعلق احکام و مسائل

ﷺ ایک رات تمام ازواجِ مطہرات ﷻ کے پاس گئے۔ آپ ان میں سے ہر ایک کے گھر میں غسل کرتے رہے۔ کسی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ایک ہی غسل کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس (طریقے) میں صفائی پاکی گریز اور طہارت زیادہ ہے۔“

أَتَيْنَا عَبْدَ الصَّمَدِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَمَّتِهِ
سَلْمَى، عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَافَ
عَلَى نِسَائِهِ فِي لَيْلَةٍ، وَكَانَ يَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ
وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ، فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا
تَجْعَلُهُ غُسْلًا وَاحِدًا؟ فَقَالَ: «هُوَ أَزْكَى
وَأَطْنَبُ وَأَظْهَرُ».

 **فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صفائی اور نظافت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ خوشبو کو بے حد پسند کرتے تھے جبکہ بو اور بو والی اشیاء کو انتہائی ناپسند کرتے تھے لہذا پیاز، لہسن یا اس قسم کی دوسری اشیاء جن کو کھانے سے منہ سے ناگوار بو محسوس ہوتی ہے، آپ نے نماز کے لیے آنے سے قبل استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(المعجم ١٠٣) - بَابُ: فِي الْجُنُبِ

باب: ۱۰۳- جنبی (غسل کے بغیر) کھائی سکتا ہے

يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ (التحفة ١٠٣)

۵۹۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ :
 حَدَّثَنَا ابْنُ عُلْيَةَ، وَغُنْدَرٌ، وَوَكَيْعٌ، عَنْ
 شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ
 الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
 ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ، وَهُوَ جُنُبٌ، تَوَضَّأَ .

۵۹۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں
 نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو جب غسل کی حاجت ہوتی
 اور (اسی دوران میں) آپ کچھ تناول فرمانا چاہتے تو
 (کھانے سے پہلے) وضو کر لیتے۔

۵۹۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو جب غسل کی حاجت ہوتی اور (اسی دوران میں) آپ کچھ تناول فرمانا چاہتے تو (کھانے سے پہلے) وضو کر لیتے۔

☀️ **فائدہ:** اس وضو سے نماز والا وضو بھی مراد ہو سکتا ہے، جیسے حدیث: ۵۹۲ میں آ رہا ہے۔ اور لغوی وضو یعنی ہاتھ منہ دھونا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ جیسے صحیح ابن خزیمہ میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو جب غسل کی حاجت ہوتی اور (اسی دوران میں) آپ کچھ کھانا تناول فرمانا چاہتے تو دونوں ہاتھ دھو لیتے، پھر کھانا تناول فرما لیتے۔ (صحیح ابن خزیمہ، الوضوء، جماع أبواب فضول التطہیر.....، باب ذکر الدلیل علی أن الأمر بالوضوء للحنب عند إرادة الأکل أمر ندب و إرشاد و فضیلة و إباحة، حدیث: ۴۱۸)

۵۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمَرَ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رَوَيْتُ عَنْهُ

٥٩١- أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له... الخ، ح: ٣٠٥ عن ابن أبي شيبة به.

٥٩٢- [إسناده ضعيف] * شرح حبيب وثقه ابن حبان، وضعفه جمهور الأئمة، قاله الهيثمي، نيل المقيسود: ٤٨١٣.

هَاج: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ صَبِيحٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُوَيْسٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْجُنُبِ، هَلْ يَنَامُ أَوْ يَأْكُلُ أَوْ يَشْرَبُ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِذَا تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ».

🌟 فائدہ: مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن متنازعاً صحیح ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث: ۵۸۵ اور صحیح مسلم کی حدیث نمبر: ۳۰۶ میں بھی یہی مسئلہ بیان ہوا ہے غالباً اسی وجہ سے دیگر محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المعجم ۱۰۴) - بَابُ مَنْ قَالَ يُجْزِئُهُ غَسْلُ يَدَيْهِ (التحفة ۱۰۴)

باب: ۱۰۴- اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے کہ جنبی کے لیے ہاتھ دھونا کافی ہے

۵۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ، وَهُوَ جُنُبٌ، غَسَلَ يَدَيْهِ.

🌟 فائدہ: کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مستحب ہے اگرچہ جنبی نہ ہو لیکن جب جنبی ہو تو ہاتھ دھونا ضروری اور وضو کر لینا مستحب ہے۔

(المعجم ۱۰۵) - بَابُ مَا جَاءَ فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ (التحفة ۱۰۵)

باب: ۱۰۵- بے وضو قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا بیان

۵۹۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ:

۵۹۴- حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں حضرت علی بن ابوطالب (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے (مسائل بیان

دَخَلْتُ عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ: كَتَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْتِي الْخَلَاءَ، فَيَقْضِي الْحَاجَةَ، ثُمَّ يَخْرُجُ، فَيَأْكُلُ مَعَنَا الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَلَا يَحْجُزُهُ، وَرُبَّمَا قَالَ: وَلَا يَحْجُزُهُ عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ إِلَّا الْجَنَابَةُ.

کرتے ہوئے) فرمایا: رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں جاتے، قضائے حاجت سے فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے تو ہمارے ساتھ روٹی گوشت بھی تناول فرماتے اور قرآن کی تلاوت بھی کرتے۔ آپ ﷺ کو جنابت کے سوا کوئی چیز قرآن (کی تلاوت) سے مانع نہیں ہوتی تھی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر حالت میں قرآن مجید پڑھاتے تھے جب تک جنابت سے نہ ہوتے۔ (جامع الترمذی، الطهارة، باب ما جاء في الرجل يقرأ القرآن على كل حال مالم يكن جنباً، حديث: ۱۳۶) امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے فرمایا: [حَدِيثُ عَلِيٍّ] [هَذَا] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (”حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔“ اس حدیث کو امام حاکم نے بھی صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔ ② حاکفہ اور جنبی قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ اس مسئلے میں علمائے کرام کے قابل ذکر تین اقوال ہیں: (۱) حاکفہ عورت اور جنبی شخص مطلقاً تلاوت قرآن کر سکتے ہیں۔ یہ رائے امام بخاری ابن حزم اور دیگر ائمہ کی ہے۔ (۲) حاکفہ عورت اور جنبی شخص مطلقاً تلاوت نہیں کر سکتے۔ یہ جمہور علمائے کرام کی رائے ہے۔ (۳) تیسری رائے یہ ہے کہ حاکفہ عورت اور جنبی شخص کے لیے تلاوت کرنا مکروہ تنزیہی ہے، یعنی اگر وہ تلاوت نہ کریں تو یہ افضل و بہتر ہے لیکن اگر تلاوت کرنا چاہیں تو کوئی حرج بھی نہیں۔ یہ رائے مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر رائج ہے۔ جمہور علماء جو تلاوت سے منع کے قائل ہیں ان کے تمام دلائل ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں مثلاً: حدیث: وَلَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْمُحْبُشُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ [جامع الترمذی، الطهارة، باب ما جاء في الحنب والحائض، انهما لا يقرآن القرآن، حديث: ۱۳۱] و إرواء الغلیل: ۲۰۶/۱ اور [فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا حُنْبٍ] [ابوداؤد، حديث: ۲۳۳] اور اگر کوئی دلیل صحیح بھی ہے تو اس سے استدلال کرنا محل نظر ہے مثلاً: آیت قرآنی: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (الواقعة: ۷۹/۵۶) سے استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہاں [مُطَهَّرُونَ] سے مراد فرشتے ہیں جیسا کہ سیاق سے واضح ہوتا ہے۔ جن علمائے کرام کے نزدیک مطلقاً تلاوت قرآن مجید جائز ہے ان کے دلائل عمومی ہیں اور ان سے مطلقاً جواز کا مفہوم لینا بھی محل نظر ہے کیونکہ ان عمومی دلائل کے باوجود بعض صورتیں ایسی ملتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے وضو نہ ہونے کی وجہ سے احتیاط پر عمل کیا ہے، جیسے آپ نے اس شخص کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا جس نے آپ کو ایسے وقت میں سلام کہا جب آپ بے وضو تھے پھر آپ نے طہارت کے بعد اس کے سلام کا جواب دیا۔ ایسے ہی دلائل کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدم طہارت کی حالت میں

سائے کیے بہاوت ہے،

صاف کرو۔“

أُنْهَمَا لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ،

كَمَا فِي التَّهْذِيبِ وَغَيْرِهِ،

، وَالتِّرْمِذِيُّ، ح: ۱۰۶،

”۔

سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ، فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ، وَأَنْقُوا الْبَشْرَةَ».

۵۹۸- حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پانچوں نمازیں جمعہ دوسرے جمعے تک اور امانت کی ادائیگی ان کے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے۔“ میں نے عرض کیا: امانت کی ادائیگی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ”جنابت کا غسل کیونکہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔“

۵۹۸- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا عُثْبَةُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ: حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «الْصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهَا». قُلْتُ: وَمَا أَدَاءُ الْأَمَانَةِ؟ قَالَ: «غُسْلُ الْجَنَابَةِ، فَإِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ».

فوائد ومسائل: ① جنابت کے غسل کو امانت کی ادائیگی سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی جیسے امانت صاحب امانت کو ادا کرنا ضروری ہے ایسے ہی جنابت کا غسل بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ غسل کے بغیر جنابت کی ناپاکی زائل نہیں ہو گی۔ ② جن اعمال کی بابت کہا گیا ہے کہ وہ کفارہ بن جاتے ہیں تو ان سے مراد صغیرہ گناہ ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ کسی عمل سے نہیں بلکہ خالص توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت سے۔

۵۹۹- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے

فرمایا: ”جس نے غسل جنابت میں جسم کی بال برابر جگہ بھی چھوڑ دی اور اسے نہ دھویا اسے آگ کا اتنا اتنا (بہت زیادہ) عذاب دیا جائے گا۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی وجہ سے میں نے اپنے بالوں سے دشمنی اختیار کر لی۔ آپ سر کے بال کاٹ دیا کرتے تھے۔

۵۹۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَادَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَرَكَ [مَوْضِعَ] شَعْرَةٍ مِنْ جَسَدِهِ، مِنْ جَنَابَةٍ، لَمْ يَغْسِلْهَا، فَعَلَّ

۵۹۸- [حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: (٤/١٥٥، ح: ٣٩٨) من حديث هشام بن عمار به، وأورده الضياء في المختارة، وانظر، ح: ٣٥٥ بحال السند، والحديث الآتي شاهد لبعضه.

۵۹۹- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الغسل من الجنابة، ح: ٢٤٩ من حديث حماد به، وصححه ابن جرير، والحافظ في التلخيص الحبير.

بِهِ كَذًا وَكَذَا، مِنَ النَّارِ». قَالَ عَلِيٌّ: فَمِنْ
ثُمَّ عَادَيْتُ شَعْرِي، وَكَانَ يَجُرُّهُ.

☀ فائدہ: سر کے بال رکھنا اگرچہ افضل ہے بشرطیکہ انگریزی طریقے کے نہ ہوں بلکہ سنت کے مطابق، یعنی پٹے بال
ہوں، تاہم بال منڈا دینے بھی جائز ہیں۔

(المعجم ۱۰۷) - بَابُ: فِي الْمَرْأَةِ
تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ
(التحفة ۱۰۷)

باب: ۱۰۷- جس عورت کو نیند میں مرد کی
طرح احتلام ہو

۶۰۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ،
وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ
هَشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ
أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ:
جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَتْهُ عَنْ
الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ؟
قَالَ: «نَعَمْ، إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ فَلْتَغْتَسِلْ»
فَقُلْتُ: فَضَحَّتِ النِّسَاءُ، وَهَلْ تَحْتَلِمُ
الْمَرْأَةُ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «تَرَبَّتْ يَمِينُكَ،
فَمِمَّ يُشَبِّهُهَا وَلَدَهَا إِذَا؟».

۶۰۰- حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر
ہوئیں اور مسئلہ پوچھا کہ اگر عورت کو خواب میں وہ کچھ
نظر آئے جو مرد کو نظر آتا ہے (تو اس کا کیا حکم ہے؟)
آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، جب اسے پانی نظر آئے تو
اسے غسل کرنا چاہیے۔“ (ام المومنین نے فرمایا) میں
نے کہا: (اے ام سلیم!) تم نے عورتوں کو رسوا کر دیا ہے
بھلا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا:
”تیرا بھلا ہوا! پھر اس کی اولاد اس سے مشابہ کیوں
ہوتی ہے؟“

☀ فوائد و مسائل: ① عورت عالم دین مرد سے ہر قسم کا مسئلہ پوچھ سکتی ہے لیکن انداز اور الفاظ کا انتخاب مناسب
اور حیا کے تقاضوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ ② ام المومنین رضی اللہ عنہا کو اس سوال پر تعجب ہوا کیونکہ انھیں کبھی ایسی صورت
حال پیش نہیں آئی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں میں یہ صورت حال شاذ و نادر پیش آتی ہے جبکہ مردوں میں یہ ایک
معمول کا مسئلہ ہے۔ ③ صرف خواب میں مباشرت کا عمل یا ایسی کوئی چیز نظر آنے سے غسل فرض نہیں ہوتا بلکہ انزال
سے غسل فرض ہوتا ہے، اس لیے اگر جسم یا لباس پر مادہ منویہ لگا ہوا نظر آئے تو غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے خواہ خواب
یاد ہو یا نہ ہو۔ ④ [تَرَبَّتْ يَمِينُكَ] کے لفظی معنی ہیں: ”تیرے دائیں ہاتھ کو مٹی لگے۔“ لیکن اہل عرب اس قسم کے

۶۰۰- أخرجه البخاري، العلم، باب الحياء في العلم، ح: ۱۳۰، ۲۸۸، ۳۲۸، ۶۰۹۱، ۶۱۲۱، ومسلم،
الحيف، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المعنى منها، ح: ۳۱۳ من حديث هشام به.

محاورات تعجب یا ڈانٹ کے موقع پر بولتے ہیں، لفظی مطلب مقصود نہیں ہوتا۔ ⑤ چونکہ بچے کی تخلیق میں مرد اور عورت دونوں کے پانی کا دخل ہوتا ہے اس لیے بچہ کبھی باپ یا دوھیالی رشتہ داروں سے مشابہت رکھتا ہے، کبھی ماں اور نہیالی رشتہ داروں سے۔ ارشاد نبوی کا مطلب یہ ہے کہ جب عورت میں یہ پانی موجود ہے جس سے بچے کی تخلیق ہوتی ہے تو وہ خواب میں جسم سے خارج بھی ہو سکتا ہے، لہذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

۶۰۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا

۶۰۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت

ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا جسے خواب میں وہ چیز نظر آئے جو مرد کو نظر آیا کرتی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اسے یہ چیز نظر آئے اور اسے انزال ہو جائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہے۔“ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا ایسے بھی ہو جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے۔ ان دونوں میں سے جو بھی سبقت لے جائے یا غالب آ جائے بچہ اس سے مشابہ ہوتا ہے۔“

ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَعَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عُرْوَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُمَّ سَلِيمٍ سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِذَا رَأَتْ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَتْ، فَعَلَيْهَا الْغُسْلُ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْكُونُ هَذَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، مَاءُ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضُ، وَمَاءُ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرُ، فَأَيُّهُمَا سَبَقَ أَوْ عَلَا، أَشَبَّهَ الْوَلَدُ».

۶۰۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَ

۶۰۲- حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا کہ اگر عورت خواب میں وہی دیکھے جو کچھ مرد دیکھتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس پر غسل فرض نہیں جب تک اسے انزال نہ ہو۔ جس طرح مرد پر غسل واجب نہیں جب تک اسے انزال نہ ہو۔“

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ؟ فَقَالَ: «لَيْسَ عَلَيْهَا غُسْلٌ

۶۰۱- أخرجه مسلم، الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة... الخ، ح: ۳۱۱ من حديث سعيد به.

۶۰۲- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۶/۴۰۹ عن وكيع به * علي بن زيد تقدم، ح: ۱۱۶، وتابعه عطاء الخراساني عند النسائي: (۱/۱۱۵)، ح: ۱۹۸، وعطاء كان "يدلس" كما في التقريب وغيره، ولم أجد تصريح سماعه، والحديث السابق: ۶۰۱ يغني عنه.

حَتَّى يُنْزَلَ. كَمَا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ غُسْلٌ
حَتَّى يُنْزَلَ».

🌞 فوائد و مسائل: ① مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سند اضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ سابقہ روایت (۶۰۱) اس سے کفایت کرتی ہے جو کہ حسن ہے، لہذا معلوم ہوا کہ یہ روایت قابل عمل اور قابل جنت ہے علاوہ ازیں دیگر محققین نے اس روایت کو شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے۔ ② اس مسئلے میں مرد اور عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے یعنی اگر جسم اور کپڑے صاف ہوں تو خواہ کسی طرح کا خواب دیکھا ہو غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ③ بچے کا ماں سے یا باپ سے مشابہ ہونے کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ شکل و صورت میں ماں سے یا باپ سے مشابہ ہوتا ہے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اولاد کے ذکر یا مَوْنُث ہونے کا تعلق مذکورہ بالا معاملے سے ہے۔

(المعجم ۱۰۸) - بَابُ مَا جَاءَ فِي غُسْلِ
النِّسَاءِ مِنَ الْجَنَابَةِ (التحفة ۱۰۸)

باب: ۱۰۸- عورتوں کے غسل جنابت کا بیان

۶۰۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ
مُوسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ،
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ:
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ أَشَدُّ ضَفَرًا
رَأْسِي، أَفَأَنْقِضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ؟ فَقَالَ:
«إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَحْشِيَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ حَبَاتٍ
مِنْ مَاءٍ، ثُمَّ تُفَيِّضِي عَلَيْكَ مِنَ الْمَاءِ
فَتَطْهَرِينَ». أَوْ قَالَ: «فَإِذَا أَنْتِ قَدْ
طَهَرْتِ».

۶۰۳- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سر کے بالوں کی مینڈھیاں مضبوطی سے بناتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لیے انھیں کھولا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تجھے یہی کافی ہے کہ سر پر پانی کی تین لپٹیں ڈال لے پھر اپنے (پورے جسم) پر پانی بہالے تو پاک ہو جائے گی۔“ یا فرمایا: ”بس تو پاک ہوگئی۔“

🌞 فائدہ: جس طرح مرد کے لیے ضروری ہے کہ سر کی جلد کو بھی باقی جسم کی طرح تر کرے، عورت کے لیے بھی غسل جنابت میں یہ تاکید ہے البتہ بالوں کی مینڈھیاں اچھی طرح بنی ہوئی ہوں تو انھیں نہ کھولے کیونکہ اس میں مشقت ہے لیکن اگر اس کے بال ڈھیلے ڈھالے گوندھے ہوئے ہوں یا کھلے ہوئے ہوں تو بالوں کو خوب دھونا چاہیے۔

٦٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: بَلَغَ عَائِشَةُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَأْمُرُ نِسَاءَهُ، [إِذَا اغْتَسَلْنَ]، أَنْ يَنْقُضْنَ رُؤُوسَهُنَّ، فَقَالَتْ: يَا عَجَبًا لِابْنِ عَمْرٍو هَذَا، أَفَلَا يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُؤُوسَهُنَّ، لَقَدْ كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، فَلَا أَرِيدُ عَلَى أَنْ أَفْرِغَ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ.

(المعجم ١٠٩) - بَابُ الْجُنُبِ يَنْغَسُّ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ أَيْجَزُهُ (التحفة ١٠٩)

٦٠٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، وَحَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى الْمِصْرِيَّانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَّجِ أَنَّ أَبَا السَّائِبِ، مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ: حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ» فَقَالَ: كَيْفَ يَفْعَلُ؟ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! قَالَ: يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا.

🌞 فوائد و مسائل: ① ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل کرنے سے ممانعت میں یہ حکمت ہے کہ اگر اس میں ایک کے

غسل جنابت سے متعلق احکام و مسائل

٦٠٣- حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی خواتین کو حکم دیتے ہیں کہ جب وہ غسل کریں تو سر (کی مینڈھیاں وغیرہ) کھول لیا کریں۔ ام المومنین نے فرمایا: عبداللہ بن عمرو پر تعجب ہے! (کہ وہ عورتوں کو غسل کے لیے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں) وہ انھیں یہ حکم کیوں نہیں دے دیتے کہ اپنے سر منڈوا دیا کریں۔ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے میں تو اس سے زیادہ نہیں کرتی تھی کہ سر پر تین بار پانی ڈال لیتی تھی۔ (نبی ﷺ مجھے بال کھولنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔)

باب: ١٠٩- کیا جنبی کے لیے ٹھہرے ہوئے پانی میں غوطہ لگا لینا کافی ہے؟

٦٠٥- حضرت ہشام بن زہرہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوسائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص جنبی ہو تو ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے۔“ ابوسائب نے کہا: اے ابو ہریرہ! بحر وہ کیا کرے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی چیز میں پانی لے کر غسل کر لے۔

٦٠٤- أخرجه مسلم، الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلۃ، ح: ٣٣١ عن ابن أبي شیبۃ وغیرہ بہ.

٦٠٥- أخرجه مسلم، الطهارة، باب النهی عن الاغتسال فی الماء الراكد، ح: ٢٨٣ عن أحمد بن عیسی وغیرہ بہ.

بعد دوسرا آدی غسل کرے گا تو وہ جلد ہی ناقابل استعمال ہو جائے گا۔ جب کہ الگ پانی لے کر نہانے سے باقی پانی صاف تھرا رہے گا اور دوسرے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ ① یہ اسلام کی خوبی ہے کہ اس نے طہارت و نظافت میں ان آداب کی طرف رہنمائی کی ہے جن کی طرف عام طور پر توجہ مبذول نہیں ہوتی۔

(المعجم ۱۱۰) - بَابُ الْمَاءِ مِنَ الْمَاءِ باب: ۱۱۰- انزال سے غسل واجب ہوتا ہے (التحفة ۱۱۰)

۶۰۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَطْفُرُ، فَقَالَ: «لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ؟» قَالَ: نَعَمْ. يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: «إِذَا أَعْجَلْتَ أَوْ أَفْحِطْتَ، فَلَا غُسْلَ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ».

۶۰۶- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری صحابی کے پاس گئے اور اسے بلوایا۔ وہ (گھر سے) نکلا تو اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شاید ہم نے تجھے جلدی میں ڈال دیا؟“ اس نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”جب تجھے (کسی وجہ سے) جلدی پڑ جائے (اور تجھے فارغ ہونے سے پہلے پیچھے ہٹنا پڑے) یا تجھے انزال نہ ہو تو تجھ پر غسل فرض نہیں، صرف وضو کرنا ضروری ہے۔“

۶۰۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ السَّائِبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ سَعَادٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ».

۶۰۷- حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پانی (کا استعمال) پانی (کے خروج) سے واجب ہوتا ہے۔“

🌞 فوائد ومسائل: ① ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے عمل زوجیت میں مشغول ہو پھر

۶۰۶- أخرجه البخاري، الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المعرجين من القبل والدبر، ح: ۱۸۰، ومسلم، الحيض، باب بيان أن الجماع كان في أول الإسلام... الخ، ح: ۳۴۵ من حديث شعبة به.

۶۰۷- [صحيح] أخرجه النسائي، الطهارة، باب الذي يحتلم ولا يرى الماء: ۱/ ۱۱۵، ح: ۱۹۹ من حديث سفیان به، وله شواهد عند مسلم، ح: ۳۴۳ وغيره.

انزال سے قبل الگ ہونا پڑے تو غسل واجب نہیں ہوگا۔ لیکن یہ حکم شروع میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اب حکم یہ ہے کہ ہم بستر کی بعد غسل واجب ہے چاہے انزال یا نہ ہو جیسا کہ اگلے باب کی روایات سے واضح ہے۔
 ① ”پانی پانی سے واجب ہوتا ہے۔“ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر خواب میں کوئی ایسی صورت حال نظر آئے جس سے غسل فرض ہوا کرتا ہے لیکن بیدار ہونے پر جسم یا کپڑوں پر اس کے اثرات نظر نہ آئیں تو غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔ غسل صرف اس صورت میں ضروری ہوگا جب اس کے اثرات عملی طور پر جسم یا کپڑوں پر موجود ہوں جیسے کہ حدیث: ۶۱۲ میں بیان ہوگا۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ حدیث منسوخ نہیں۔

(المعجم ۱۱۱) - بَابُ مَا جَاءَ فِي
 وَجُوبِ الْغُسْلِ إِذَا تَقَيَّ الْخِتَانَانِ
 (التحفة ۱۱۱)
 باب: ۱۱۱- جب شرم گاہیں مل جائیں تو (مخض
 دخول سے) غسل واجب ہو جاتا ہے

۶۰۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ
 الطَّنَافِيسِيُّ، وَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
 الدَّمَشَقِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ:
 حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: أَنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
 الْقَاسِمِ: أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ
 عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: إِذَا تَقَيَّ
 الْخِتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ، فَعَلْتُهُ أَنَا
 وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَاعْتَسَلْنَا.
 ۶۰۸- نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جب (مرد اور عورت کے) ختنے (شرم گاہیں) باہم مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل کیا تو ہم نے غسل کیا۔

☀ فائدہ: ختنے ملنے سے مراد جنسی اعضاء کا ملنا، یعنی عمل مباشرت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب جنسی ملاپ کا عمل شروع کر دیا جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ بھی ہو۔

۶۰۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا
 عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: أَنَّ أَبَا يُونُسَ، عَنِ
 ۶۰۹- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: اسلام کے ابتدائی دور میں رخصت تھی

۶۰۸- [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء: إذا تقي الختانان وجب الغسل، ح: ۱۰۸، وقال: "حسن صحيح"، وصححه ابن حبان، وابن القطان.

۶۰۹- [صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء: أن الماء من الماء، ح: ۱۱۰ من حديث يونس بن يزيد، وقال: "حسن صحيح" * الزهري تابعه أبو حازم عند أبي داود، ح: ۲۱۵ وغيره، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والدارقطني، والبيهقي.

الرَّهْرِي قَالَ: قَالَ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ (کہ جماع کی صورت میں جب تک انزال نہ ہو غسل السَّاعِدِيُّ: أَتَبْنَا أَبِي بَنَ كَعْبٍ، قَالَ: واجب نہیں ہوتا تھا) بعد میں ہمیں غسل کرنے کا حکم دے إِنَّمَا كَانَتْ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ دیا گیا۔ أَمَرْنَا بِالْغُسْلِ، بَعْدُ.

۶۱۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ ذَكَيْنٍ، عَنْ هِشَامِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب مرد عورت کی چار الدُّسْتَوَائِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے تو غسل أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ بَيْنَ شُعْبَيْهَا واجب ہو گیا۔» الْأَرْبَعِ، ثُمَّ جَهَدَهَا، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ».

🌞 فائدہ: چار شاخوں کے درمیان بیٹھنے سے مرد عورت کے قریب جانا اور کوشش سے مرد دخول کا عمل انجام دینا ہے یعنی غسل واجب ہونے کے لیے انزال شرط نہیں۔

۶۱۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تختے باہم مل جائیں اور عمرو بن شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ ساری چھپ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔“ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا التَّقَى الْخِتَانَانِ، وَتَوَارَتِ [الْحَشْفَةُ]، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ».

🌞 فائدہ: سپاری (حشفہ) عضو خاص کے اس حصے کو کہتے ہیں جس پر ختنہ سے پہلے پردہ ہوتا ہے اور ختنہ کرنے سے وہ حصہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ تختے باہم ملنے کا مفہوم وہی ہے جو سپاری کے (عورت کے مقام مخصوص میں) چھپ جانے کا ہے۔ یہ روایت ماقبل کی روایت کے ہم معنی ہے اس لیے بعض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

۶۱۰- أخرجه البخاري، الغسل، باب إذا التقى الختانان، ح: ۲۹۱، ومسلم، الحيض، باب نسخ: "الماء من الماء"، ووجوب الغسل بالقاء الختانيين، ح: ۳۴۸ من حديث هشام به، وللحديث شواهد كثيرة.

۶۱۱- [إسناده ضعيف] قال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لضعف حجاج وهو ابن أوطاة، وتدليس، وقد رواه بالنعنة"، وللحديث شواهد ضعيفة، والحديث السابق، ح: ۶۰۸ يغني عنه.

(المعجم ۱۱۲) - بَابُ مَنْ اخْتَلَمَ وَلَمْ يَرِ
بَلَلًا (التحفة ۱۱۲)

باب: ۱۱۲- جسے خواب میں احتلام ہو لیکن

کپڑے گیلے نہ ہوں

۶۱۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ الْعَمَرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَرَأَى بَلَلًا، وَلَمْ يَرِ أَنَّهُ اخْتَلَمَ، اغْتَسَلَ، وَإِذَا رَأَى أَنَّهُ قَدْ اخْتَلَمَ وَلَمْ يَرِ بَلَلًا، فَلَا غُسْلَ عَلَيْهِ».

۶۱۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو اور اسے (جسم یا کپڑوں پر) گیلا پن (مادہ منویہ) نظر آئے اور اسے خواب یاد نہ ہو وہ غسل کرے اور اگر اسے محسوس ہو کہ اس نے خواب (میں غسل واجب کرنے والا عمل) دیکھا ہے اور (بیدار ہونے پر) گیلا پن نظر نہ آئے تو اس پر کوئی غسل نہیں۔“

🌞 فائدہ: یہ روایت سند اضعیف ہے تاہم یہ روایت اور بھی کئی طرق سے مروی ہے۔ یہ روایت ان طرق کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے۔ دیکھیے: (الموسوعة الحديثية: ۲۶۵/۳۳، ۲۶۶)، شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ دیکھیے: (مشکوٰۃ للالبانی، حدیث: ۴۳۱)، علاوہ ازیں صحیح مسلم کی روایت سے بھی اس میں بیان کردہ مسئلے کا اثبات ہوتا ہے وہ روایت یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور پوچھا کہ کیا احتلام ہونے کی صورت میں (جس طرح مرد غسل کرتا ہے) عورت پر بھی غسل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! جب وہ پانی دیکھے۔“ (صحیح مسلم، الحيض، حدیث: ۴۳۱)۔ اس سے واضح ہے کہ اس معاملے میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ خواب (حالت نیند) میں جس کو بھی احتلام ہو جائے اسے یاد ہو یا نہ یاد ہو لیکن اگر اس کے کپڑے گیلے ہوں تو اس پر غسل واجب ہے بشرطیکہ اس کے کپڑے اس طرح گیلے نہ ہوں جیسے پیشاب سے گیلے ہوتے ہیں کیونکہ اس صورت میں اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ اور اگر اسے خواب میں احتلام تو یاد ہو لیکن اس کی کوئی علامت (نمی) اس کے کپڑوں پر نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوگا۔

(المعجم ۱۱۳) - بَابُ مَا جَاءَ فِي

الِاسْتِتَارِ عِنْدَ الْغُسْلِ (التحفة ۱۱۳)

باب: ۱۱۳- نہاتے وقت پردے کا

اہتمام کرنا

۶۱۳- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ: حَدَّثَنَا أَبُو سَمَحٍ ﷺ سَے روایت ہے

۶۱۲- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في الرجل يجد البلة في منامه، ح: ۲۳۶، والترمذي، ح: ۱۱۳ من حديث حماد بن خالد به، وقال الترمذي: "عبد الله (العمري) ضعفه يحيى بن سعيد القطان من قبل حفظه في الحديث".

۶۱۳- [إسناده صحيح] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب، ح: ۳۷۶ عن العباس وغيره، ۴۴

انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپ جب غسل کرنا چاہتے تو فرماتے: ”مجھ سے رخ پھیر لو۔“ میں آپ کی طرف پیٹھ کر لیتا اور کپڑا پھیلا کر آپ کو پردہ کر دیتا۔

الْعَبْرِيُّ، وَأَبُو حَفْصٍ، عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلَّاسُ، وَمُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ: أَخْبَرَنِي مُجَلُّ بْنُ خَلِيفَةَ: حَدَّثَنِي أَبُو السَّمْحِ قَالَ: كُنْتُ أَخْلُدُ النَّبِيَّ ﷺ، فَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنْتَسِلَ، قَالَ: «وَلَّيْنِي» فَأَوَّلِيهِ قَفَايَ، وَأَنْشُرَ الثَّوْبَ فَأَسْتُرُهُ بِهِ.

☀️ فائدہ: کسی کے سامنے بے لباس ہونا جائز نہیں البتہ تنہائی میں یا پردے میں کسی ضرورت کے تحت لباس اتارنا جائز ہے۔

۶۱۴- حضرت عبداللہ بن نوفل سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے (صحابہ کرام سے) سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں نفل پڑھے ہیں؟ کوئی شخص مجھے (یہ مسئلہ) بتانے والا نہ ملا۔ آخر مجھے ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال (مکہ مکرمہ) تشریف لائے آپ نے حکم دیا تو آپ پر پردہ کیا گیا، چنانچہ آپ نے غسل کیا پھر آٹھ رکعت نفل ادا کیے۔

۶۱۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ: أَنَّ أَبَا اللَّيْثِ بْنَ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَبَّحَ فِي سَفَرٍ، فَلَمْ أَجِدْ أَحَدًا يُخْبِرُنِي، حَتَّى أَخْبَرَنِي أُمُّ هَانِيءٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ: أَنَّهُ قَدِمَ عَامَ الْفَتْحِ، فَأَمَرَ بِسِتْرِ فَسْتَرَ عَلَيْهِ، فَأَغْتَسَلَ، ثُمَّ سَبَّحَ ثَمَانِي رَكَعَاتٍ.

☀️ فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نہاتے وقت پردہ کر لینا چاہیے اگرچہ جسم پر مختصر لباس موجود بھی ہو۔ اس چیز کا اشارہ اس بات سے ملتا ہے کہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے بات چیت کی اور ابن ہبیرہ کو امان عطا فرمائی۔ (صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحیٰ.....، حدیث: ۳۳۶ قبل حدیث: ۴۲۰) جب کہ قضاے حاجت کے وقت ستر کھول کر باتیں کرنے پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے جیسے

کہ حدیث: ۳۴۲ میں بیان ہوا ہے اس لیے اس موقع پر غسل کرتے ہوئے نبی ﷺ نے یقیناً مختصر لباس پہنا ہوا ہوگا ورنہ نامی ہانی ﷺ سے کلام نہ فرماتے۔ ① فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں مسافر کی حیثیت سے ٹھہرے ہوئے تھے اس کے باوجود نماز ادا فرمائی جو نقلی نماز ہے البتہ آپ سفر میں سنن رواج (فرض نماز سے پہلے اور بعد میں) پڑھی جانے والی سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔

۶۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ بْنِ نَعْلَبَةَ الْجَمَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ أَبُو بَحْيٍ الْجَمَانِيُّ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِمَارَةَ، عَنْ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَغْتَسِلَنَّ أَحَدُكُمْ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ، وَلَا فَوْقَ سَطْحٍ لَا يَوَارِيهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ يَرَى، فَإِنَّهُ يُرَى».

۶۱۵- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص کھلے میدان میں غسل نہ کرے نہ ایسی چھت پر غسل کرے جس پر پردہ نہ ہو سکے۔ اگر وہ کسی کو نہیں دیکھتا تو اس پر تو نظر پڑتی ہے۔“

باب ۱۱۳- پیشاب پاخانے کی حاجت ہو تو نماز پڑھنا منع ہے

(المعجم ۱۱۴) - بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ لِلْحَاقِقِ أَنْ يُصَلِّيَ (الصحفة ۱۱۴)

۶۱۶- حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص قضاے حاجت کے لیے جانا چاہتا ہو اور نماز کھڑی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ پہلے حاجت سے فراغت حاصل کرے۔“

۶۱۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَرْقَمٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ الْعَائِطَ، وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلْيَبْدَأْ بِهِ».

فائدہ: اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر اسی کیفیت میں نماز شروع کرے گا تو توجہ نماز کی طرف نہیں ہو سکے گی اور اطمینان سے نماز ادا نہیں کر سکے گا اس لیے ضروری ہے کہ اس حاجت سے فارغ ہو کر نماز شروع کرے تاکہ توجہ اور

۶۱۵- [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف، أبو عبيدة، قيل: لم يسمع من أبيه عبد الله بن مسعود، والحسن بن عماره مجمع على ترك حديثه".

۶۱۶- [صحیح] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب أبي بصير الرجل وهو حاقن، ح: ۸۸ من حديث هشام به، وصححه الترمذي، وابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي وغيرهم.

الطہانان سے نماز پڑھ سکے۔

۶۱۷- حَدَّثَنَا يَشْرُبُ بْنُ أَدَمَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ ابْنِ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ السَّفَرِ بْنِ نُسَيْرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ حَاقِنٌ.

۶۱۷- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی پیشاب روکے ہوئے نماز پڑھے۔

۶۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ إِدْرِيسَ الْأَوْدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَقُومُ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَبِهِ أَدَى».

۶۱۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص اس حال میں نماز کے لیے کھڑا نہ ہو کہ اسے پیشاب یا پاخانہ کی حاجت ہو۔“

۶۱۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْجَمْعِيُّ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةٌ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ صَالِحٍ، [عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ] عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَدِّ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَا يَقُومُ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَهُوَ حَاقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ».

۶۱۹- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی مسلمان پیشاب یا پاخانہ کی حاجت ہوتے ہوئے (نماز کے لیے) کھڑا نہ ہو حتیٰ کہ ہلکا پھلکا ہو جائے (حاجت سے فارغ ہو جائے)۔“

(المعجم ۱۱۵) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ النَّبِيِّ قَدْ عَدَّتْ أَيَّامَ أَفْرَائِهَا قَبْلَ أَنْ يَسْتَمِرَّ بِهَا الدَّمُ (التحفة ۱۱۵)

باب: ۱۱۵- استحاضہ کی مریضہ عورت کو اگر یہ بیماری شروع ہونے سے پہلے کی ماہانہ عادت کے ایام معلوم ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

۶۱۷- [صحیح] أخرجه أحمد: ۵/ ۲۶۰ عن زيد بن الحباب به مطولاً، وقال البوصيري: "هذا إسناد فيه السفر وهو ضعيف"، وللحديث شواهد، منها الحديث الآتي، ح: ۶۱۹.

۶۱۸- [صحیح] أخرجه ابن أبي شيبة: ۲/ ۴۲۲ به، وقال البوصيري: "رجاله ثقات"، وله شواهد.

۶۱۹- [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب أيسلي الرجل وهو حاقن؟، ح: ۹۰، وحسنه الترمذي، ح: ۳۵۷، والبعثي.

۶۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنْبَأَنَا

الَلَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ،
عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ
الْمُعِيرَةِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ
أَبِي حُبَيْشٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
فَشَكَتْ إِلَيْهِ الدَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:
«إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ، فَاَنْطُرِي إِذَا أَتَى قَرُوكِ فَلَا
تُصَلِّي، فَإِذَا مَرَّ الْقَرْءُ فَتَطَهَّرِي، ثُمَّ صَلِّي مَا
بَيْنَ الْقَرْءِ إِلَى الْقَرْءِ».

استحاضے سے متعلق احکام ومسائل

۶۲۰- حضرت فاطمہ بنت ابوحبیش رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو
کر خون (جاری رہنے) کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا: ”یہ تو ایک رگ ہے تم خیال رکھا کرو جب
تمہارا حیض شروع ہو جائے تو نماز نہ پڑھو۔ جب حیض
ختم ہو جائے تو غسل کر لو، پھر حیض (کے ختم ہونے)
سے حیض (کے شروع ہونے) تک نماز ادا کرو۔“

🌞 فائدہ: یہ روایت ہمارے محقق کے نزدیک سنداً ضعیف ہے جبکہ متناً و معناً درست ہے جیسا کہ اگلی روایت میں بھی
مسکریان بیان ہوا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے دوسرے محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔



۶۲۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ:

حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ
ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ. قَالَ:
حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ
أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ
بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ،
فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ
أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ، أَفَأَدْعُ الصَّلَاةَ؟
قَالَ: «لَا، إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ، وَلَيْسَ
بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي
الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ

۶۲۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں
نے فرمایا: حضرت فاطمہ بنت ابوحبیش رضی اللہ عنہا کے
رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا: ”اے اللہ
کے رسول! مجھے استحاضہ کی شکایت ہے میں تو پاک ہی
نہیں ہوتی۔ تو کیا میں نماز کو (بالکل) چھوڑ دوں؟
آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں! یہ تو ایک رگ ہے یہ حیض
نہیں۔ جب حیض آئے تو نماز پڑھنا چھوڑ دے جب ختم
ہو جائے تو اپنے جسم سے خون کو دھو ڈال اور (غسل کر
کے) نماز ادا کر۔“ یہ حدیث وکیع کی ہے۔

۶۲۰- [سننہ ضعیف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في المرأة تستحاض... الخ، ح: ۲۸۰ من حديث الليث
به * المنذر لم يوثقه غير ابن حبان، وقال الذهبي: "لا يعرف".

۶۲۱- أخرجه مسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، ح: ۳۳۳ من حديث وكيع وحماد بن زيد به.

🌞 فوائد ومسائل: ① حیض اور استخاضہ میں یہ فرق ہے کہ حیض صحت کی حالت میں مہینے میں چند دن کے لیے آتا ہے جب کہ استخاضہ بیماری کا خون ہے جو حیض کے ایام کے علاوہ آتا ہے۔ اس کے علاوہ حیض کا خون شروع کے ایام میں سیاہی مائل ہوتا ہے اور آخری ایام میں زردی مائل ہو جاتا ہے جبکہ استخاضہ کا رنگ سرخ ہی رہتا ہے تبدیل نہیں ہوتا۔ رنگ کے فرق کی وجہ سے عورتیں ان میں تمیز کر لیتی ہیں۔ ② رگ سے مراد یہ ہے کہ یہ ایک بیماری ہے۔ حسب معمول آنے والا خون نہیں، اس لیے اس پر وہ احکام لاگو نہیں ہوتے جو عادت کے ایام پر ہوتے ہیں۔ ③ استخاضہ کی مریض عورت کو بھی صحت مند عورت کی طرح حیض ختم ہونے پر غسل کرنا چاہیے، اس کے بعد صحت مند عورت کی طرح نماز روزہ ادا کرنا چاہیے۔ اسے مسجد میں جانا قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور خاوند کا اس سے مباشرت کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اس پر حیض کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔

۶۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ - إِمْلَاءَ عَلِيٍّ مِنْ كِتَابِهِ ، وَكَانَ السَّائِلُ غَيْرِي - : أَنْبَأَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ طَلْحَةَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ طَلْحَةَ ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ : كُنْتُ أَسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً طَوِيلَةً ، قَالَتْ : فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَسْتَفْتِيهِ وَأُخْبِرُهُ ، قَالَتْ فَوَجَدْتُهُ عِنْدَ أُخْتِي زَيْنَبَ ، قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً ، قَالَ : «وَمَا هِيَ ؟ أُنِي هَتَانَا» قُلْتُ : إِنِّي أَسْتَحَاضُ حَيْضَةً طَوِيلَةً كَثِيرَةً ، وَقَدْ مَنَعْتَنِي الصَّلَاةَ وَالصَّوْمَ ، فَمَا تَأْمُرُنِي فِيهَا ؟ قَالَ : «أَنْعَتُ لَكَ الْكُرْسُفَ ، فَإِنَّهُ يُذْهِبُ

۶۲۲- حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: مجھے طویل عرصے تک بکثرت استخاضہ آتا رہا تھا۔ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ آپ کو (اپنی کیفیت) بتا کر مسئلہ معلوم کروں۔ مجھے اپنی بہن زینب رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اللہ ﷺ مل گئے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اے خاتون! کیا کام ہے؟“ میں نے کہا: مجھے طویل عرصے تک بکثرت استخاضہ آتا رہتا ہے جس کی وجہ سے میں نماز روزہ ادا نہیں کر سکتی تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تیرے لیے روٹی تجویز کرتا ہوں کیونکہ وہ خون کو جذب کر لیتی ہے۔“ میں نے کہا: وہ تو اس سے زیادہ ہے..... اس کے بعد راوی نے پوری حدیث شریک کی حدیث کی مثل بیان کی۔

الدَّم». قُلْتُ: هُوَ أَكْثَرُ، فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ شَرِيكَ.

🌞 فائدہ: روئی تجویز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھے یہ مشورہ دیتا ہوں کہ خون کی جگہ روئی رکھ کر اوپر سے کپڑا باندھ لے تاکہ خون اسی روئی میں جذب ہوتا رہے اور دوسرے کپڑے بار بار خراب نہ ہوں اور تو اطمینان سے نماز وغیرہ ادا کر لے۔ یہ حدیث اور آگے آنے والی حدیث ۶۲۵ معنا صحیح ہیں کیونکہ دونوں صحیح روایات کے ہم معنی ہیں۔

۶۲۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ امْرَأَةً النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: إِنِّي اسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ، أَفَادْعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا، وَلَكِنْ دَعِي قَدْرَ الْأَيَّامِ وَاللَّيَالِي الَّتِي كُنْتَ تَحِيضِينَ». قَالَ أَبُو بَكْرٍ فِي حَدِيثِهِ: «وَقَدَرَهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ، ثُمَّ اغْتَسَلِي وَاسْتَذْفِرِي بِثَوْبٍ، وَصَلِّي».

۶۲۳- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا: ایک عورت نے نبی ﷺ سے سوال کیا، اس نے کہا: مجھے استحاضہ آتا ہے تو میں پاک ہی نہیں ہوتی۔ تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، جتنے دن رات تجھے (بیاری شروع ہونے سے پہلے ہر ماہ) حیض آیا کرتا تھا اتنے عرصہ تک (نماز) چھوڑ دیا کر۔“ ابوبکر (بن ابوشیبہ) کی ایک روایت میں یوں ہے: ”اس مقدار کے مطابق مہینے میں سے، اس کے بعد غسل کر لے اور لنگوٹ باندھ لے پھر نماز پڑھ لے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ حکم اس صورت میں ہے جب عادت کی مقدار معلوم ہو۔ ② استحاضہ کی طرح اگر کسی کو اور کوئی ایسی بیماری ہے جس میں اس کا وضو برقرار نہیں رہتا، مثلاً: ہوا کا بار بار خارج ہونا یا پیشاب کے قطرہوں کا آنا تو ایسا شخص شرعاً معذور ہے۔ وہ نماز نہ چھوڑے بلکہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے اور اس وضو سے ایک نماز سے متعلقہ فرائض سنن اور نوافل ادا کرے۔ ③ یہ روایت بھی صحیح روایات کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے صحیح ہے۔

۶۲۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَأَبُو بَكْرٍ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ

۶۲۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا: حضرت فاطمہ بنت ابوحبیشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی

۶۲۳- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في المرأة تستحاض . . . الخ، ح: ۲۷۶ من حديث عبيد الله به، إلا أنه قال: عن سليمان عن رجل من الأنصار * والرجل مجهول، والله أعلم.

۶۲۴- [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب من قال تغتسل من طهر إلى طهر، ح: ۲۹۸، وضعفه يحيى القطان وابن معين * الأعمش تقدم، ح: ۱۷۸، وحبيب، ح: ۳۸۳، عننا.

خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے استحاضہ کی شکایت ہے اس لیے میں پاک نہیں ہوتی۔ تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں وہ تو (بیماری کی) ایک رگ ہے۔ یہ حیض (کا خون) نہیں۔ حیض کے ایام میں نماز سے اجتناب کر اس کے بعد غسل کر لے اور ہر نماز کے لیے وضو کر لیا کر اگرچہ چٹائی پر خون پگھلا رہے۔“

الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ، أَفَادْعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا، إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ، وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، اجْتَنِبِي الصَّلَاةَ أَيَّامَ مَحِيضِكَ، ثُمَّ اغْتَسِلِي وَتَوَضَّعِي لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَإِنْ قَطَرَ الدَّمُ عَلَى الْحَصِيرِ».

🌞 فائدہ: استحاضہ کی مریضہ عورت غسل کر کے دو نمازوں کو ملا کر پڑھے تو افضل ہے۔ اگر وہ الگ الگ نماز کے لیے صرف وضو پر اکتفا کرے تو بھی درست ہے۔ یہ روایت بھی معنا صحیح ہے تاہم بعض کے نزدیک اس میں آخری الفاظ ”اگرچہ چٹائی پر خون پگھلا رہے“ صحیح نہیں ہیں۔

۶۲۵- حضرت عدی بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ عدی کے نانا حضرت عبداللہ بن یزید عطسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”استحاضہ والی عورت حیض کے ایام میں نماز چھوڑ دے پھر غسل کر لے اور ہر نماز کے لیے وضو کرے اور روزے بھی رکھے نماز بھی پڑھے۔“

۶۲۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمُسْتَحَاضَةُ تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَوَضَّعُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَتَصُومُ وَتُصَلِّي».

🌞 فائدہ: یہ روایت سند اضعیف ہے البتہ دیگر شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الارواء: حدیث: ۲۰۷)

باب: ۱۱۶- اگر استحاضہ کی مریضہ کو خون کی پہچان نہ ہو، اور اسے حیض کے ایام کا پتہ نہ چلے تو؟

(المعجم ۱۱۶) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ إِذَا اخْتَلَطَ عَلَيْهَا الدَّمُ فَلَمْ يَقِفْ عَلَى أَيَّامِ حَيْضِهَا (التحفة ۱۱۶)

۶۲۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الرُّبَيْعِ، وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: اسْتُحِضْتُ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ، وَهِيَ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، سَنَعِ سِينِينَ، فَشَكَتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ هَذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، وَإِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَاعْتَسِلِي وَصَلِّي».

۶۲۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا: حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں سات سال استحاضہ کی بیماری میں مبتلا رہیں۔ (آخر کار) انھوں نے نبی ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ حیض نہیں یہ تو (بیماری کی) ایک رگ ہے۔ جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھ۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: چنانچہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کیا کرتی تھیں۔ وہ اپنی بہن (ام المومنین) زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے رب میں (پانی ڈال کر غسل کے لیے) بیٹھ جاتیں حتیٰ کہ خون کی سرخی پانی پر آ جاتی۔

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، ثُمَّ تَصَلِّي، وَكَانَتْ تَقْعُدُ فِي مِرْكَنٍ لِأُخْتِهَا زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، حَتَّىٰ إِنَّ حُمْرَةَ الدِّمِّ لَتَعْلُو الْمَاءَ.

🌞 فوائد و مسائل: ① ”جب حیض آئے“ یعنی جب وہ دن آئیں جن میں اسے بیماری سے پہلے حیض آیا کرتا تھا تو اب بھی انہی دنوں کو حیض کے ایام شمار کر لے یا رنگ کی تبدیلی اور خون کی کثرت وغیرہ سے اندازہ ہو کہ حیض شروع ہو گیا ہے تو نماز روزہ چھوڑ دے۔ جب محسوس ہو کہ اب صرف بیماری کا خون جاری ہے تو ایام حیض سے فراغت پر غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔ ② حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ہر نماز کے لیے غسل کرنا ان کا اجتہاد تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے صرف ایک بار غسل کرنا معلوم ہوتا ہے جو حیض ختم ہونے پر ہر عورت پر فرض ہوتا ہے۔ دوسری احادیث میں روزانہ تین بار یا روزانہ ایک بار غسل کرنے کا جو حکم ہے وہ افضلیت کے لیے ہے۔

باب: ۱۱۷- جس کنواری عورت کو شروع ہی سے استحاضہ آتا ہو یا اسے حیض کے ایام یاد نہ رہے ہوں

(المعجم ۱۱۷) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكِبَرِ إِذَا ابْتَدَأَتْ مُسْتَحَاضَةً أَوْ كَانَ لَهَا أَيَّامُ حَيْضٍ فَتَسِيئُهَا (النحفة ۱۱۷)

۶۲۶- أخرجه البخاري، الحيض، باب عرق الاستحاضة، ح: ۳۲۷، ومسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، ح: ۳۳۴ من حديث الزهري به.

۶۲۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنَّكَأَنَا شَرِيكَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَمِّهِ عِمْرَانَ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّهِ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّهَا اسْتَحِضَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَنْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي اسْتَحِضْتُ حَيْضَةً مُتَكَرِّرَةً شَدِيدَةً، قَالَ لَهَا: «اِحْتَسِي كُرْسُفًا» قَالَتْ لَهُ: إِنَّهُ أَشَدُّ مِنْ ذَلِكَ، إِنِّي أَنْجُ نَجًّا. قَالَ: «تَلَجَمِي وَتَحِضِّي فِي كُلِّ شَهْرٍ فِي عِلْمِ اللَّهِ سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ، ثُمَّ اغْتَسِلِي غُسْلًا، فَصَلِّيْ وَصُومِي ثَلَاثَةَ وَعِشْرِينَ، أَوْ أَرْبَعَةَ وَعِشْرِينَ، وَأَخْرِي الظُّهْرَ وَقَدَمِي الْعَصْرَ، وَاغْتَسِلِي لَهْمَا غُسْلًا، وَأَخْرِي الْمَغْرِبَ وَغَجَلِي الْعِشَاءَ، وَاغْتَسِلِي لَهْمَا غُسْلًا، وَهَذَا أَحَبُّ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ.

۶۲۷- حضرت حمزہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انھیں استحاضے کی بیماری تھی۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے بہت بری طرح شدید استحاضہ آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”روئی رکھ لیا کرو۔“ انھوں نے کہا: وہ تو اس سے زیادہ شدید ہے۔ وہ تو بہت ہی چلا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لنگوٹ باندھ لیا کرو اور اللہ کے علم پر اعتماد کر کے ہر مہینے چھ سات دن حیض شمار کرلو۔ پھر غسل کر لو اور تین چوبیس دن نماز روزہ ادا کرو۔ ظہر کو دیر سے اور عصر کو جلدی پڑھ لو اور ان دونوں (نمازوں) کے لیے ایک بار غسل کر لیا کرو۔ (اسی طرح) مغرب کی نماز دیر سے اور عشاء کی نماز جلدی پڑھ لیا کرو اور ان دونوں کے لیے ایک بار غسل کرو اور یہ طریقہ مجھے زیادہ پسند ہے۔“

🌞 فائدہ ومسائل: ① اللہ کے علم پر اعتماد کرنے سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے انداز سے حیض اور ظہر کے ایام شمار کرو۔ اگر اس میں کچھ کمی بیشی ہوگی تو اللہ معاف کرنے والا ہے۔ اسے یہ بھی علم ہے کہ حیض کے اصل ایام کون سے ہیں اور وہ تمہارے عذر سے بھی باخبر ہے۔ ② ارشاد نبوی ”یہ طریقہ مجھے زیادہ پسند ہے۔“ ظاہر کرتا ہے کہ روزانہ تین بار غسل کرنا فرض نہیں لیکن اس میں طہارت اور صفائی کا بہت زیادہ اہتمام ہے اس لیے نبی ﷺ نے پسند فرمایا۔ ③ اس حدیث میں ظہر اور عصر کے لیے ایک غسل اور مغرب و عشاء کے لیے ایک غسل کا ذکر ہے۔ دوسری روایات میں فجر کے لیے بھی ایک غسل کا ذکر ہے۔ (جامع الترمذی، الطہارۃ، باب ما جاء فی المستحاضۃ أنها تجمع بین الصلاتین بغسل واحد، حدیث: ۱۱۸) ④ یہ روایت بعض حضرات کے نزدیک حسن ہے اور اس میں یا اس

۱- أبواب الطهارة وسننها

حیض سے متعلق احکام و مسائل

جیسی دیگر روایات میں ہر دو نماز کے لیے ایک غسل اور فجر کے لیے ایک غسل (تین غسلوں) کا حکم استحباب پر محمول ہے ورنہ استخاضہ والی عورت کے لیے ایک ہی غسل کافی ہے یعنی اس وقت جب وہ حیض سے پاک ہو۔

(المعجم ۱۱۸) - **بَابُ: فِي مَا جَاءَ فِي دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ** (التحفة ۱۱۸)

باب: ۱۱۸- اگر کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے

۶۲۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ هُرْمَزٍ أَبِي الْمُقْدَامِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مَخْصَنٍ قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ، قَالَ: اغْسِلِيهِ بِالْمَاءِ وَالسَّدْرِ، وَحُكِّيهِ وَلَوْ بَضَلْعٍ.

۶۲۸- حضرت ام قیس بنت مخصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے کپڑے کو حیض کا خون لگ جانے کا مسئلہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے پیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ دھو ڈالو اور اسے کھرچ دو، خواہ لکڑی سے کھرچو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ حیض کا خون نجس ہے جسے دھونا ضروری ہے۔ ② پانی میں پیری کے پتے ڈال کر ابالا جائے تو اس پانی کے ساتھ صفائی بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔ میت کو غسل دینے کے لیے بھی اسی طریقے سے پانی تیار کیا جاتا ہے۔ ③ بعض اوقات صرف پانی ڈالنے سے خون نہیں اترتا اس صورت میں کپڑے کو گڑگڑا اچھی طرح صاف کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے بعد اگر معمولی نشان رہ جائے تو معاف ہے۔ ④ ”ضلع“ پہلی کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد پہلی جیسی لمبی اور پتلی لکڑی ہے۔

۶۲۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُثَنَّرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصَّدِيقِ، قَالَتْ:

۶۲۹- حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے کپڑے کو لگ جانے والے حیض کے خون کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”انگلیوں سے مل کر دھو لے اور

۶۲۸- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب المرأة تغسل ثوبها الذي تلبسه في حيضها، ح: ۳۶۳ من

حديث يحيى به، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان.

۶۲۹- أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل الدم، ح: ۳۰۷، ۲۲۷، ومسلم، الطهارة، باب نجاسة الدم وكيفية غسله، ح: ۲۹۱ من حديث هشام به.

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يَكُونُ فِي الثَّوْبِ. قَالَ: «أَقْرِصِيهِ وَاغْسِلِيهِ وَصَلِّي فِيهِ».

۶۳۰- حَدَّثَنَا حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: إِنْ كَانَتْ إِحْدَانَا لَتَحِيضُ ثُمَّ تَقْرُصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طَهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضِجُ عَلَى سَائِرِهِ، ثُمَّ تَصَلِّي فِيهِ.

۶۳۰- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم میں سے کسی کو حیض آتا تھا تو پاک ہونے پر وہ انگلیوں سے مل کر کپڑے سے خون اتار دیتی تھی پھر (وہاں سے) کپڑا دھو لیتی اور باقی کپڑے پر چھینٹے مار لیتی اور اسے پہن کر نماز پڑھ لیتی تھی۔

🌞 فائدہ: جس کپڑے میں ایام آئے ہوں اگر خون نہ لگا ہو تو وہ پاک ہے اگر خون لگ جائے تو دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور پاک کپڑا پہن کر نماز درست ہے شک نہیں کرنا چاہیے تاہم اگر ایام مخصوصہ کے لیے الگ لباس مخصوص کر لے تو جائز ہے۔ (صحیح البخاری، الحيض، باب من اتخذ ثياب الحيض سوى ثياب الطهر، حديث: ۳۲۳)

(المعجم ۱۱۹) - بَابُ الْحَائِضِ لَا تَقْضِي الصَّلَاةَ (التحفة ۱۱۹)

باب: ۱۱۹- عورت حیض کے دنوں میں چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا نہ دے

۶۳۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْهَا: أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ؟ قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: أَعْرُوبِيَّةُ أَنْتِ؟ قَدْ كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ

۶۳۱- حضرت معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت نے سوال کیا: کیا حیض والی عورت نماز کی قضا دے گی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا: کیا تو حروری (خارجی) ہے؟ ہمیں نبی ﷺ کی موجودگی میں حیض آتا تھا پھر ہم پاک ہو جاتی تھیں تو آپ ﷺ نے ہمیں (کبھی) نماز کی قضا دینے کا

۶۳۰- أخرجه البخاري، الحيض، باب غسل دم الحيض، ح: ۳۰۸ من حديث ابن وهب به.

۶۳۱- أخرجه البخاري، الحيض، باب لا تقضي الحائض الصلاة، ح: ۳۲۱ من حديث قتادة، ومسلم، الحيض،

باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، ح: ۳۳۵ من حديث معاذة به.

ثُمَّ نَطْهَرُ، وَلَمْ يَأْمُرْنَا بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ. حکم نہیں فرمایا۔

سُؤَالٌ وَمَسْأَلَةٌ ① عورت حیض کی حالت میں نماز نہیں پڑھ سکتی۔ (صحیح البخاری) 'الحیض' باب ترک الحائض الصوم، حدیث: (۳۰۴)۔ اس مسئلہ پر بعض خوارج کے سوا تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس خاتون کے سوال پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے سوال تو خارجی کرتے ہیں۔ ② یہ اللہ کا عورتوں پر احسان ہے کہ اس نے ان ایام کی چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیا ورنہ ہر مہینے آٹھ دس دن کی مسلسل قضا نمازیں ادا کرنا بہت مشکل ہوتا۔ اس کے برعکس روزے سال میں ایک ہی دفعہ آتے ہیں لہذا چھوٹے ہوئے آٹھ دس روزے سال کے گیارہ مہینوں میں کسی وقت رکھ لینا مشکل نہیں۔ ③ عبادات میں یہ اصول ہے کہ کوئی عمل اس وقت تک واجب نہیں ہوتا جب تک اس کا حکم نہ دیا جائے۔ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان نمازوں کی قضا واجب ہوتی تو نبی ﷺ ضرور حکم فرماتے۔ اس کے برعکس معاملات میں جواز اور اباحت اصل ہے۔ جب تک کسی کام کی ممانعت کی دلیل نہ ہو وہ جائز ہی سمجھا جائے گا۔ اس اصول کو ”براءت اصلیہ“ کہتے ہیں۔

(المعجم ۱۲۰) - بَابُ الْحَائِضِ تَتَنَاولُ الشَّيْءَ مِنَ الْمَسْجِدِ (التحفة ۱۲۰)

باب: ۱۲۰- حائضہ (ہاتھ بڑھا کر) مسجد سے کوئی چیز لے سکتی ہے

۶۳۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۶۳۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”مجھے مسجد میں سے مصلیٰ (جائے نماز) اٹھا دو۔“ میں نے عرض کیا: میں حیض سے ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔“

۶۳۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ الْبُهَيْ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «نَاوِلْنِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ». فَقُلْتُ: إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ: «لَيْسَتْ حَيْضُكَ فِي يَدِكَ».

سُؤَالٌ وَمَسْأَلَةٌ ① حیض و نفاس کی حالت میں عورت کے لیے مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔ ② مسجد سے باہر کھڑے ہو کر مسجد سے ضرورت کی کوئی چیز اٹھا لینا یا مسجد میں کوئی چیز رکھ دینا، مسجد میں داخل ہونے کے حکم میں نہیں بلکہ یہ جائز ہے۔

۶۳۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْنِي رَأْسَهُ إِلَيَّ وَأَنَا حَائِضٌ، وَهُوَ مُجَاوِرٌ، - تَغْنِي: مُعْتَكِفًا، - فَأَغْسِلُهُ وَأَرْجُلُهُ.

۶۳۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ مسجد میں اعکاف بیٹھے ہوئے تھے اور میں حیض سے ہوتی تھی تو آپ اپنا سر مبارک میرے قریب کر دیتے چنانچہ میں سر دھو دیتی اور کنگھی کر دیتی تھی۔

🌞 فوائد ومسائل: ① محکم آدمی کسی معقول عذر کے بغیر مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ② مسجد سے سر باہر نکالنا مسجد سے نکلنے کے حکم میں نہیں، جس طرح مسجد میں ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز لینا دینا مسجد میں داخل ہونے کے حکم میں نہیں۔ ③ جب عورت ایام حیض میں ہو تو اس سے مباشرت کے سوا دوسری کوئی بھی خدمت لینا جائز ہے۔ ④ اعکاف کی حالت میں سر دھونا اور نہانا جائز ہے۔

۶۳۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا سَفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ، عَنْ أُمِّهِ، [عَنْ] عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَضَعُ رَأْسَهُ فِي جُجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ.

۶۳۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ میری گود میں سر رکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کر لیتے تھے جب کہ میں حیض سے ہوتی تھی۔

🌞 فوائد ومسائل: ① اس سے بھی ثابت ہوا کہ حائضہ کا جسم پاک ہے، سوائے اس مقام کے، جس کا تعلق خون سے ہے۔ ② زبانی قرآن مجید پڑھنے کا حکم صحیفہ کو ہاتھ لگانے سے مختلف ہے۔

(المعجم ۱۲۱) - بَابُ مَا لِلرَّجُلِ مِنَ
امْرَأَتِهِ إِذَا كَانَتْ حَائِضًا (التحفة ۱۲۱)

باب: ۱۲۱- مرد اپنی حائضہ بیوی سے کس قدر قریب ہو سکتا ہے؟

۶۳۳- أخرجه البخاري، الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله، ح: ۲۹۵ من حديث هشام به، وسباني، ۱۷۷۸، وعن ابن جريج، ح: ۲۹۶، ومسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض... الخ، ح: ۲۹۹ عن زهير بن معاوية، كلاهما عن هشام به.

۶۳۴- أخرجه البخاري، الحيض، باب قراءة الرجل في حجر امرأته وهي حائض، ح: ۲۹۷، وح: ۷۵۴۹، ومسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها... الخ، ح: ۳۰۱ من حديث منصور به.

۶۳۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ :

حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، [عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ؛

ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

إِسْحَاقَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي

شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ

الشَّيْبَانِيِّ، جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:

كَانَتْ إِحْدَانَا، إِذَا كَانَتْ حَائِضًا، أَمَرَهَا

النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَأْتِرَ فِي فَوْرٍ حَيْضَتِهَا، ثُمَّ

يُنَاشِرُهَا، وَأَنْتُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمْلِكُ إِرْبَهُ؟



۶۳۵- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم (امہات المؤمنین) میں سے کوئی جب خاص ایام میں ہوتی تو خون کی شدت و کثرت کے ایام میں بھی نبی ﷺ اسے ازار باندھنے کو کہتے پھر اس سے مباشرت فرماتے (جسم کے ساتھ جسم ملا کر لیت جاتے) (لیکن) تم میں سے کسی کو اپنی خواہش پر اتنا قابو ہے جتنا قابو رسول اللہ ﷺ کو اپنی خواہش پر حاصل تھا؟

🌞 فوائد و مسائل: ① حیض کے ایام میں عورت سے جنسی عمل حرام ہے۔ ② ہم بستر کی علاوہ عورت سے قریب ہونا اس کے ساتھ لیٹنا معاف کرنا پیار کرنا سب کچھ جائز ہے۔ ③ ان ایام میں اس جائز قربت سے بھی پرہیز کرنا بہتر ہے ایسا نہ ہو کہ مرد اپنی خواہش پر قابو نہ رکھ سکے اور مباشرت کر بیٹھے۔ ④ جس شخص کے جذبات میں اس قدر شدت باقی نہ رہی ہو جتنی عام طور پر جوانی میں ہوتی ہے اس کے لیے مباشرت کے سوا دوسرے مبادیات کا ارتکاب جائز ہے تاہم احتیاط بہتر ہے۔ ⑤ رسول اللہ ﷺ کا ضبط نفس انتہائی کمال کی مثال ہے کہ باوجود انتہائی طاقت کے اپنی ذات پر زبردست کنٹرول رکھتے تھے۔ ⑥ مباشرت کے معنی ہم بستر کی (صحبت کرنے) کے بھی ہیں اور بیوی کے ساتھ صرف بوس و کنار کرنے کے بھی یہاں یہ لفظ اسی دوسرے معنی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

۶۳۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ :

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ،

۶۳۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم (امہات المؤمنین) میں سے کوئی جب ایام

۶۳۵- أخرجه البخاري، الحيض، باب مباشرة الحائض، ح: ۳۰۲، ومسلم، الحيض، باب مباشرة الحائض فوق الإزار، ح: ۲۹۳ من حديث علي بن مسهر به.

۶۳۶- أخرجه البخاري، الحيض، باب مباشرة الحائض، ح: ۳۰۰، ۲۰۳، ۲۰۳۱، ومسلم، الحيض، باب مباشرة الحائض فوق الإزار، ح: ۲۹۳ من حديث منصور به.

عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا، إِذَا حَاضَتْ، أَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَأْتِرَ بِإِزَارٍ، ثُمَّ يَبْأُشِرُهَا.

ہے ہوتی تو نبی ﷺ اسے تہ بند باندھ لینے کا حکم دیتے پھر اس سے مباشرت (بوس و کنار) فرماتے۔

۶۳۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي لِحَافِهِ، فَوَجَدْتُ مَا تَجِدُ النِّسَاءُ مِنَ الْخِضَةِ، فَانْسَلْتُ مِنَ اللَّحَافِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَلْفِئْتِ؟» قُلْتُ: وَجَدْتُ مَا تَجِدُ النِّسَاءُ مِنَ الْخِضَةِ، قَالَ: «ذَلِكَ مَا كَتَبَ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ»، قَالَتْ: فَانْسَلْتُ، فَأَصْلَحْتُ مِنْ شَأْنِي، ثُمَّ رَجَعْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «تَعَاَنِي فَادْخُلِي مَعِيَ فِي اللَّحَافِ». قَالَتْ: فَدَخَلْتُ مَعَهُ.

۶۳۷- ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے لحاف میں (لیٹی ہوئی) تھی مجھے حیض شروع ہونے کا احساس ہوا جس طرح عورتوں کو ہوتا ہے میں آہستگی کے ساتھ لحاف سے نکل گئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمھیں خون آگیا ہے؟“ میں نے کہا: مجھے حیض کی وہ کیفیت محسوس ہوئی ہے جو عورتوں کو ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”یہ چیز تو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے۔“ ام المومنین نے فرمایا: میں خاموشی سے اٹھ گئی اور اپنی حالت کو درست کیا۔ پھر واپس آئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”لحاف میں میرے پاس آ جاؤ۔“ انہوں نے کہا چنانچہ میں نے بھی آپ کے ساتھ لحاف لے لیا۔

🌞 فائدہ: حالت درست کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کپڑوں کو آلودہ ہونے سے بچانے کیلئے معمول کے مطابق ہندوبست کر لیا۔

۶۳۸- حَدَّثَنَا الْخَلِيلُ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سُؤَيْدِ بْنِ نُسَيْبٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُذَيْفٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ

۶۳۸- حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ (اور اپنی ہمسر) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: آپ کا ایام حیض میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کس طرح ہوتا تھا؟

۶۳۷- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ۶/ ۲۹۴ من حديث محمد بن عمرو به، وقال البوصيري: "لهذا إسناد صحيح، رجاله ثقات".

۶۳۸- [صحيح] أخرجه أحمد: ۶/ ۳۲۵ عن محمد بن سلمة به * ابن إسحاق تابعه ليث بن سعد، انظر، ح: ۵۴۰.

انہوں نے فرمایا: جب ہم (ازواجِ مطہرات) میں سے کسی کو حیض شروع ہوتا تو وہ نصف راتوں تک چادر لپیٹ لیتی، پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لیٹ جاتی۔

ابنِ اَبی سَفِيَّانَ، عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ، سَأَلْتُهَا: كَيْفَ كُنْتَ تَصْنَعِينَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْحَيْضَةِ؟ قَالَتْ: كَانَتْ اِحْدَانًا، فِي فَوْرِهَا اَوَّلَ مَا تَحِيضُ، تَشُدُّ عَلَيْهَا اِزَارًا اِلَى اَنْصَافٍ فَخِذِيْهَا، ثُمَّ تَضْطَجِعُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

باب: ۱۲۲- حائضہ سے مباشرت کی

(المعجم ۱۲۲) - بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِتْيَانِ

ممانعت کا بیان

الْحَائِضِ (التحفة ۱۲۲)

۶۳۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حیض والی عورت سے مباشرت (صحبت) کی یا عورت کی دہریں مباشرت (صحبت) کی یا کسی کا ہن کے پاس گیا (اور اس سے غیبی معاملات کے بارے میں کچھ پوچھا) اور اس کی کہی ہوئی بات کو بچ مان لیا تو اس نے محمد (ﷺ) پر نازل کی جانے والی چیز کے ساتھ کفر کیا۔“

۶۳۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَكِيمِ الْأَثَرَمِ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهَجِيمِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ أَتَى حَائِضًا، أَوْ امْرَأَةً فِي ذُبُرِهَا، أَوْ كَاهِنًا، فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ».



🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں جن کاموں سے منع کیا گیا ہے وہ سب حرام ہیں۔ ② ان اعمال کے مرتکب

افراد کو شریعت اسلامی کے ساتھ کفر کرنے والے قرار دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کافروں کے کام ہیں! مسلمان کو ایسے کاموں سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔ ③ اللہ نے عورت سے مباشرت کا ایک فطری طریقہ مقرر کیا ہے جس کے نتیجے میں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ پانخانے (دبر) کا راستہ اس مقصد کے لیے نہیں بنایا گیا ہے یہ غیر فطری طریقہ ہے جس میں حضرت لوط علیہ السلام کی بدکردار قوم سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ ④ بعض لوگوں نے عورت سے خلاف فطرت فعل کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لیے اس آیت سے استدلال کیا ہے: ﴿وَبَسَّاسًا وَنُحْمًا حَرَّتْ لَّكُمْ فَاَتُوا حَرَائِمَكُمْ اُنْثٰی سِنْتُمْ﴾ (البقرة: ۲۲۳/۲) ”تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتی (کی طرح) ہیں تو اپنی کھیتی میں آؤ جیسے چاہو۔“ ان کا یہ استدلال درست نہیں کیونکہ (۱) عورت کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کھیت وہی

ہوتا ہے جہاں بیچ والا جائے تو اُگے پاخانے کا راستہ اس قابل نہیں۔ پیدائش کا تعلق اگلے راستے ہی سے ہے۔ (ب) ایام حیض میں آگے کے راستے سے بھی پرہیز کا حکم دیا گیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ نجاست ہے۔ دوسرا راستہ تو صرف نجاست ہی کے لیے ہے وہ کیسے حلال ہو سکتا ہے۔ (ج) اگر کوئی شخص پچھلے کا ترجمہ ”جہاں سے چاہو“ کیا جائے تو بھی اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پیچھے کے رخ سے ہو کر آگے کے مقام میں دخول کرے تو جائز ہے جس طرح براہ راست آگے کے رخ سے آکر دخول جائز ہے جیسے کہ حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، النکاح، باب جواز جماعہ امرأۃ فی قبلہا من قدامہا و من ورائہا) من غیر تعرض للبدن، حدیث: (۱۳۳۵) ⑤ ”کاہن“ اس شخص کو کہتے ہیں جو غیب کی باتیں جانے کا دعویٰ رکھتا ہے یا مستقبل کے بارے میں بتاتا ہے۔ ہمارے ہاں جو نجوم، رمل، جفر کے نام سے قسمت بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ سب اس وعید میں شامل ہیں۔ ان کی بتائی ہوئی کوئی بات سچ ثابت ہو جائے تو بھی ان لوگوں پر اعتقاد نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کے پاس جا کر کچھ پوچھنا ہی گناہ ہے اگرچہ ان کی بتائی ہوئی بات پر یقین نہ کرے۔ ارشاد نبوی ہے: ”جو کسی کا ہن کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات پوچھی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔“ (صحیح مسلم، السلام، باب تحریم الکھانۃ وایتان الکھان، حدیث: ۲۲۳۰)

(المعجم ۱۲۳) - بَابُ: فِي كَفَّارَةِ مَنْ
أَتَى حَائِضًا (التحفة ۱۲۳)

باب ۱۲۳- حیض کی حالت میں
مقاربت کا کفارہ

۶۴۰- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایام حیض میں عورت سے مباشرت کرنے والے کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: ”وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے۔“

۶۴۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فِي الَّذِي يَأْتِي امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ: «يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ أَوْ بِنِصْفِ دِينَارٍ».

🌞 فوائد و مسائل: ① جو شخص ایام حیض میں مباشرت (محبت) کر لے اسے چاہیے کہ کفارہ ادا کرے تاکہ اس کا یہ گناہ معاف ہو جائے۔ ② دینار سونے کا ایک سکہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عرب میں رائج تھا۔ اس کا

وزن ساڑھے چار ماشے (۴ گرام ۳۷ ملی گرام) ہوتا تھا، اس لیے اگر کسی سے یہ کام سرزد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ تقریباً ساڑھے چار گرام خالص سونے کی جتنی قیمت بنے اتنی رقم خیرات کرے۔ یہ صدقہ کسی غریب مسکین اور مستحق فرد کو دینا چاہیے۔ ⑤ شیخ احمد شاکر نے جامع ترمذی کے حاشیے میں صراحت کی ہے کہ ”دینار یا نصف دینار“ راوی کا شک نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اختیار ہے کہ خواہ ایک دینار صدقہ کر دے یا نصف دینار، حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔ اس سے انھوں نے استنباط کیا ہے کہ یہ صدقہ واجب نہیں کیونکہ اگر واجب ہوتا تو یہ نہ کہا جاتا کہ چاہے تو پورا واجب ادا کرے چاہے آدھا واجب ادا کرے۔ ⑥ بعض سلف نے ایک دینار اور آدھے دینار کے حکم میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اگر حیض کے شروع کے ایام ہوں جب خون سرخ ہوتا ہے تو پورا دینار دے اگر آخری ایام ہوں جب خون زردی مائل ہوتا ہے تو آدھا دینار دے۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر طاقت ہو تو پورا دینار ادا کرنے تک دست ہو تو آدھا دینار صدقہ کر دے۔

(المعجم ۱۲۴) - بَابُ فِي الْحَائِضِ

كَيْفَ تَغْتَسِلُ (التحفة ۱۲۴)

باب: ۱۲۴- حیض سے فارغ ہو کر غسل

کرنے کا طریقہ

۶۴۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا، وَكَانَتْ حَائِضًا: «انْقُضِي شَعْرَكَ وَاعْتَسِلِي».

۶۴۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حیض سے فارغ ہوئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”اپنے بال کھول دو اور غسل کرو۔“

قَالَ عَلِيُّ فِي حَدِيثِهِ: «انْقُضِي رَأْسَكَ». علی بن محمد کی روایت میں ہے: ”اپنا سر کھول دو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① سر کھولنے سے مراد یہ ہے کہ گوندھے ہوئے بال کھول کر سر دھویا جائے۔ یہ حکم غسل جنابت میں نہیں ہے۔ (دیکھیے حدیث: ۶۰۳، ۶۰۴) ② بعض حضرات صحیح مسلم میں وارد الفاظ [فَانْقُضِي لِحْيَتَكَ وَالْجَنَابَةَ؟ فَقَالَ لَا] (صحیح مسلم، الحيض، باب حکم ضفائر المغتسلۃ، حدیث: ۳۳۰) سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورت کے لیے غسل حیض میں بالوں کا کھولنا ضروری نہیں ہے، لیکن صاحب عون اور شیخ البانی رحمہما نے صراحت کی ہے کہ صحیح مسلم کے ایک طریق میں [الحيضة] کا جوا اضافہ ہے وہ شاذ ہے۔ اصل روایت [الحيضة] کے بغیر ہی محفوظ ہے۔ دیکھیے: (عون المعبود، الطهارة، باب المرأة هل تنقض شعرها عند الغسل، و الصحيحة، للالبانی، حدیث: ۱۸۸)

٦٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ مَهْجَرٍ قَالَ: سَمِعْتُ صَفِيَّةَ تَحَدَّثُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْمَحِيضِ، فَقَالَ: «تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَهَا فَتَطْهُرُ، فَتُحَسِّنُ الطُّهُورَ، أَوْ تَبْلُغُ فِي الطُّهُورِ، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ ذَلِكَا شَدِيدًا، حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ، ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً [فَتَطْهُرُ] بِهَا»، قَالَتْ أَسْمَاءُ: كَيْفَ أَتَطْهُرُ بِهَا؟ قَالَ: «سُبْحَانَ اللَّهِ تَطْهَرِي بِهَا» قَالَتْ عَائِشَةُ: -كَأَنَّهَا تُخْفِي ذَلِكَ- [تَتَّبِعِي] بِهَا أَثَرَ الدَّمِ، قَالَتْ: وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَقَالَ: «تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا فَتَطْهُرُ، فَتُحَسِّنُ الطُّهُورَ أَوْ تَبْلُغُ فِي الطُّهُورِ، حَتَّى تَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تُفِيضُ الْمَاءَ عَلَى جَسَدِهَا». فَقَالَتْ عَائِشَةُ: نِعَمَ النِّسَاءِ نِسَاءَ الْأَنْصَارِ! لَمْ يَمْنَعْنِ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَقَفَّهْنَ فِي الدِّينِ.

۶۴۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسماء (بنت شہل انصاریہ) رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے حیض کے غسل کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”عورت کو چاہیے کہ پانی اور بیری کے پتے لے لے پھر صفائی کرے اور اچھی طرح صفائی کرے۔“ یا فرمایا: ”بہت زیادہ صفائی کرے (جسم کو خوب صاف کرے) پھر سر پر پانی ڈال کر خوب ملے حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر سارے بدن پر پانی بہائے پھر روئی کا خوشبودار پھاہالے کر اس سے طہارت کرے۔“ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اس کے ساتھ کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سبحان اللہ! اس کے ساتھ طہارت کرو۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آہستہ سے کہا: اس کو خون کے مقام پر لگا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی ﷺ سے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”عورت کو چاہیے کہ پانی لے پھر صفائی کرے اور اچھی طرح صفائی کرے۔“ یا فرمایا: ”بہت زیادہ صفائی کرے۔ پھر سر پر پانی ڈال کر ملے حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر اپنے جسم پر پانی بہالے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انصار کی عورتیں بھی بہت اچھی عورتیں تھیں۔ انھیں دین کے مسائل سیکھنے سے حیا مانع نہیں ہوتی تھی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① حیض کے غسل میں صفائی کا اہتمام غسل جنابت کی نسبت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی

نوبت نسبتاً زیادہ دیر بعد آتی ہے۔ ⑦ پانی میں بیری کے پتے ڈال کر جوش دینے سے وہ پانی زیادہ صفائی کرنے والا بن جاتا ہے۔ ⑧ مقام مخصوص پر خوشبو لگانے کا مقصد یہ ہے کہ ناگوار بو ختم ہو جائے۔ ⑨ جنسی امور سے متعلق مسئلہ بتاتے وقت صریح الفاظ کے بجائے اشارے کنائے سے کام لینا چاہیے تاکہ مسئلہ بھی بتا دیا جائے اور شرم و حیا بھی قائم رہے۔ ⑩ علم حاصل کرنے سے شرمانا درست نہیں کیونکہ اس کے نتیجے میں انسان ہمیشہ جاہل رہتا ہے اور ممکن ہے کہ خلافِ شریعت کام کا ارتکاب کرتا رہے۔

(المعجم ۱۲۵) - بَابُ مَا جَاءَ فِي مُوََاكَلَةِ الْحَائِضِ وَسُورِهَا (التحفة ۱۲۵)

باب: ۱۲۵- حائضہ کے ساتھ مل کر کھانا اور اس کا جوٹھا کھانی لینا درست ہے

۶۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُقَدَّمِ ابْنِ شُرَيْحٍ بْنِ هَانِئٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَتَعَرَّقُ الْعِظَمُ وَأَنَا حَائِضٌ، فَيَأْخُذُهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ كَانَ فَمِي، وَأَشْرَبُ مِنَ الْإِنَاءِ، فَيَأْخُذُهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ كَانَ فَمِي، وَأَنَا حَائِضٌ.

۶۴۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں ایامِ حیض میں ہوتی تھی تو (بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ) میں ہڈی والی بوئی سے دانٹوں کے ساتھ گوشت نوچتی تو رسول اللہ ﷺ اس (بوئی) کو لے لیتے اور جہاں میں نے منہ لگایا تھا وہیں سے منہ لگا کر اس ہڈی سے گوشت نوچتے، میں برتن میں پانی پیتی تو رسول اللہ ﷺ وہیں منہ رکھ (کر پانی پی) لیتے جہاں میں نے منہ رکھا ہوتا تھا۔



🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ کا بدن پاک ہوتا ہے۔ اور یہ نجاست حکمی ہے، سوائے خون کے کہ وہ حسی نجاست ہے۔ ② حائضہ کا منہ اور لعابِ دہن بھی پاک ہے، اس لیے اس کا جوٹھا کھانا اور اس کا جوٹھا پینا جائز ہے۔ ③ خاند کو بیوی کے ساتھ مل کر کھانا پینا چاہیے کیونکہ اس سے محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور محبت میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ ④ خاند کو بیوی کا باہم اظہارِ محبت کے لیے بے تکلفی کا مظاہرہ کرنا عزت و شرف کے معانی نہیں۔

۶۴۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الْيَهُودَ كَانُوا لَا يَجْلِسُونَ مَعَ الْحَائِضِ فِي بَيْتٍ، وَلَا يَأْكُلُونَ وَلَا

۶۴۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی گھر میں حائضہ عورت کے پاس نہیں بیٹھتے تھے نہ (اس کے ساتھ مل کر) کھاتے پیتے تھے۔ نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا گیا (اور مسئلہ دریافت کیا گیا) تو اللہ تعالیٰ

يَسْرُبُونَ. قَالَ: فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿وَسْتَلُونَاكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذَى فَأَعْرِضُوا عَنِ النَّسَاءِ فِي الْمَحِيضِ﴾ "اور آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، فرما دیجیے وہ گندگی ہے، سو تم حیض (کے ایام) میں عورتوں سے الگ رہو۔" (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم جماع کے سوا سب کچھ کر سکتے ہو۔"

🌞 فوائد و مسائل: ① سابقہ شریعتوں میں احکام شریعت محمدی کی نسبت سخت تھے۔ بعض مسائل میں خود یہودی سختی پیدا کر لی تھی، انہی میں طہارت و نجاست کے مسائل بھی تھے۔ چنانچہ یہودی ان ایام میں عورت کو الگ کرے یا خیمے میں رہنے کا حکم دیتے تھے کیونکہ ان کی رائے میں وہ جس بستر پر بیٹھ جائے، جو کپڑا پہن لے یا جس چیز کو ہاتھ لگا دے وہ ناپاک ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس کے بستر کو چھو لے تو وہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے اور اسے غسل کرنا پڑتا ہے۔ (دیکھیے عہد نامہ قدیم، کتاب احزاب باب ۱۵، فقرہ: ۲۳ تا ۲۹) ② اسلام میں طہارت اور صفائی کی بہت اہمیت ہے لیکن یہودی جیسے سخت احکام نہیں اس لیے حیض و نفاس کے ایام میں مباشرت تو جائز نہیں لیکن عورت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، پیار کرنا، ساتھ لیٹنا سب کچھ جائز ہے البتہ مباشرت حرام ہے جیسے کہ گزشتہ ابواب میں بھی بیان ہوا۔ ③ جس شخص کو خطرہ محسوس ہو کہ پیار کرنے کی صورت میں وہ اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکے گا اور ممنوع کام کا ارتکاب کر بیٹھے گا تو اسے اس اجازت سے فائدہ اٹھانے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے اس کے لیے بہتر ہے کہ ان ایام میں بیوی سے دور رہے۔

(المعجم ۱۲۶) - بَابُ: فِي مَا جَاءَ فِي

اجْتِنَابِ الْحَائِضِ الْمَسْجِدِ

(التحفة ۱۲۶)

۶۴۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَوَحَّمدُ بْنُ يَحْيَى، قَالََا: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا بْنُ أَبِي عَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الْحَطَّابِ، ۶۴۵- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اس مسجد کے صحن میں داخل ہوئے اور بلند آواز سے اعلان فرمایا: "کسی جنبی یا

۶۴۵- [إسناده ضعيف] أخرجه المزي في تهذيب الكمال: ۲۷/ ۲۷۱، ۲۷۲ (ترجمة محدوج) من حديث أبي نعيم به مطولا * أبو الخطاب وشيخه مجهولان (تقريب)، والحديث ضعفه صاحب الزوائد، وحديث أبي داود، ح: ۳۳۲ يعني عنه.

الْهَجَرِيَّ، عَنْ مُحَمَّدٍ وَجَّ الذَّهْلِيِّ، عَنْ جَسْرَةَ
قَالَتْ: أَخْبَرْتَنِي أُمُّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَرْحَةً هَذَا الْمَسْجِدِ، فَنَادَى
بِأَعْلَى صَوْتِهِ: «إِنَّ الْمَسْجِدَ لَا يَحِلُّ لِحُجُبٍ
وَلَا حَائِضٍ».

🌞 ملحوظ: اس حدیث کی سند بعض کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک شواہد کی بنا پر حسن ہے اس لیے اس میں بیان کردہ مسئلہ صحیح ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

(المعجم ۱۲۷) - بَابُ مَا جَاءَ فِي
الْحَائِضِ تَرَى بَعْدَ الطَّهْرِ الصُّفْرَةَ وَالْكُذْرَةَ
(التحفة ۱۲۷)

۶۴۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ النَّحْوِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ بَكْرٍ أَنَّهَا أَخْبَرَتْ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَرْأَةِ تَرَى مَا يَرِيهَا بَعْدَ الطَّهْرِ قَالَ: «إِنَّمَا هِيَ عِرْقٌ أَوْ عُروْقٌ».

فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: يُرِيدُ بَعْدَ الطَّهْرِ بَعْدَ الْغُسْلِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ روایت سنداً ضعیف ہے البتہ دیگر شواہد کی بنا پر معنیاً صحیح ہے غالباً اسی وجہ سے دیگر محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ② پاک ہونے کا مطلب ہے کہ حیض ختم ہو جانے کے بعد جب غسل کر لے پھر زرد یا نیلے رنگ کا پانی نظر آئے تو اسے حیض نہ سمجھے بلکہ وہ ایک بیماری کی سی کیفیت ہے البتہ عادت کے ایام کے اندر اس

وقت تک انتظار کرنا چاہیے جب تک رنگ بالکل سفید نہ ہو جائے یا خون بالکل بند نہ ہو جائے۔

۶۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أُنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: لَمْ نَكُنْ نَرَى الصُّفْرَةَ وَالْكُدْرَةَ شَيْئًا.

۶۴۷- حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم زرد اور نمیا لے پانی کو کچھ نہیں سمجھتی تھیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَّاشِيُّ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: كُنَّا لَا نَعُدُّ الصُّفْرَةَ وَالْكُدْرَةَ شَيْئًا.

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے کہا، ہمیں محمد بن یحییٰ نے محمد بن عبد اللہ الرقاشی سے بواسطہ وہیب عن ایوب، حضرت ام عطیہ سے بیان کیا، انھوں نے کہا: ہم زرد اور نمیا لے پانی کو کچھ نہیں سمجھتی تھیں۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: وَهَيْبٌ أَوْلَاهُمَا، عِنْدَنَا بِهَذَا.

محمد بن یحییٰ نے کہا اس حدیث کو بیان کرنے میں وہیب ہمارے نزدیک (معمّر سے) زیادہ قابل اعتماد ہیں۔

🌞 فوائد ومسائل: ① مطلب یہ ہے کہ ہماری نظر میں وہ حیض شمار نہیں ہوتا تھا۔ پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ یہ حکم پاک ہونے کے بعد ہے، اگر زرد یا نمیا لے رنگ کے بعد پھر سرخ خون آجائے تو یہ سب حیض میں شمار ہوگا۔ ② امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے استاد جناب محمد بن یحییٰ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو دو سندوں سے بیان کیا ہے۔ ایک سند میں ہے کہ ایوب نے یہ حدیث ابن سیرین رحمہ اللہ سے اور انھوں نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے سنی جب کہ دوسری سند میں ایوب اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے درمیان حصہ کا واسطہ ہے۔ محمد بن یحییٰ نے دوسری سند کو ترجیح دی ہے تاہم اس اختلاف سے حدیث کی صحت میں فرق نہیں پڑتا کیونکہ ابن سیرین اور حفصہ دونوں ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

(المعجم ۱۲۸) - بَابُ النَّفْسَاءِ كَمْ نَجْلِسُ (التحفة ۱۲۸)

باب: ۱۲۸- نفاس والی عورت کتنا عرصہ نماز روزہ سے پرہیز کرے؟

۶۴۸- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ

۶۴۸- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں

۶۴۷- أخرجه البخاري، الحيض، باب الصفرة والكدره في غير أيام الحيض، ح: ۳۲۶ من حديث أيوب به، الحديث الأول والثاني أيضا صحيح.

۶۴۸- [حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب ما جاء في وقت النساء، ح: ۳۱۱ من حديث علي بن عبد الأعلى به، وصححه الحاكم، والذهبي، وحسنه النووي.

اَلْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا شُعْبَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ عَلِيٍّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِي سَهْلٍ، عَنْ مُسَّةَ الْأَزْدِيَّةِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَتْ النُّفْسَاءُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَجْلِسُ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، وَكُنَّا نَطْلِي وَجُوهَنَا بِالْوَرَسِ مِنَ الْكَلَفِ.

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں نفاس والی عورت چالیس دن بیٹھی رہتی تھی۔ اور ہم چھائیوں کا علاج کرنے کے لیے چہروں پر ورس لگاتی تھیں۔

🌞 فوائد و مسائل: ① نفاس سے مراد وہ خون ہے جو عورت کو بچے کی پیدائش کے بعد آتا ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء کا رجحان چالیس دن کی طرف ہی ہے اس کے بعد بھی اگر خون جاری رہے تو اسے اتنا صفحہ سمجھا جائے اور عورت غسل کر کے نماز روزہ ادا کرنا شروع کر دے۔ اگر اس سے کم مدت میں خون بند ہو جائے تو چالیس دن تک پرہیز کرنا ضروری نہیں پاک ہونے کے بعد غسل کر کے نماز روزہ شروع کر دینا چاہیے۔ ② ورس ایک بوئی ہے۔ عورت اس سے چھائیوں کا علاج کرتی تھیں۔ یہ بوئی اور بھی متعدد امراض میں مفید ہے۔



۶۴۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ سَلَامِ بْنِ شَلَيْمٍ أَوْ سَلَمٍ، شَكَّ أَبُو الْحَسَنِ. - وَأُظْنُهُ هُوَ أَبُو الْأَخْوَصِ، - عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَّتْ لِلنُّفْسَاءِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، إِلَّا أَنْ تَرَى الطَّهْرَ قَبْلَ ذَلِكَ.

۶۴۹- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے نفاس والی عورت کے لیے چالیس دن کی مقدار مقرر کی ہے سوائے اس کے کہ اس مدت سے پہلے طہر نظر آجائے۔

🌞 فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن اس میں بیان کردہ مسئلہ دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

(المعجم ۱۲۹) - بَابُ مَنْ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ (التحفة ۱۲۹)

باب: ۱۲۹- جو شخص حائضہ بیوی سے مباشرت کر لے

۶۵۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ: ۶۵۰- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

۶۴۹- [إسناده ضعيف] وصححه البوصيري * المحاربي كان يلدس وعنن، وسلام هو الطويل كما قال البيهقي: ۳۴۳/۱، وهو متروك كما في التريب وغيره، وللحديث شواهد كثيرة.

۶۵۰- [صحیح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الكفارة في ذلك، ح: ۱۳۷ من حديث عبد الكريم (أبي أمية) به، وانظر، ح: ۶۴۰، فإنه شاهد له.

حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ مِسْمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ، إِذَا وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ، أَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِنِصْفِ دِينَارٍ.

🌞 فائدہ: اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے حدیث: ۶۳۰ کے فوائد ملاحظہ فرمائیے۔

(المعجم ۱۳۰) - بَابُ: فِي مُوََاكَلَةِ الْحَائِضِ (التحفة ۱۳۰)

باب: ۱۳۰- حائضہ کے ساتھ مل کر کھانا درست ہے

۶۵۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ، بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ مُوََاكَلَةِ الْحَائِضِ، فَقَالَ: «وَأَكْلَهَا».

۶۵۱- حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے حائضہ کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کا حکم دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کے ساتھ مل کر کھالیا کرو۔“

🌞 فائدہ: اس مسئلہ کی وضاحت حدیث: ۶۳۳ کے تحت گزر چکی ہے۔

(المعجم ۱۳۱) - بَابُ: فِي الصَّلَاةِ فِي تَوْبِ الْحَائِضِ (التحفة ۱۳۱)

باب: ۱۳۱- حائضہ کا کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھنا

۶۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ

۶۵۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں

۶۵۱- [إسناده حسن] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب في المذي، ح: ۲۱۲ من حديث العلاء به، وحسنه الترمذي، ح: ۱۳۳.

۶۵۲- أخرجه مسلم، الصلاة، باب الاعتراض بين يدي المصلي، ح: ۵۱۴ عن ابن أبي شيبة وغيره به.

عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي، وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ، وَأَنَا حَائِضٌ، وَعَلَيَّ مِرْطٌ لِي، وَعَلَيْهِ بَعْضُهُ.

آپ کے قریب (بٹنی ہوئی) تھی جب کہ میں حیض سے تھی۔ میں نے ایک چادر اپنے اوپر لے رکھی تھی اور اس کا ایک حصہ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر تھا۔

🌞 فائدہ: کوئی کپڑا محض حائضہ کے پہننے اوڑھنے سے ناپاک نہیں ہو جاتا جب تک اسے خون نہ لگ جائے اگر خون لگ جائے تو اتنی جگہ سے کپڑا ہٹ کر پہنایا اوڑھا جاسکتا ہے اور اسی کے ساتھ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

۶۵۳- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى وَعَلَيْهِ مِرْطٌ، بَعْضُهُ عَلَيْهِ، وَعَلَيْهَا بَعْضُهُ، وَهِيَ حَائِضٌ.

۶۵۳- ام المومنین حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے (گھر میں نفل) نماز پڑھی۔ آپ نے چادر اوڑھ رکھی تھی جس کا کچھ حصہ نبی ﷺ پر تھا اور کچھ حصہ ان پر تھا۔ اور وہ حالت حیض میں تھیں۔

(المعجم ۱۳۲) - بَابُ: إِذَا حَاضَتْ الْجَارِيَةُ لَمْ تُصَلِّ إِلَّا بِخِمَارٍ (التحفة ۱۳۲)

باب: ۱۳۲- جب لڑکی بالغ ہو جائے تو (سر پر) اوڑھنی لیے بغیر نماز نہ پڑھے

۶۵۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالََا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا، فَاخْتَبَأَتْ مَوْلَاةً لَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «حَاضَتْ؟» فَقَالَتْ نَعَمْ، فَشَقَّ لَهَا مِنْ عِمَامَتِهِ، فَقَالَ: «اخْتَمِرِي بِهَذَا».

۶۵۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ان کے گھر تشریف لائے تو ان کی ایک آزاد کردہ لونڈی چھپ گئی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اے حیض آگیا ہے؟“ ام المومنین نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے اپنی چھتری کے کپڑے میں سے پھاڑ کر ایک حصہ اسے دیا اور فرمایا: ”اے اوڑھنی بنا لو۔“

۶۵۳- [إسناده صحيح] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب الرخصة في ذلك، ح: ۳۶۹ من حديث سفيان به، وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ۳۳۳، ومسلم، ح: ۵۱۳.

۶۵۴- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي شيبة ۲/ ۲۲۹ به، وقال البوصيري: "هذا إسناده فيه عبد الكريم، وهو ابن أبي المخارق، ضعفه أحمد وغيره، بل قال ابن عبد البر مجمع على ضعفه".

۶۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ وَأَبُو الثُّعْمَانِ، [قَالَ]: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ صَفِيَّةِ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ الْحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ».

۶۵۵- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کسی بالغ عورت کی نماز اور ہنسی کے بغیر قبول نہیں کرتا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① عورت کے لیے نماز میں سر چھپانا لازمی ہے خواہ تہائی میں نماز پڑھ رہی ہو جہاں اس پر کسی کی نظر نہ پڑتی ہو۔ یہ سر چھپانا پردے کے لیے نہیں کیونکہ محرم رشتہ داروں سے سر چھپانا فرض نہیں۔ ② عورت کا ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ مرد کا یہ حکم نہیں وہ ننگے سر نماز پڑھ سکتا ہے تاہم مرد کے لیے بھی عادتاً ننگے سر رہنا ناپسندیدہ امر ہے۔

(المعجم ۱۳۳) - بَابُ الْحَائِضِ باب: ۱۳۳- حائضہ عورت مہندی لگا سکتی ہے

تَحْتَضِبُ (التحفة ۱۳۳)

۶۵۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُعَاذَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تَحْتَضِبُ الْحَائِضُ؟ فَقَالَتْ: قَدْ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ نَحْتَضِبُ، فَلَمْ يَكُنْ يَنْهَانَا عَنْهُ.

۶۵۶- حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کیا حیض والی عورت مہندی (یا کوئی دوسرا خضاب) لگا سکتی ہے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے پاس ہوتیں اور خضاب لگاتی تھیں، آپ ﷺ ہمیں منع نہیں فرماتے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① منع نہ کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے۔ جب کوئی کام رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کیا جائے اور آپ اس سے منع نہ کریں تو اس سے اس کام کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ جس حدیث میں اس قسم کے کسی واقعہ کا ذکر ہوا ہے ”تقریری حدیث“ کہتے ہیں۔ ② ”خضاب“ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو ہاتھوں وغیرہ پر یا سر کے بالوں پر لگایا جائے اور اس سے ہاتھوں یا بالوں کا رنگ بدل جائے۔ مہندی بھی خضاب ہی کی ایک صورت ہے۔ ③ مہندی

۶۵۵- [صحیح] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب المرأة تصلي بغير خمار، ح: ۶۴۱ من حديث حماد به، وحسنه الترمذي، ح: ۳۷۷، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي.

۶۵۶- [إسناده صحيح] وقال البوصيري: "هذا إسناده صحيح، حججنا هو ابن مهال، وأيوب هو السخيتاني".

۱- أبواب الطهارة وسننها پنی پر مسح کرنے اور تھوک لگے کپڑے سے متعلق احکام و مسائل

لگانا جس طرح طہر کے ایام میں جائز ہے اسی طرح حیض کے ایام میں بھی جائز ہے۔

(المعجم ۱۳۴) - بَابُ الْمَسْحِ عَلَى

الْجَبَائِرِ (التحفة ۱۳۴)

۶۵۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے

فرمایا: میری ایک کلائی ٹوٹ گئی، میں نے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے مجھے پیوں پر مسح کرنے کا حکم دیا۔

۶۵۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي

الْبَلْخِي: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا

إِسْرَائِيلُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ خَالِدٍ، عَنْ زَيْدِ

ابْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عَلِيٍّ

ابْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: انْكَسَرَتْ إِحْدَى

زَنْدَيَّ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَمَرَنِي أَنْ

أَمْسَحَ عَلَى الْجَبَائِرِ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابو الحسن بن سلمہ

نے کہا، انھیں زبری نے عبدالرزاق سے سابقہ روایت کی مثل بیان کیا۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: أَنْبَأَهُ

الدَّبَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، نَحْوَهُ.

☀️ فائدہ: اس روایت میں بیان کردہ مسئلہ درست ہے کیونکہ ایسا شخص شرعاً معذور ہے۔

(المعجم ۱۳۵) - بَابُ اللَّعَابِ يُصِيبُ

الْثَّوْبَ (التحفة ۱۳۵)

باب: ۱۳۵- کپڑے کو تھوک لگ جائے

تو کوئی حرج نہیں

۶۵۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں

نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور ان کا لعاب بہ کر آپ پر گر رہا تھا۔

۶۵۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

وَكَيْعٌ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدٍ

ابْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ

ﷺ حَامِلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَلَى عَاتِقِهِ،

وَلَعَابُهُ يَسِيلُ عَلَيْهِ.

۶۵۷- [إسناده موضوع] قال الإمام أحمد في عمرو بن خالد الواسطي: "كذاب، يروي عن زيد بن علي عن أبيه أحاديث موضوعة يكذب".

۶۵۸- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ۴۴۷/۲ عن وكيع به، إلا أنه قال: "الحسن بن علي" وهو الراجح، وقال البوصيري: "هذا إسناده صحيح".



۱۔ ابواب الطهارة وسننها ————— برتن میں کلی کرنے سے متعلق احکام و مسائل
 ﷺ فوائد و مسائل: ① انسان کے منہ کا لعاب پاک ہے۔ ② بچے کو گود میں یا کندھے پر اٹھانا بلند مقام و منصب کے
 منافی نہیں۔

(المعجم ۱۳۶) - بَابُ الْمَجِّ فِي الْإِنَاءِ
 باب: ۱۳۶۔ برتن میں کلی کرنا
 (التحفة ۱۳۶)

۶۵۹ - حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا
 سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مِسْعَرٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا
 مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ كَرَامَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ،
 عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ
 قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنِّي بَدَلُو، فَمَضْمَضَ
 مِنْهُ، فَمَجَّ فِيهِ مِسْكَاً أَوْ أَطْيَبَ مِنَ الْمِسْكِ،
 وَاسْتَنْشَرَ خَارِجاً مِنَ الدَّلْوِ.

۶۵۹۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 انھوں نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی خدمت
 میں (پانی کا) ڈول حاضر کیا گیا، آپ نے اس میں سے
 پانی لے کر کلی کی، پھر ڈول میں کلی کی جو کستوری یا
 کستوری سے پاکیزہ تر تھی اور آپ نے ڈول سے باہر
 ناک صاف کی۔

۶۶۰ - حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ: حَدَّثَنَا
 إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدٍ
 ابْنِ الرَّبِيعِ وَكَانَ قَدْ عَقَلَ مَجَّةً؛ مَجَّهَا
 رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي دَلْوٍ مِنْ بَنَرٍ لَهُمْ.

۶۶۰۔ امام زہری نے حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے
 روایت بیان کی اور یہ وہ صحابی ہیں جنہیں وہ کلی یا دھبی جو
 رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈول میں کی تھی جس میں ان
 کے ایک کنویں سے پانی لیا گیا تھا۔

ﷺ فوائد و مسائل: ① حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ بنو خزرج سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے
 گھر تشریف لائے تب یہ واقعہ پیش آیا۔ ② رسول اللہ ﷺ نے اس لیے ایسے کیا کہ گھر والوں کے لیے برکت کا
 باعث ہو۔ ③ رسول اللہ ﷺ کے جسم سے مس ہونے والی چیزوں میں برکت ہے، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے
 نبی ﷺ کے بال مبارک اور دوسری اشیاء کو محفوظ رکھا، لیکن صحابہ و تابعین نے کسی اور بزرگ شخصیت (صحابی یا تابعی)
 سے تعلق رکھنے والی اشیاء کو بطور تبرک محفوظ نہیں رکھا۔ ④ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر منہ میں پانی لے کر حضرت
 محمود رضی اللہ عنہ کے چہرے پر پھینکا تھا، یعنی بچوں سے دل لگی کرنا جائز ہے۔ ⑤ اس حدیث سے امام بخاری نے استدلال
 کیا ہے کہ پانچ سال کا بچہ جب حدیث سنے تو یہ سند شام کی جائے گی۔ (صحیح البخاری، العلم، باب متی یصح
 سماع الصغیر، حدیث: ۷۷۷)

۶۵۹۔ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۴/۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۸ من حديث مسعر به، وقال البوصيري: "هذا إسناد
 منقطع * عبد الجبار لم يسمع من أبيه شيئاً قاله ابن معين، والبخاري".
 ۶۶۰۔ [صحیح] انظر، ح: ۷۵۴.

(المعجم ۱۳۷) - بَابُ النَّهْيِ أَنْ يَرَى

باب: ۱۳۷- کسی کی شرم گاہ کا دیکھنا منع ہے

عَوْرَةَ أَخِيهِ (التحفة ۱۳۷)

۶۶۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۶۶۱- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی عورت دوسری عورت
 عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَشْلَمَ، عَنْ کے ستر کو نہ دیکھے اور کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے۔“
 عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِي
 أَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَنْظُرِ الْمَرْأَةُ إِلَى
 عَوْرَةَ الْمَرْأَةِ، وَلَا يَنْظُرِ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ
 الرَّجُلِ».

 فوائد و مسائل: ① اسلام میں عصمت و عفت کی حفاظت اور پاک دائمی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اسی مقصد کے
 لیے اسلام میں بہت سے احکامات، ہدایات اور قوانین موجود ہیں، مثلاً (۱) بدکاری کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے۔
 (۲) اس جرم کے مرتکب کے لیے سخت ترین سزا مقرر کی گئی ہے۔ (۳) نکاح پر اس حد تک زور دیا گیا ہے کہ غلاموں
 اور بیواؤں تک کی شادی کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ
 مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ﴾ (النور: ۳۲) ”تم میں سے جو بے نکاح ہوں (بیوائیں، رٹوے، کنوارے) اور تمہارے
 غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک خصلت ہوں ان کا نکاح کر دو۔“ (۴) نکاح کرنے والوں کو خوشحالی کی خوش خبری
 دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (النور: ۳۲) ”اگر وہ تک
 دست ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔“ (۵) جو نوجوان کسی وجہ سے نکاح نہ کر سکے اسے بکثرت
 نفلی روزے رکھنے کا حکم دیا گیا تاکہ جذبات قابو میں رہیں۔ (صحیح البخاری، النکاح، باب قول النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم من استطاع منكم الباءة فليزوج.....، حدیث: ۵۰۶۵) (۶) مردوں اور عورتوں دونوں کو نظر
 کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا۔ ارشاد ہے: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ﴾
 (النور: ۳۰) ”مومنوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔“ ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ
 يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ (النور: ۳۱) ”اور مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی
 رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔“ (۷) نامحرم مردوں سے پردے کا حکم دیا گیا۔ (سورۃ نور: ۳۱)
 (۸) دوسروں کے گھروں میں جاتے وقت اجازت طلب کرنے کا حکم دیا گیا۔ (سورۃ نور: ۵۹) (۹) خاص اوقات



میں بچوں کو بھی بلا اجازت بڑوں کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے۔ (سورہ نور: ۵۸)

انہی ہدایات میں سے یہ ہدایت بھی ہے جو زیر مطالعہ حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ پردہ صرف اجنبی مرد اور عورت کے درمیان ہی نہیں بلکہ مرد و مرد سے اور عورت و عورت سے ایسا انداز اختیار نہ کرے جو شرم و حیا کے منافی ہو۔ اس موضوع پر تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذاکثر فضل الہی ﷺ کی تصنیف "الْتَذَابُ بِالْوَاقِیَةِ مِنَ الزِّنَا" یا اس کا اردو ترجمہ "اسلام کا نظامِ عفت") ④ مرد کے لیے مرد سے جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان میں پیشاب اور پاخانہ کے اعضاء بالا اتفاق شامل ہیں۔ ران میں اختلاف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اگرچہ ران کو پردے کے اعضاء میں شمار نہیں کیا، تاہم ان کے ہاں بھی احتیاط اسی میں ہے کہ اسے چھپایا جائے۔ (صحیح البخاری، الصلاة، باب ما یدکر فی الفخذ)

⑤ عورت کو بھی دوسری عورت کے مذکورہ بالا اعضاء دیکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ بچے کی پیدائش یا اس قسم کی مجبوری کے موقعوں پر بھی صرف وہی عورت دیکھے جس کے بغیر کام نہیں نکلتا۔ دوسری عورتوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

⑥ عورت کو اپنی چھتیاں بھی دوسری عورت کے سامنے ظاہر نہیں کرنی چاہئیں۔

۶۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۶۶۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرم گاہ کو کبھی نہیں عَنِ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ مَوْلَى دیکھا۔ لِعَائِشَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا نَظَرْتُ، أَوْ مَا رَأَيْتُ فَرَجَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَطُّ.

قال أبو بكر: كَانَ أَبُو نُعَيْمٍ يَقُولُ: عَنْ مَوْلَاةٍ لِعَائِشَةَ. ابو بکر نے کہا: ابو نعیم (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام کی بجائے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی سے بیان کیا کرتے تھے۔

(المعجم ۱۳۸) - بَابُ مَنْ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَقِيٍّ مِنْ جَسَدِهِ لَمُعَةً لَمْ يَبْصِنَهَا الْمَاءُ كَيْفَ يَضْنَعُ (التحفة ۱۳۸)

باب: ۱۳۸۔ اگر غسل جنابت کے دوران میں جسم کا کوئی تھوڑا سا حصہ خشک رہ جائے تو کیا کرے؟

۶۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، ۶۶۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

۶۶۲۔ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۶۳/۶ عن وكيع به، وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف، مولى عائشة لم يسم." * أبو نعيم تابعه ابن مهدي عند أحمد: ۱۹۰/۶.

۶۶۳۔ [ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف، أبو علي الرحي اسمه حسين بن قيس، أجمعوا على"

۱- أبواب الطهارة وسننها

وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ: أَنَّ أَبَانَا مُسْلِمَ بْنَ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الرَّحْبِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَةِ، فَرَأَى لُمْعَةً لَمْ يَصِبْهَا الْمَاءُ، فَقَالَ يَجْمَعُهَا قَبْلَهَا عَلَيْهَا.

قَالَ إِسْحَاقُ، فِي حَدِيثِهِ: فَعَصَرَ شَعْرَهُ عَلَيْهَا.

۶۶۴- حَدَّثَنَا سُؤْدَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: إِنِّي اغْتَسَلْتُ مِنَ الْجَنَابَةِ، وَصَلَيْتُ الْفَجْرَ، ثُمَّ أَصْبَحْتُ فَرَأَيْتُ قَدْرَ مَوْضِعِ الظُّفْرِ لَمْ يَصِبْهُ الْمَاءُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَوْ كُنْتُ مَسَحْتُ عَلَيْهِ بِيَدِكَ أَجَزَ أَكْ».

دوران وضو میں خشک رہ جانے والی جگہ کا بیان

ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے غسل جنابت کیا پھر آپ کو تھوڑی سی جگہ (خشک) نظر آئی جسے پانی نہیں پہنچا تھا، چنانچہ آپ نے اپنے بالوں کو اس جگہ پر چوڑ کر کر لیا۔

جناب اسحاق نے اپنی حدیث میں کہا کہ آپ نے اپنے بالوں کو اس پر چوڑا۔

۶۶۳- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے غسل جنابت کیا اور فجر کی نماز پڑھی۔ دن چڑھا تو مجھے ایک ناخن کے برابر جگہ نظر آئی جہاں (غسل کے دوران میں) پانی نہیں پہنچا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تو اس جگہ (گیلا) ہاتھ پھیر دیتا تو کافی ہوتا۔“

☀ فائدہ: یہ دونوں روایات ضعیف ہیں اس لیے ان سے وہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا جو ان میں بیان ہوا ہے۔ گویا ایسی صورت میں غسل یا وضو کا اعادہ ضروری ہوگا۔ واللہ اعلم.

(المعجم ۱۳۹) - بَابُ مَنْ تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعًا لَمْ يَصِبْهُ الْمَاءُ (التحفة ۱۳۹)

۶۶۵- حَدَّثَنَا حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى: ۶۶۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

۴۴ ضعه* وله شاهد ضعيف في مراسيل أبي داود، ح: ۷، ومصنف ابن أبي شيبة: ۴۱/۱، ح: ۴۴۴.

۶۶۴- [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لضعف محمد بن عبيد الله" العزمي لأنه متروك (تقريب).

۶۶۵- [صحیح] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب تفريق الوضوء، ح: ۱۷۳ من حديث ابن وهب به، وصححه ابن ۴۴

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، وَقَدْ تَوَضَّأَ وَتَرَكَ مَوْضِعَ الظُّفْرِ لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وَضُوءَكَ».

آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے وضو کیا تھا اور ناخن کے برابر جگہ چھوڑ دی تھی وہاں پانی نہیں پہنچا تھا۔ نبی ﷺ نے اسے فرمایا: ”واپس جا کر اچھی طرح وضو کرو۔“

🌞 فائدہ: اگر نماز سے پہلے وضو کے اعضاء میں کوئی جگہ خشک نظر آجائے تو دوبارہ وضو کرنا چاہیے اور اگر نماز کے بعد معلوم ہو تو دوبارہ وضو کر کے نماز بھی دوبارہ پڑھے جیسے اگلی حدیث میں صراحت ہے۔

۶۶۶- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ. ح: وَحَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ الظُّفْرِ عَلَى قَدَمِهِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ، قَالَ، فَرَجَعَ.

۶۶۶- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے وضو کیا (لیکن) پاؤں پر ایک ناخن کے برابر جگہ (خشک) چھوڑ دی۔ آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ دوبارہ وضو کرے اور دوبارہ نماز پڑھے۔ چنانچہ وہ شخص (وضو کرنے کے لیے مسجد سے) واپس چلا گیا۔

نماز کی فضیلت و اہمیت

- * صلاۃ کے لغوی معنی: ﴿جہور علمائے لغت اور فقہاء کے نزدیک صلاۃ کے لغوی معنی ”دعا“ کے ہیں۔ جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ (التوبة: ۱۰۳/۹) ”اور (آپ) ان کے لیے دعا کیجیے۔“ جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: [إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ وَ إِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيُطْعَمْ] (صحیح مسلم، النکاح، باب الأمر بإجابة الداعی إلی دعوة، حدیث: ۱۳۳۱) ”جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ قبول کرے اگر روزے سے ہو تو (اہل خانہ کے لیے خیر و برکت کی) دعا کر دے اور اگر روزے سے نہ ہو تو کھانا کھالے۔“
- ☉ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صلاۃ، صَلَّيْتُ سے مشتق ہے۔ عرب کہتے ہیں: [صَلَّيْتُ الْعُودَ عَلَى النَّارِ] ”میں نے لکڑی کو آگ پر تپا کر سیدھا کیا۔“ گویا نمازی بھی نماز پڑھنے سے سیدھا ہو جاتا ہے۔
- ☉ کچھ علمائے لغت فرماتے ہیں کہ صلاۃ، صَلَّوْیُن سے مشتق ہے۔ امام عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صَلَّوْیُن سے مراد سرین کی دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں اور چونکہ نمازی رکوع و سجود کرتے وقت ان دو

ہڈیوں کو حرکت دیتا ہے، اس لیے اس کے اس فعل کو صلاۃ کہا جاتا ہے۔

⊗ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ صلاۃ، الْمُصَلِّي سے مشتق ہے۔ مُصَلِّی گھر دوڑ میں دوسرے نمبر پر آنے والے گھوڑے کو کہتے ہیں کیونکہ اس کا منہ پہلے نمبر پر آنے والے گھوڑے کی سرین کی ہڈیوں کے قریب ہو جاتا ہے۔

⊗ بعض علماء کا خیال ہے کہ صلاۃ کی اصل تعظیم ہے۔ نماز کو صلاۃ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

* صلاۃ کے شرعی معنی: صلاۃ ان چند مخصوص اقوال و افعال کا نام ہے جو تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتے ہیں اور تسلیم، یعنی سلام پھیرنے پر ختم کیے جاتے ہیں۔

* اللہ تعالیٰ کے صلاۃ بھیجنے کے معنی: اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر صلاۃ بھیجنے کا مطلب رحمت کرنا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے، حضرت ابن ابی اوفیؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے زکاۃ کا مال دے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے مال وصول کر کے آل ابی اوفی کے لیے دعا فرماتے ہوئے کہا: [اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أُوفَى] ”اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحمت نازل فرما۔“ دیکھیے: (صحیح البخاری، الدعوات، باب هل یصلی علی غیر النبی..... الخ، حدیث: ۶۳۵۹)

* فرشتوں کا صلاۃ بھیجنا: فرشتوں کے صلاۃ بھیجنے سے مراد مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعائے استغفار و رحمت کرنا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ﴾ (الأحزاب: ۴۳) ”وہی (اللہ) ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔“ امام ابن الاعرابی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ کا مطلب رحمت نازل فرمانا ہے جبکہ مخلوق، مثلاً: جنوں، فرشتوں اور انسانوں کی صلاۃ، قیام، رکوع، سجود دعا اور تسبیح ہے۔ پرندوں اور کیڑوں کوڑوں کی صلاۃ اللہ کی تسبیح بیان کرنا ہے۔

* اللہ تعالیٰ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ کا مطلب: نبی کریم ﷺ پر صلاۃ کا مطلب اللہ تعالیٰ کا رحمت نازل فرمانا، دنیا میں آپ کی عزت و تکریم کو بلند کرنا، آپ کی دعوت کو پھیلانا، آپ کی شریعت کو دوام بخشنا اور آخرت میں شفاعت کبریٰ اور اجر و ثواب کئی گنا بڑھا کر عطا کرنا ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”شریعت میں نماز چند مخصوص افعال کا نام ہے، لہذا جب شرع میں

نماز کا حکم آئے گا تو یہ حکم شرعی نماز پر لاگو ہوگا نہ کہ لغوی پر نماز کتاب اللہ سنت رسول اور اجماع امت سے واجب ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيُعْبَدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَ ذَلِكَ دِينُ الْقِيمَةِ﴾ (البینہ: ۵/۹۸) ”انھیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے لیے دین کو خالص رکھیں۔ یکسو ہو کر (اس کی بندگی کریں) اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔“ جبکہ ارشاد نبوی ہے: [يُنْبِئُ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَ صِيَامَ رَمَضَانَ وَ حَجَّ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا] (صحیح البخاری، الإیمان، دعاؤکم ایمانکم..... الخ، حدیث: ۸، و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان أركان الإسلام..... الخ، حدیث: ۱۶) ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور صاحب استطاعت کا بیت اللہ کا حج کرنا۔“ امت کا اجماع ہے کہ نماز ارکان اسلام میں سے ہے جسے ادا کرنا واجب ہے اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ دیکھیے: (شرح سنن النسائي، المسمى ذخيرة العقبى في شرح المجتبى للشيخ الأتقوني، ص: ۵۔

(۱۳)

* نماز کی فضیلت و اہمیت: نماز دین اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم اور بنیادی رکن ہونے کے علاوہ قرب الہی کے حصول کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ پیارے نبی ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور مومن کو دکھوں اور تکلیفوں سے نجات دینے والی ہے۔ پریشانیوں اور مصائب میں مومن کا ہتھیار اور کامیاب و کامران ہونے والوں کے لیے جنت کی کنجی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ (البقرہ: ۵۳/۱۲) ”اللہ تعالیٰ سے صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو۔“ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے خادم خاص حضرت ربیعہ بن کعب سلمیٰؓ کو خوش ہو کر فرماتے ہیں: ”ربیعہ ماگو کیا مانگتے ہو؟“ وہ عرض کرتے ہیں: اے اللہ کے رسول ﷺ! جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”ربیعہ! تو پھر کثرت سجود سے میری مدد کرو۔“ (سنن ابی داؤد، التطوع باب وقت قیام النبی من اللیل، حدیث: ۱۳۲۰) اس طرح رسول مقبول ﷺ نے اپنے خادم خاص کو جنت اور جنت میں رفاقت

خاص کے حصول کی کئی نماز کی صورت میں عطا فرمائی۔ نماز وہ عبادت ہے جس کا اہتمام پہلے انبیائے کرام ﷺ بھی کرتے رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بارگاہ الہی میں دعا گو ہیں: ﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ﴾ (ابراہیم: ۴۰/۱۳) ”اے میرے پروردگار مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنا۔ اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما۔“ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اوصاف حسنہ میں نماز کی ادائیگی اور اپنی اولاد کو اس کی تلقین کرنا بھی شامل ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَوَكَّانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ﴾ (مریم: ۵۵/۱۹) ”وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے تھے۔“ نماز قائم کرنا اور اسے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا، جماعت کی پابندی کرنا اور مسجدوں کو اپنے سجدوں سے آباد کرنا، اہل ایمان کی علامت اور خوبی ہے جبکہ نماز میں کوتاہی کرنا، اسے ضائع کرنا اور مسجدوں کو بے آباد و ویران بنانا منافقوں کی نشانی ہے جو ہلاک و برباد ہونے والے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ (المؤمنون: ۲/۱۲۳) ”یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔“ اور منافقین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالًا يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (النساء: ۱۳۲/۴) ”اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کابلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یاد الہی تو بس برائے نام ہی کرتے ہیں۔“ امام الانبیاء کا اسوۂ مبارکہ دیکھیں تو پوری زندگی نماز سے روشن و تابندہ نظر آتی ہے۔ حالت امن ہو یا جنگ، مقیم ہوں یا مسافر، گرمی ہو یا سردی، تندرستی ہو یا بیماری، ہر حالت میں آپ نماز سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے نظر آتے ہیں۔ فرض نمازوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے، کبھی تہجد ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں تو کبھی نماز اشراق، کبھی تحیۃ الوضو تو کبھی تحیۃ المسجد۔ حیات طیبہ کے آخری دنوں میں حالت مرض میں بھی جس چیز کی انتہائی فکر ہوتی ہے وہ نماز ہی تھی۔ بے ہوشی سے افاقہ ہوتا تو فوراً دریافت فرماتے: ”کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟“ اور پھر اس دنیا سے الوداع ہوتے وقت امت کو آخری وصیت یہ فرمائی: [الصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ] (سنن ابن ماجہ، الجنازہ، باب ماجاء فی ذکر مرض رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۱۶۲۵) و مسند احمد: ۲۹۰/۶) اس سے نماز کی اہمیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

نماز جس قدر اہم ہے، اسی طرح اس کا طریقہ ادائیگی بھی نہایت اہم ہے۔ اپنے من مانے اور من

گھڑت طریقوں سے ادا کی ہوئی نماز قطعاً قابل قبول نہ ہوگی بلکہ نماز کی قبولیت کے لیے یہ شرط ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے اسوۂ مبارکہ کے عین مطابق ہو۔ فرمان نبوی ہے: [صَلُّوْا کَمَا رَأَيْتُمُوْنِیْ اُصْلَیْ] (صحیح البخاری، الأذان، باب الأذان للمسافرین..... الخ، حدیث: ۶۳۱) ”نماز اس طرح ادا کرو جس طرح تم نے مجھے ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔“ لہذا نماز کو تمام سنن مبارکہ واجبات اور مستحباب کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔ کسی بھی سنت مبارکہ کو کمتر اور حقیر سمجھتے ہوئے یا جاہلانہ تاویلات کا سہارا لے کر ترک کرنا انتہائی جسارت ہوگی۔ جو نماز سنت نبوی کے مطابق ہوگی اس کے اجر و ثواب کا اندازہ پیارے نبی ﷺ کے اس فرمان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ اس نہر میں روزانہ پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گا؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں، کسی قسم کا میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پانچوں نمازوں کی مثال بھی ایسے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے ذریعے سے گناہ مٹا دیتا ہے۔“ (صحیح البخاری، مواقیب الصلاة، الصلوات الخمس کفارة، حدیث: ۵۲۸، و صحیح مسلم، المساجد، باب المشی إلى الصلاة..... الخ، حدیث: ۶۶۷)

(المعجم ۲) كِتَابُ الصَّلَاةِ (التحفة ۳)

نماز سے متعلق احکام و مسائل

(المعجم ۱) - أَبْوَابُ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ (التحفة ۱)

باب ۱- اوقات نماز کے احکام و مسائل

۶۶۷- حضرت بریدہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ دو دن ہمارے ساتھ نماز میں پڑھو۔“ تو جب سورج ڈھلا آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انھوں نے اذان کہی پھر حکم دیا تو انھوں نے ظہر کی اقامت کہی (اور نماز ادا کی گئی) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو انھوں نے عصر کی اقامت کہی جب کہ سورج بلند سفید اور روشن تھا پھر حکم دیا تو انھوں نے مغرب کی اقامت کہی جب سورج غروب ہوا پھر جرجب شفق غروب ہو گئی تو انھیں حکم دیا اور انھوں نے عشاء کی اقامت کہی پھر جب صبح صادق طلوع ہوئی تو انھیں حکم دیا اور انھوں نے فجر کی اقامت کہی۔ (اس طرح پانچوں نمازیں اول وقت میں ادا فرمائیں۔) جب دوسرا دن ہوا تو انھیں حکم دیا اور انھوں نے ٹھنڈی کر کے ظہر کی اذان دی اور خوب ہی ٹھنڈی کی

۶۶۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُونُسَ الْأَزْرَقِيُّ: أَنَّكَ سَفِيَانُ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونِ الرَّقِّيُّ: حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ سَفِيَانَ، عَنْ عُلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بَرْيَدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «صَلِّ مَعَنَا هَذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ» فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الظُّهْرَ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيَاضًا نَقِيَّةً، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِي، أَمَرَهُ فَأَذَّنَ الظُّهْرَ فَأَبْرَدَ بِهَا، وَأَنْعَمَ

پھر عصر کی نماز پڑھی جب کہ سورج بلند تھا، لیکن کل کی نسبت تاخیر فرمائی، پھر شفق غروب ہونے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی اور تہائی رات گزرنے کے بعد عشاء کی نماز ادا فرمائی، پھر فجر کی نماز خوب روشن کر کے پڑھی، پھر فرمایا: ”نماز کے اوقات پوچھنے والا کہاں ہے؟“ اس نے کہا، اللہ کے رسول! وہ میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو اوقات تم نے دیکھے ہیں تمہاری نمازوں کے اوقات ان کے درمیان ہیں۔“

أَنْ يُبَرِّدَ بِهَا، ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً، أَخَّرَهَا فَوْقَ الَّذِي كَانَ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى الْعِشَاءَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، وَصَلَّى الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ بِهَا، ثُمَّ قَالَ: «أَيُّنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ؟» فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: «وَقْتُ صَلَاتِكُمْ بَيْنَ مَا رَأَيْتُمْ».

🌞 **فوائد و مسائل:** ① اوقات کی تعلیم کے لیے رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر اَوَّل وقت اور آخرت میں نمازیں پڑھ کر دکھائیں۔ اس سے تعلیم میں عملی اسوہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ② نماز میں افضل یہ ہے کہ اَوَّل وقت میں ادا کی جائے لیکن آخری وقت میں ادا کرنے سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ ③ تعلیم کے لیے یا کسی اور جائز مقصد کے پیش نظر افضل کام چھوڑ کر غیر افضل جائز کام اختیار کیا جاسکتا ہے لیکن اسے مستقل عادت بنانا درست نہیں۔ ④ نماز ظہر کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ ڈھلنے کا مطلب یہ ہے کہ سورج اپنی سب سے زیادہ بلندی تک پہنچ کر نیچے آنا شروع ہو جائے، اس کا اندازہ سائے سے ہوتا ہے جب کہ دیوار وغیرہ کا سایہ مشرق کی طرف زمین پر نظر آجائے۔ ⑤ ظہر کی نماز ٹھنڈی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گرمی کی شدت کم ہونے کا انتظار کیا جائے۔ موسم گرم میں دوپہر کو بہت شدت کی گرمی ہوتی ہے۔ اس لیے زوال کے فوراً بعد نماز پڑھنے کی بجائے کچھ ٹھہر کر ادا کی جاسکتی ہے البتہ سردی کے موسم میں اس انتظار کی ضرورت نہیں۔ ⑥ اس حدیث میں عصر کا وقت دونوں دنوں میں ملتے جلتے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے یعنی فرمایا گیا ہے کہ ”سورج بلند تھا“ بلندی کی مقدار کی وضاحت آئندہ احادیث سے ہوگی۔ ⑦ مغرب کا وقت سورج کی نکلیا افق سے غائب ہو جانے پر شروع ہوتا ہے اور شفق ختم ہونے پر ختم ہو جاتا ہے۔ شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی طرف آتی ہے۔ ⑧ عشاء کا وقت شفق غروب ہونے سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا آخری وقت اس حدیث کی روشنی میں تہائی رات معلوم ہوتا ہے۔ بعض دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کی نماز آدھی رات تک ادا کی جاسکتی ہے مثلاً: صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کی قولی حدیث موجود ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے نماز کے اوقات بیان کرتے ہوئے عشاء کی نماز کے بارے میں فرمایا: «وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ» (صحیح مسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، حدیث: ۶۱۳) ”اور عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔“ ⑨ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق کے طلوع سے شروع ہوتا ہے لیکن سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے پڑھ لینی چاہیے، البتہ کسی عذر کی بنا پر تاخیر ہو جائے تو سورج طلوع ہونے سے پہلے

ایک رکعت بھی ادا ہو جائے تو بروقت ادا ہو گئی ہی سمجھی جائے گی۔ ارشاد نبوی ہے: ”جسے سورج نکلنے سے پہلے نماز صبح کی ایک رکعت مل گئی اسے صبح کی نماز مل گئی اور جسے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت مل گئی اسے عصر کی نماز مل گئی۔“ (صحیح البخاری، مواقیب الصلاۃ، باب من أدرك من الفجر ركعة، حدیث: ۵۷۹، و صحیح مسلم، المساجد، باب من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة، حدیث: ۶۰۸) ۵ نماز کے اوقات ان دو ایام میں ادا شدہ نمازوں کے اوقات کے درمیان میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر نماز کے ابتدائی اور آخری اوقات بتا دیے گئے ہیں جو شخص ان دو اوقات کے درمیان کسی وقت نماز ادا کر لے گا اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہیے کہ اول وقت کو چھوڑ کر وقت کی ابتدا و انتہا کے عین درمیان کے وقت کو نماز کے لیے متعین کر دیا جائے کیونکہ اگر یہ مطلب قرار دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صرف درمیان کے قنوں سے وقت میں نماز ادا کرنی چاہیے۔ اس طرح نماز کے اوقات میں جو گنجائش ہے وہ ختم ہو جائے گی مثلاً: اگر مذکورہ دو دنوں میں نبی اکرم ﷺ نے عصر کی نماز پہلے دن تین بجے ادا کی ہو اور دوسرے دن پانچ بجے تو اس جملہ سے یہ مطلب لینا درست نہیں کہ صبح وقت چار بجے ہے ورنہ یہ لازم آئے گا کہ ان دونوں دنوں میں نمازیں بے وقت ادا ہوئیں۔ اور یہ بات صریحاً غلط ہے۔



۶۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمُضَرِّيُّ: أَتَبْنَا اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ كَانَ قَاعِدًا عَلَى مِثَاقِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فِي إِمَارَتِهِ عَلَى الْمَدِينَةِ، وَمَعَهُ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، فَأَخَّرَ عُمَرُ الْعَصْرَ شَيْئًا، فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ: أَمَا إِنَّ جَبْرِيلَ نَزَلَ فَصَلَّى إِمَامَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: إِغْلَمْ مَا تَقُولُ يَا عُرْوَةُ! قَالَ: سَمِعْتُ بَشِيرَ بْنَ أَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «نَزَلَ جَبْرِيلُ فَأَمَّنِي، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ»

۶۶۸- امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جن دنوں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مدینہ کے گورنر تھے (ایک دن) وہ (زہری) ان کے گدے پر بیٹھے تھے ان کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بھی تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عصر کی نماز میں تاخیر کر دی تو عروہ نے ان سے کہا: سنو! جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے امام بن کر نمازیں پڑھائیں (اس طرح نماز کے اوقات کا تعین وحی کی روشنی میں ہوا، اس لیے نماز میں دیر کرنا درست نہیں۔) عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: عروہ! غور تو کرو تم کیا کہہ رہے ہو؟ عروہ نے کہا: میں نے بشیر بن ابومسعود

صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ. يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ. کو یہ کہتے سنا کہ میں نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد سنا: ”جبریل علیہ السلام نازل ہوئے انھوں نے میری امامت کی تو میں نے ان کے ساتھ (ان کی اقتدا میں) نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔“ آپ ﷺ نے انگلیوں سے گن کر پانچ نمازوں کا ذکر کیا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① قرآن مجید میں نماز کو وقت پر پڑھنے کا حکم ہے جیسے کہ ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ (النساء: ۱۰۳/۴) ”مومنوں پر مقررہ اوقات میں نماز ادا کرنا فرض ہے۔“ اس کی وضاحت بھی وحی کے ساتھ عملی طور پر کی گئی۔ ② اوقات نماز کی تعیین کے لیے جبریل علیہ السلام کا ہر نماز کے وقت نازل ہونا نماز کی اور خصوصاً نماز باجماعت کی اہمیت واضح کرتا ہے۔ اس سے نماز کی بروقت ادائیگی کی اہمیت بھی واضح ہے۔ ③ اسلامی معاشرے میں بڑے سے بڑا عہدے دار تنقید سے بالاتر نہیں لیکن تنقید کرتے وقت ادب و احترام کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ④ اگر مسئلہ واضح نہ ہو تو مسئلہ بتانے والے سے وضاحت طلب کی جاسکتی ہے، یہ احترام کے منافی نہیں۔ ⑤ اگر کوئی شخص حدیث سن کر کسی اشکال کی وجہ سے اسے تسلیم کرنے میں توقف کرے تو اسے حدیث کا منکر قرار نہیں دینا چاہیے بلکہ اس کے اشکال کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ ⑥ حدیث کو باسناد اور باحوالہ بیان کرنے سے وہ سامعین کے لیے زیادہ قابل قبول ہو جاتی ہے۔ ⑦ حدیث کی سندیں بیان کرنے کا سلسلہ تابعین کے دور ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں صحیح اور ضعیف احادیث میں امتیاز کرنا آسان ہو گیا۔

(المعجم ۲) - بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الْفَجْرِ

(التحفة ۲)

۶۶۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: مومن خواتین نبی ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز (باجماعت) ادا کیا کرتی تھیں اس کے بعد وہ گھروں کو واپس جاتیں تو انھیں کوئی نہ پہچان سکتا، یعنی اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

۶۶۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنَّ نِسَاءً لِمُؤْمِنَاتٍ يُصَلِّينَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَاةَ لُصْبِحٍ، ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى أَهْلِهِنَّ فَلَا

يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ - تَعْنِي: مِنَ الْغَلَسِ -

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز اول وقت میں ادا کرتے تھے۔ ② نمازوں میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شریک ہوتی تھیں۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ نبی ﷺ وعظ و نصیحت فرماتے یا آپ سے مسائل دریافت کیے جاتے تو عورتیں بھی سنتیں اور دین کا علم حاصل کرتیں۔ بعض اوقات کوئی عورت خود بھی کوئی مسئلہ دریافت کر لیتی تھی۔ اب بھی عورتیں آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز کے لیے مسجد میں آنا چاہیں تو انھیں منع نہیں کرنا چاہیے اگرچہ گھر میں نماز پڑھنا عورتوں کے لیے مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ ③ ام المؤمنین کی وضاحت سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کے پہچانے نہ جانے کا سبب یہ ہوتا تھا کہ نماز سے فراغت کے وقت اتنی روشنی نہیں ہوتی تھی کہ معلوم ہو سکے کہ چادر اوڑھ کر جانے والی یہ عورت کون ہے؟ زیادہ روشنی میں باپردہ ہونے کے باوجود اس عورت کو پہچانا جاسکتا ہے جو رشتہ داروں میں سے ہو یا مرد اس سے واقف ہو۔ ④ فجر میں قراءت طویل ہونے کے باوجود اتنی جلدی فارغ ہو جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز بہت جلد کھڑی ہو جاتی تھی اور نماز اول وقت میں ادا کی جاتی تھی۔ ⑤ عورتیں نماز کا سلام پھرنے کے بعد ذکر اذکار کے لیے نہیں بیٹھتی تھیں بلکہ فوراً اٹھ کر چلی جاتی تھیں جب کہ مرد اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک تمام عورتیں مسجد سے چلی نہ جاتیں۔ جیسے کہ دیگر احادیث میں صراحت ہے۔



۶۷۰- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطٍ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: ﴿وَقُرْءَانَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْءَانَ الْفَجْرِ كَأَنَّ مَشْهُودًا﴾. [الإسراء: ۷۸] قَالَ: «تَشْهَدُهُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ».

۶۷۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیات کریمہ ﴿وَقُرْءَانَ الْفَجْرِ كَأَنَّ مَشْهُودًا﴾ اور فجر کی تلاوت یقیناً فجر کی نماز میں..... فرشتے..... حاضر ہوتے ہیں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ”اس میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے نماز فجر کی فضیلت اور اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس فضیلت میں اس کے ساتھ عصر کی نماز بھی شریک ہے۔ ② فرشتوں کی حاضری کی وضاحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے اندر اپنی اپنی باری پر کچھ فرشتے رات کو اور کچھ فرشتے دن کو آتے

۶۷۰- [صحیح] أخرجه أحمد: ۲/ ۴۷۴ عن أسباط به، والترمذي، ح: ۳۱۳۵ من حديث عبيد بن أسباط بسند عن أبي هريرة رضي الله عنه به، وقال: "حسن صحيح"، وصححه ابن خزيمة، ح: ۱۴۷۴، والحاكم: ۱/ ۲۱۰، ۲۱۱، والذهبي، وللحديث شواهد عند البخاري وغيره، تفسير ابن كثير: ۳/ ۵۴، ۵۵.

ہیں۔ اور وہ (دونوں گروہ) فجر اور عصر کی نمازوں میں (باہم) جمع ہوتے ہیں، پھر جو فرضتے رات کو تھارے ساتھ رہے ہیں (فجر کی نماز کے بعد) اور (آنانوں میں) چلے جاتے ہیں۔ ان سے ان کا رب سوال کرتا ہے حالانکہ اسے زیادہ علم ہے (فرماتا ہے) تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں: ہم نے انھیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس گئے تھے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم، المساجد و مواضع الصلاۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیہما، حدیث: ۶۳۲) فرشتوں کی گواہی سے مومنوں کی عظمت اور شان ظاہر ہوتی ہے۔

۶۷۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا نَهْيكُ بْنُ يَرْبُوعٍ الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا مُعِيْثُ بْنُ سَمِيٍّ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الصُّبْحَ بَعْلَسَ، فَلَمَّا سَلَّمَ أَقْبَلْتُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ، فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: هَذِهِ صَلَاتُنَا كَانَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَلَمَّا طَعِنَ عُمَرُ أَسْفَرَ بِهَا عُثْمَانُ.

۶۷۲- حضرت مغیث بن سُمَیٰؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کی جب انھوں نے سلام پھیرا تو میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: یہ کیا نماز ہے؟ (اتنی سویرے نماز پڑھا دی؟) انھوں نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور ابوبکر و عمرؓ کے ساتھ یہی نماز (اسی وقت) پڑھتے تھے۔ پھر جب حضرت عمرؓ کو زخمی کیا گیا (ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا) تو حضرت عثمانؓ روشنی ہونے پر نماز پڑھانے لگے۔

فوائد ومسائل: ① نماز فجر کا افضل اور مسنون وقت اول وقت ہی ہے، اس لیے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اسی پر عمل رہا۔ ② حضرت عثمانؓ کا فجر کی نماز کو روشنی ہونے پر ادا کرنا ایک وقتی مصلحت کے تحت تھا۔ مستقل تبدیلی نہیں تھی۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے تاخیر کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے اصل سنت کے مطابق اول وقت نماز فجر ادا فرمائی۔ ③ اگر کسی وجہ سے کوئی ایسا رواج شروع ہو جائے جو بہتر نہ ہو تو موقع ملنے پر اسے ختم کر کے صحیح رواج جاری کر دینا چاہیے۔

۶۷۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَنبَاءَنَا: حَدَّثَنَا مُعِيْثُ بْنُ سَمِيٍّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، سَمِعَ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «صَبَّحَ كُرُوشَنَ كُرُوشَ» فِي يَوْمٍ زَيْدٍ ثَوَابٍ

۶۷۱- [إسناده صحيح] أخرجه البيهقي: ۴۵۶/۱ من حديث الأوزاعي به، وقال البوصيري: "هذا إسناده صحيح"، وحسنه البخاري.

۶۷۲- [صحيح] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب وقت الصبح، ح: ۴۲۴ من حديث سفيان به، وتابعه يحيى عند

عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ - وَجَدَهُ بِذُرِّيٍّ -
يُخْبِرُ عَنْ مَخْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ
خَدِيجٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَصْبَحُوا
بِالصُّبْحِ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْآخِرِ، أَوْ لِأَجْرِكُمْ».

🌞 فائدہ: ”صبح کو روشن کرو“ کا یہ مطلب لینا کہ فجر کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب خوب روشنی پھیل جائے (جیسا کہ احناف کے ہاں معمول ہے) غلط ہے کیونکہ یہ مفہوم نبی ﷺ کے عمل کے خلاف ہے۔ آپ ہمیشہ غلس ”اندھیرے میں“ اول وقت“ میں فجر کی نماز پڑھتے رہے۔ اس لیے اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ فجر کی نماز اس وقت ادا کی جائے جب صبح صادق طلوع ہو جانے کا یقین ہو جائے۔ صبح کا ذب میں ادا نہ کی جائے یا پھر یہ مطلب ہے کہ قراءت طویل کرو تا کہ نماز سے فارغ ہو تو صبح روشن ہو چکی ہو کیونکہ گزشتہ احادیث سے اول وقت پڑھنے کی فضیلت ظاہر ہے۔

(المعجم ۳) - بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ
(التحفة ۳)

۶۷۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ
حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ
يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا دَخَصَتِ الشَّمْسُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے جیسے کہ آیت مبارکہ ﴿إِذَا وَقَعَتِ الصُّلُوءُ لِلذَّكَاءِ الشَّمْسِ﴾ (بنی اسرائیل: ۷۸/۱۷) ”نماز قائم کریں سورج کے ڈھلنے پر“ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔
② نبی ﷺ کا عمل اول وقت میں نماز ادا کرنا ہے۔

۶۷۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ،
عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ، عَنْ أَبِي بَرَزَةَ الْأَسْلَمِيِّ

۶۷۳- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دوپہر کی نماز جسے تم لوگ ظہر کہتے ہو اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔

النسائي: ۱/ ۲۷۲، ح: ۵۴۸، وللحديث طرق أخرى، وصححه ابن حبان.

۶۷۳- أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب تقديم الظهر في أول الوقت في غير شدة الحر، ح: ۶۱۸ عن ابن بشار وغيره به.

۶۷۴- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب ما يكره من السمر بعد العشاء، ح: ۵۹۹ من حديث يحيى، ۴

قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي صَلَاةَ الْهَجِيرِ
الَّتِي تَدْعُونَهَا الظُّهْرَ، إِذَا دَحَضَتِ
الشَّمْسُ.

۶۷۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا
وَكَيْعٌ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ،
عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرَّبٍ الْعَبْدِيِّ، عَنْ خَبَّابٍ
قَالَ: سَكَنَّا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَرَّ
الرَّمْضَاءِ، فَلَمْ يُشْكِنَا.

قَالَ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا
الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ نَحْوَهُ.

۶۷۶- حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے زمین کی پیش کی شکایت کی، تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری شکایت دور نہ فرمائی۔

۶۷۷- امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد (قطان نے کہا: ہمیں ابو حاتم نے انصاری سے، انھوں نے حضرت عوف رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت بیان کی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① [الرَّمْضَاءُ] اس ریت کو کہتے ہیں جو سورج کی دھوپ سے تپ کر گرم ہو چکی ہو۔ ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درخواست یہ تھی کہ چونکہ دھوپ سے ریت گرم ہو جاتی ہے تو گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز ادا کرتے وقت اس پر سجدہ کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اگر نماز کچھ مؤخر کر لی جائے جس سے ریت کی حرارت میں کمی ہو جائے تو مناسب ہوگا لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ درخواست منظور نہ فرمائی بلکہ گرمی کے موسم میں بھی جلدی نماز پڑھاتے رہے۔ ③ دوسری احادیث میں گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنے کا ذکر ہے۔ (جیسے آگے باب ۴ میں احادیث آ رہی ہیں۔) اس کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑی سی تاخیر ہو سکتی ہے لیکن مزید تاخیر کی گنجائش نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تاخیر کرتے کرتے نماز کو اس کے آخر وقت میں ادا کریں۔

۶۷۶- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا
مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ

۶۷۷- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے نبی ﷺ سے زمین کی پیش

﴿ومسلم، المساجد، باب استحباب التكبیر بالصبح فی أول وقتها... الخ، ح: ۶۴۷ من حدیث سیار أبي المنهال به.﴾

۶۷۵- أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب تقديم الظهر... الخ، ح: ۶۱۹ من حدیث أبي إسحاق.

۶۷۶- [صحیح] أخرجه البزار (كشف) ۳۷۰، ومختصر الحافظ ابن حجر: ۲۲۷ عن أبي كريب وغيره به، وقال: "لا تعلم رواه بهذا الإسناد إلا معاوية عن سفیان" (الثوري: ۱۶۲)، ولم أجد تصريح سماعه، وفيه علة أخرى، وله شواهد، منها الحديث السابق.

[جُبَيْر]، عَنْ حِشْفِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ،
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى
النَّبِيِّ ﷺ حَرَّ الرَّمْضَاءِ، فَلَمْ يُشْكِنَا.

(المعجم ۴) - بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظَّهْرِ فِي
شِدَّةِ الْحَرِّ (التحفة ۴)

باب: ۳- سخت گرمی کے ایام میں ظہر کو
ٹھنڈا کرنا

۶۷۷- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا
مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الزُّنَادِ، عَنِ
الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ: «إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ
شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فِتْحِ جَهَنَّمَ».

۶۷۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب گرمی شدید ہو تو نماز
ٹھنڈی کر لو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① شدید گرمی میں نماز کو قدرے تاخیر سے ادا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ گرمی کی شدت نماز میں
توجہ اور خشوع سے رکاوٹ بنتی ہے، اس لیے گرمی کی تخفیف کے وقت نماز زیادہ توجہ سے ادا کی جاسکے گی، تاہم یہ تاخیر
بہت زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ ② گرمی کی شدت کو جہنم کی بھاپ کی وجہ قرار دیا گیا ہے اس کو بعض علماء نے تشبیہ اور
مجاز پر محمول کیا ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اسے حقیقت پر محمول کیا جائے کیونکہ ظاہری حالات کے کچھ اسباب ہمیں
معلوم ہوتے ہیں اور کچھ ایسے اسباب بھی ہوتے ہیں جن کا تعلق عالم غیب مثلاً: فرشتوں یا جنات اور جہنم سے ہوتا
ہے۔ عالم غیب پر ایمان لانے کے بعد اس کے بعض امور کا ظاہری دنیا کے معاملات سے متعلق ہونا، کسی اشکال کا
باعث نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جہنم نے رب سے شکایت کرتے ہوئے عرض کیا: یا رب! میرا ایک حصہ
دوسرے کو کھائے جا رہا ہے (میری حرارت خود میرے لیے ناقابل برداشت ہوئی جاتی ہے)۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے
دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس سردی کے موسم میں، اور ایک سانس گرمی کے موسم میں۔ تم لوگ جو سخت ترین
گرمی (کی لہر) یا سخت ترین سردی (کی لہر) محسوس کرتے ہو وہ یہی ہے۔“ (صحیح البخاری، بدء الخلق، باب
صفة النار وأنها مخلوقة، حدیث: ۳۲۶۰، وصحیح مسلم، المساجد، باب استحباب الإبراد بالظہر فی
شدة الحر لمن یعضی الی جماعة وینالہ الحر فی طریقہ، حدیث: ۶۱۷)

۶۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنَّ بَابَ
۶۷۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول

اللہ ﷻ نے فرمایا: ”جب گرمی شدید ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈی کر لو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔“

اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ».

۶۷۹- حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷻ نے فرمایا: ”ظہر کو ٹھنڈا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔“

۶۷۹- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ».

۶۸۰- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷻ کی معیت میں ظہر کی نماز دوپہر کے وقت (زوال سے فوراً بعد) پڑھا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا: ”نماز ٹھنڈی کر لو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔“

۶۸۰- حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُونُسَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ بَيَانَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الظُّهْرِ بِالنَّهَارِ، فَقَالَ لَنَا: «أَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ».

🌞 فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن متنازعاً صحیح ہے جیسا کہ گزشتہ احادیث میں بھی مسئلہ بیان ہوا ہے۔

۶۸۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷻ نے فرمایا: ”ظہر کو ٹھنڈا کر لو۔“

۶۸۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثَيْبٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

﴿رمح وغیرہ بہ۔﴾

۶۷۹- أخرجه البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، ح: ۳۲۵۹ من حديث الأعمش به.

۶۸۰- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۲۵۰/۴ عن إسحاق به * شريك عنن، وتقدم، ح: ۱۴۹، وأصل الحديث شواهد كثيرة، وقال البوصيري: "هذا إسناده صحيح، ورجاله ثقات".

۶۸۱- [إسناده صحيح] وقال البوصيري: "هذا إسناده صحيح".

ﷺ: «أُبْرِدُوا بِالظُّهْرِ».

(المعجم ۵) - بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ (التحفة ۵)

۶۸۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنَّ أَبَا
اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي
الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةً، فَيَذْهَبُ
الذَّاهِبَ إِلَى الْعَوَالِي، وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

۶۸۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں
نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز ادا فرماتے تھے
جب کہ سورج بلند اور روشن ہوتا تھا۔ (اس کے بعد) اگر
کوئی شخص مدینہ کی نواحی بستیوں میں جاتا، تو وہاں پہنچنے
تک سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔

🌞 فائدہ: ① سورج روشن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے رنگ میں زردی نہیں ہوتی تھی بلکہ سفید ہوتا تھا۔ جب
کہ تاخیر کی صورت میں سورج کا رنگ تبدیل ہو کر زرد یا سرخ ہو جاتا ہے۔ ② [عوالی] سے مراد مدینہ کی کچھ نواحی
بستیاں ہیں جو مدینہ سے نجد کی سمت واقع ہیں۔ ان میں سے کوئی بستی دو تین میل کے فاصلے پر ہے، کوئی چار میل یا
زیادہ سب سے زیادہ فاصلہ آٹھ میل ہے۔ ③ اس روایت سے عصر کے وقت کا کوئی واضح تعین نہیں ہو پاتا کیونکہ
”عوالی“ بستیوں کا فاصلہ ایک دوسری سے بہت مختلف ہے۔ علاوہ ازیں سال کے مختلف موسموں میں عصر کے بعد
مغرب تک کا وقت بھی کم و بیش ہوتا رہتا ہے، تاہم اس سے یہ بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ آپ عصر کی نماز اول وقت
میں ادا فرمایا کرتے تھے لیکن یہ اول وقت کون سا تھا؟ اس کی وضاحت اس روایت سے ہو جاتی ہے جس میں آپ
نے ظہر کی نماز سورج کے ڈھلنے ہی پر بڑھ لی اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۔
(سنن النسائي، المواقيت، باب أول وقت العصر، حدیث: ۵۰۵) اس سے عصر کی نماز کا اول وقت یقیناً متعین
ہو جاتا ہے اور وہ ہے (اصلی سایہ نکال کر) سائے کا ایک مثل ہو جانا۔

۶۸۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ،
عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: صَلَّى النَّبِيُّ
ﷺ الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِي، لَمْ

۶۸۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں
نے فرمایا: نبی ﷺ نے عصر کی نماز ادا فرمائی اور ابھی
میرے صحن میں دھوپ موجود تھی ابھی سایہ (دیوار پر) نہ
پڑھا تھا۔

۶۸۲- أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب التكبير بالعصر، ح: ۶۲۱ عن محمد بن رُمح به.

۶۸۳- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت العصر، ح: ۵۴۶، ومسلم، المساجد، باب أوقات
الصلوات الخمس، ح: ۶۱۱ من حديث سفيان به.

يُظْهِرُهَا الْفَنَاءُ بَعْدُ.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے عصر کی نماز جلدی ادا فرمائی کیونکہ اگر دیر کی جائے تو سایہ پورے صحن میں پھیل جائے گا اور دیوار پر چڑھنا شروع ہو جائے گا۔

(المعجم ۶) - بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى

صَلَاةِ الْعَصْرِ (التحفة ۶)

۶۸۳- حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر ارشاد فرمایا: ”جس طرح ان لوگوں نے ہمیں عصر کی نماز سے روک دیا اللہ (اس کی سزا کے طور پر) ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔“

۶۸۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَدَةَ: حَدَّثَنَا

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ زُرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: «مَلَأَ اللَّهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا، كَمَا شَعَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى».

نوائد و مسائل: ① جو شخص بدو عدا کا مستحق ہوا ہے بدو عدا دینا جائز ہے۔ ② دینی نقصان دینی نقصان سے زیادہ اہم ہے۔ ③ نماز عصر کی اہمیت دوسری نمازوں سے زیادہ ہے۔ ④ اس واقعہ کا یہ پہلو انتہائی قابل توجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنہیں اللہ تعالیٰ نے [رحمة للعالمین] فرمایا ہے جب ان کی زندگی کا شدید ترین دن تھا یعنی جب نبی ﷺ طائف تشریف لے گئے اور مشرکین نے نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی بات نہ سنی اور انتہائی گستاخی سے پیش آئے بلکہ بچوں کو نبی اکرم ﷺ کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے اس حد تک سنگ باری کی کہ نبی اکرم ﷺ کا جسد اطہر لہولہاں ہو گیا، اس وقت بھی آپ نے ان کو بدو عدا دینے سے اجتناب کیا لیکن جب جنگ خندق میں مصروفیت کی وجہ سے عصر کی نماز نہ گئی تو طائف میں خاموش رہنے والی زبان سے بھی بدو عدا نکل گئی۔ اور بدو عدا بھی اتنی شدید کہ اللہ کرے ان کے گھروں میں آسمان سے آگ برے اور جب مرجائیں تو قبروں میں بھی جہنم کی آگ کا اندھن بنے رہیں۔ ان لوگوں کو غور کرنا چاہیے جو محض کاہلی کی وجہ سے یا کھیل کود میں مصروفیت کی وجہ سے یا کاروبار یا کسی دوسری مشغولیت کی وجہ سے نماز چھوڑ دیتے ہیں، ان کا یہ عمل آپ ﷺ کی نظر میں کس قدر قابل نفرت اور کتنا عظیم جرم ہے۔ اللہ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

۶۸۵- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

۶۸۵- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا

۶۸۴- [مسندہ حسن] أخرجه البزار في البحر الزخار: ۲/ ۱۸۰، ۱۸۱، ح: ۵۵۷ عن أحمد بن عبد الله به.

۶۸۵- [صحیح] أخرجه مسلم، المساجد، باب التغليظ في نفويت صلاة العصر، ح: ۶۲۶ ب من حديث سفیان بن عیینة به.

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ
سَالِمٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
قَالَ: «إِنَّ الَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ،
كَبُحٌّ (کچھ) تَبَاهٍ وَبَرَادٌ هَوَگئے۔“
فَكَأَنَّمَا وَزِيرٌ أَهْلُهُ وَمَالُهُ».

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک دنیا دار کی نظر میں اس سے بڑا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا کہ اس کے بیوی بچے اور رشتہ دار سب ایک ہی بار ہلاک ہو جائیں اس کے مویشی مرغائیں مکان اور عمارتیں زمین بوس ہو جائیں روپیہ پیسہ لوٹ لیا جائے اس کا گھر رہے نہ در اور وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو جائے لیکن نبی اکرم ﷺ کی نظر میں اتنا بڑا نقصان اس نقصان کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو ایک نماز کے چھوڑنے سے ہوتا ہے۔ جس نے نفسِ امارہ کی بات مان کر اور شیطان کے بہکادے میں آ کر عصر کی صرف ایک نماز چھوڑ دی اس کا نقصان اسی طرح ناقابلِ تلافی ہے جس طرح مذکورہ بالا مثال میں بدقسمت آدمی کا نقصان ناقابلِ تلافی ہے۔ ② عصر کی نماز کی اہمیت دوسری نمازوں سے زیادہ ہے، اس لیے قرآن مجید نے اس نماز کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت کاروباری مصروفیت کا ہوتا ہے اور انسان تھوڑے سے دنیوی فائدے کے لیے اللہ کو بھول جاتا ہے لیکن دنیا کا بڑے سے بڑا منافع اس نقصان کا بدل نہیں ہو سکتا جو اس نماز کے ضائع کرنے سے ہو سکتا ہے کیونکہ فائدہ تو دنیا کا ہے اور نقصان آخرت کا۔ اور دنیا کے تمام خزانے اور تمام نعمتیں اللہ کی نظر میں مچھر کے پر جتنی وقعت بھی نہیں رکھتیں۔ ارشادِ نبوی ہے: ”اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔“ (جامع الترمذی، الزہد، باب ماجاء فی هوان الدنيا علی الله عز وجل، حدیث: ۲۳۲۰) ③ نماز فوت ہونے کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نماز وقت پر ادا نہیں ہوئی اگرچہ بعد میں پڑھ لی۔ اس صورت میں اس کے نقصان کی مثال وہ ہے جو بیان ہوئی۔ جس نے بالکل چھوڑ دی اس کا نقصان تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ ④ روایت کے آخری کلمات کے یہی معنی بھی کیے گئے ہیں۔ ”گویا وہ شخص اہل و عیال اور مال و دولت سمیت تباہ و برباد ہو گیا۔“

۶۸۶- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: ح: وَحَدَّثَنَا يَحْيَى
ابْنُ حَكِيمٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ:
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ
مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَسْبَ الْمُشْرِكُونَ
۶۸۶- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: مشرکین نے نبی ﷺ کو عصر کی نماز نہ پڑھنے دی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا تب آپ ﷺ نے فرمایا: ”انھوں نے ہمیں درمیانی نماز سے روک دیا اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔“

النَّبِيِّ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ، حَتَّى غَابَتِ
الشَّمْسُ، فَقَالَ: «حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ
الْوُسْطَى، مَلَأَ اللَّهُ قُبُورَهُمْ وَبَيَّوْنَهُمْ نَارًا».

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے جس کی تاکید قرآن مجید میں ان الفاظ میں وارد ہے: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى﴾ (البقرہ: ۲۳۸/۲) ”نمازوں کی حفاظت کرو اور (خاص طور پر) درمیانی نماز کی۔“ ② نماز سے روکنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا مملہ جاری رہا جس کی وجہ سے ہم لوگ جنگ میں مشغول رہے اور نماز پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ ③ جہاد ایک عظیم عمل ہے جسے حدیث میں بجا طور پر ”اسلام کے کوہان کی بلندی“ فرمایا گیا ہے۔ (جامع الترمذی، الإیمان، باب ماجاء فی حرمة الصلوة، حدیث: ۲۶۱۶) لیکن جہاد کے اس عظیم ترین عمل میں مشغولیت بھی نماز چھوڑنے کا جواز نہیں بن سکتی۔ نماز کی اہمیت جہاد سے بھی بڑھ کر ہے۔

باب ۷- نماز مغرب کا وقت

(المعجم ۷) - بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ (التحفة ۷)

۶۸۷- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہم لوگ مغرب کی نماز پڑھ کر ایسے وقت میں فارغ ہو جاتے تھے کہ آدمی اپنا تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔

۶۸۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَّاشِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ: كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيَنْظُرُ إِلَى مَوَاقِعِ نَبْلِهِ.

ابو یحییٰ زعفرانی نے ابراہیم بن موسیٰ کے واسطے سے مذکورہ حدیث کی مثل بیان کیا۔

حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الزَّعْفَرَانِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، نَحْوَهُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① تیر گرنے کی جگہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ نظر اتنی دور تک کام کرتی تھی کہ کوئی شخص تیر چلائے تو اندھیرا کم ہونے کی وجہ سے اسے اپنا تیر زمین پر گرتا ہوا نظر آئے۔ ② اتنی جلدی فارغ ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ سورج غروب ہوتے ہی نماز مغرب ادا کی جاتی تھی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ نماز مختصر ہوتی تھی اس میں دوسری

نماز کی طرح طویل قراءت نہیں ہوتی تھی۔

۶۸۸- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.

۶۸۸- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز مغرب اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج اوٹ میں چھپ جاتا۔

🌅 فائدہ: اوٹ (پردے) میں چھپ جانے کا مطلب یہ ہے کہ سورج کی ٹکیہ پوری طرح غروب ہو جاتی اور اس کا کوئی کنارہ بھی نظر نہ آتا یعنی سورج مکمل طور پر غروب ہونے پر نماز مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے۔

۶۸۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَنَّ أَبَا عَبَّادٍ بْنَ الْعَوَّامِ، عَنْ [عَمْرٍَا] بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْأَحْمَقِ بْنِ قَبِيْسٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تَزَالُ أُمِّي عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤْخَرُوا الْمَغْرِبَ حَتَّى تَشْتَبِكَ النُّجُومُ».

۶۸۹- حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت اس وقت تک دین فطرت (دین اسلام) پر قائم رہے گی جب تک مغرب میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ ستارے خوب نکل آئیں۔“

امام ابو عبد اللہ ابن ماجہ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے محمد بن یحییٰ سے سنا وہ کہتے تھے کہ لوگ بغداد میں اس حدیث کے بارے میں مضطرب ہوئے تو میں اور ابوبکر الاعمین عوام بن عباد بن عوام کے پاس گئے تو وہ اپنے باپ کی اصل (کتاب) ہمارے پاس لائے تو اس میں یہ حدیث موجود تھی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ مَاجَه: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى يَقُولُ: اضْطَرَبَ النَّاسُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ بِعَدَادٍ. فَذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرِ الْأَعْيُنِ إِلَى الْعَوَّامِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ، فَأَخْرَجَ إِلَيْنَا أَصْلَ أَبِيهِ، فَإِذَا الْحَدِيثُ فِيهِ.

۶۸۸- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب، ح: ۵۶۱، ومسلم، المساجد، باب بيان أن أول وقت المغرب... الخ، ح: ۶۳۶ من حديث يزيد به.

۶۸۹- [حسن] أخرجه البيهقي ۴/۱: ۴۴۸ من حديث إبراهيم بن موسى به، بزيادة معمر قبل قتادة * قتادة وشيخه عتينا، ولحديثهما شواهد عند أبي داود، ح: ۴۱۸ وغيره، والحديث حسنه البوصيري.

سُورَةُ مَسَائِل: ① نماز اول وقت پڑھنا افضل ہے خاص طور پر مغرب کی نماز میں تاخیر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ اس کا وقت دوسری نمازوں کی نسبت کم ہوتا ہے۔ ② نمازوں کو تاخیر سے پڑھنا بھی دین سے ایک قسم کی روگردانی ہے۔ ③ بعض زیادہ روشن ستارے ایسے بھی ہیں کہ سورج غروب ہوتے ہی ظاہر ہو جاتے ہیں اس لیے چند ستاروں کا نظر آ جانا تاخیر کی علامت نہیں جب تک ستارے کافی تعداد میں نہ نکل آئیں۔ ④ [تَشْتَبِكُ] کا لفظ شبکۃ (جال) سے بنایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ستارے اس کثرت سے نظر آنے لگیں کہ آسمان پر ستاروں کا جال بچھ جائے۔

باب ۸- نماز عشاء کا وقت

(المعجم ۸) - بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ

(التحفة ۸)

۶۹۰- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ : حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَوْلَا أَنَا أَشَقُّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ».

۶۹۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر مشقت ہوگی تو میں انھیں عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنے کا حکم دیتا۔“

سُورَةُ مَسَائِل: ① دوسری نمازوں کے برعکس عشاء کی نماز میں تاخیر افضل ہے لہذا اسے اول وقت نماز پڑھنے کی فضیلت اور اس کے حکم کی حدیثوں سے مستثنیٰ سمجھنا چاہیے۔ ② تاخیر صرف اس حد تک کرنی چاہیے کہ عام نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ ③ عوام کی تکلیف کا لحاظ کرتے ہوئے افضل کام کو چھوڑ کر غیر افضل اختیار کرنا جائز ہے۔ ④ رسول اللہ ﷺ عام طور پر عشاء کی نماز شفق غروب ہوتے ہی ادا نہیں کرتے تھے بلکہ تاخیر فرماتے تھے اور یہ تاخیر کم زیادہ ہوتی رہتی تھی۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عشاء کی نماز میں اگر لوگ زیادہ ہوتے تو نبی ﷺ جلدی نماز پڑھ لیتے، اگر کم ہوتے تو تاخیر فرما دیتے۔ (صحیح البخاری، مواقیب الصلاة) باب وقت العشاء إذا

اجتمع الناس أو تأخروا! حدیث: (۵۶۵)

۶۹۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ

۶۹۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز کو تہائی رات یا نصف رات تک

۶۹۰- أخرجه مسلم، الطهارة، باب السواك، ح: ۲۵۲ من حديث سفيان به.

۶۹۱- [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في تأخير صلاة العشاء الآخرة، ح: ۱۶۷ من حديث عبيد الله بن عمر به، وقال: "حسن صحيح"، وللحديث طرق أخرى.

۲- کتاب الصلاة

نماز عشاء کے وقت کا بیان

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَوْخِرُ كَرْتَا»
«لَوْلَا أَنْ أَشَقُّ عَلَى أُمَّتِي لِأَخْرَجْتُ صَلَاةَ
الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِ اللَّيْلِ».

🌞 فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز نصف رات سے پہلے پڑھ لی جاسیے کیونکہ نبی ﷺ نے زیادہ سے زیادہ آدھی رات تک تاخیر کی خواہش ظاہر فرمائی البتہ نماز باجماعت نمازیوں کی سہولت کے مطابق مناسب وقت پر ادا کرنی چاہیے۔

۶۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، هَلْ اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا؟ قَالَ: نَعَمْ. أَخَّرَ لَيْلَةَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى قَرِيبٍ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ. فَلَمَّا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: «إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا. وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتَظَرْتُمْ الصَّلَاةَ».

۶۹۲- حضرت حمید رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کیا نبی ﷺ نے انگوٹھی بنوائی تھی؟ انھوں نے فرمایا: ہاں ایک رات آپ ﷺ نے عشاء کی نماز کو آدھی رات کے قریب تک مؤخر کیا۔ جب نماز پڑھ چکے تو چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے فرمایا: ”لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تم جب تک نماز کے انتظار میں رہو گے (ثواب کے اعتبار سے) نماز ہی میں (شمار) ہو گے۔“

قال أَنَسٌ: كَأَنِّي أَنْظَرُ إِلَى وَبَيْصِ خَاتَمِهِ. حضرت انس رحمہ اللہ نے فرمایا: (مجھے اب بھی وہ منظر یاد ہے) گویا نبی ﷺ کی انگوٹھی کی چمک میری نظروں کے سامنے ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کا اکثر عمل عشاء کی نماز جلدی پڑھنے کا ہے یعنی اتنی زیادہ تاخیر نہیں فرماتے تھے۔ کبھی کبھی یہ عمل فضیلت کے اظہار کے لیے اختیار فرماتے تھے۔ ② نواب وحید الزمان خان نے عملاً جلدی پڑھنے اور قولاً تاخیر کی فضیلت بیان کرنے کی حدیثوں میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگر سب مقتدی جاگنے پر راضی ہوں اور تاخیر میں ان کو تکلیف نہ ہو تو تاخیر کرنا افضل ہے ورنہ اوّل وقت میں پڑھ لینا افضل ہے۔ واللہ اعلم۔ ③ نماز کے بعد وعظ و نصیحت کی جاسکتی ہے۔ ④ نماز کا انتظار بہت فضیلت والا عمل ہے۔ ⑤ انگوٹھی پہننا جائز ہے تاہم مرد صرف چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے سونے کا استعمال مرد کے لیے جائز نہیں۔ (سنن ابن ماجہ، اللباس)

۶۹۳- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّيْثِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هَنْدٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ، ثُمَّ لَمْ يَخْرُجْ حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ. فَخَرَجَ، فَصَلَّى بِهِمْ ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا. وَأَنْتُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتَظَرْتُمْ الصَّلَاةَ، وَلَوْلَا الضَّعِيفُ وَالسَّقِيمُ أَحْبَبْتُ أَنْ أُؤَخَّرَ هَذِهِ الصَّلَاةُ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ».

(المعجم ۹) - بَابُ مِيقَاتِ الصَّلَاةِ فِي الْغَيْمِ (التحفة ۹)

۶۹۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَاجِرِ، عَنْ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ، فَقَالَ: «بَكِّرُوا بِالصَّلَاةِ فِي الْيَوْمِ الْغَيْمِ، فَإِنَّهُ مَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ».

۶۹۳- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی، پھر (عشاء کی نماز کے لیے) باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی، پھر آپ باہر تشریف لائے اور انھیں نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا: ”لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے نماز ہی میں رہے۔ اگر کمزور اور بیمار افراد نہ ہوتے تو مجھے یہی پسند تھا کہ اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر کروں۔“

باب ۹- بادل ہونے کی صورت میں نماز کا وقت

۶۹۴- حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک جنگ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: ”بادل والے دن نماز جلدی پڑھ لیا کرو کیونکہ جس کی عصر کی نماز چھوٹ گئی اس کے عمل ضائع ہو گئے۔“

۶۹۳- [إسناده صحيح] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب وقت العشاء الآخرة، ح: ۴۲۲ من حديث داود به.

۶۹۴- [صحيح] أخرجه أحمد: ۳۶۱/۵ عن وكيع عن الأوزاعي به، والصابغ عن عمه* أبي المهبلي كما في صحيح ابن حبان (موارد)، ح: ۲۵۶ وغيره، ولفظه "... فإنه من ترك الصلاة فقد كفر"، وله شواهد عند البخاري وغيره.

🌞 فائدہ: گناہ کی وجہ سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ عمر کی نماز کا چھوٹ جانا بڑا گناہ ہے۔ جس کی وجہ سے دن بھر کے عمل ضائع ہو سکتے ہیں۔

(المعجم ۱۰) - بَابُ مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ
أَوْ نَسِيَهَا (التحفة ۱۰)

باب: ۱۰- نیند یا بھول کی وجہ سے نماز
چھوٹ جانے کا بیان

۶۹۵- حَدَّثَنَا نَضْرُ بْنُ عَلِيٍّ
الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا
حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يَغْفُلُ عَنِ
الصَّلَاةِ أَوْ يَرْقُدُ عَنْهَا، قَالَ: «يُصَلِّيَهَا إِذَا
ذَكَرَهَا».

۶۹۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انہوں نے فرمایا: نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی
آدمی نماز پڑھنا بھول جائے یا سویا رہ جائے (تو کیا
کرے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب یاد آئے اسی
وقت نماز پڑھ لے۔“

www.KitaboSunnat.com

🌞 فوائد و مسائل: ① بھول اور نیند عذر ہے جس کی وجہ سے نماز میں تاخیر کا گناہ نہیں ہوتا بشرطیکہ اس میں
بے پروائی کو دخل نہ ہو۔ ② بھول سے رہ جانے والی نماز یاد آنے پر فوراً ادا کر لینی چاہیے پلا وجہ مزید تاخیر نہیں کرنی
چاہیے۔ ③ اگر نیند سے اس وقت بیدار ہو جب نماز کا وقت گزر چکا ہو تو اسی وقت نماز پڑھ لے بشرطیکہ کراہت کا
وقت نہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تَحْزَنُوا بِصَلَوَتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا
غُرُوبَهَا (صحیح البخاری) مواقیب الصلاة باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس حدیث: ۵۸۲
”جان بوجھ کر نماز سورج طلوع یا غروب ہوتے وقت نہ پڑھو۔“ جس شخص کو کمرہ وقت میں نماز یاد آئی یا اس وقت
جاگا تو وہ کمرہ وقت گزار کر نماز پڑھے۔

۶۹۶- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلَّسِ:
حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ
نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا».

۶۹۶- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کوئی نماز پڑھنا بھول
جائے تو اسے چاہیے کہ جب اسے یاد آئے پڑھ لے۔“

۶۹۷- حَدَّثَنَا حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى:
۶۹۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں



حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ: حَدَّثَنَا يُونُسُ،
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ،
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، حِينَ
قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ، فَسَارَ لَيْلَةً، حَتَّى إِذَا
أَذْرَكَ الْكُرَى عَرَسَ، وَقَالَ لِبَلَالٍ: «إِكْثُلَا
لَنَا اللَّيْلَ» فَصَلَّى بِلَالٌ مَا قَدَّرَ لَهُ، وَنَامَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمَّا تَقَارَبَ
الْفَجْرُ اسْتَنَدَ بِلَالٌ إِلَى رَاحِلَتِهِ، مُوَاجِعَ
الْفَجْرِ، فَعَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ
إِلَى رَاحِلَتِهِ، فَلَمْ يَسْتَقِظْ بِلَالٌ وَلَا أَحَدٌ
مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى ضَرَبَتْهُمْ الشَّمْسُ،
فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوَّلَهُمْ اسْتِيقَظًا،
فَفَزَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: «أَيُّ بِلَالٍ!»
فَقَالَ بِلَالٌ: أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ
بِنَفْسِكَ، يَا أَيْبَى أُمَّتٍ وَأُمِّي، يَا رَسُولَ اللَّهِ!
قَالَ: «افْتَادُوا» فَافْتَادُوا رَوَاحِلَهُمْ سَيْنًا،
ثُمَّ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ
الصَّلَاةَ، فَصَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ، فَلَمَّا قَضَى
النَّبِيُّ ﷺ الصَّلَاةَ قَالَ: «مَنْ نَسِيَ صَلَاةً
فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ - عَزَّ وَجَلَّ -
قَالَ: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾» [طه:
۱۴] قَالَ، وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَتَرَوُّهَا
لِلذِّكْرِ.

نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ غزوہ خیبر سے واپس
آئے تو ایک رات سفر جاری رکھا جب نیند آنے لگی
تورات کے آخری حصے میں آرام کے لیے ٹھہرے۔
نبی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”آج رات
ہمارے لیے (وقت کا) خیال رکھنا“ حضرت بلال رضی اللہ
نماز پڑھتے رہے جب تک ان کی قسمت میں ہوئی۔ اللہ
کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام سو گئے۔ جب فجر کا وقت
قریب ہوا بلال فجر (کے طلوع ہونے کی سمت، یعنی
مشرق) کی طرف منہ کر کے اپنی سواری سے ٹیک لگا کر
بیٹھ گئے۔ (تاکہ جو نبی فجر طلوع ہوا اذان کہہ دیں) وہ
سواری سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ انھیں نیند آگئی۔ نہ
بلال رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے نہ کوئی اور صحابی بیدار ہوا حتیٰ کہ
انھیں دھوپ (کی گرمی) محسوس ہوئی۔ سب سے پہلے
رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھلی۔ تو رسول اللہ ﷺ گھبرا
گئے۔ فرمایا: ”اے بلال!“ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے
اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان جس
ذات نے آپ کو (بیداری سے) روک لیا اسی نے مجھے
بھی روک لیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کوچ کرو“ صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی سواریوں کو تھوڑی دور چلایا۔ پھر
آپ ﷺ نے (قافلہ روک کر) وضو کیا اور بلال رضی اللہ عنہ کو
حکم دیا تو انھوں نے نماز کی اقامت کہی۔ آپ ﷺ نے
فجر کی نماز پڑھائی۔ جب نبی ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو
فرمایا: ”جس شخص کو نماز کی ادائیگی یاد نہ رہے اے
چاہیے کہ جب یاد آئے نماز پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾“ اور نماز

نیند یا بھول کی وجہ سے نماز چھوٹ جانے کا بیان

قائم کر میری یاد کے لیے۔“

امام زہری رحمہ اللہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے:
(وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذِّكْرِ) ”اور نماز قائم کرو یاد کے
وقت۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں نماز کی اتنی اہمیت تھی کہ سفر میں تھکاوٹ کے موقع پر آرام کرتے ہوئے بھی یہی خیال تھا کہ نماز لیٹ نہ ہو جائے۔ اس لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی باقاعدہ ڈیوٹی لگادی تاکہ فجر کی نماز بروقت پڑھی جائے۔ ② حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے پورا اہتمام کیا۔ ایک یہ کہ بقیہ رات نماز پڑھتے رہے تاکہ نیند نہ آجائے اور پھر جب اذان کا وقت قریب ہوا تو بھی پوری مستعدی سے مشرق کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے تاکہ جو نہی صبح صادق طلوع ہوا اذان کہہ دیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے ذمہ کوئی اجتماعی کام لگایا جائے اسے چاہیے کہ اس کی ادائیگی کے لیے بہتر سے بہتر انداز سے کوشش کرے۔ ③ کسی قوم یا جماعت کے سربراہ کو چاہیے کہ اگر اجتماعی کام میں کوئی خلل واقع ہو تو اس کے ذمہ دار سے باز پرس کرے تاکہ دوسرے لوگ اپنے فرائض میں کوتاہی کرنے سے اجتناب کریں۔ ④ اگر معلوم ہو کہ کام میں خلل کی وجہ ذمہ دار کی بے پروائی یا عدم کوتاہی نہیں تو اس کا عذر قبول کیا جائے اور اسے مزید توبیخ نہ کی جائے۔ ⑤ قافلہ کو اس مقام سے چلا کر کچھ دور ٹھہر جانے میں یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ سستی ختم ہو کر تمام افراد ہوشیار اور چست ہو جائیں تاکہ نماز میں نیند اور سستی کا اثر باقی نہ رہے۔ ⑥ قضا شدہ نماز بھی باجماعت ادا کی جاسکتی ہے۔ ⑦ حدیث میں مذکور آیت کی دو قراءتیں ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ پہلی قراءت جو ہمارے ہاں رائج ہے۔ [أَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذِّكْرِ] اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا اصل مقصد اللہ کی یاد ہے، لہذا نماز پوری توجہ سے ادا کرنا ضروری ہے۔ دوسری قراءت [أَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذِّكْرِ] سے زیر بحث مسئلہ کی دلیل بنتی ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب ”تفہیم کے لیے“ بھی ہو سکتا ہے۔ اور ”یاد کے لیے“ یا ”یاد کے وقت“ بھی، حدیث میں یہی آخری مطلب مراد ہے۔ اس سے دلیل لیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ اگر کسی وجہ سے کوئی شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو یاد آتے ہی فوراً ادا کر لینی چاہیے، بلا وجہ مزید تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

۶۹۸- حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں

۶۹۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدَةَ: حَدَّثَنَا

نے فرمایا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نیند میں اپنی تفہیم کا ذکر کیا، یعنی یہ تفہیم کہ وہ سورج نکلنے تک سوئے رہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سوئے ہوئے (تاخیر ہو جانے

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: ذَكَرُوا تَفْرِيطَهُمْ فِي النَّوْمِ، فَقَالَ: نَامُوا حَتَّى طَلَعَتِ

میں) کوئی کوتاہی نہیں، تقصیر (گناہ) تو جاگتے ہوئے (تاخیر کر دینے میں) ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سویا رہ جائے تو جب اسے یاد آئے (یا جب بیدار ہو) اسی وقت نماز پڑھ لے اور اگلے دن اس کے وقت پر ادا کرے۔“

الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ، إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْبَقْطَةِ، فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ صَلَاةً، أَوْ نَامَ عَنْهَا، فَلْيَصِلْهَا إِذَا ذَكَرَهَا، وَلَوْ فِتْهَا مِنَ الْعَدِ».

(حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد) حضرت عبداللہ بن رباع نے کہا: میں یہ حدیث بیان کر رہا تھا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بھی سن لیا، انھوں نے فرمایا: لڑکے! تو جسے حدیث بیان کرو اس حدیث (کے ارشاد فرمائے جانے) کے موقع پر میں بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ (میں نے حدیث بیان کی تو انھوں نے حدیث میں کسی غلطی کی نشان دہی نہیں کی۔

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَبَّاحٍ: فَسَمِعَنِي عِمْرَانُ ابْنُ الْحُصَيْنِ وَأَنَا أَحَدُثُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ: يَا فَتَى! انْظُرْ كَيْفَ تُحَدِّثُ فَإِنِّي شَاهِدٌ لِلْحَدِيثِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: فَمَا أَنْكَرَ مِنْ حَدِيثِهِ شَيْئًا

🌞 فوائد و مسائل: ① اگلے دن وقت پر ادا کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ایک نماز دوبارہ ادا کی جائے۔ ایک بار عذر کی وجہ سے وقت گزر جانے کے بعد، اور دوسری دفعہ اگلے دن صبح وقت پر، یعنی دوسرے دن ایک نماز دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی۔ ایک پہلے دن کی ایک دوسرے دن کی بلکہ مطلب یہ ہے کہ آئندہ احتیاط کرے بار بار نماز بے وقت نہ پڑھے۔ ② چھوٹوں کو بزرگوں کی موجودگی میں حدیث یا علمی مسائل بیان کرنا درست ہے تاکہ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اصلاح کر دی جائے۔ ③ حدیث کی روایت میں احتیاط کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ حدیث میں غلطی سے کوئی بات ذکر کر دی جائے جو اصل میں حدیث میں شامل نہ ہو اور سامعین اسے حدیث سمجھ کر اس پر عمل کرنا شروع کر دیں۔

(المعجم ۱۱) - بَابُ وَقْتِ الصَّلَاةِ فِي

الْعُذْرِ وَالضَّرُورَةِ (التحفة ۱۱)

۶۹۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جسے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت مل گئی اسے عصر کی نماز مل گئی اور جسے

۶۹۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَزِيُّ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَشْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ

۶۹۹- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب من أدرك من الفجر ركعة، ح: ۵۷۹، ومسلم، المساجد، باب من أدرك ركعة... الخ، ح: ۶۰۸ من حديث زيد ب.

يَسَارٍ، وَعَنْ بُشَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ، وَعَنْ
الْأَعْرَجِ، يُحَدِّثُونَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ
رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَقَدْ
أَدْرَكَهَا، وَمَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ
أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَدْرَكَهَا».

🌞 فوائد و مسائل: ① دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے: [وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفُرْ الشَّمْسُ] (صحیح

مسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، حدیث: ۱۱۲) ”جب سورج کی دھوپ کا رنگ تبدیل ہو جائے تو عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔“ لیکن اگر کسی مجبوری یا عذر کی وجہ سے اس وقت کے اندر نماز نہ پڑھی جاسکے تو سورج غروب ہونے تک پڑھی جاسکتی ہے حتیٰ کہ اگر سورج غروب ہونے سے پہلے ایک رکعت بھی پڑھی جائے تو نماز قضا نہیں ہوتی، ادا ہی ہوتی ہے لیکن عصر کی نماز میں محض سستی کی وجہ سے بلا عذر اس قدر تاخیر کرنا منع ہے۔ ایسی نماز کو رسول اللہ ﷺ نے ”مناقیق کی نماز“ قرار دیا ہے۔ (صحیح مسلم، المساجد، باب استحباب التبکیر بالعصر، حدیث: ۲۲۲) ② فجر کی نماز کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت پڑھی جائے تو وہ وقت کے اندر ہی ادا شدہ قرار پاتی ہے۔ ③ بعض علماء نے کچھ فقہی قاعدوں کے ذریعے سے فجر اور عصر کی نماز میں فرق کیا ہے۔ ان کے نزدیک عصر کی نماز میں تو یہ مسئلہ درست ہے جو زیر مطالعہ حدیث میں مذکور ہے البتہ فجر کی نماز میں اگر نماز پڑھتے ہوئے سورج نکل آئے تو ان کی رائے میں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حدیث کے واضح حکم کی موجودگی میں قیاس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے فجر اور عصر دونوں نمازوں میں حدیث میں مذکور حکم ہی درست ہے۔

۷۰۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ
السَّرْحِ، وَ حَزْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، الْمِصْرِيَّانِ،
قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ:
أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ
عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:
«مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ

۷۰۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالی اس نے فجر کی نماز پالی۔ اور جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی، اس نے عصر کی نماز پالی۔“

السَّمْسُ فَقَدْ أَذْرَكَهَا، وَمَنْ أَذْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ
رُكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ السَّمْسُ فَقَدْ أَذْرَكَهَا».

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے کہا: ہمیں جمیل بن حسن نے
عبدالاعلیٰ سے، انھوں نے معمر سے، انھوں نے ابوسلمہ
سے، انھوں نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا کہ بے
شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر سابقہ روایت کی طرح
بیان کیا۔

(المعجم ۱۲) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ النَّوْمِ
قَبْلَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَعَنِ الْحَدِيثِ بَعْدَهَا
(التحفة ۱۲)

باب ۱۲- عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور عشاء
کے بعد باتیں کرنا منوع ہے

۷۰۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا
يَعْقَبُ بْنُ سَعِيدٍ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،
وَعَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ
أَبِي الْمُنْهَالِ، سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ، عَنْ أَبِي بَرزَةَ
الْأَسْلَمِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْتَحِبُّ
أَنْ يُؤَخَّرَ الْعِشَاءُ. وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا
وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا.

۷۰۱- حضرت ابو ہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کو دیر سے
پڑھنا پسند کرتے تھے اور اس سے پہلے سونا اور اس کے
بعد باتیں کرنا پسند فرماتے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① عشاء کی نماز سے پہلے سو جانے سے خطرہ ہے کہ نماز کے لیے آنکھ نہ کھلے اور نماز فوت ہو
جائے یا آنکھ کھلے تو سستی کا غلبہ ہو جس کی وجہ سے عشاء کی نماز توجہ اور دل جمعی کے ساتھ نہ پڑھی جاسکے۔ اس لیے
نماز پڑھ کر سونا چاہیے۔ ② عشاء کے بعد باتیں کرنا بھی اسی لیے نامناسب ہے کہ اس کی وجہ سے نماز فجر کے لیے
اٹھنے میں تاخیر ہو جانے کا خطرہ ہے البتہ کوئی ضروری بات چیت یا علمی مسائل کا بیان اور وعظ و نصیحت جائز ہے۔
(صحیح البخاری، العلم، باب العلم والعظة باللیل و باب السمر فی العلم، حدیث: ۱۱۶۱۱۵) تاہم خیال
رکھنا چاہیے کہ اس کا سلسلہ زیادہ طویل نہ ہو جائے تاکہ فجر کی نماز بروقت ادا کی جاسکے۔ بتائیں دینی و تبلیغی جلسوں کا

۷۰۱- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب ما يكره من النوم قبل العشاء، ح: ۵۶۸ من حديث عبد الوهاب

النفطي .هـ

رات گئے تک جاری رہنا شرعاً غلط نظر ہے۔ اس عام رواج کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

۷۰۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۷۰۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سوتے نہیں تھے اور عشاء کے بعد باتیں نہیں کرتے تھے۔
حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْلَى الطَّائِفِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا نَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ الْعِشَاءِ، وَلَا سَمَرَ بَعْدَهَا.

🌞 فائدہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی عمومی عادت مبارکہ بیان کی ہے ورنہ بعض اوقات عشاء کے بعد آپ ﷺ کابات چیت کرنا اور نصیحت کرنا احادیث سے ثابت ہے۔

۷۰۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، ۷۰۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کے بعد باتیں کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔
وإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ، وَ عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: جَذَبَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ السَّمََرَ بَعْدَ الْعِشَاءِ - يَعْني: زَجَرْنَا -.

🌞 فوائد و مسائل: ① اس روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سند اضعیف قرار دیا ہے جبکہ دیگر محققین نے دیگر شواہد کی بنا پر اسے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲۱۳/۶، ۲۱۳/۶ والصحيحة، رقم: ۳۵۳) ② اس سے مراد عربوں کی قدیم عادت کے مطابق رات کو شعر و شاعری اور قصہ گوئی کی محفلیں برپا کرنا ہے یا مقصد اور ضروری بات چیت منع نہیں۔

۷۰۲- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ۶/ ۲۶۴ من حديث الطائفي به، وقال البوصيري: 'هذا إسناده صحيح، ورجالها ثقات'.

۷۰۳- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۱/ ۳۸۸، ۳۸۹، ۴۱۰ من حديث عطاء به، وصححه ابن خزيمة، ح: ۱۳۴۰، وابن حبان (الإحسان)، ح: ۳۰۳۱، وقال البوصيري: '... عطاء بن السائب اختلط بآخره، ومحمد ابن فضيل روى عنه بعد الاختلاط'، وكذا سائر من رواه عنه، وأصل الحديث شواهد بغير هذا اللفظ.

(المعجم ۱۳) - بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُقَالَ

باب: ۱۳- نماز عشاء کو ”عمہ“ کہنے

صَلَاةَ الْعَمَةِ (التحفة ۱۳)

کی ممانعت کا بیان

۷۰۴- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي لَيْسٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا تَغْلِبَنَّكُمْ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمْ، فَإِنَّهَا الْعِشَاءُ، وَإِنَّهُمْ لَيَغْتَمُونَ بِالْإِيلِ».

۷۰۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرما رہے تھے: ”اگر اہل تمھاری نماز کے نام میں تم پر غالب نہ آجائیں یہ عشاء ہے وہ لوگ اونٹنیوں (کا دودھ اندھیرے کے وقت دوہنے) کی وجہ سے اسے عمہ (اندھیرے کی نماز) کہتے ہیں۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① قرآن مجید میں عشاء کی نماز کا ذکر اس کے نام سے آیا ہے جہاں یہ حکم ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد بچے اور غلام بھی اجازت لے کر گھر اور کمرے میں آئیں۔ (سورۃ نور: ۵۸) اعرابیوں نے مغرب کی نماز کو عشاء اور عشاء کی نماز کو عمہ کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس سے خطرہ ہوا کہ لوگ اس حکم کو عشاء کی بجائے مغرب کی نماز کے متعلق نہ سمجھ لیں، اس لیے شرعی اصطلاح کو اس طرح تبدیل کر دیا کہ غلط فہمی کا اندیشہ ہو درست نہیں۔ ② عمہ اندھیرے کو کہتے ہیں چونکہ وہ لوگ شام کو کافی تاخیر سے، یعنی اندھیرا ہونے پر اونٹنیوں کا دودھ دوہتے تھے اسی وجہ سے انھوں نے نماز عشاء کو عمہ کہنا شروع کر دیا۔ بعض احادیث میں نماز عشاء کو عمہ کے نام سے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اس نمی کو تنزیہی قرار دینا چاہیے، یعنی عشاء کو عمہ کہنے سے بچنا بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

۷۰۵- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ، كَاتِبٌ: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ، عَنِ الْمُقْبِرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. ح: وَحَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَزْمَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تَغْلِبَنَّكُمْ

۷۰۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”اگر اہل تمھاری نماز کے نام کے بارے میں تم پر غالب نہ آجائیں۔“

ابن حزم نے اپنی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: ”یہ عشاء ہے۔ وہ اندھیرا ہونے پر دودھ دوہنے کی وجہ سے اس (نماز) کو بھی عمہ (اندھیرے کی نماز) کہتے ہیں۔“

۲- کتاب الصلاة۔ نماز عشاء کو ”عتمہ“ کہنے کی ممانعت کا بیان

الأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمْ. زَادَ ابْنُ
حَرْمَلَةَ: «فَإِنَّمَا هِيَ الْعِشَاءُ، وَإِنَّمَا يَقُولُونَ
الْعَتَمَةَ لِإِغْتَابِهِمْ بِالْإِيلِ».



اذان کی مشروعیت

✽ اذان کی لغوی تعریف: لغت میں اذان سے مراد کسی شخص کو کسی چیز کی اطلاع دینا، خبر دینا یا اس چیز کے بارے میں بتانا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا نَادَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولُهُ إِلَى النَّاسِ﴾ (التوبة: ۳/۹) ”اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو صاف اطلاع ہے۔“ نیز ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا نَادَىٰ فِي النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ (الحج: ۲۲/۲۲) ”اور لوگوں میں حج کی منادی کر دیں۔“ لیکن جب ﴿إِذَا نَادَىٰ يُؤَذِّنُ تَأْذِينًا﴾ سے اذان اسم مراد لیں گے تو اس کے معنی نماز کے وقت کی خبر دینا ہوں گے۔“ (النهاية: ۳۳/۱)

✽ اذان کی شرعی و اصطلاحی تعریف: اذان کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: [الْإِعْلَامُ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ بِالْفَاطِ مَخْصُوصَةٍ] ”مخصوص کلمات کے ساتھ نماز کے وقت کی اطلاع دینا اذان ہے۔“ (نبیل الاوطار: ۳۵/۲)

✽ اذان کی مشروعیت: جب تک رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں رہے، مسلمانوں کو جمع کرنے، عبادت کے وقت کی اطلاع دینے اور ناگہانی معاملات کی خبر دینے کے لیے [الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ] ”نماز کے لیے آؤ جمع کرنے والی ہے۔“ کے کلمات سے منادی کی جاتی تھی پھر جب نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپ نے دیکھا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی عبادت کی اطلاع کے لیے الگ الگ شعار مقرر کر

رکھے ہیں، نبی اکرم ﷺ کو مسلمانوں کی عبادت کے لیے اکٹھا کرنے کے شعار اور طریقے کی فکر لاحق ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا، کسی نے یہودیوں کی طرح زنگیا یا عیسائیوں کی مثل بگل بجانے کا مشورہ دیا تو بعض نے مجوسیوں کی طرح آگ جلانے کی رائے دی۔ لیکن آپ نے یہ تمام آراء کفار کی مشابہت کی وجہ سے رد فرما دیں اور پھر 1 ہجری میں وحی الہی اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خواب کے بعد موجودہ اذان کے کلمات مسلمانوں کے شعار کے طور پر مقرر فرمادیے۔ اس کے بعد آپ نے ساری زندگی سفر ہو یا حضر رات ہو یا دن، کبھی بھی اذان کو ترک نہیں کیا جبکہ ناگہانی حالات اور مشورہ طلب معاملات میں مسلمانوں کو جمع کرنے کے لیے [الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ] کے الفاظ کو برقرار رکھا۔ اذان جہاں نماز کے وقت کی اطلاع اور جماعت میں حاضر ہونے کی دعوت ہے وہاں اسلام کا عظیم شعار بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جنگوں کے دوران میں بستیوں پر حملہ کرنے سے پہلے انتظار کرتے، اگر اذان کی آواز سنائی دیتی تو حملہ کرنے سے رک جاتے وگرنہ حملہ کر دیتے۔ اس طرح اذان سے مسلمان اور کافر بستیوں کی عمدہ تفریق ہو گئی ہے۔ اذان مختصر مگر جامع الفاظ پر مشتمل ہے اس میں عقیدے کے مسائل نہایت عمدگی سے بیان ہوئے ہیں۔ مَوْذَنُ [اللَّهُ أَكْبَرُ] کہہ کر اللہ عز وجل کے وجود اور کمال کا اعلان کرتا ہے، پھر [أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] کا اظہار کر کے توحید الہی کا اقرار اور تمام معبودان باطلہ کا انکار کرتا ہے۔ اس کے بعد رسالت محمدی کا اقرار کر کے نبی رحمت کو اپنا ہادی اور مرشد ماننے کا اعلان کرتا ہے۔ اس گواہی اور اقرار کے بعد اپنے ہم مذہبوں کو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے تاکہ ان سب کو ابدی نعمتیں اور لازوال انعام ربانی حاصل ہو سکے۔ (دیکھیے: فتح الباری: ۱۰۲/۲)

* اذان کے متعلق چند ضروری مسائل: ﴿نماز پنجگانہ اور جمعہ کے لیے اذان دینا واجب ہے۔ نماز پنجگانہ کی جماعت سفر میں ہو یا حضر میں اپنے وقت پر ہو یا نیند یا بھولنے کی وجہ سے وقت کے بعد ہو اذان اور اقامت کہنا ضروری ہے سوائے عرفہ کے دن ظہر اور عصر کی جماعت کے اور مزدلفہ کی رات مغرب اور عشاء کی جماعت کے کیونکہ ان کے لیے ایک اذان اور الگ الگ اقامت کہی جاتی ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: [صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤْذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤْمِّكُمْ أَكْبَرُكُمْ] ”نماز اس طرح ادا کرو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے“

۳۔ أبواب الأذان والسنة فيها ————— اذان کے مسائل اور اس کا طریقہ

جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک شخص اذان کہے اور تم میں سے بڑا جماعت کرائے۔“
(صحیح البخاری، الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعة..... الخ، حدیث: ۶۳۱)
نیز آپ کا فرمان ہے: [فَإِذْنًا وَأَقِيمًا] ”پھر اذان کہیں اور جماعت کرائیں۔“ (صحیح البخاری،
الأذان، باب اثنان فما فوقهما جماعة، حدیث: ۶۵۸)

⊗ چونکہ اذان فرض نماز کے وقت ہونے کی اطلاع ہے اس لیے نفل نمازوں کے لیے اذان مسنون نہیں ہے، جیسے نماز عیدین، نماز چاشت، نماز کسوف و خسوف وغیرہ۔

⊗ وقت سے پہلے اذان کہنا درست نہیں۔

⊗ اذان کھڑے ہو کر کہنا اور بلند جگہ پر کہنا افضل ہے لیکن آج کل لاؤڈ سپیکر کے ذریعے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

(المعجم ۳) أَبْوَابُ الْأَذَانِ وَالسُّنَّةِ فِيهَا (التحفة ...)

اذان کے مسائل اور اس کا طریقہ

باب ۱- اذان کا آغاز

(المعجم ۱) - بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ

(التحفة ۱۴)



۷۰۶- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرسنگا بجوانے کا ارادہ فرمایا اور ناقوس (کی تیاری) کا حکم دیا تو وہ تراش لیا گیا۔ (اس کے بعد) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب آیا۔ وہ فرماتے ہیں: مجھے (خواب میں) دو سبز کپڑے پہنے ہوئے ایک مرد نظر آیا وہ ناقوس اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نے اسے (خواب میں) کہا: اللہ کے بندے! ناقوس بپھو گے؟ اس نے کہا: آپ اس کا کیا کریں گے؟ میں نے کہا: میں اس کے ساتھ نماز کا اعلان کروں گا۔ اس نے کہا: میں آپ کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا آپ یوں کہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر ”اللہ سب سے بڑا ہے“ اللہ سب سے بڑا ہے۔ ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ ”اللہ سب سے بڑا ہے“ ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ ”اللہ سب سے بڑا ہے“ ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ ”اللہ سب سے بڑا ہے“ ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ ”اللہ سب سے بڑا ہے“

۷۰۶- حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ [الْمَدَنِيُّ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّنَیْسِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّنَیْسِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ هَمَّ بِالْبُوقِ، وَأَمَرَ بِالنَّاقُوسِ فَفُتِحَتْ، فَأَرَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ فِي الْمَنَامِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ، يَحْمِلُ نَاقُوسًا، فَقُلْتُ لَهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ! يَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ قَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ قُلْتُ: أَتَأْدِي بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِنْ ذَلِكَ؟ قُلْتُ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ تَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. قَالَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَأَخْبَرَهُ بِمَا رَأَى. قَالَ: يَارَسُولَ اللَّهِ! رَأَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوسًا، فَقَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ رَأَى رُؤْيَا، فَاخْرُجْ مَعَ بِلَالٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَلْقِهَا عَلَيْهِ، وَلْيُنَادِ بِلَالٌ، فَإِنَّهُ أَنْدَى صَوْتًا مِنْكَ». قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ بِلَالٍ إِلَى الْمَسْجِدِ. فَجَعَلْتُ أُلْقِيهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنَادِي بِهَا، قَالَ فَسَمِعَ عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِالصَّوْتِ، فَخَرَجَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَاللَّهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي رَأَى.

اللَّهُ” [میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔] [أشهد أن لا إله إلا الله] [میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔] [أشهد أن محمدا رسول الله] [میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔] [أشهد أن محمدا رسول الله] [میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔] [حي على الصلاة] [نماز کی طرف آؤ۔] [حي على الصلاة] [نماز کی طرف آؤ۔] [حي على الفلاح] [کامیابی کی طرف آؤ۔] [حي على الفلاح] [کامیابی کی طرف آؤ۔] [اللہ اکبر اللہ اکبر] [اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔] [لا إله إلا الله] [اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔] حضرت عبد اللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) (بیدار ہوئے تو گھر سے نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اپنا خواب سنایا انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے ایک آدمی نظر آیا جو دو بزرگ پرے پہنے ہوئے تھا اس کے پاس ناقوس تھا۔ (اس طرح) پوری بات بتائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمھارے ساتھی نے ایک خواب دیکھا ہے۔“ (پھر عبد اللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ”تم بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مسجد میں جاؤ اور انھیں یہ الفاظ بتلاؤ۔ اور بلال (رضی اللہ عنہ) (ان الفاظ کے ساتھ بلند آواز سے) اعلان کر دیں کیونکہ تمھاری نسبت ان کی آواز بلند ہے۔“ میں حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مسجد میں گیا۔ میں انھیں (اذان کے الفاظ) بتاتا گیا اور وہ (اس کے مطابق) اذان کہتے گئے۔ حضرت عبد اللہ

بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اذان کی) آواز سنی تو وہ بھی گھر سے باہر تشریف لے آئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! قسم ہے اللہ کی مجھے بھی ایسا ہی خواب آیا ہے جیسا انھیں (عبداللہ رضی اللہ عنہ کو) آیا ہے۔

قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: فَأَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ الْحَكَمِيُّ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ فِي ذَلِكَ:

حضرت ابوبکر حکمی (ابن ماجہ کے شیخ) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق یہ شعر کہے ہیں:

أَحْمَدُ اللَّهِ ذَا الْجَلَالِ وَذَا الْإِلَاحِ
رَامَ حَمْدًا عَلَى الْأَذَانِ كَثِيرًا

”مجھ کو اذان سکھائی میرے رب ذو الجلال نے“
احسان ہو اخاص رب قدر کا۔

إِذْ أَتَانِي بِهِ الْبَشِيرُ مِنَ اللَّهِ
فَأُكْرِمَ بِهِ لَدَيَّ بَشِيرًا

بھیجا سکھانے اپنے فرشتے کو تین رات رتبہ بڑھائے
اس اپنے بشیر کا۔

فِي لَيْالٍ وَالْأَيَّامِ بَيْنَ ثَلَاثٍ
كُلَّمَا جَاءَ زَادَنِي تَوْفِيرًا

وہ تین رات آ کے سکھاتا رہا مجھے، اعزاز یوں بڑھتا
رہا تیرے فقیر کا

(ترجمہ شعرا از مولانا عبدالکیم خان اختر شاہجہاں پوری)



فوائد ومسائل: ① اللہ تعالیٰ نیک مومن کی رہنمائی بعض اوقات خواب کے ذریعے سے بھی کر دیتا ہے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ”مومن کا خواب نبوت کا چھایا لیواں حصہ ہے۔“ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: ”نیک خواب نبوت کا چھایا لیواں حصہ ہے۔“ (صحیح مسلم، الرؤیاء، باب فی کون الرؤیاء من اللہ الخ) حدیث: ۲۲۶۳ ② محض خواب سے کوئی شرعی مسئلہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب نبی اکرم ﷺ کی منظوری سے شرعی حکم قرار پایا اس لیے اگر کوئی خواب بظاہر شریعت کے حکم کے خلاف ہو تو یا تو وہ اللہ کی طرف سے نہیں شیطان کی طرف سے ہوتا ہے یا اس کا وہ مطلب نہیں ہوتا جو بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ ③ نرسنگا ایک قسم کا بگل ہوتا ہے جس میں پھونک ماری جاتی ہے تو زور کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ یہودی اس کے ذریعے سے اپنی عبادت کے وقت کا اعلان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کی تجویز پیش ہوئی اور آپ ﷺ نے بھی سوچا کہ اگر یہ تجویز قبول کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن اسے عملی جامہ نہیں پہنایا گیا۔ ④ دوسری تجویز ناتوس کی پیش کی گئی۔ ناتوس دو ٹکڑیاں ہوتی ہیں جنھیں ایک دوسرے پر مارا جاتا ہے تو آواز پیدا ہوتی ہے۔ عیسائی بعض خاص موقعوں پر

ناقص بجاتے ہیں۔ یہ تجویز پہلی تجویز کی نسبت بہتر تھی کیونکہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے اور وہ یہودی نسبت مسلمانوں سے ذہنی طور پر قریب ہوتے ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس تجویز کو زیادہ پسند فرمایا تاہم محسوس یہی کیا گیا کہ ہمارا طریقہ دوسری قوموں سے ممتاز ہونا چاہیے۔ ④ ایک تجویز یہ بھی پیش کی گئی تھی کہ نماز کے وقت آگ جلائی جائے۔ دن میں دھوئیں کی وجہ سے اور رات کو روشنی سے لوگ متوجہ ہو جائیں اور نماز کے لیے آجائیں لیکن یہ تجویز مجوس سے مشابہت کی وجہ سے رد کر دی گئی۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ ایک آدمی نماز کے وقت اعلان کر دیا کرے۔ یہ تجویز پسند کی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلال! اٹھو نماز کے لیے آواز دو۔“ اس اعلان کے لیے اذان کے کلمات حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد موجودہ صورت میں متعین ہو گئے۔ (صحیح البخاری، الأذان، باب بدء الأذان، حدیث: ۶۰۳) ⑤ دینی امور میں بھی انتظامی معاملات مسلمانوں کے آپس کے مشورے سے طے کرنے چاہئیں، البتہ جس معاملے میں شریعت کی واضح ہدایت آجائے وہاں مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔ ⑥ اس واقعہ میں حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اثبات ہے۔ ⑦ مؤذن ایسا شخص مقرر کرنا چاہیے جس کی آواز زیادہ بلند ہو۔ ⑧ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی خاص شرف عطا فرمائے تو فخر کی نیت سے نہیں بلکہ شکر کی نیت سے اللہ کی نعمت اور احسان کا ذکر کرنا درست ہے۔



۷۰۷- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے مشورہ کیا کیونکہ نماز (باجماعت) کے لیے (آنے میں) انھیں مشکل پیش آتی تھی۔ (کیونکہ بیک وقت جمع نہیں ہو پاتے تھے۔) حاضرین نے نرسنگے کا ذکر کیا لیکن آپ ﷺ نے یہودیوں (سے موافقت) کی وجہ سے اسے ناپسند فرمایا۔ پھر انھوں نے ناقوس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے انصاری کی وجہ سے اسے ناپسند فرمایا۔ اسی رات ایک انصاری صحابی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو (خواب میں) اذان دکھائی گئی۔ انصاری

۷۰۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَشَارَ النَّاسَ لِمَا يُهْمُّهُمْ إِلَى الصَّلَاةِ، فَذَكَرُوا الْبُوقَ، فَكَرِهَهُ مِنْ أَجْلِ الْيَهُودِ، ثُمَّ ذَكَرُوا النَّاقُوسَ، فَكَرِهَهُ مِنْ أَجْلِ النَّصَارَى، فَأَرَى النَّبِيُّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَطَرَقَ الْأَنْصَارِيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

۷۰۷- [إسناده ضعيف جداً] * الزهري عن وهو مذكور في المدلسين (المرتبة الثالثة)، وتلميذه عباد المدني حسن الحديث، ومحمد بن خالد ضعيف جداً، متهم بالكذب كما في التهذيب وغيره، ولبعض الحديث شواهد عند البخاري، ح: ۶۰۳، ۶۰۴، ومسلم، ح: ۳۷۷، ۳۷۸ وغيرهما.

لَيْلًا، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِلَا لَآيَةٍ، فَأَذَّنَ. صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس رات کو آئے (اور اپنا خواب سنایا) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انھوں نے اذان کہی۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَرَأَى بِلَالَ، فِي نِدَاءِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ. فَأَقْرََهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. ایک روایت میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے صبح کی اذان میں ان الفاظ کا اضافہ فرمایا: [الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ] ”نماز نیند سے بہتر ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے اسے قائم رکھا۔

قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي رَأَى، وَلَكِنَّهُ سَبَقَنِي. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! مجھے بھی اس جیسا خواب آیا تھا لیکن وہ مجھ سے سبقت لے گئے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ اصول مسلم تھا کہ یہود و نصاریٰ کی نقل کرنا اچھا کام نہیں۔ اس مسئلہ پر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ”اقتضاء الصراط المستقیم فی مخالفة أصحاب الحجیم“ (آرود ترجمہ ”فکر و عقیدہ کی گمراہیاں اور صراطِ مستقیم کے تقاضے“ شائع کردہ دارالسلام الریاض لاہور) میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ② فجر کی اذان میں [الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ] کے اضافے کو بھی رسول اللہ ﷺ کی منظوری حاصل ہے، اس لیے یہ بھی سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ کو اذان سکھاتے ہوئے فرمایا: ”اگر صبح کی نماز (کی اذان) ہو تو کہو [الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ۔ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ۔ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] (سنن ابی داود، الصلاة، باب کیف الاذان، حدیث: ۵۰۰/۵۰۳) ③ مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ اس روایت کے بعض حصے کے شواہد بخاری و مسلم میں ہیں۔ غالباً انہی شواہد کی وجہ سے دیگر محققین نے اس روایت کے بعض حصوں کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المعجم ۲) - بَابُ التَّرْجِيعِ فِي الْأَذَانِ (التحفة ۱۵)

دوبارہ کہنا ۷۰۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ يَحْيَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: أَنَّ أَبَا جَرِيرٍ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ ۷۰۸- حضرت عبداللہ بن محیریز رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ (بچپن میں) یتیم ہونے کی وجہ سے حضرت ابو محمد ورہ بن معیر رضی اللہ عنہ کے زیرِ کفالت رہے تھے۔ جب

رَسُولُ اللَّهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. ثُمَّ دَعَانِي حِينَ قَضَيْتُ التَّأْذِينَ فَأَعْطَانِي صُرَّةً فِيهَا شَيْءٌ مِنْ فِضَّةٍ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى نَاصِيَةِ أَبِي مَحْذُورَةَ، ثُمَّ أَمَرَهَا عَلَى وَجْهِهِ، مِنْ بَيْنِ تَذْيِئِهِ، ثُمَّ عَلَى كَبِدِهِ، ثُمَّ بَلَغَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صُرَّةَ أَبِي مَحْذُورَةَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ». فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَمَرْتَنِي بِالتَّأْذِينَ بِمَكَّةَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، قَدْ أَمَرْتُكَ». فَذَهَبَ كُلُّ شَيْءٍ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ كَرَاهِيَةٍ، وَعَادَ ذَلِكَ كُلُّهُ مَحَبَّةً لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَدِمْتُ عَلَى عَتَّابِ بْنِ أُسَيْدٍ، عَامِلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَكَّةَ، فَأَذَنْتُ مَعَهُ بِالصَّلَاةِ عَنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.



قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ذَلِكَ مَنْ أَدْرَكَ أَبَا مَحْذُورَةَ، عَلَى مَا أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُخَبَّرٍ.

رسول اللہ، اُشہد اُن محمدا رسول اللہ، پھر فرمایا: ”بلند آواز سے کہو: [اُشہد اُن لا الہ الا اللہ، اُشہد اُن لا الہ الا اللہ۔ اُشہد اُن محمدا رسول اللہ، اُشہد اُن محمدا رسول اللہ۔ حی علی الصلاة، حی علی الفلاح۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ]۔“ جب میں نے پوری اذان کہہ لی تو مجھے بلا کر ایک تھیلی دی، اس میں کچھ چاندی تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا، پھر ان کے چہرے پر پھیرا، پھر ان کے سینے پر پھر ان کے گھر پر حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی ناف تک جا پہنچا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تجھے برکت دے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے۔“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے مکہ میں اذان دینے پر مقرر فرمائیں گے؟ ارشاد ہوا: ”ہاں“ میں نے تمہیں مقرر کیا۔“ (اس دوران میں) میرے دل میں رسول اللہ ﷺ سے جتنی نفرت تھی سب ختم ہو چکی تھی (بلکہ) وہ سب کی سب رسول اللہ ﷺ کی محبت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ میں مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ گورنر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، میں ان کے پاس اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے اذان دیتا رہا۔

عبدالعزیز نے کہا: عبد اللہ بن محیرز کی طرح مجھے اس شخص نے بھی خبر دی جس نے ابو محذورہ کو پایا۔

🌞 **نوافل و مسائل:** ① یتیم بچوں کی کفالت ایک عظیم نیکی ہے جس پر جنت میں رسول اللہ ﷺ کا پڑوس ملے گی بشارت دی گئی ہے۔ کفالت میں جس طرح جسمانی ضروریات خوراک، لباس وغیرہ کا پورا کرنا ضروری ہے، اسی طرح روحانی ضروریات، یعنی دین کی تعلیم اور اخلاق حسنہ کی تربیت بھی ضروری ہے۔ ② یہ نبی ﷺ کی حکمت کا کمال ہے کہ جہاں بھی جو ہر قابل نظر آیا، اس کی صلاحیتوں کو نکھار کر اس سے دین کا کام لے لیا۔ ایک اچھے داعی کو بھی عوام میں جو ہر قابل کی پہچان کا ملکہ حاصل ہونا چاہیے، اور ایسے افراد کی مناسب تربیت کر کے انھیں اسلام کا خادم بنانا چاہیے۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی بلند آوازیں کر یہ فیصلہ کیا کہ اسے مؤذن بنادیا جائے۔ اس طرح ہر شخص کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق کام دینا چاہیے تاکہ وہ اسے بہتر طور پر انجام دے سکے۔ ④ دین سے ناواقف افراد کو قریب کرنے کے لیے ان کی غلطیوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے، اسی طرح نادان بچوں اور غافل نوجوانوں کو بھی قریب کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ان کی اصلاح و تربیت کی جائے تاکہ دوبارہ غلطی نہ کریں اور ان کا کردار بہتر ہو جائے۔ ⑤ بچوں کے جسم پر شفقت سے ہاتھ پھیرنا، ان کے دل میں محبت پیدا کرنا ہے بشرطیکہ کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو جیسے بڑے اور چھوٹے کی عمر میں کافی فرق نہ ہونے کی صورت میں ایسے شلوک و شبہات پیدا ہو سکتے ہیں جن کا نتیجہ الزامات اور بدنامی کی صورت میں نکلا کرتا ہے۔ ⑥ تربیت میں انفرادی توجہ کی بھی خاص اہمیت ہے تاکہ ہر فرد کی صلاحیتیں پروان چڑھ سکیں۔ ⑦ بچوں کو حوصلہ افزائی کے لیے مناسب انعام دینا بھی بہت مفید ہے یہ انعام نقد بھی ہو سکتا ہے، کسی عام استعمال کی چیز کی صورت میں اور دیا حوصلہ افزائی اور تحریف کے چند کلمات کی صورت میں بھی۔ ⑧ اگر کسی عہدے کی اہلیت رکھنے والا اس عہدے کی درخواست پیش کرے تو اسے وہ ذمہ داری سونپی جاسکتی ہے اگرچہ عہدے کا لالچ رکھنا اچھی بات نہیں۔ ⑨ اذان میں شہادتین کے کلمات دودو بار کہنے کے بعد دوسری بار پھر دودو بار کہنا ”ترجیع“ کہلاتا ہے اور یہ سنت ہے۔ عرف عام میں اسے دہری اذان کہتے ہیں۔ مؤذن چاہے اکہری اذان (بلا ترجیع) کہے لے چاہے دہری اذان (ترجیع کے ساتھ) کہے لے دونوں طرح جائز ہے۔

۷۰۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : ۷۰۹- حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
حَدَّثَنَا عَفَّانُ : حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى ، عَنْ
عَامِرِ الْأَحْوَلِ أَنَّ مَكْحُولًا حَدَّثَهُ ، أَنَّ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحْجَرٍ حَدَّثَهُ ، أَنَّ أَبَا مَحْذُورَةَ
حَدَّثَهُ قَالَ : عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْأَذَانَ
بِسَعِ عَشْرَةِ كَلِمَةٍ ، وَالْإِقَامَةَ بِسَعِ عَشْرَةِ
كَلِمَةٍ ، الْأَذَانَ «اللَّهُ أَكْبَرُ ، اللَّهُ أَكْبَرُ ، اللَّهُ

۳- ابواب الأذان والسنة فيها

أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ،
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ.
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ
عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى
الْفَلَاحِ. اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ. وَالْإِقَامَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً «اللَّهُ أَكْبَرُ،
اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللَّهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ.
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. قَدْ
قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. اللَّهُ
أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ».

ترجمہ والی اذان سے متعلق احکام و مسائل

لا إله إلا الله. أشهد أن محمداً رسول الله،
أشهد أن محمداً رسول الله. حي على الصلاة،
حي على الصلاة. حي على الفلاح، حي على الفلاح.
إلا الله [”اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا
ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں
گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی
دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا
ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا
ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا
ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد
(ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد
(ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کی طرف آؤ، نماز کی
طرف آؤ۔ کامیابی کی طرف آؤ، کامیابی کی طرف آؤ۔
اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا
کوئی معبود نہیں۔“]

اور اقامت کے سترہ کلمات یہ ہیں:

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ.
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ. حي على الصلاة، حي على الصلاة، حي على
الصلاة، حي على الفلاح، حي على الفلاح.
قد قامت الصلاة، قد قامت الصلاة. اللَّهُ أَكْبَرُ
اللَّهُ أَكْبَرُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ [”اللہ سب سے بڑا ہے

اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کی طرف آؤ، نماز کی طرف آؤ۔ کامیابی کی طرف آؤ، کامیابی کی طرف آؤ۔ نماز کھڑی ہوگئی، نماز کھڑی ہوگئی۔ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① بعض حضرات نے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع حضرت ابو محمد ورہ ﷺ کی غلطی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے شہادتین کو دوبارہ اس لیے کہلویا تھا کہ توحید و رسالت اچھی طرح دل میں جا گزریں ہو جائے۔ حضرت ابو محمد ورہ ﷺ نے غلطی سے سمجھ لیا کہ اذان کا طریقہ ہی یہی ہے۔ لیکن ان حضرات کی یہ بات درست نہیں کیونکہ اگر اس طرح کے فرضی امکانات تصور کر کے ترجیع کا انکار کیا جائے تو کوئی دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اصل کلمات ایک بار ہی ہیں (جس طرح اکہری اقامت میں ہوتے ہیں) توحید کو ذہن نشین کرانے کے لیے بار بار الفاظ کہلوائے۔ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ علاوہ ازیں اگر حضرت ابو محمد ورہ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں مکہ مکرمہ میں غلط اذان دیتے تو اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعے سے اطلاع فرما دیتا اور نبی ﷺ ان تک یہ حکم پہنچا دیتے۔ ② احناف حضرت ابو محمد ورہ ﷺ کی اقامت تو لے لیتے ہیں اور اسی پر ان کا عمل ہے جبکہ اسی حدیث میں وارد اذان کو ترک کر دیتے ہیں اور ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک حدیث صرف وہی معتبر ہے یا اس کا اتنا ہی حصہ معتبر ہے جو قول امام کے مطابق ہو۔ أعاذنا اللہ منہ۔

(المعجم ۳) - بَابُ السَّنَةِ فِي الْأَذَانِ

(التحفة ۱۶)

۷۱۰- حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے

۷۱۰- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا

مَوْذُونٌ تَحْقِيقًا، أَن سَعْدُ بْنُ عَمَّارٍ

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ عَمَّارٍ بْنِ سَعْدٍ،

۷۱۰- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لضعف أولاد سعد القرظ، عمار وسعد

وعبد الرحمن".

مُؤَذِّنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِلَا أَنْ يَجْعَلَ إِصْبَعِيهِ فِي أُذُنَيْهِ، وَقَالَ: «إِنَّهُ أَرْفَعُ لَصَوْتِكَ».

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا: "اس سے تمھاری آواز بلند ہو جائے گی۔"

🌞 فائدہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے، تاہم یہ مسلک صحیح ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں آرہا ہے۔

۷۱۱۔ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَاشِمِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ، وَهُوَ فِي فِتْيَةٍ حَمَرَاءَ، فَخَرَجَ بِلَالٌ، فَأَذَّنَ فَاسْتَدَارَ فِي أَذَانِهِ، وَجَعَلَ إِصْبَعِيهِ فِي أُذُنَيْهِ.

۷۱۱۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں مقام ابطح پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ایک سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (خیمہ سے) نکلے انھوں نے اذان دی اور اذان کے دوران میں (دائیں بائیں) گھومنے اور اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں۔



🌞 فوائد و مسائل: ① سفر میں باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے بھی اذان کہنی چاہیے۔ ② اذان کے دوران میں گھومنے کا مطلب [حي على الصلاة] اور [حي على الفلاح] کہتے وقت منہ دائیں اور بائیں طرف پھیرنا ہے۔ ③ اس میں اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا ثبوت ہے۔

۷۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمَصِيُّ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «خَصَلَتَانِ مُعَلَّقَتَانِ فِي أَغْنَاقِ الْمُؤَذِّنِينَ لِلْمُسْلِمِينَ: صَلَاتُهُمْ وَصِيَامُهُمْ».

۷۱۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مؤذنوں کی گردنوں پر مسلمانوں کی دو چیز ہوں کی ذمہ داری ہے ان کی نماز اور ان کے روزے۔"

۷۱۱۔ [حسن] وانظر، ح: ۴۹۶ لعلته، وللحديث طرق أخرى عند الترمذي، ح: ۱۹۷ وغيره.

۷۱۲۔ [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لتدليس بقية بن الوليد" وتقدم، ح: ۵۵۱، وشيخه مروان بن سالم "متروك"، ورواه الساجي وغيره بالوضع، (تقريب).

۷۱۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : ۷۱۳- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ : حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَنُحُوں نے فرمایا: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کو وقت سے
 يَمَالِكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ مؤخر نہیں کرتے تھے البتہ اقامت میں بعض اوقات
 نَالَ: كَانَ بِلَالٌ لَا يُؤَخِّرُ الْأَذَانَ عَنْ تَاخِير کر دیتے تھے۔
 لَوْقَتٍ، وَرَبَّمَا آخَرَ الْإِقَامَةَ شَيْئًا.

🌞 فوائد ومسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے مذکورہ روایت کو سندا ضعیف قرار دیا ہے جبکہ دیگر محققین نے شواہد کی وجہ سے اسے حسن قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۴۳۴/۳۳۵، حدیث: ۲۰۸۹، وإرواء الغلیل، رقم: ۲۲۷) لہذا شواہد کی بنا پر یہ حدیث قابل حجت اور قابل عمل ہے۔ ② اذان اس چیز کا اعلان ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے، اس لیے اذان اول وقت دینی چاہیے جب کہ اقامت نماز شروع ہونے کی اطلاع ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت اقامت کہتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے۔ ③ اگر امام کو نماز پڑھانے کے لیے آنے میں مقررہ وقت سے کچھ تاخیر ہو جائے تو امام کا انتظار کرنا چاہیے۔ جلدی بچانا اور فوراً کسی دوسرے آدمی کو آگے کر دینا درست نہیں۔ ہاں اگر معلوم ہو کہ امام صاحب موجود نہیں اور وہ نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں نہیں آئیں گے، پھر کسی اور شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

۷۱۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : ۷۱۴- حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ لُحْسَنِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ :
 كَانَ آخِرُ مَا عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لَا أَتَّخِذَ نَدْرُونَ بِلَالٌ عَلَى الْأَذَانِ أَجْرًا.
 میں جو وصیت فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ میں ایسا مؤذن مقرر نہ کروں جو اذان دینے کی اجرت وصول کرے۔

🌞 فوائد ومسائل: ① مؤذن کا تقرر امام کا منصب ہے۔ ② حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت اس وقت فرمائی تھی جب انھیں ان کے قبیلے کا امام مقرر کیا تھا۔ دیکھیے: (سنن ابی داود، الصلاة، باب أخذ الأجر على التأذين، حدیث: ۵۳۱، وسنن النسائي، الأذان، باب اتخاذا المؤذن الذي لا يأخذ على أذانه أجرا، حدیث: ۶۷۳) ③ اجتماعی خدمت میں افضل یہ ہے کہ اجرت نہ لی جائے، تاہم اس کی خدمت کا

۷۱۳- [إسناده ضعيف] أخرجه الطيالسي: ۷۷۰ عن شريك نحو المعنى * شريك نعن، وحديث أبي داود، ۴۰۳: يغني عنه.

۷۱۴- [صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في كراهية أن يأخذ المؤذن على الأذان أجراً، ح: ۲۰۹ من حديث أشعث ابن عبد الملك الحمراي، به، وقال: "حسن صحيح"، وله شواهد عند أبي داود، ح: ۵۳۱ وغيره.

مناسب معاوضہ دیا جائے تو مناسب ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کا منصب سنبھالا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ امیر المومنین کے ضروری اخراجات بیت المال سے پورے کیے جائیں گے تاہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت وصول شدہ تنخواہ واپس کر دینے کی وصیت فرمائی تاکہ ان کی یہ اجتماعی خدمت فی سبیل اللہ شمار ہو۔

۷۱۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ :
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَسَدِيُّ ، عَنْ أَبِي
إِسْرَائِيلَ ، عَنْ الْحَكَمِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
أَبِي لَيْلَى ، عَنْ بِلَالٍ قَالَ : أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ أَنْ أُتَوِّبَ فِي الْفَجْرِ ، وَنَهَانِي أَنْ أُتَوِّبَ
فِي الْعِشَاءِ .

۱۵- حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے فجر کی نماز میں تنویب کا حکم دیا اور عشاء کی نماز میں تنویب سے منع فرمایا۔

☀️ قاعدہ: مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے اور دیگر محققین نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے تاہم مذکورہ روایت میں بیان کردہ مسئلہ مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن الکبری للبیہقی میں صحیح سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ فجر کی اذان میں [حی علی الفلاح] کے بعد [الصلاة خیر من النوم] دو مرتبہ کہنا سنت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ : ۲۰۸/۱ و سنن الکبری للبیہقی : ۲۲۳/۱) نیز اس روایت میں تنویب سے مراد [الصلاة خیر من النوم] کہنا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحدیثیة مسند الإمام أحمد بن حنبل : ۳۹/۳۲۸)

۷۱۶- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ : حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ
الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَبِّبِ ، عَنْ
بِلَالٍ ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يُؤْذِنُهُ بِصَلَاةِ
الْفَجْرِ ، فَقِيلَ : هُوَ نَائِمٌ . فَقَالَ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ
مِنَ النَّوْمِ ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ ، فَأَقْرَأَتْ

۱۶- حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فجر کی نماز کی اطلاع دینے کے لیے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ ابھی آرام فرما رہے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: [الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ] [نماز نیند سے بہتر ہے۔ نماز نیند سے بہتر ہے۔] تب یہ کلمہ فجر کی اذان میں مقرر

۷۱۵- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي ، الصلاة ، باب ما جاء في التَّوْبِ فِي الْفَجْرِ ، ح : ۱۹۸ من حديث محمد بن عبد الله الزبيري به ، وذكر كلاماً ، وقال : "أبو إسرائيل . . . وليس بذلك القوي عند أهل الحديث " ، وفيه علة أخرى .

۷۱۶- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري : " رجاله ثقات إلا أنَّ فيه انقطاعاً ، سعيد بن المسيب لم يسمع من بلال " .

۳- أبواب الأذان والسنة فيها
 فی تأذین الفجر، فُتِبَتِ الأُمْرُ عَلَى ذَلِكَ .
 کر دیا گیا۔ پھر اسی پر عمل جاری رہا۔

🌞 فائدہ: مذکورہ روایت ہمارے فاضل محقق کے نزدیک سداً ضعیف ہے جبکہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔
 دیکھیے: (تخریج فقہ السیرۃ: ۲۰۳) نیز [الصلاة خیر من النوم] کی بابت گزشتہ حدیث کا فائدہ ملاحظہ فرمائیں۔

۷۱۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۷۱۷- حضرت زیاد بن حارث صدائی رحمۃ اللہ علیہ سے
 حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا الْإِفْرِيقِيُّ،
 عَنْ زِيَادِ بْنِ نُعَيْمٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ
 الصَّدَائِيِّ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي
 سَفَرٍ، فَأَمَرَنِي فَأَذَنْتُ، فَأَرَادَ بِلَالٌ أَنْ
 يُقِيمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ أَخَا
 صَدَاءَ قَدْ أَذَّنَ، وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ» .
 روایت ہے انھوں نے کہا: میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ
 کے ہمراہ تھا۔ آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے اذان
 دی۔ (جماعت کے وقت) حضرت بلال رحمۃ اللہ علیہ نے اقامت
 کہنا چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قبیلۃ بنو صداء
 کے آدمی نے اذان دی ہے اور جو کوئی اذان دے وہی
 اقامت کہے۔“

🌞 فائدہ: یہ روایت سداً ضعیف ہے اس لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مؤذن ہی تکبیر بھی کہے تاہم ہماری مساجد کی
 بالعموم جو صورت حال ہے اس کے پیش نظر مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ مؤذن ہی کو تکبیر کہنے کا پابند کیا جائے تاکہ انتشار
 کا دروازہ نہ کھلے۔ چونکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ نمازی اکثر شوق تکبیر میں ایک دوسرے سے الجھتے ہیں جو بعض دفعہ نزاع
 و جدال کی صورت اختیار کر لیتا ہے بنا بریں انتظامی مصلحت کے تحت مؤذن ہی کو تکبیر کا پابند بنادینا نہایت مناسب
 بات ہے گوشرعائے ضروری نہیں ہے۔

(المعجم ۴) - بَابُ مَا يُقَالُ إِذَا أَذَّنَ
 الْمُؤَذِّنُ (التحفة ۱۷)
 باب: ۴- اذان سن کر کیا کہنا چاہیے؟

۷۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّافِعِيُّ، ۷۱۸- حضرت ابو ہریرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
 إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الْعَبَّاسِ: حَدَّثَنَا
 عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءِ الْمَكِّيُّ، عَنْ عَبَادِ بْنِ
 إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب مؤذن اذان دے تو
 جس طرح وہ کہتا ہے اسی طرح تم بھی کہو۔“

۷۱۷- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب الرجل يؤذن ويقيم آخر، ح: ۵۱۴، والترمذي، ح: ۱۹۹،
 وقال: "إنما نعرفه من حديث الإفريقي وهو ضعيف عند أهل الحديث".

۷۱۸- [حسن] وعلقه الترمذي، ح: ۲۰۸ * الزهري عنن، وتقدم، ح: ۷۰۷، وقال البوصيري: "هذا إسناده معلول
 ...، وله شاهد، انظر، ح: ۷۲۰.

۳- أبواب الأذان والسنة فيها

المُسَبِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا أَدَّيْنُ الْمُؤَذِّنُ فَقُولُوا مِثْلَ قَوْلِهِ».

🌞 فائدہ: [حَمِي عَلَى الصَّلَاة] اور [حَمِي عَلَى الْفَلَاح] کے جواب میں [لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ] کہنا چاہیے۔ باقی تمام الفاظ کے جواب میں اذان ہی کے الفاظ دہرائے جائیں دیکھیے: (صحیح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه..... الخ، حدیث: ۳۸۵)

۷۱۹- حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، أَبُو الْفَضْلِ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ بْنِ أَسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ: حَدَّثَنِي عَمَّتِي أُمُّ حَبِيبَةَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا كَانَ عِنْدَهَا فِي يَوْمِهَا وَلَيْلَتِهَا، فَسَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يُؤَذِّنُ، قَالَ كَمَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ».

۷۲۰- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْجُبَابِ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا كَمَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ».

۷۱۹- حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی باری کے دن اور رات ان کے ہاں تشریف فرما تھے۔ اس دوران میں آپ ﷺ نے مؤذن کو اذان دیتے سنا تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے سنا کہ آپ نے بھی اسی طرح کہا جس طرح مؤذن نے کہا۔

۷۲۰- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔“

🌞 فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب مؤذن [اللہ اکبر، اللہ اکبر] کہے تو اسے سن کر سننے والا بھی [اللہ اکبر، اللہ اکبر] کہے۔ اسی طرح ہر کلمہ کے بعد جواب دیتا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ مؤذن کے فارغ ہونے کے بعد سننے والا

🌞 فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب مؤذن [اللہ اکبر، اللہ اکبر] کہے تو اسے سن کر سننے والا بھی [اللہ اکبر، اللہ اکبر] کہے۔ اسی طرح ہر کلمہ کے بعد جواب دیتا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ مؤذن کے فارغ ہونے کے بعد سننے والا

۷۱۹- [حسن] أخرجه النسائي في الكبرى، وأحمد: ۴۲۵، ۴۲۶، وقال الحافظ في التهذيب: ۲۷۲/۵ "أخرج ابن خزيمة حديثه في صحيحه فهو ثقة عنده"، ولحديثه شواهد.

۷۲۰- أخرجه البخاري، الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادي، ح: ۶۱۱، ومسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه... الخ، ح: ۳۸۳ من حديث مالك به.

پوری اذان دہرائے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمع..... الخ، حدیث: ۳۸۵)

۷۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ
الْمُضَرِّيُّ: أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ
الْحَكِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَامِرِ
ابْنِ سَعْدٍ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ
أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ:
«مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ: وَأَنَا أَشْهَدُ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ،
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ
بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا،
غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ».

۷۲۱- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مؤذن کی اذان سن کر یہ الفاظ کہے: [وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَ بِالْإِسْلَامِ دِينًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا] ”اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔“ اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔“

🌞 فوائد ومسائل: ① توحید و رسالت کا اقرار اسلام کی بنیاد ہے اور اسی پر نجات کا دار و مدار ہے۔ ② اللہ کی ربوبیت پر راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ربوبیت پر ایسا ایمان ہو جیسے ایمان کا حق ہے۔ یہ احساس کی تمام نعمتیں وہی ہیں دے رہا ہے اور مسلسل ہماری ضرورت کی ہر چیز بہم پہنچا رہا ہے اس سے شکر اور محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس لیے مومن کی اللہ سے محبت بے مثال ہوتی ہے۔ یہ محبت اس کا مزید قرب حاصل کرنے کے لیے ہر نیکی پر آمادہ کرتی اور ہر گناہ سے اجتناب پر مجبور کرتی ہے۔ اس کے بعد ساری امیدیں اللہ ہی سے وابستہ ہو جاتی ہیں جس کو یہ مقام حاصل ہو جائے وہ یقیناً اللہ کی رحمت سے جنت میں جائے گا۔ ③ اسلام کو اپنا دین تسلیم کر لینا یہ ہے کہ یہ یقین پیدا ہو جائے کہ اس دین کی ہر بات حق اور ہر ہدایت بعینہ درست ہے جس میں کسی قسم کی کوئی خامی اور خرابی نہیں۔ غیر مسلموں کا کوئی عقیدہ، کوئی رسم و رواج اور کوئی ادب اسلام کی عظیم تہذیب سے برتر نہیں۔ جب یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے پھر یہ ممکن نہیں رہتا کہ ہم کسی معاملہ میں رہنمائی کے لیے غیر مسلموں کی طرف دیکھیں بلکہ ہر شعبہ حیات اور زندگی کے ہر پہلو میں اسلام کی تعلیمات سے رہنمائی ملتی ہے اور اس پر دل مطمئن ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہی وہ ایمان ہے جو آج کل کے اکثر مسلمانوں میں مفقود ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا ہر معاشرہ عملی طور پر غیر مسلم معاشرہ بنا ہوا ہے اور اسلام کی برکات سے محروم ہے۔ ④ حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت پر راضی ہونے کا

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہی اسلام کی اصل تعبیر ہے جس پر عمل کرنا ہمارا مقصود ہے۔ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ ہمیں ان پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کسی امتی کا یہ مقام نہیں کہ اس کی ہر بات آنکھ بند کر کے مان لی جائے۔ مسلمانوں کی اجتماعیت کا مرکز و محور صرف رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے جیسے کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

خود کو مصطفیٰ ﷺ تک پہنچاؤ کیونکہ انہی کی ذات سراپا دین ہے۔ اگر تم نبی ﷺ تک نہیں پہنچتے تو باقی سب کچھ ابولہب ہی کا طریقہ ہے۔

۷۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى،
وَالْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدَّمَشَقِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ
أَبِي الْحُسَيْنِ. قَالُوا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيَّاشٍ
الْأَلْهَانِيُّ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ،
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنِّكِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ
عَبْدَ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ قَالَ
حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ
الْقَائِمَةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ، آتِ مُحَمَّدًا
الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَحْمُوداً
الَّذِي وَعَدْتَهُ، إِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ».

۷۲۲- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اذان سن کر یہ دعا
پڑھی: اَللّٰهُمَّ! رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ الْقَائِمَةُ وَالصَّلَاةُ
الْقَائِمَةُ، اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ
مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِي وَعَدْتَهُ“ اے اللہ! اے
اس کامل پکار اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد
(ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انھیں اس مقام
محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔“
قیامت کے دن اس کے حق میں شفاعت کی اجازت مل
جائے گی۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① قیامت کے دن شفاعت ہوگی۔ سب سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام شفاعت کریں گے ان کے بعد درجہ بدرجہ مومنوں کو شفاعت کی اجازت ملے گی۔ ② شفاعت صرف وہی شخص کرے گا جسے اللہ کی طرف سے اجازت ملے گی اور وہ شفاعت بھی محدود تعداد میں کچھ افراد کے حق میں کر سکے گا قرآن مجید کا حافظ جو اس کی تعلیمات پر عمل کرنے والا ہو شفاعت کرے گا۔ شہید بھی شفاعت کریں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا ہے کہ شہید کی شفاعت اس کے عزیز و اقارب میں سے ستر افراد کے حق میں قبول کی جائے گی۔ دیکھیے: (جامع الترمذی) فضائل الجہاد، باب فی ثواب الشہید، حدیث: (۱۶۲۳) ③ ”وسیلہ“ جنت کے سب سے بلند اور عظیم ترین

مقام کا نام ہے جو کائنات کے عظیم ترین اور افضل ترین انسان یعنی حضرت محمد ﷺ کے لیے خاص ہے۔ (صحیح مسلم الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه..... الخ، حدیث: ۳۸۳) ⑤ ”مقام محمود“ سے مراد شفاعت کبریٰ کا وہ مقام ہے جو صرف خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔ اس موقع پر تمام اولین و آخرین رسول اللہ ﷺ کی تعریف کریں گے۔ ⑥ مسنون دعا صرف اسی قدر ہے جو حدیث میں ذکر ہوئی۔ بعض لوگ مسنون دعاؤں میں اپنی طرف سے اضافہ کر لیتے ہیں یا مختلف مواقع کے لیے اپنی طرف سے دعائیں بنالیتے ہیں۔ ایسی خود ساختہ دعاؤں اور اضافوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(المعجم ۵) - بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ وَثَوَابِ الْمُؤَذِّنِينَ (التحفة ۱۸)

باب: ۵- اذان کی فضیلت اور مؤذنون کا ثواب

۷۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ [عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي صَعَصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ أَبُوهُ فِي حِجْرِ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ لِي أَبُو سَعِيدٍ: إِذَا كُنْتَ فِي الْبَوَادِي، فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالْأَذَانِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَسْمَعُهُ جَنَّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ، إِلَّا شَهِدَ لَهُ».

۷۲۳- حضرت عبدالرحمن بن ابوصصعہ رضی اللہ عنہ (جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی کفالت میں تھے) سے روایت ہے انھوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم جنگل میں ہو تو اذان بلند آواز سے دیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا ہے: ”جو بھی جن انسان درخت یا پتھر اس (مؤذن) کی آواز سنے گا (قیامت کو) اس کے حق میں گواہی دے گا۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① جہاں انسان اکیلا ہو اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کے ارادے سے اذان کہہ کر نماز پڑھے اس کا ثواب گزشتہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ ایسے موقع پر یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اذان کی آواز بلند کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ کوئی انسان تو سننے والا موجود نہیں جو اذان سن کر نماز یا جماعت میں شریک ہونے کے لیے آجائے۔ لیکن زیر مطالعہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر بھی اذان بلند آواز ہی سے کہنا مستحب ہے۔ ② بے جان چیزیں بھی ایک قسم کا شعور رکھتی ہیں اگرچہ ہمیں اس کا احساس نہیں ہوتا۔ ③ قیامت اور آخرت کے حالات اس دنیا کے قوانین اور حالات سے مختلف ہیں۔ وہاں بے جان چیزیں بھی انسان کے حق میں یا اس کے خلاف گواہی دیں گی بلکہ خود انسان کے اعضاء بھی اس کے خلاف گواہ بن جائیں گے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (النور: ۲۴/۲۳) ”جس دن ان

۳- أبواب الأذان والسنة فيها

کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔“ اسی طرح مؤذن کے حق میں شجرہ حجر گواہی دیں گے۔ ⑤ اللہ کے ہاں مؤذن کی شان بہت بلند ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان نماز باجماعت کا ذریعہ ہے یعنی بڑی نیکی سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بعض چھوٹی نیکیوں کی قدر و قیمت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے، ان نیکیوں کو بھی معمولی سمجھ کر ان سے بے پروائی نہیں کرنی چاہیے۔

۷۲۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ، وَيَسْتَعْفِرُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَبَاسٍ، وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ حَسَنَةً، وَيُكَفَّرُ لَهُ مَا بَيْنَهُمَا».

۷۲۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ”مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ ہر تر اور خشک چیز اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتی ہے اور (اذان سن کر) نماز کے لیے حاضر ہونے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اس کے دو نمازوں کے درمیان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① آواز پہنچنے کی حد تک گناہوں کی معافی کا یہ مطلب ہے کہ اگر اتنے زیادہ گناہ ہوں کہ اتنی وسیع جگہ کو پر کر دیں تو وہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ ② نماز باجماعت ادا کرنے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جانے کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ اسے نماز کا ثواب پچیس گنا ملے گا جیسے کہ دوسری احادیث میں پچیس گنا اور سترائیں گنا ثواب کی صراحت ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، حدیث: ۶۲۵، ۶۲۶)

۷۲۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَغْنَاءًا يَوْمَ

۷۲۵- حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔“

۷۲۴- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب رفع الصوت بالأذان، ح: ۵۱۵ من حديث شعبة به، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان.

۷۲۵- أخرجه مسلم، الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه، ح: ۳۸۷ عن إسحاق بن منصور وغيره به.

☀ فائدہ: گروہیں لمبی ہونے سے ان کی سر بلندی اور سرفرازی کی طرف اشارہ ہے اور گردن کا حقیقت میں لمبا ہونا بھی مراد ہو سکتا ہے اور ظاہری معنی مراد لینا ہی زیادہ قرین صواب ہے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب دوسرے لوگ پیاس کی وجہ سے پریشان ہو کر سر جھکائے ہوئے ہوں گے یا گناہوں کی وجہ سے نادم اور شرمندہ ہوں گے، اس لیے سرگوں ہوں گے لیکن مؤذن اس وقت خوش اور آسودہ حال ہوں گے۔

۷۲۶- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۷۲۶- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اذان وہ لوگ دیں جو زیادہ بہتر (نیک) ہوں اور تمہیں نماز وہ افراد پڑھائیں جو قرآن پڑھنے والے (حافظ اور عالم) ہوں۔“

۷۲۷- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَيْسَى، أَخُو سُلَيْمِ الْقَارِي، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لِيُؤْذَنَ لَكُمْ خِيَارُكُمْ، وَلِيُؤْمَكُمُ قُرَاؤُكُمْ».

۷۲۷- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا مُخْتَارُ بْنُ عَسَّانَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْأَرَزَقِيُّ الْبَرْجُمِيُّ، عَنْ جَابِرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، ح: وَحَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ: حَدَّثَنَا أَبُو حَمْرَةَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَدَّنَ مُحْتَسِبًا سَبْعَ سِنِينَ، كَتَبَ [اللَّهُ] لَهُ بَرَاءَةً مِنَ النَّارِ».

۷۲۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ثواب کی نیت سے سات سال (مسل) اذان دی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم سے نجات لکھ دیتا ہے۔“

۷۲۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، ۷۲۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

۷۲۶- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من أحق بالإمامة، ح: ۵۹۰ عن عثمان به * حسين بن عيسى ضعيف، ضعفه الجمهور .

۷۲۷- [إسناده ضعيف جدًا] * جابر الجعفي تقدم حاله، ح: ۳۵۶، وللجعفي طريق آخر عند الترمذي، ح: ۲۰۶ واشتغرت به، والحديث ضعفه العقيلي، والبخاري وغيرهما .

۷۲۸- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن عدي وغيره، وصححه الحاكم: ۲۰۵/۱، والذهبي * ابن جريح مدلس

وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدَّنَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَكُتِبَ لَهُ، بِتَأْذِينِهِ، فِي كُلِّ يَوْمٍ، سِتُّونَ حَسَنَةً، وَلِكُلِّ إِقَامَةٍ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص بارہ برس تک اذان دیتا ہے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے اور اس کے لیے روزانہ اذان کے عوض ساٹھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر اقامت کے عوض تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔“

🌞 فائدہ: محض اللہ کی رضا کے لیے پابندی کے ساتھ اذان دینا ایک مشکل کام ہے جسے وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس کے دل میں ایمان موجود ہو اور مسلسل بارہ سال تک یہ ذمہ داری نبھانا تو بہت ہی حوصلے کا کام ہے جسے اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق کے بغیر انجام دینا ممکن نہیں، اس لیے یہ فریضہ ادا کرنے والے کے لیے یہ عظیم خوش خبری دی گئی ہے۔ یہ روایت بعض کے نزدیک صحیح ہے۔

(المعجم ۶) - بَابُ إِفْرَادِ الْإِقَامَةِ

(التحفة ۱۹)

باب: ۶- اکہری تکبیر کہنا

۷۲۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: التَّمَسُّوا شَيْئًا يُؤْذِنُونَ بِهِ عِلْمًا لِلصَّلَاةِ، فَأَمَرَ بِإِلْدَالٍ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ.

۷۲۹- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی ایسی چیز کی تلاش تھی جس کو علامت بنا کر وہ نماز کی اطلاع دے سکیں۔ (آخر کار) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان میں دو دو بار کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار کہیں۔

🌞 فائدہ: واقعے کی تفصیل کے لیے گزشتہ صفحات میں حدیث: ۷۰۶، ۷۰۸، ۷۰۹ اور ۷۰۹ ملاحظہ کیجیے۔

۷۳۰- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ

۷۳۰- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت

◀ وعنمن، وفيه علة أخرى، وله شاهد ضعيف عند الحاكم.

۷۲۹- أخرجه البخاري، الأذان، باب بدء الأذان، ح: ۶۰۳، ومسلم، الصلاة، باب الأمر بشفع الأذان وإيتار الإقامة إلا كلمة الإقامة فإنها مثناة، ح: ۳۷۸ من خالد الحذاء به.

۷۳۰- [صحيح] انظر الحديث السابق.

۳- أبواب الأذان والسنة فيها اکہری تکبیر سے متعلق احکام و مسائل

الْجَهْضَمِيُّ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَسْفَعَ الْأَذَانَ وَيُؤَيِّرَ الْإِقَامَةَ .

بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار۔

۷۳۱- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ عَمَّارٍ بْنِ سَعْدٍ، مُؤَدِّنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ أَذَانَ بِلَالٍ كَانَ مَثْنَى مَثْنَى . وَإِقَامَتُهُ مُفْرَدَةٌ .

۷۳۱- حضرت سعد بن عمار بن عمر بن سعد سے روایت ہے انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان دہری اور اقامت اکہری ہوتی تھی۔

🌞 فائدہ: مذکورہ روایت سند ضعیف ہے جبکہ متن و معنی صحیح ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

۷۳۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرِ، عَبْدُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنِي مَعْمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ : حَدَّثَنِي أَبِي، مُحَمَّدُ ابْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ : رَأَيْتُ بِلَالَ يُؤَذِّنُ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَثْنَى مَثْنَى، وَيُقِيمُ وَاحِدَةً .

۷۳۲- حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے غلام تھے سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہتے دیکھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اذان کی طرح اقامت اکہری اور دہری دونوں طرح ثابت ہے۔ ② اگر اذان اکہری ہو تو اقامت بھی اکہری ہوگی جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جبکہ [قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ] کے الفاظ دو بار کہے جائیں گے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں حضرت بلال کو یہ حکم تھا کہ وہ اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے الفاظ ایک ایک بار کہیں۔ اور یہی افضل و بہتر ہے۔ لیکن اگر اذان دہری کہی جائے تو پھر اقامت بھی دہری کہی جائے گی جیسا کہ حضرت ابو محمد زہری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے لہذا اکہری اذان کے ساتھ ہمیشہ دہری اقامت کہنا درست نہیں۔ واللہ اعلم۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، باب بدء الأذان، حديث: ۶۰۳، ۶۰۴)

۷۳۱- [إسناده ضعيف] انظر، ح: ۷۱۰ لعلته، والحديث السابق، ح: ۷۲۹ يغبني عنه.

۷۳۲- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناد ضعيف لاتفاقهم على ضعف معمر بن محمد بن عبيد الله وأبيه محمد".

وسنن أبی داود ، الصلاة ، باب فی الإقامة ، حدیث : ۵۱۱۵۱۰ (۵) یہ روایت صحیح روایات کے ہم معنی ہے اس لیے بعض حضرات نے اس کو صحیح بھی کہا ہے۔

(المعجم ۷) - بَابُ إِذَا أُذِّنَ وَأَنْتَ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا تَخْرُجَ (التحفة ۲۰)

باب: ۷- اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت کا بیان

۷۳۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ ، عَنْ أَبِي الشَّعْنَاءِ قَالَ : كُنَّا فُعُودًا فِي الْمَسْجِدِ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ ، فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِي ، فَأَتْبَعَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ بَصَرُهُ حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أَمَا هَذَا فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ رضی اللہ عنہ .

۷۳۳- حضرت ابو بکر بن ابی شیبہ : ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ (اسی اثناء میں) مؤذن نے اذان کہی۔ ایک آدمی مسجد سے اٹھا اور چل دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف دیکھتے رہے حتی کہ وہ مسجد سے نکل گیا۔ تب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے حضرت ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کی حکم عدولی کی ہے۔



☀️ فائدہ: اذان کے بعد بلا عذر مسجد سے نکلنا منع ہے البتہ کوئی معقول عذر ہو تو پھر گنجائش ہے۔

۷۳۴- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ : أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عَمَرَ ، عَنْ ابْنِ أَبِي فَرْوَةَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُونُسَ ، مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عُثْمَانَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «مَنْ أذْرَكَ الْأَذَانَ فِي الْمَسْجِدِ ، ثُمَّ خَرَجَ ، لَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ ، وَهُوَ لَا يَرِيدُ الرَّجْعَةَ ، فَهُوَ مُنَاقِقٌ» .

۷۳۴- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مسجد میں اذان ہو جانے کے بعد مسجد سے نکل گیا، وہ کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں نکلا اور واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے۔“

۷۳۳- أخرجه مسلم ، المساجد ، باب النهي عن الخروج من المسجد إذا أذن المؤذن ، ح : ۶۵۵ عن ابن أبي شيبة .
 ۷۳۴- [ضعيف] * ابن أبي فروة تقدم ، ح : ۳۴۵ ، عبد الجبار ضعيف كما في التريب وغيره ، ولبعض الحديث شواهد عند الطبراني في الأوسط : ۵۰۱ / ۴ ، ۵۰۲ ، ح : ۳۸۵۴ ، والبيهقي : ۵۶ / ۳ وغيرهما ، ترغيب : ۱ / ۱۸۹ ، وقال رواه محتج بهم في الصحيح .

۳۔ ابواب الاذان والسنة فيها اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت کا بیان

🌞 فوائد و مسائل: ① مذکورہ روایت کو ہمارے محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ بعض متقیین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحيحۃ، رقم: ۲۵۱۸) ② اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے بلا وجہ نماز باجماعت کی فضیلت کو ترک کیا ہے اور نیکی سے محبت رکھنے والا مومن ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔



مساجد کی اہمیت و فضیلت

اسلامی ریاست اور مسلم معاشرے کی تعمیرات میں سب سے اہم عمارت مسجد ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کائنات میں آنے کے بعد سب سے پہلے مسجد الحرام کو تعمیر کیا، امتدادِ زمانہ کے باعث اس کے آثار مٹ گئے تو اسی مقام پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حرم کعبہ کی تعمیر نو کی۔ اس اولین عبادت گاہ کے بعد سب سے اہم مسجد الاقصیٰ ہے جسے واقعہ معراج کے باعث بہت اہمیت حاصل ہے۔ ان ہر دو مساجد کے بعد مسجد نبوی کو ایک خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ صحیح احادیث کے مطابق کسی مسلمان کے لیے ان مذکورہ تین مساجد کے علاوہ زیارت (تقرب) کی نیت سے سفر کرنا درست نہیں ہے۔

ابتدائے اسلام میں مکہ مکرمہ میں صرف حرم کعبہ ہی میں عبادت اور نوافل ادا کیے جاتے رہے، مگر ہجرت کے بعد جب منظم اسلامی ریاست وجود میں آئی تو سب سے پہلے قباء کے مقام پر آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مسجد تعمیر کی اور پھر مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی جس میں آپ کے علاوہ انصار و مہاجرین نے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔

ان تاریخی مساجد کے علاوہ آج مسلم اور غیر مسلم ممالک میں بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں۔ ان کے علاوہ عالم اسلام میں گزشتہ نصف صدی میں جس قدر مساجد تعمیر ہوئی ہیں یہ امت مسلمہ اور اس کے نیک دل حکمرانوں کی دین و شریعت سے دلچسپی کا آئینہ دار ہیں۔ احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد کی بے جا تزئین و آرائش کی نسبت ان کی آبادی پر زیادہ توجہ دی جانی چاہیے۔ مسجدوں کی سادگی اور پاکیزگی مطلوب ہے، البتہ موسمی اور مقامی جغرافیائی حالات کے باعث ان کی تعمیر اور سٹرکچر (ساخت) میں پختگی کو ملحوظ رکھنا درست ہے۔ مسجدوں کی وسعت اور فراخی بھی اسی صورت میں مطلوب ہے کہ وہ نمازیوں اور ڈاکرین کے ساتھ آباد ہوں۔ نبی مکرم ﷺ نے پوری روئے زمین کو مسجد قرار دے کر اس کائنات کی پاکیزگی پر توجہ دلائی ہے۔ یوں تو شرعاً نماز ہر پاک جگہ پر ادا کی جاسکتی ہے مگر مساجد کے احکام و آداب صرف انہی مقامات پر لاگو ہوں گے جہاں باقاعدہ مسجد کی چار دیواری اور تعمیر موجود ہو۔ عالم اسلام کی بتدریج وسعت کے نتیجے میں مسلمانوں نے شرعی ضوابط کے ساتھ غیر مسلموں کے معابد کو یا تو گرا کر مسجدیں تعمیر کیں یا ان کی عمارتوں کی ہیئت کو اس درجہ تبدیل کر دیا کہ وہ مسجد کی اصطلاح کے زمرے میں شمار کی جاسکیں۔ مسجد کے لیے زمین کی خریداری، عمارت اور دوسری ضروریات کے لیے ساز و سامان کی فراہمی پر روپیہ صرف کرنا ایک مستحسن عمل ہے، جس کی بابت صحیح احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی مسجد کی تعمیر پر بھی اللہ تعالیٰ جنت کے گھر کی خوشخبری دیتا ہے۔ مساجد میں روشنی و وضو اور دیگر ضرورتوں کی فراہمی کے لیے اجرت کا وصول کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی بلا معاوضہ زمین، عمارت کے سامان کی فراہمی یا دیگر ضروریات کا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے انتظام کرے تو جائز اور مستحسن ہے۔ یوں تو روئے زمین کے ہر پاکیزہ قطعے پر نماز ادا کرنا درست ہے مگر صحیح احادیث کے مطابق درج ذیل مقامات پر نماز کی ادائیگی درست نہ ہوگی: کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ جانوروں کے ذبح خانے، قبرستان، شارع عام کے درمیان، غسل خانے، اونٹوں کے باڑے اور کعبۃ اللہ کی چھت۔ آپ ﷺ نے مسجدوں میں تھوک دینے اور بلغم تھوکنے اور ناک سینکنے سے منع فرمایا۔ انھیں شارع عام اور راہ گزر بنانے، ہتھیاروں کی نمائش، تیر اور کمان کی ورزش کرنے اور ان میں کچے گوشت اور دوسری بدبودار اشیاء کے لانے سے منع کیا۔ جب بدبودار اشیاء استعمال کر کے مسجد میں آنا منع ہے تو ان کا لانا

کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مسجدوں میں فیصلے تو کیے جاسکتے ہیں مگر ان پر عمل درآمد کے لیے قصاص یا کوڑے نہیں لگائے جاسکتے۔ مسجد کے احاطے کو خرید و فروخت اور منڈی کا درجہ نہ دیا جائے البتہ ان کے مالی انتظام کے لیے اگر مساجد کے وہ بیرونی حصے جن کا مسجد کے افعال میں کوئی دخل نہ ہو تعمیر کرنا اور کرایے پر دینے کا جواز ہے۔ لیکن اگر مساجد کے ماحول کو مارکیٹ کے ماحول میں تبدیل کرنے سے احتراز کیا جائے تو زیادہ مستحسن ہے۔ مساجد میں لغو بے معنی اور شرک سے لتھڑی ہوئی شاعری، نغمہ گوئی یا گائیکی ممنوع ہے۔

مساجد اسلامی معاشرت کی تعمیر میں بہت بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے مسجد نبوی کو اسلامی ریاست کا دار الخلافہ، غزوات و سرایا کی تنظیم، امور سلطنت کی مشاورت، بیت المال، دارالقضا، جامعہ العلوم، سول سیکرٹریٹ، سٹیٹ گیٹ ہاؤس اور بعض اوقات دیگر مثبت اور مخصوص تعمیری مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا ہے مگر قرآن مجید نے مساجد کو اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت کے لیے مخصوص کیا جہاں پر کوع و جود مسنون اذکار و وظائف، وعظ و تبلیغ، تلاوت قرآن اور درس و تدریس کی مشغولیت ہی سب سے بہتر امور ہیں۔

مساجد کی خدمت اور ان کی آباد کاری کے لیے انتظام و انصرام مسلمانوں کا بنیادی فرض ہے مگر آج کل جس زور و شور سے مساجد کو غیر مسنون اعمال کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اس پر بنجیدگی سے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ مساجد کی اہمیت و فضیلت اور ان کے بارے میں دیگر احکام و آداب کے مطالعے کے لیے آئندہ صفحات کی احادیث اور ان کے فوائد و مسائل کا مطالعہ کیجیے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(المعجم ۴) أَبْوَابُ الْمَسَاجِدِ وَالْجَمَاعَاتِ (التحفة . . .)

مسجد اور نماز باجماعت کے مسائل

(المعجم ۱) - بَابُ مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا
(التحفة ۲۱)

باب ۱- اللہ کی رضا کے لیے مسجد تعمیر کرنے
والے کا ثواب

۷۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْجَعْفَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ جَمِيعاً عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَسَامَةَ بْنِ الْهَادِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ عُمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَاقَةَ الْعَدَوِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ بَنَى مَسْجِدًا يُذْكَرُ فِيهِ اسْمُ اللَّهِ، بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ».

۷۳۵- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ”جس نے مسجد کی تعمیر کی، جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تیار کرے گا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اللہ کے ذکر سے مراد نماز کی ادائیگی بھی ہے اور دیگر اذکار و وظائف بھی۔ اس کے علاوہ اس میں وعظ و تبلیغ اور درس و تدریس بھی شامل ہے۔ ② مسجد کی تعمیر میں حصہ لینے والے کے لیے یہ عظیم خوش خبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جنت میں ضرور داخل ہوگا۔

۷۳۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنْفِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا، بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ».

۷۳۶- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے مسجد تعمیر کی، اللہ اس کے لیے جنت میں ویسا ہی (گھر) تیار کرے گا۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① ”اللہ کے لیے“ مسجد بنانے کا مطلب یہ ہے کہ خلوص سے یہ عمل کیا جائے۔ اخلاص کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ ② ”ویسا ہی گھر“ فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مسجد کو دوسرے گھروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے جنت میں اس شخص کو ایسا گھر ملے گا جو دوسرے لوگوں کے گھروں سے عمدہ اور افضل ہوگا۔ یا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ جس قدر عمدہ مسجد بنانے کی کوشش کرے گا اسی نسبت سے جنت کا گھر بھی عمدہ ہوگا۔

۷۳۷- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدَّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ ابْنِ لَهْيَعَةَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ [مِنْ مَالِهِ]، بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ».

۷۳۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اپنے مال سے اللہ کے لیے مسجد تعمیر کی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تیار کرے گا۔“

🌟 فائدہ: مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے، لیکن معاصح ہے کیونکہ مسند وہی ہے جو گزشتہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔

۷۳۸- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ، عَنْ إِبرَاهِيمَ بْنِ نَسِيطٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ التَّوْفَلِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ،

۷۳۸- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اللہ کے لیے قطعات کے گھونسلے جتنی یا اس سے بھی چھوٹی مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تیار کرے گا۔“

۷۳۶- أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث عليها، ح: ۵۳۳ من حديث عبد الحميد به.

۷۳۷- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "لهذا إسناده ضعيف، الوليد مدلس، وابن لهيعة ضعيف"، والحدیث السابق شاهد له.

۷۳۸- [إسناده صحيح] وقال البوصيري: "لهذا إسناده صحيح".

۴- ابواب المساجد والجماعات ————— مساجد کی تعمیر اور ان کی تزئین و آرائش سے متعلق احکام و مسائل

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ كَمَفْخَصٍ قَطَاةٍ، أَوْ أَصْغَرَ، بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ».

🌞 **فوائد و مسائل:** ① ”قطات“ کیوتر کی طرح کا ایک چھوٹا سا پرندہ ہے جو زمین ہی پر تھوڑی سی جگہ بنا کر وہاں اٹھ دے دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بشارت صرف بڑی اور عظیم مسجد تعمیر کرنے والے کے لیے نہیں بلکہ جو شخص مسجد کی تعمیر میں معمولی سا حصہ بھی لینا چاہے، اور وہ اسی قدر حصہ لے سکتا ہے اسے بھی پورا ثواب ملے گا۔ ② اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال کی ظاہری مقدار کی بجائے اس خلوص اور کوشش کی اہمیت ہے جو کوئی شخص کسی نیکی کے لیے کرتا ہے۔

(المعجم ۲) - بَابُ تَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ
(التحفة ۲۲)

۷۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَيْحِيُّ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَبْنَاهِيَ النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ».

۷۳۹- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت نہیں آئے گی، حتیٰ کہ لوگ مسجدوں میں فخر کرنے لگیں گے۔“

🌞 **فوائد و مسائل:** ① جن اعمال کو قرب قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے وہ ناپسندیدہ ہیں، یعنی یہ اعمال وہ لوگ کریں گے جو دین کی اصل روح سے بے گانہ اور دین کی صحیح تعلیمات سے ناواقف ہوں گے۔ ② ”مسجدوں میں فخر“ کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں: ایک تو یہ کہ مسجدوں میں دین سیکھنے کھانے یا ذکر و تلاوت اور نماز میں مشغول ہونے کے بجائے ایسی باتوں میں مشغول ہو جائیں گے جن میں ایک دوسرے پر مال و دولت وغیرہ میں کثرت پر فخر کا اظہار ہوگا جو مسجد سے باہر بھی نہیں کرنا چاہیے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ مسجدوں کی تعمیر میں فخر کریں گے۔ ان کی توجہ مسجد کی آبادی اور نماز یا جماعت کی پابندی کی طرف ہونے کے بجائے مسجدوں کی ظاہری شان و شوکت کی طرف ہوگی۔ یہ دونوں کام برے ہیں اور ان سے اجتناب ضروری ہے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو جس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے اس سے اشارہ ملتا ہے کہ ان کے نزدیک حدیث کا دوسرا مطلب زیادہ صحیح ہے۔ ③ باب کا عنوان

”تشید المساجد“ ہے۔ اس تشید کے دو مطلب ہیں: ایک لمبی چوڑی عمارتیں بنانا جیسے کہ ہم آج کل دیکھتے ہیں کہ مسجدیں تو بہت وسیع بنائی جاتی ہیں، عمارت بلند و بالا تیار کی جاتی ہے لیکن نماز کے وقت بمشکل ایک آدھ صف پر ہوتی ہے جبکہ اصل اہمیت اس بات کو ہے کہ ہر نماز کے وقت تمام مسلمان مسجد میں آکر نماز پڑھیں، پھر اگر ضرورت محسوس کی جائے تو مسجد میں مزید جگہ شامل کر لی جائے۔ تشید کا دوسرا مطلب ہے عمارت کو چونا گچ بنانا، قدیم زمانے میں عمارت کو محفوظ بنانے کا یہ طریقہ تھا۔ آج کل بہتر سے بہتر سینٹ سر یا وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے، سنگ مرمر اور ٹائلوں سے دیواروں اور چھت کو مضبوط اور مزین کیا جاتا ہے، جبکہ اس سے زیادہ ضرورت ایمان و تقویٰ کو مضبوط کرنے کی اور مسجدوں میں پابندی سے حاضر ہونے کی ہے، البتہ مقامی موسمی حالات کے لحاظ سے تعمیر میں مناسب حفاظتی تدابیر کا خیال رکھنا منع نہیں۔

۷۴۰- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلَّسِ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَجَلِيُّ،
عَنْ لَيْثٍ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ”میں دیکھتا ہوں (مجھے یقین ہے) کہ تم لوگ میرے بعد اس طرح اونچی اونچی مسجدیں بناؤ گے، جس طرح یہودیوں نے اپنے عبادت خانے اور عیسائیوں نے اپنے گرجے اونچے اونچے بنائے۔“
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَرَأَيْكُمْ سَتُسْرِفُونَ مَسَاجِدَكُمْ بَعْدِي كَمَا سَرَفَتِ الْيَهُودُ كَنَائِسَهَا، وَكَمَا سَرَفَتِ النَّصَارَى بَيْعَهَا».

۷۴۱- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلَّسِ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا سَاءَ عَمَلٍ قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا زَخَرُوا مَسَاجِدَهُمْ».

(المعجم ۳) - بَابُ أَيْنَ يَجُوزُ بِنَاءُ
الْمَسَاجِدِ (التحفة ۲۳)

باب: ۳- مسجد کس جگہ بنانا جائز ہے؟

۷۴۰- [إسناده ضعيف جداً] وقال البوصيري: "لهذا إسناده ضعيف، فيه ليث وهو ابن أبي سليم ضعيف، وجبارة بن المغلس وهو كذاب"، والبيجلي مستور.

۷۴۱- [إسناده ضعيف جداً] انظر الحديث السابق لعلته، وح: ۴۶.

۴- أبواب المساجد والجماعات

۷۴۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضَّبْعِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ مَوْضِعُ مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ لِيَنِي النَّجَّارِ، وَكَانَ فِيهِ نَخْلٌ وَمَقَابِرُ لِلْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ: «تَاْمِنُونِي بِهِ». قَالُوا: لَا تَأْخُذْ لَهُ نَمْنًا أَبَدًا، قَالَ: فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْبِيهِ وَهُمْ يُتَاوَلُونَهُ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «أَلَا إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ، فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ» قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي قَبْلَ أَنْ يَنْبِيَّ الْمَسْجِدَ حَيْثُ أَذْرَكَتُهُ الصَّلَاةُ.

مساجد کی تعمیر اور ان کی تزئین و آرائش سے متعلق احکام و مسائل

۴۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: مسجد نبوی کی جگہ (مسجد بننے سے پہلے) بنونجار کی ملکیت تھی۔ وہاں کھجور کے کچھ درخت اور مشرکوں کی چند قبریں تھیں۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ”مجھ سے اس زمین کا سودا کرلو۔“ انھوں نے کہا: ہم تو اس کی قیمت ہرگز نہیں لیں گے۔ (اس جگہ مسجد کے لیے وقف کر دیا) چنانچہ نبی ﷺ نے تعمیر شروع کر دی اور صحابہ کرام آپ ﷺ کو گارامنی دیتے جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ”اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ اے اللہ! انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دے۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد کی تعمیر سے پہلے نبی ﷺ جہاں نماز کا وقت ہو جاتا وہیں نماز پڑھ لیتے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① مسجد کے لیے زمین خریدنا جائز ہے اور زمین کا مالک مسجد کے لیے انتظامیہ کے ہاتھ زمین فروخت کر سکتا ہے۔ اسی طرح مسجد کے دوسرے کاموں کے لیے مثلاً: تعمیر و مرمت، پانی اور بجلی کے نظام کی تنصیب کی محنت پر اجرت وصول کرنا جائز ہے۔ ② مسجد کے لیے زمین مفت دے دینا، یا مسجد کے کام بلا معاوضہ کر دینا اور مسجد کی ضرورت کی اشیاء بلا قیمت دے دینا، افضل اور بہت ثواب کا باعث ہے۔ ③ رسول اللہ ﷺ ثواب کے کام میں بخشش نہیں شریک ہوتے تھے۔ اسی طرح محل یا قبیلہ کا معزز فرد اور عالم اگر خود ایسے کاموں میں شریک ہو تو اچھی بات ہے کیونکہ اس سے دوسروں کو ترغیب ہوتی ہے اور جو لوگ پہلے سے کام میں شریک ہیں ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ ④ غیر مسلموں کی قبروں کا وہ احترام نہیں جو مسلمانوں کی قبروں کا ہے، اس لیے انھیں بوقت ضرورت مسمار کیا جاسکتا ہے۔ ⑤ قبرستان میں نماز پڑھنا منع ہے لیکن اگر قبروں کے نشانات ختم ہو جائیں تو وہ جگہ عام زمین کے حکم میں ہو جائے گی، پھر وہاں مسجد بنائی جاسکتی ہے۔ ⑥ اسی طرح بت خانہ اور گر جا وغیرہ مسمار کر کے وہاں مسجد تعمیر کرنا درست ہے۔ یا عمارت میں اس انداز سے تبدیلی کر لی جائے کہ ظاہری طور پر بت خانہ یا گر جا معلوم نہ ہو، مسجد معلوم ہو۔ ⑦ ایسے شعر پڑھنا اور سننا جائز ہیں جن کے الفاظ و معانی میں کوئی خلاف شریعت چیز نہ ہو لیکن موسیقی کے آلات

۴۔ ابواب المساجد والجماعات

مساجد کی تعمیر اور ان کی تزئین و آرائش سے متعلق احکام و مسائل کا استعمال حرام ہے۔ ⑤ جہاں مسجد قریب نہ ہو وہاں کسی بھی مناسب جگہ نماز ادا کی جاسکتی ہے، اس سے اس جگہ پر مسجد کے احکام لاگو نہیں ہوں گے جب تک مسجد کی نیت سے عمارت نہ بنائی جائے۔

۷۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: ۴۳۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت
حَدَّثَنَا أَبُو هَمَامٍ الدَّلَالُ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيَّاضٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَائِفُهُمْ.

فائدہ: یہ روایت تو سنداً ضعیف ہے لیکن اس میں بیان کردہ بات دوسرے دلائل کی رو سے صحیح ہے۔ طائف کی یہ مسجد بھی وہیں تعمیر ہوئی تھی جہاں لات بت کابت خانہ اور آستانہ تھا۔ معلوم ہوا کہ حکومت اسلامیہ میں کفار کے معابد کو مساجد میں تبدیل کرنا جائز ہے بالخصوص اس صورت میں جب کہ کسی ملک کو فتح کیا جائے۔ نیز تاریخی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ عالمگیر بادشاہ نے بھی ہندوستان میں کفار کے معابد پر مساجد تعمیر کروائیں دیکھیے: عون المعبود۔

۷۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: ۴۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَغِيثٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عَمْرٍو، وَسُئِلَ عَنِ الْجِبْطَانِ ثَلَاثًا [فِيهَا] الْعَذْرَاءُ، فَقَالَ: «إِذَا سُقِيَتْ مِرَارًا فَصَلُّوا فِيهَا». يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

فوائد و مسائل: ① [جِبْطَان] حائط کی جمع ہے جس کے لغوی معنی چار دیواری کے ہیں۔ اہل عرب باغوں کے گرد چار دیواری بناتے تھے اس لیے باغ کو بھی حائط کہا جاتا ہے۔ اس حدیث میں اگر حائط سے مراد چار دیواری ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ اس خالی جگہ پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے۔ اگر حائط سے باغ مراد ہو تو کوڑا کرکٹ یا گوبر وغیرہ ڈالنے کا مقصد اس سے کھاد کا فائدہ حاصل کرنا ہی ہو سکتا ہے۔ ② روایت ضعیف ہے اس لیے اس سے وہ مسئلہ ثابت

۷۴۳۔ [إسناده ضعيف] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب في بناء المساجد، ح: ۴۵۰ من حديث أبي همام به * محمد بن عبد الله بن عياض لم يوثقه غير ابن حبان فهو مجهول الحال.

۷۴۴۔ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف لتدليس ابن إسحاق" * وعمرو بن عثمان بن سيار الرقي ضعيف كما في التقريب.

۴۔ أبواب المساجد والجماعات

نماز پڑھنے کے مکروہ مقامات کا بیان

نہیں ہوتا جو اس میں بیان کیا گیا ہے۔ تاہم خشک زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ ساری زمین کو نبی ﷺ (اور آپ کی امت) کے لیے مسجد گاہ اور پاک بنا دیا گیا ہے۔

(المعجم ۴) - بَابُ الْمَوَاضِعِ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلَاةُ (التحفة ۲۴)

باب ۴۰۔ جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے

۷۴۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ. وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ، إِلَّا الْمَقْبَرَةُ وَالْحَمَامُ».

۴۵۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قبرستان اور غسل خانے کے سوا ساری زمین مسجد ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① جہاں قبر سائے ہو وہاں نماز پڑھنے سے منع ہونے میں یہ حکمت ہے کہ ظاہری طور پر قبر کو مسجد کی صورت نہ بنے۔ اگر چہ ارادہ قبر یا صاحب قبر کو مسجد کرنے کا نہ ہو۔ نماز جنازہ میں بھی رکوع اور مسجد مقرر نہیں کیا گیا کیونکہ میت سائے ہوتی ہے تاکہ ظاہری طور پر بھی مسجد کی صورت نہ بن جائے اسی وجہ سے جو شخص کسی کے جنازہ میں شریک نہیں ہو سکا وہ بعد میں اس کی قبر پر جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۵۳۱، ۱۵۳۲) ② بعض لوگ کسی نبی یا ولی کی قبر کے پاس مسجد بنالیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مدفون، سنی کی برکات کی وجہ سے یہاں نماز پڑھنا افضل ہے۔ حالانکہ یہ بھی شرعاً منع ہے اگرچہ نماز پڑھتے وقت قبر سائے نہ بھی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بزرگوں اور انبیاء کی قبروں پر عبادت گاہیں بنانا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ”اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد گاہیں بنالیا۔“ (صحیح البخاری، الصلوٰۃ، حدیث: ۳۲۶۳، ۳۲۶۴) و صحیح مسلم، المساجد، باب الہی عن بناء المساجد علی القبور..... حدیث: ۵۲۹) ③ بعض لوگ مسجد میں قبر کے جواز کے لیے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حطیم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے حالانکہ وہ کعبہ کا حصہ ہے۔ اسی طرح مسجد نبوی میں نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں۔ یہ دلیل اس لیے درست نہیں کہ حطیم میں اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہونا ثابت بھی ہو تو اس کا نشان مٹ چکا ہے لہذا وہ قبر کے حکم میں نہیں رہی۔ اور نبی اکرم ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کی قبریں مسجد نبوی سے باہر بنائی

۷۴۵۔ [إسناده صحيح] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب في المواضع التي لا تجوز فيها الصلاة، ح: ۴۹۲، وعلقه الترمذي من حديث حماد به، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي.

گئی تھیں۔ ان کو مسجد میں شامل کرنے کا حکم نہ اللہ نے دیا نہ اس کے رسول ﷺ نے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا۔ بعد کے زمانوں کے غلط کام کسی شرعی مسئلہ کی دلیل نہیں بن سکتے۔ ویسے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ جس میں یہ قبریں موجود ہیں چاروں طرف سے بند ہے وہاں جانا ممکن نہیں اس طرح گویا انھیں مسجد سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود محتاط علمائے کرام یہی کہتے ہیں کہ اگر دور حاضر کے حکام اس جگہ کو دیوار کے ذریعے سے مسجد سے الگ کر دیتے جہاں آنے جانے کا راستہ بالکل الگ ہوتا تو یہ بہت بہتر ہوتا۔

۷۴۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جَبْرِ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِي الْمَزْبَلَةِ، وَالْمَجْزَرَةِ، وَالْمَقْبَرَةِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَالْحَمَامِ، وَمَعَاطِنِ الْإِبِلِ، وَفَوْقَ الْكُعْبَةِ.

۷۴۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ دَاوُدَ، وَ مُحَمَّدُ ابْنُ أَبِي الْحُسَيْنِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «سَبْعُ مَوَاطِنَ لَا تَجُوزُ فِيهَا الصَّلَاةُ: ظَاهِرُ بَيْتِ اللَّهِ، وَالْمَقْبَرَةِ، وَالْمَزْبَلَةِ،

۷۴۸- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا: کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ مذبح (جانور ذبح کرنے کی جگہ) میں قبرستان میں عام راستے میں غسل خانے میں اونٹوں کے باڑے میں اور کعبہ شریف کے اوپر (چھت پر)۔

۷۴۹- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سات جگہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔ بیت اللہ کی چھت پر قبرستان میں کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ مذبح (جانور ذبح کرنے کی جگہ) میں غسل خانے میں اونٹوں کے باڑے میں اور عام راستے کے درمیان میں۔“

۷۴۹- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في كراهية ما يصلى إليه وفيه، ح: ۳۴۶ من حديث عبدالله بن يزيد المقرئ، به، وقال: "إسناده ليس بذاك القوي، وقد تكلم في زيد بن جبرية من قبل حفظه"، وهو متروك كما في التقريب وغيره، وقال الساجي: "حدث عن داود بن الحصين بحديث منكر جدًا" (التنذيب)، والحديث الآتي يغني عنه.

۷۴۷- [إسناده ضعيف] أخرجه البزار (البحر الزخار)، ح: ۱۶۱، وأحمد بن سلمان النجاد في مستد عمر، ح: ۷۱ من طريق أبي صالح كاتب الليث عن الليث عن عبدالله بن عمر العمري عن نافع به، وكذا علقه الترمذي، ح: ۳۴۷، والعمري سقط ذكره من سند ابن ماجه راجع التلخيص: ۱/ ۲۱۵ وغيره * وأبو صالح ضعيف في غير ما يروى عنه الحذاق كالبخاري وغيره، والحديث ضعفه البوصيري.

وَالْمَجْزَرَةُ، وَالْحَمَامُ، وَعَطْنُ الْإِبِلِ،
وَمَحَجَّةُ الطَّرِيقِ».

🌞 فوائد ومسائل: ① روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود یہ مسئلہ درست ہے کہ نجاست کی جگہ پر نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ نبی ﷺ کا حکم ہے کہ مسجدوں کو پاک صاف رکھا جائے اور وہاں خوشبو استعمال کی جائے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۷۵۸) ② مذبح (جانور ذبح کرنے کی جگہ) میں بھی یہ سب کچھ پایا جاتا ہے اس لیے وہاں بھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ غسل خانے اور قبرستان میں ممانعت کی حدیث صحیح ہے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۷۲۵)

(المعجم ۵) - بَابُ مَا يُكْرَهُ فِي
الْمَسَاجِدِ (التحفة ۲۵)

باب: ۵- مسجدوں میں جو کام مکروہ ہیں

۷۴۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو کام مسجد میں کرنے مناسب نہیں وہ یہ ہیں: اسے راہ گزرنہ بنایا جائے اس میں کسی ہتھیار کی نمائش نہ کی جائے کمان نہ پکڑی جائے (ترکش سے) تیر نہ نکالے جائیں اس میں کچا گوشت نہ لے جایا جائے (مجرم پر) حد نہ لگائی جائے کسی سے قصاص نہ لیا جائے اور اسے بازار نہ بنایا جائے (خرید و فروخت نہ کی جائے۔“)

۷۴۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ بْنُ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْجُمُصِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَمِيلٍ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ جَبْرِ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «خَصَالٌ لَا تَنْبَغِي فِي الْمَسْجِدِ: لَا يُتَّخَذُ طَرِيقًا، وَلَا يُشْهَرُ فِيهِ سِلَاحٌ، وَلَا يُقَبَضُ فِيهِ بَقَوْسٌ وَلَا يُنْشَرُ فِيهِ نَبْلٌ، وَلَا يُمَرُّ فِيهِ بِلَحْمِ نَبِيٍّ، وَلَا يُضْرَبُ فِيهِ حَدٌّ وَلَا يُقْتَصَّ فِيهِ مِنْ أَحَدٍ، وَلَا يُتَّخَذُ سُوقًا».

۷۴۹- حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (حضرت شعیب بن محمد رضی اللہ عنہ) سے، اور وہ اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ

۷۴۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَخْمَرُ، عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ،

۷۴۸- [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه ابن عدي، انظر، ح: ۷۴۶ لعلته، وضعفه البوصيري.

۷۴۹- [إسناده حسن] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة، ح: ۱۰۷۹ من حديث ابن عجلان به، وحسنه الترمذي، ح: ۳۲۲ * ابن عجلان صرح بالسماع عند أحمد.

عَنْ جَدِّهِ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْبَيْعِ وَالْإِنْتِصَاعِ وَعَنْ تَنَاشُدِ الْأَشْعَارِ فِي الْمَسَاجِدِ.

انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت اور شعر گوئی سے منع فرمایا۔

🌞 نواد و مسائل: ① اس حدیث سے گزشتہ حدیث نمبر (۷۳۸) میں مذکور ایک اور مسئلہ کی تائید ہوگئی، یعنی ”مسجد کو بازار نہ بنایا جائے۔“ کیونکہ خرید و فروخت میں سودے پر اکثر تکرار ہوتی ہے، جس سے شور پیدا ہوتا ہے اور وہ مسجد کے ادب کے منافی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسجد میں خرید و فروخت کی صورت میں لوگ بیچنے کی چیزیں مسجد میں لانا شروع کر دیں گے، جس سے نماز کی جگہ تنگ ہو جائے گی اور لوگ مسجد میں عبادت کے بجائے خرید و فروخت کے لیے آنے لگیں گے، گویا مسجد بنانے کا اصل مقصد متاثر ہوگا۔ ② [تَنَاشُد] کا مطلب ایک دوسرے کے مقابلے میں شعر پڑھنا ہے۔ جس طرح اہل عرب جاہلیت میں اپنے اپنے قبیلے کی تعریف میں قصیدے کہتے تھے۔ اسی طرح وہ اشعار جن کا مضمون اخلاق کے گرا ہوا یا خلاف شریعت ہو، وہ مسجد سے باہر بھی پڑھنے جائز نہیں، مسجد میں تو بالاولیٰ منع ہوگا۔ اس کے برعکس جن شعروں میں توحید کی طرف دعوت اور اخلاق حسنہ کی ترغیب ہو یا کفر و شرک کی تردید اور کفار کی مذمت ہو، ایسے اشعار کا مسجد میں پڑھنا سنا جائز ہے۔ حضرت حسان بن علیؓ رسول اللہ ﷺ کی اجازت اور تائید سے مسجد نبوی میں اس قسم کے شعر پڑھا کرتے تھے۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ذکر الملائكة صلوات الله عليهم، حدیث: ۳۲۱۲)

۷۵۰- حضرت واصلہ بن اسحقؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”اپنی مسجدوں کو بچوں، دیوانوں، بد خصلت لوگوں، خرید و فروخت، بھگڑوں، شور و غوغا، حدیں لگانے اور تلواریں کھینچنے سے دور رکھو اور ان کے دروازوں کے قریب استنجا اور وضو کی جگہ بناؤ اور جمعہ کے دن ان میں خوشبو (اگر بتی وغیرہ) سلگاؤ۔“

۷۵۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ السَّلْمِيُّ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانَ: حَدَّثَنَا عُثْبَةُ بْنُ يَفْطَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «جَنَّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِسَكُمْ وَشِرَارَكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَخُصُومَاتِكُمْ وَرَفَعَ أَصْوَاتَكُمْ وَإِقَامَةَ حُدُودِكُمْ وَسَلَّ شُيُوفَكُمْ، وَاتَّخَذُوا عَلَى أَبْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ، وَجَمَرُوهَا فِي

۷۵۰- [استادہ موضوع] * الحارث تقدم، ح: ۲۱۳، وعبته ضعيف (تقریب)، وأبوسعید المصلوب کذاب کما فی التہذیب وغیرہ، وفی علة أخرى.

۴- أبواب المساجد والجماعات

مساجد میں سونے اور سب سے پہلی مسجد کا بیان

الْجُمُعِ.

(المعجم ۶) - بَابُ النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ

(التحفة ۲۶)

باب: ۶- مسجد میں سونا

۷۵۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ: أَنَّ بَنَاتِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

۷۵۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں مسجد میں سو جایا کرتے تھے۔

🕌 فائدہ: مسافریا کوئی اور شخص ضرورت پڑنے پر اگر مسجد میں سو جائے تو جائز ہے لیکن اس کو معمول نہیں بنانا چاہیے۔ اسی طرح نماز کے لیے آئے ہوئے آدمی کو جماعت کے انتظار میں بیٹھے ہوئے نیند آ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

۷۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ يَعِيشَ بْنَ قَيْسٍ بْنِ طَخْفَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اُتْلِفُوا» فَانْطَلَقْنَا إِلَى بَيْتِ عَائِشَةَ وَأَكَلْنَا وَشَرَبْنَا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنْ شِئْتُمْ نَمْتُمْ هَهُنَا، وَإِنْ شِئْتُمْ انْطَلَقْتُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ» قَالَ: فَقُلْنَا: بَلْ نَنْطَلِقُ إِلَى الْمَسْجِدِ.

۷۵۲- حضرت یحییٰ بن قیس بن طخفہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ اصحاب صفہ میں سے تھے انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ”آؤ چلیں۔“ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف روانہ ہوئے (وہاں جا کر) ہم نے کھایا پیا۔ (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ”چاہو تو یہاں سو رہو چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ۔“ ہم نے عرض کیا: ہم تو مسجد ہی میں چلے جائیں گے۔

باب: ۷- سب سے پہلے کون سی مسجد بنی؟

(المعجم ۷) - بَابُ أَيِّ مَسْجِدٍ وُضِعَ

أَوَّلُ (التحفة ۲۷)

۷۵۱- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ۱۲/۲ من حديث عبيد الله به.

۷۵۲- [صحيح] أخرجه أبو داود، الأدب، باب في الرجل ينطح على بطنه، ح: ۵۰۴۰ من حديث يحيى: أخبرنا أبو سلمة به مطولاً، وصححه ابن حبان، ح: ۱۹۶۰، وله شاهد حسن عند ابن حبان، ح: ۱۹۵۹، والحاكم: ۲۷۱/۴.

۷۵۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقْفِيُّ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ح : وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَيُّ مَسْجِدٍ وَضِعَ أَوَّلُ؟ قَالَ : «الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ» قَالَ : قُلْتُ : ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ : «ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى» قُلْتُ : كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ : «أَرْبَعُونَ عَامًا ، ثُمَّ الْأَرْضُ لَكَ مُصَلًى ، فَصَلِّ حَيْثُ مَا أَدْرَكْتَكَ الصَّلَاةُ» .

۷۵۳- حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! سب سے پہلی کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مسجد حرام۔“ میں نے کہا: پھر کون سی؟ فرمایا: ”پھر مسجد اقصی۔“ میں نے کہا: ان کے درمیان کتنی مدت کا فرق ہے؟ فرمایا: ”چالیس سال۔ پھر ساری زمین تیرے لیے نماز کی جگہ ہے جہاں وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس تعمیر سے مراد ان مسجدوں کی اولین تعمیر ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پائی۔ جب حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ شریف کی تعمیر کی اس وقت سابقہ تعمیر کے نشانات مٹ چکے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں بیت المقدس کی تعمیر بھی اس کی پہلی تعمیر نہیں تھی۔ ② اس سے ان دو مسجدوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ روئے زمین پر ان دو کے علاوہ صرف مسجد نبوی ہی ایک ایسی مسجد ہے جس کی زیارت کے لیے باقاعدہ اہتمام کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ”کجاوے کس کے (بغرض تقرب) سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف: مسجد حرام، میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصی۔“ (صحیح البخاری، جزاء الصيد، باب حج النساء، حدیث: ۱۸۱۳) ③ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محض زیارت (تقرب) کی نیت سے کسی اور مسجد کی طرف سفر کر کے جانا بھی جائز نہیں ہے تو حزاروں وغیرہ کی زیارت کی نیت سے سفر بلا اولیٰ منع ہوگا۔ ④ قبروں کی زیارت شرعاً جائز ہے لیکن اس کا مقصد آخرت کی یاد اور موت سے عبرت حاصل کرنا ہے۔ یہ مقصد اپنی ہستی کے قبرستان کی زیارت سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ خوبصورت گنبدوں، دیدہ زیب عمارتوں، میلوں ٹھیلوں اور نام نہاد عرسوں سے یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ بالخصوص آج کل کے معروف مزاروں کے عرسوں میں تو چہل پہل کے علاوہ مردوزن کے اختلاط سے مزید بے شمار مفاسد جنم لے رہے ہیں لہذا ان میں شرکت سے پرہیز ضروری ہے۔ ⑤ ساری زمین کے مسجد ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ دنیا کی تمام مساجد اجر و ثواب کے لحاظ سے برابر ہیں۔ نماز کے وقت جو مسجد قریب ہو وہاں نماز پڑھ لی جائے اور اگر مسجد قریب نہ ہو تو بھی مذکورہ بالا احادیث میں ذکر کردہ ممنوع مقامات کو چھوڑ

کر کسی بھی پاک جگہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

(المعجم ۸) - بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ
(التحفة ۲۸)

۷۵۴- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ
عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ
شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ،
وَكَانَ قَدْ عَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ
دَلْوٍ فِي بَيْتٍ لَهُمْ، عَنْ عِثْبَانَ بْنِ مَالِكٍ
السَّالِمِيِّ، وَكَانَ إِمَامَ قَوْمِهِ بَنِي سَالِمٍ، وَكَانَ
شَهِدًا بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: جِئْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي
قَدْ أَنْكَرْتُ مِنْ بَصْرِي، وَإِنَّ السَّبِيلَ يَأْتِي
فَيُحَوِّلُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي، وَيَشُقُّ عَلَيَّ
اجْتِيَازَهُ، فَإِنْ رَأَيْتَ أَنْ تَأْتِيَنِي فَصَلِّيَ فِي
بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى، فافْعَلْ. قَالَ:
«أَفْعَلْ». فَقَدَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ،
بَعْدَمَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، وَاسْتَأْذَنَ، فَأَذِنَتْ لَهُ،
وَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ: «أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ
لَكَ مِنْ بَيْتِكَ؟» فَأَشْرَفْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي
أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ،
وَصَفَّفْنَا خَلْفَهُ، فَصَلَّى بِنَا رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ
اِحْتَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيرَةٍ تُصْنَعُ لَهُمْ.

گھر میں نماز کے لیے جگہ مقرر کرنے کا بیان

باب: ۸- گھروں میں نماز کی جگہ مقرر کر لینا
درست ہے

۷۵۴- حضرت محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے یہ وہ صحابی ہیں جن کے گھر میں رسول اللہ ﷺ
نے ڈول سے پانی لے کر ان کے کونوں میں کھلی فرمائی تھی
انھوں نے حضرت عثبان بن مالک سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت
کی جو اپنے قبیلے بنو سالم (کی مسجد میں ان) کے امام تھے
انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ بدر میں
بھی شرکت فرمائی تھی۔ انھوں نے فرمایا: میں رسول اللہ
ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے
رسول! میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور سیلاب آتا ہے تو میں
اپنے قبیلے کی مسجد تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہاں سے گزرتا
میرے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں
تو میرے ہاں تشریف لا کر میرے گھر میں ایک جگہ نماز
ادا فرمائیں اور میں وہاں نماز پڑھا کروں۔ رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا: ”(اچھا) میں آؤں گا۔“ جب دن کافی
پڑھ آیا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما تشریف
لے آئے۔ آپ نے (اندر آنے کی) اجازت طلب
فرمائی، میں نے اجازت دے دی۔ آپ بیٹھ نہیں پہلے
فرمایا: ”تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں وہاں
نماز پڑھوں؟“ میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کر دیا
جہاں میں نماز پڑھنا چاہتا تھا (اور وہ جگہ اس مقصد کے

گھر میں نماز کے لیے جگہ مقرر کرنے کا بیان

لیے مخصوص کی تھی۔) رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے، ہم نے آپ کے پیچھے صف بنالی تو آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھادی۔ پھر میں نے نبی ﷺ کو کھانا کھلانے کے لیے روک لیا جو ابھی تیار ہو رہا تھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت محمود بن ربیع رحمہ اللہ صحابہ میں سے ہیں یعنی جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تھی تو ان کا بچپن کا دور تھا۔ جب کلی کرنے کا یہ واقعہ پیش آیا اس وقت حضرت محمود رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک پانچ سال تھی۔ اس سے محدثین نے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ جو بچہ پانچ سال کی عمر میں کسی محدث سے حدیث سنے اس کا سماع معتبر ہے۔ یہ بچہ بڑا ہو کر یہ حدیث روایت کر سکتا ہے اور وہ روایت قبول کی جائے گی۔ بشرطیکہ کوئی اور ایسا سبب نہ پایا جائے جس سے حدیث ضعیف ہو جائے۔ ② رسول اللہ ﷺ کا کنوئیں میں کلی فرمانا برکت کے لیے تھا۔ آپ کے لعاب دہن سے متعدد مواقع پر برکت کا ظہور ہوا ہے جو حدیث اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة حديبية، حدیث: ۴۱۵۱) ③ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمود رضی اللہ عنہ کے چہرے پر بھی کلی کی تھی۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، العلم، باب منی یصح سماع الصغیر، حدیث: ۷۷۷) اس سے مقصد محض دل گیری اور بچہ کو خوش کرنا تھا، لہذا بچوں سے ایسی دل لگی جس سے انھیں پریشانی نہ ہو جائے اور یہ بزرگانہ شفقت کا ایک لطیف انداز ہے۔ ④ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر اور مسجد کے درمیان نشیبی جگہ تھی۔ بارش کے موقع پر وہاں سے پانی گزرتا تھا، جس سے راستہ بند ہو جاتا تھا اور پانی میں سے گزر کر مسجد تک پہنچنا دشوار ہو جاتا تھا۔ اس قسم کے عذر کے موقع پر گھر میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ مسجد میں حاضری واجب نہیں۔ لیکن معمولی بارش کو نماز باجماعت سے پیچھے رہ جانے کا بہانہ بنالینا درست نہیں۔ ⑤ جس کو دعوت دی جائے وہ اپنے ساتھ کسی اور کو بھی لاسکتا ہے بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ میزبان کو اس سے زحمت نہیں ہوگی بلکہ مزید خوشی ہوگی۔ ورنہ بلائے ہوئے مہمان کے ساتھ تنہا بلائے چلے جانا درست نہیں، میزبان کو حق ہے کہ اسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، الأطعمة، باب الرجل يدعى إلى طعام فيقول: وهذا معي، حدیث: ۵۴۲۱) ⑥ جس کو بلا یا گیا ہو اسے بھی گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے۔ ⑦ گھر میں نماز کے لیے ایک جگہ مقرر کر لینا جائز ہے۔ ⑧ کسی ایسے کام کی ابتدا کے موقع پر کسی نیک اور بزرگ شخصیت سے ابتدا کروانا درست ہے۔ ⑨ نفل نماز باجماعت ادا کرنا جائز ہے۔ نماز تہجد باجماعت کے متعدد واقعات کتب احادیث میں مروی ہیں۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، التہجد، باب تحريض النبي ﷺ على قيام الليل.....، حدیث: ۱۱۲۹) اور زیر مطالعہ حدیث کے مطابق چاشت کی نماز جماعت سے ادا کی گئی۔ ⑩ قرآن مجید میں حکم ہے کہ کھانے کے لیے جس وقت بلا یا گیا ہو اسی وقت جانا چاہیے، بہت پہلے جا کر کھانا تیار ہونے کا انتظار کرنا اچھا نہیں۔ (سورۃ احزاب

آیت (۵۳): زیر مطالعہ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے اس میں پہلے سے کھانے کا پروگرام نہیں تھا۔ جب نبی ﷺ تشریف لے آئے تو کھانا تیار کیا جانے لگا اور نبی ﷺ سے گزارش کی گئی کہ تھوڑا انتظار فرمائیں۔ یہ صورت قرآن مجید میں مذکورہ صورت سے مختلف ہے۔ حدیث میں جس کھانے کے لیے (خَزِيرَةٌ) کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ ایک خاص قسم کا کھانا ہے جو اس دور میں عرب میں رائج تھا۔ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے بہت سے پانی میں پکاتے تھے جب خوب گل جاتا تو اس میں آٹا ڈال دیتے تھے اور تیار ہونے پر پیش کرتے تھے۔

۷۵۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ [الْخِرَقِيُّ]: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَرْسَلَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ تَعَالَ فَحُطَّ لِي مَسْجِدًا فِي دَارِي أُصَلِّي فِيهِ، وَذَلِكَ بَعْدَ مَا عَمِيَ، فَجَاءَ فَفَعَلَ.

۷۵۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میرے گھر تشریف لا کر میرے لیے گھر میں ایک مسجد (نماز کی جگہ) مقرر کر دیجیے جہاں میں نماز پڑھا کروں۔ اس وقت وہ صحابی نابینا ہو چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس صحابی کی فرمائش پوری کی۔



فائدہ: یہ صحابی حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جیسے کہ گزشتہ حدیث میں صراحت ہے۔

۷۵۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ الْجَارُودِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَنَعَ بَعْضُ عُمُومَتِي لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا، فَقَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنِّي أَحِبُّ أَنْ تَأْكُلَ فِي بَيْتِي وَتُصَلِّيَ فِيهِ، قَالَ، فَأَتَاهُ، وَفِي الْبَيْتِ فُحْلٌ مِنْ هَذِهِ الْفُحُولِ، فَأَمَرَ بِنَاجِيَةٍ مِنْهُ، فَكُنِسَ وَرُشَّ فَصَلَّى وَصَلَيْنَا مَعَهُ.

۷۵۶- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میرے ایک چچا جان نے نبی ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا۔ انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کھانا تناول فرمائیں اور نماز بھی ادا فرمائیں چنانچہ نبی ﷺ تشریف لے آئے۔ گھر میں ایک پرانی چٹائی تھی انھوں نے اس کے ایک حصے کو صاف کرا کے اس پر پانی چھڑکوا دیا (تاکہ نرم ہو جائے)۔ نبی ﷺ نے (کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی اس چٹائی پر) نماز ادا فرمائی اور ہم نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

۷۵۵- [إسناده حسن] وقال البوصيري: "هذا إسناده صحيح".

۷۵۶- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ۱۲۹، ۱۱۲ عن ابن أبي عدي، وغيره باختلاف يسير في المطبوع، وانظر أطراف المسند: ۱/ ۴۲۸.

۴۔ أبواب المساجد والجماعات - مساجد کی صفائی تشرائی سے متعلق احکام و مسائل

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ مَاجَهَ: الْفَحْلُ هُوَ الْحَصِيرُ الَّذِي قَدْ اسْوَدَّ. امام ابو عبد اللہ ابن ماجہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ (روایت میں مذکور) ”فحل“ سے مراد ایسی چٹائی ہے جو (کثرت استعمال کی وجہ سے) سیاہ ہو چکی ہو۔

(المعجم ۹) - بَابُ تَطْهِيرِ الْمَسَاجِدِ وَتَطْيِيبِهَا (التحفة ۲۹) باب: ۹۔ مسجدوں کو پاک صاف رکھنا اور خوشبو لگانا

۷۵۷- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي الْجَوْنِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ الْمَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَخْرَجَ أَدَى مِنَ الْمَسْجِدِ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ». حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالا اللہ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرے گا۔“

۷۵۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بَشِيرٍ بْنُ الْحَكَمِ، وَأَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سَعْيَرَ: أَنَّ أَبَا هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِالْمَسَاجِدِ أَنْ تُبْنَى فِي الدُّوَرِ، وَأَنْ تُطَهَّرَ وَتُطَيَّبَ. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں تعمیر کی جائیں انھیں پاک صاف رکھا جائے اور انھیں خوشبو لگائی جائے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① شہر میں صرف ایک مرکزی مسجد ہونا کافی نہیں بلکہ ہر محلے میں مسجد ہونی چاہیے تاکہ مسلمان آسانی سے نماز باجماعت میں شریک ہو سکیں۔ ضرورت کے مطابق مناسب فاصلے پر دوسری مسجد بنائی جاسکتی ہے۔ ② مسجدوں کو صاف تھرا رکھنا ضروری ہے کیونکہ اسلام میں صفائی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ ③ خوشبو سے مراد اگر بتی وغیرہ لگانا ہے۔

۷۵۷- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف، مسلم هو ابن يسار لم يسمع من أبي سعيد الخدري، ومحمد فيه لين".

۷۵۸- [إسناده صحيح] انظر الحديث الآتي.

۴- أبواب المساجد والجماعات

۷۵۹- حَدَّثَنَا رِزْقُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قَدَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُتَّخَذَ الْمَسَاجِدُ فِي الدُّوْرِ وَأَنْ تُطَهَّرَ وَتُطَيَّبَ.

مساجد میں تھوکنے کی کراہت کا بیان

۷۵۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے محلوں میں مسجدیں بنانے انھیں پاک رکھنے اور انھیں خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے۔

۷۶۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ إِسَاسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ أَسْرَجَ فِي الْمَسَاجِدِ تَمِيمُ الدَّارِيُّ.

۷۶۰- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: سب سے پہلے جس نے مسجدوں میں چراغ روشن کیے وہ حضرت تميم داری رضی اللہ عنہ ہیں۔

(المعجم ۱۰) - بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّخَامَةِ

فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ۳۰)

باب: ۱۰- مسجد میں تھوکنے کی کراہت

کا بیان

۷۶۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ أَبُو مَرْوَانَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى نَحَامَةً فِي جِدَارٍ

۷۶۱- حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مسجد کی دیوار پر بلغم نظر آیا آپ ﷺ نے ایک کنکری لے کر اسے کھرچ دیا پھر فرمایا: ”کوئی شخص جب بلغم تھوکتا چاہے تو سامنے نہ تھوکے نہ دائیں طرف تھوکے اسے چاہیے کہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک لے۔“

۷۵۹- [صحیح] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب اتخاذ المساجد في الدور، ح: ۴۵۵ من حديث زائدة به، وصححه ابن حبان.

۷۶۰- [إسناده ضعيف جداً] وقال البوصيري: "في إسناده خالد بن إياس، وقد انفقوا على ضعفه"، وهو متروك الحديث كما في التقريب.

۷۶۱- أخرجه البخاري، الصلاة، باب حك المخاط بالحصى من المسجد، ح: ۴۰۸، ۴۰۹ وغيره، ومسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد، ح: ۵۴۸ من حديث إبراهيم بن سعد وغيره به.

الْمَسْجِدِ، فَتَنَّاوَلْ حَصَاةً فَحَكَّهَا، ثُمَّ قَالَ: «إِذَا تَنَحَّمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَحَّمَنَّ قَبْلَ وَجْهِهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْزُقْ عَنْ شِمَالِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى».

🌞 فوائد ومسائل: ① مسجد کو صاف ستھرا رکھنا ضروری ہے۔ ② ایسی حرکات سے پرہیز کرنا چاہیے جو مسجد کی صفائی کے معنائی ہوں۔ ③ اگر مسجد کی زمین کچی ہو اور اس پر چٹائی وغیرہ بھی ہوئی نہ ہو تو پاؤں کے نیچے تھوکنا جائز ہے کیونکہ پاؤں سے رگڑے جانے پر وہ زمین میں جذب ہو جائے گا۔ ④ بائیں طرف تھوکنا اس وقت جائز ہے جب اس طرف کوئی دوسرا نمازی نہ ہو ورنہ اپنے پاؤں کے نیچے تھو کے۔ ⑤ پختہ فرش پر اور چٹائی یا قالین پر تھوکنا جائز نہیں کیونکہ یہ صفائی کے معنائی ہے، البتہ رومال وغیرہ میں تھوک سکتا ہے۔ اگر نماز میں مشغول نہ ہو تو وضو کی جگہ جا کر اس قسم کی ضرورت پوری کرنی چاہیے۔ ⑥ سفر وغیرہ میں آج کل بھی یہ صورت پیش آ سکتی ہے کہ کوئی انسان کھلی جگہ پر نماز پڑھ لے جبکہ قریب کوئی مسجد نہ ہو۔ اس صورت میں اگر زمین پر کوئی کپڑا نہیں بچھایا گیا تو زیر مطالعہ حدیث کے مطابق عمل کرنا جائز ہے۔ ⑦ رسول اللہ ﷺ کا اپنے ہاتھ سے دیوار صاف کر دینا اعلیٰ اخلاق اور تواضع کی بہترین مثال ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس غلطی کا ارتکاب کرنے والے کا تعین کرنا یا اس سے مخاطب ہونا مناسب نہیں سمجھا۔ نبی ﷺ کے خود صفائی کر دینے سے دیکھنے والوں کو اور خود غلطی کرنے والے کو یقیناً زبردست تنبیہ ہوگئی۔ ⑧ چونکہ دیوار کچی تھی اس لیے صفائی کے لیے نلکری سے کھرچ دیا گیا۔

۷۶۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ : حَدَّثَنَا عَائِذُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُحَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْهُهُ، فَجَاءَتْهُ أَمْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَحَكَّكَهَا، وَجَعَلَتْ مَكَانَهَا خُلُوفًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا أَحْسَنَ هَذَا».

۷۶۳- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو مسجد میں قبلے کی طرف (دیوار پر) بلغم نظر آیا۔ آپ ﷺ اس قدر غضب ناک ہوئے کہ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ (یہ دیکھ کر) ایک انصاری خاتون نے آن کر اسے کھرچ دیا اور اس جگہ خوشبو لگا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہت خوب!“

🌞 فوائد ومسائل: ① غلط کام دیکھ کر ناراضی کا اظہار کرنا جائز ہے۔ ② بعض اوقات چہرے کے تاثرات ہی تنبیہ کے لیے کافی ہوتے ہیں۔ ③ اچھا کام کرنے والے کے کام کی تعریف کرنا جائز ہے تاکہ دوسروں کی توجہ اس اچھائی

کی طرف ہو اور وہ بھی اس طرح اچھے کام کرنے کی کوشش کریں اور اس شخص کی حوصلہ افزائی ہو۔ ⑤ انعام اور سزا تربیت کا ایک اصول ہے اگرچہ وہ صرف چند الفاظ کی صورت میں ہو یا موقع کی مناسبت سے کسی اور انداز میں۔ ⑥ سردار افسر، استاد یا بزرگ کا اپنے ماتحت، زیر دست، شاگرد یا ملازم کے اچھے کام کی تعریف کرنا اس خوشامد میں شامل نہیں جو ایک بری عادت ہے نہ منہ پر تعریف کرنے کی اس صورت میں شامل ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ ⑦ بعض محققین نے اس حدیث کو حسن یا صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: (الصحيحة، رقم: ۳۰۵۰)

۷۶۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ
الْمُصْرِئِيُّ: أَنَّ أَبَا اللَّيْثِ بْنَ سَعْدٍ، عَنْ
نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَى
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ،
وَهُوَ يُصَلِّي بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ، فَحَكَّهَا. ثُمَّ
قَالَ، حِينَ أَنْصَرَفَ مِنَ الصَّلَاةِ: «إِنْ
أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ، كَانَ اللَّهُ
قَبْلَ وَجْهِهِ، فَلَا يَتَنَحَّمَنَّ أَحَدُكُمْ قَبْلَ
وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ».

۷۶۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ مسجد میں قبلے کی طرف (دیار پر) بلغم نظر آیا۔ آپ ﷺ نے اسے کھرج دیا۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھا رہا ہوتا ہے تو اللہ اس کے چہرے کی طرف ہوتا ہے لہذا کسی کو نماز کے دوران میں سامنے کی طرف نہیں تھوکنا چاہیے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① نماز میں بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بندگی کا اظہار کرتا ہے لہذا اس وقت سامنے تھوکنا اس ادب و احترام کے منافی ہے جس کا اختیار کرنا ایسے موقع پر ضروری ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کی نمازی کے سامنے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ ③ اس سے بعض لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ اگر وہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے تو باتیں طرف اور نیچے تھوکنا بھی منع ہونا چاہیے کیونکہ ان کے بقول وہاں بھی اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ اس مسئلہ میں صحیح موقف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے آسمانوں سے اوپر، عرش عظیم پر ہے لیکن اس کا علم قدرت اور رحمت ہر شے کو محیط ہے۔ محدثین کرام کا یہی مسلک ہے جس کے دلائل قرآن و حدیث میں اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا تُحِطُّونَ عَلَيْهِ الْعَرْشِ اُسْتَوٰی﴾ (طہ: ۵) ”وہ رحمن ہے جس نے عرش پر قرار پکڑا ہے۔“ جبکہ حدیث میں اس کی دلیل مشہور و معروف حدیث جاریہ ہے۔ حضرت معاذ یہ سہلی کہتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی جو احد پہاڑ اور جوانیہ کے درمیان میری بکریاں چرا یا کرتی تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑ یا

آیا اور کبریوں میں سے ایک کو اٹھا کر لے گیا۔ (مجھے اس کی غفلت پر غصہ آیا) تو میں نے اس کو زور سے تھپڑ مارا۔ (پھر مجھے ندامت محسوس ہوئی) تو میں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اسے سخت ناپسند کیا۔ میں نے خواہش ظاہر کی کہ کیا میں اسے آزاد نہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ لوٹری کو بلا لاؤں۔ جب وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا: ”اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟“ اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے۔ آپ نے سوال کیا: ”میں کون ہوں؟“ لوٹری نے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں لوٹری کو آزاد کر دوں کیونکہ یہ مومنہ ہے۔ (صحیح مسلم، المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاة..... الخ، حدیث: ۵۳۷) نیز اللہ تعالیٰ اپنے علم قدرت رحمت اور حفاظت کے ساتھ اپنے نیک بندوں کا ساتھ دیتا ہے۔ فرمان الہی ہے: ﴿وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ﴾ (المائدة: ۱۲) ”اور اللہ نے فرمایا: ”میں تمہارے ساتھ ہوں۔“ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یعنی اپنی حفاظت اور مدد کے ساتھ۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ﴾ (البقرہ: ۱۹) ”اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے (اپنی قدرت و مشیت سے۔“ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک: ﴿قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمِعُ وَأَرْئِي﴾ (طہ: ۴۶) ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تم بالکل خوف نہ کھاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں اور سنتا دیکھتا رہوں گا۔“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی اپنی نصرت و تائید اور حفاظت کے ساتھ تمہارے ساتھ ہوں گا۔ اس معنی کی وضاحت کے لیے دیگر فرامین الہی اور احادیث نبویہ بکثرت موجود ہیں۔ والحمد لله على ذلك.

۷۶۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَكَ بُزَاقًا فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ.

۷۶۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی دیوار پر لگا ہوا تھوک کھرچ دیا۔

(المعجم ۱) - بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِنْشَادِ الضَّوَالِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ۳۱)

باب ۱۱- گم شدہ چیزوں کا اعلان مسجد میں کرنا منع ہے

۷۶۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ أَبِي سَيَّانٍ سَعِيدِ بْنِ سَيَّانٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ

۷۶۵- حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔ (نماز کے بعد) ایک آدمی بولا: مجھے کون سرخ اونٹ کی

۴- ابواب المساجد والجماعات

مساجد میں گم شدہ چیزوں کے اعلان کی ممانعت کا بیان

أَبِيهِ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ رَجُلٌ: مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا وَجَدْتُهُ، إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ».

اطلاع دے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تجھے وہ (اونٹ) نہ ملے۔ مسجدیں تو جس کام کے لیے بنی ہیں اسی کے لیے بنی ہیں۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① [ضالہ] گمشدہ جانور کو کہا جاتا ہے تاہم دوسری گمشدہ اشیاء پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ ② اس بدو کا مقصد اس اعلان سے ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔ یہ بھی تنبیہ کا ایک اسلوب ہے۔ ③ مسجدوں کی تعمیر کا مقصد نماز کی ادائیگی و عطا و نصحت اور تعلیم و تعلم ہے، مسجد سے باہر گم ہونے والی چیزوں کی تلاش نہیں۔

۷۶۶- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے گمشدہ چیز کا اعلان مسجد میں کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۷۶۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ إِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ».

۷۶۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا: ”جو شخص کسی کو گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرتے سنے، اسے چاہیے کہ کہے: اللہ کرے وہ چیز تجھے نہ ملے کیونکہ مسجدیں اس لیے نہیں بنائی گئیں۔“

۷۶۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ إِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ».

۴- أبواب المساجد والجماعات اونٹوں اور بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے متعلق احکام و مسائل

(المعجم ۱۲) - بَابُ الصَّلَاةِ فِي أَغْطَانِ
الإبلِ وَمَرَاكِحِ الْغَنَمِ (التحفة ۳۲)
باب ۱۲- اونٹوں اور بکریوں کے باڑے
میں نماز پڑھنے کا بیان

۷۶۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ :
حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، ح : وَحَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ ،
بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، قَالَ :
حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
سِيرِينَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ : «إِنْ لَمْ تَجِدُوا إِلَّا مَرَابِضَ الْغَنَمِ
وَأَغْطَانَ الْإِبِلِ ، فَصَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ ،
وَلَا تَصَلُّوا فِي أَغْطَانِ الْإِبِلِ» .

🌞 فائدہ: اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر کوئی بکری سینگ وغیرہ مارنے کی کوشش کرے تو نمازی اس کو سنہال سکتا ہے
اس سے جان کا خطرہ نہیں۔ لیکن اگر اونٹ شرارت پر آمادہ ہو جائے تو اسے سنہالنا زیادہ مشکل ہوتا ہے اور اگر چاک
حلمہ کر دے تو جان کا بھی خطرہ ہے۔ ویسے بیٹھے ہوئے اونٹ کی طرف منہ کر کے رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔
دیکھیے: (صحیح البخاری، الصلاة، باب الصلاة إلى الرحلة والبعر والشجر والرحل، حدیث: ۵۰۷۰)

۷۶۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ :
حَدَّثَنَا [هَشِيمٌ] ، عَنْ يُونُسَ ، عَنْ
الْحَسَنِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ الْمُرِّي
قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «صَلُّوا فِي مَرَابِضِ
الْغَنَمِ ، وَلَا تَصَلُّوا فِي أَغْطَانِ الْإِبِلِ ،
فَإِنَّهَا خُلِقَتْ مِنَ الشَّيَاطِينِ» .

۷۶۸- [حسن] أخرجه الدارمي: ۳۲۳/۱، ح: ۱۳۹۱ من حديث يزيد به، وصححه الترمذي، ح: ۳۴۸، وابن
خزيمة، ح: ۷۹۵، وابن حبان (موارد)، ح: ۳۳۶، والبوصيري * هشام عن، ولحدیثه شاهد عند الترمذي،
ح: ۳۴۹ وغیره، وصححه ابن خزيمة، ح: ۷۹۶، وانظر، ح: ۷۷۰ .

۷۶۹- [حسن] أخرجه ابن أبي شيبة، ح: ۳۸۷۷ عن هشيم به، والنسائي: ۵۶/۲، ح: ۷۳۶ من طريق آخر عن
الحسن به، وانظر، ح: ۷۱ لعلته، وللحديث شواهد، انظر الحديث الآتي .

٤- أبواب المساجد والجماعات

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعا

☀️ **فائدہ:** شیطانوں سے پیدا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان میں شرارت کی عادت پائی جاتی ہے۔ اونٹ کا کینہ مشہور ہے اس لیے خطرہ رہتا ہے کہ موقع پا کر نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔ ورنہ پیشاب اور میٹگنیاں تو بکریوں اور اونٹوں دونوں کے پاؤں میں ہوتی ہیں۔

۷۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَبَابِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ رَيْعِ بْنِ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبِدِ الْجُهَنِيِّ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يُصَلِّي فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ، وَيُصَلِّي فِي مُرَاحِ الْغَنَمِ».

۷۷۰- حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اونٹوں کے پاؤں میں نماز نہ پڑھی جائے بکریوں کے پاؤں میں پڑھ لی جائے۔

(المعجم ۱۳) - بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ (التحفة ۳۳)

۷۷۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَقُولُ: «بِسْمِ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي دُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ» [اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں اور اللہ کے رسول پر سلام ہواے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔] اور جب (مسجد سے) باہر تشریف لاتے تو فرماتے تھے: «بِسْمِ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي دُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ».

۷۷۱- رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تھے تو فرماتے تھے: [بِسْمِ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي دُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ”اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں اور اللہ کے رسول پر سلام ہواے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“ اور جب (مسجد سے) باہر تشریف لاتے تو فرماتے تھے: [بِسْمِ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي دُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ] ”

۷۷۰- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ۴۰۴/۳، أطراف المسند: ۴۲۷/۲ عن زيد به.

۷۷۱- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ما جاء ما يقول عند دخوله المسجد، ح: ۳۱۴ من حديث إسماعيل به، وقال: "حديث حسن وليس إسناده بم متصل" * ليث بن أبي سليم تقدم حاله، ح: ۲۰۸، وانظر الحديث الآتي فإنه يغني عنه.

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعا
 أَبْوَابُ فَضْلِكَ” اللہ کے نام سے باہر نکلتا ہوں اور اللہ
 کے رسول پر سلام ہو اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور
 میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔“

🌞 فائدہ: ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید کہا ہے کہ اس روایت سے اگلی
 روایت کفایت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں بعض محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

۷۷۲- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ
 ابْنِ كَثِيرٍ بَنِي دِينَارِ الْحِمَصِيِّ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ
 ابْنُ الصَّحَّاحِ قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ
 عِيَّاشٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ
 أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ
 ابْنِ سُؤَيْدِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ
 السَّاعِدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا
 دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَسْلَمْ عَلَى النَّبِيِّ
 ﷺ. ثُمَّ لْيَقُلْ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ
 رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي
 أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ».

۷۷۲- حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص
 مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ نبی ﷺ پر سلام بھیجے
 پھر کہے: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ“ اے
 اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“
 اور جب باہر نکلے تو کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ مِنْ
 فَضْلِكَ“ اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔“

🌞 فائدہ: مسجد میں داخل ہونے کا مقصد عبادت ہے جو اللہ کی رحمتوں کے نزول کا باعث ہے اس لیے مسجد میں آتے
 وقت اللہ سے رحمت کا سوال کیا جاتا ہے۔ مسجد سے باہر نکل کر انسان دیگر کاموں میں مشغول ہوتا ہے جن کا تعلق اس
 کے معاش سے ہوتا ہے اس لیے اس وقت اللہ سے اس کا فضل مانگا جاتا ہے تاکہ حلال اور بابرکت روزی حاصل ہو۔

۷۷۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو
 بَكْرِ الْحَنْفِيُّ: حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عَثْمَانَ:

۷۷۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص جب

۷۷۲- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب ما يقول إذا دخل المسجد، ح: ۷۱۳ من حديث عمارة به.

۷۷۳- [صحيح] أخرجه النسائي في الكبرى (عمل اليوم والليلة، ح: ۹۰) عن ابن بشار به، وسنده حسن، وقال
 البوصيري: "لهذا إسناده صحيح، ورجاله ثقات"، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ۳۲۱، وابن خزيمة، ح: ۴۵۲،
 والحاكم، ۲۰۷/۱، والذهبي، وذكر النسائي له علة غير قاذحة.

۴- أبواب المساجد والجماعات

نماز کے لیے مسجد کی طرف چلنے کے ثواب کا بیان

مسجد میں داخل ہو تو نبی ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے: [اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ”اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“ اور جب باہر نکلے تو نبی ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے: [اللَّهُمَّ اغْصِنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ] ”اے اللہ! مجھے مرد و شیطان سے محفوظ رکھ۔“

حَدَّثَنِي سَعِيدُ الْمُقْبَرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ اغْصِنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ».

🌞 فائدہ: شیطان سے پناہ مانگنے میں یہ حکمت ہے کہ مسجد میں انسان اللہ کے ذکر اور عبادت میں مشغول ہوتا ہے جس کی وجہ سے شیطان کا داؤ نہیں لگتا لیکن جب انسان مسجد سے باہر نکلتا ہے تو شیطانوں کو موقع ملتا ہے کہ خرید و فروخت اور دیگر معاملات میں اسے گمراہ کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ اس وقت انسان کو ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجائے تاکہ شیطان کے شر سے محفوظ رہ سکے۔

باب ۱۴- نماز کے لیے (مسجد کی طرف) چلنے کا بیان

(المعجم ۱۴) - بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ (التحفة ۳۴)

۷۷۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يَنْهَرُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلَاةٍ، مَا كَانَتْ الصَّلَاةُ تَحْسِبُهُ».

۷۷۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرتا ہے اور وضو بھی خوب سنوار کر کرتا ہے پھر مسجد کی طرف آتا ہے تو صرف نماز کے لیے (گھر سے) نکلتا ہے نماز کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔ (اس کو اسی طرح ثواب ملتا رہتا ہے) حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے پھر جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جب تک وہ نماز کی وجہ سے رکا رہتا ہے (ثواب کے لحاظ سے) نماز ہی میں (شمار) ہوتا ہے۔“

۷۷۴- [صحیح] تقدم، ح: ۲۸۱.

🌟 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں نماز باجماعت کی فضیلت بیان ہوئی ہے کیونکہ نفلی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ”مرد کی بہترین نماز (وہ ہوتی ہے جو) اس کے گھر میں (ادا کی جاتی) ہے“ سوائے فرض نماز کے۔ (صحیح البخاری، الأدب، باب ما یحوز من الغضب والشدة لأمر الله تعالى، حدیث: ۶۱۱۳) سنن ابن ماجہ میں بھی اس مسئلہ کی حدیثیں موجود ہیں۔ (دیکھیے، حدیث: ۱۳۷۵، ۱۳۸۲، ۱۳۷۵) وضو اچھی طرح کرنا ثواب کا باعث ہے۔ ② مسجد میں آنے کا مقصد نماز کے علاوہ کوئی اور جائز کام بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ سوچ کر مسجد میں آنے کہ فلاں کام بھی ہو جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی لیکن اسے وہ ثواب نہیں ملے گا جو صرف نماز کے لیے آنے پر ملتا ہے جب کہ اس کے ساتھ کوئی اور کام انجام دینا پیش نظر نہ ہو۔ ③ نماز کے لیے مسجد تک راستہ طے کرنے کا ثواب اس قدر عظیم ہے کہ ہر ہر قدم پر درجے بلند ہوتے اور گناہ معاف ہوتے ہیں تو خود نماز اللہ کے ہاں کس قدر عظیم عمل ہے اور نماز باجماعت کا کس قدر ثواب ہے اس کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے! بشرطیکہ وہ نماز پورے آداب اور خشوع و خضوع سے ادا کی جائے۔ ④ نماز باجماعت کے انتظار میں مسجد میں بیٹھ رہنے کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ اذان ہوتے ہی مسجد میں آ جائیں۔ اذان کے بعد یہ سوچ کر گھر میں بیٹھ رہنا کہ ابھی کافی وقت ہے بڑی محرومی کا باعث ہے۔

۷۷۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب نماز کی اقامت ہو جائے تو نماز کے لیے دوڑ کر نہ آؤ بلکہ (معمول کے مطابق مناسب رفتار سے) اطمینان سے چلتے ہوئے آؤ پھر جتنی نماز (جماعت کے ساتھ) مل جائے پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے وہ (بعد میں) پوری کر لو۔“

۷۷۵- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتَوْهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَأَتَوْهَا تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا».

🌟 فوائد و مسائل: ① نماز باجماعت بہت ثواب والا عمل ہے اس کے حصول کی کوشش کرنا اچھی بات ہے لیکن اس مقصد کے لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ گھر سے بروقت روانہ ہوں۔ گھر سے روانہ ہوتے وقت دیر کر دینا اور پھر نماز میں ملنے کے لیے بھاگنا درست نہیں۔ ② اطمینان سے چلنے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اس قدر آہستہ چلے گویا اسے نماز باجماعت کی کوئی پروا نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وقار کے ساتھ اللہ کے دربار میں حاضر ہو۔ ③ بھاگ کر جماعت سے ملنے کے ممنوع ہونے میں یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ نماز میں ملنے تک سانس نہ پھول جائے کیونکہ اس صورت میں نماز شروع

۴- أبواب المساجد والجماعات ————— نماز کے لیے مسجد کی طرف چلنے کے ثواب کا بیان

خضوع اور توجہ سے ادا نہیں کی جاسکے گی۔ واللہ اعلم۔ ﴿۳۵﴾ جو خضوع نماز باجماعت میں اس وقت ملتا ہے جب امام ایک یا زیادہ رکعت ادا کر چکا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ سلام نہ پھیرے بلکہ نماز پوری کرنے کے بعد سلام پھیرے۔ علمائے کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جو رکعتیں امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھی جائیں گی وہ نمازی کی آخری رکعتیں ہوں گی یا ابتدائی رکعتیں؟ اس حدیث میں مذکور الفاظ سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعتیں مقتدی کی ابتدائی رکعتیں ہیں صحیح بخاری میں بھی [فَاتِمُوْا] ”پورا کرو“ کے الفاظ ہیں۔ (صحیح البخاری، الاذان، باب لا یسعی إلی الصلاة وَلِیَا تَهَا بِالسَّکِیْنَةِ وَالْوَقَارِ، حدیث: ۲۳۶۶) صحیح مسلم میں بھی زیادہ روایات میں اسی طرح ہے البتہ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: [وَأَقْضِ مَا سَبَقَكَ] (صحیح مسلم، المساجد، باب استحباب إتیان الصلاة بوقار و سکینة.....، حدیث: ۶۲۰) اس سے یہ دلیل لی گئی ہے کہ بعد میں پڑھی جانے والی رکعتیں اصل میں پہلی رکعتیں ہیں یعنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کی قضا ہے۔ علامہ محمد فواد عبدالباقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے حاشیہ میں فرمایا ہے: یہاں قضا سے مراد صرف فعل (ایک کام کو انجام دینا) ہے وہ قضا مراد نہیں جو فقہاء کی اصطلاح ہے جیسے کہ اس آیت مبارکہ میں ہے ﴿فَقَضَیْہُمْ سَبْعَ سَمَوَاتٍ﴾ (ختم السجدة: ۱۲) ”اللہ تعالیٰ نے انھیں سات آسمان بنا دیا“ اور اس آیت میں: ﴿فَإِذَا قُضِیْتُمْ مَنَاسِکُکُمْ﴾ (البقرہ: ۲۰۰) ”جب تم اپنے اعمالِ حج پورے کر لو.....“ اور اس آیت مبارکہ میں ﴿فَإِذَا قُضِیَتِ الصَّلَوةُ﴾ (الجمعة: ۱۰) ”جب نماز پوری ہو جائے“ اور جیسے کہا جاتا ہے قضیتُ حق فلان ”میں نے فلاں کا حق ادا کر دیا۔“ ان تمام مقامات پر قضا سے مراد کوئی کام کرنا اور اسے انجام دینا ہے۔“ حدیث کی مشہور کتاب بلوغ المرام کی شرح سبل السلام میں امام امیر صنعانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ بعد میں آنے والا امام کے ساتھ جو نماز پڑھتا ہے وہ اس کی پہلی رکعتیں ہوتی ہیں یا آخری؟ صحیح بات یہ ہے کہ وہ پہلی ہی ہوتی ہیں۔“ واللہ اعلم۔

۷۷۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَكْفُرُ اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَزِيدُ بِهِ فِي الْحَسَنَاتِ؟». قَالُوا: بَلَى.

۷۷۶- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جن سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ فرما دیتا ہے؟“ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں اللہ کے رسول! (فرما دیجیے) آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس وقت وضو پورا (سنوار کر) کرنا جب دل نہ چاہتا ہو اور مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانا اور (ایک) نماز کے

يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عِنْدَ الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَى إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ».

ﷺ فائدہ: یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے حدیث: ۳۷۷۔

۷۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ الْهَجَرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ عَدَاً مُسْلِماً، فَلْيَحَافِظْ عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، حَيْثُ يَنَادِي بِهِنَّ، فَلْيَنْهَنْ مِنْ سُنَنِ الْهَدْيِ، وَإِنَّ اللَّهَ سَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ ﷺ سُنَنِ الْهَدْيِ، وَلَعَمْرِي، لَوْ أَنَّ كُلَّكُمْ صَلَّى فِي بَيْتِهِ، لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَلَقَدْ رَأَيْتَنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ، مَعْلُومُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ يُهَادِي بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَنْطَهَرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ، فَيَعْمِدُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيُصَلِّي فِيهِ، فَمَا يَخْطُو خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَ اللَّهُ لَهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَظَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ.

۷۷۷- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کل اسلام کی حالت میں ملے اسے چاہیے کہ وہ پابندی سے پانچوں نمازیں وہاں ادا کیا کرے جہاں ان کی اذان ہوتی ہے۔ (مساجد میں جماعت کے ساتھ) اس لیے کہ وہ ہدایت والے کاموں میں سے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کے لیے ہدایت کے کام مقرر کیے ہیں۔ میری زندگی کی قسم! اگر تم سب گھروں میں نماز پڑھنے لگو تو اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دی تو بیٹھو گے اور اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دی تو یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہم لوگوں کی یہ حالت تھی کہ نماز باجماعت سے صرف وہی منافق پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق (سب کو) معلوم ہوتا تھا۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ (بیمار) آدمی کو دو آدمیوں کے سہارے سے لایا جاتا تھا حتیٰ کہ وہ صف میں شامل ہو جاتا۔ اور جو شخص وضو کرتا ہے اور وضو اچھی طرح بنا سنوار کر کرتا ہے پھر مسجد کی طرف روانہ ہوتا ہے اور اس میں (پہنچ کر) نماز پڑھتا ہے تو وہ جو قدم بھی ملے کرتا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک غلطی

معاف فرماتا ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ حدیث موقوف ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ ایک صحابی (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے متعدد فرامین ہیں لیکن انھوں نے جو باتیں فرمائی ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ کر ہی سیکھی ہیں۔ خصوصاً آخری مسئلہ گزشتہ احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک کے طور پر بھی بیان ہو چکا ہے۔ ② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نظر میں صحیح مسلمان وہ ہے جو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا عادی ہو۔ ورنہ مرنے کے بعد جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو مسلم کی حیثیت سے پیش نہیں ہوگا۔ ③ [سُنُّنُ الْهَيْدِي] ”ہدایت کے کام“ سُنُّنُ کی جمع ہے اس کا مطلب وہ راستہ ہے جس پر بہت لوگ چلتے ہوں۔ اس لیے یہ لفظ رسم و رواج کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ نماز باجماعت مسلمانوں کی علامت اور شعار ہے اور مسجد کا وجود ثابت کرتا ہے کہ اس ہستی میں مسلمان رہائش پذیر ہیں۔ اگر نماز باجماعت کا رواج ختم ہو جائے تو مسلم اور غیر مسلم آبادی میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ ④ چونکہ نماز باجماعت اسلام کی علامت ہے اس لیے مومن اس میں کوتاہی نہیں کر سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں باجماعت نماز کی اہمیت سب سے بڑھ کر تھی۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو تحریری طور پر جو ہدایات جاری کی تھیں ان میں فرمایا تھا: [إِنَّ أَهَمَّ أَمْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ.....] ”میری نظر میں تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے۔ جو شخص نماز کی محافظت کرتا ہے، وہ اپنے دین کو محفوظ کر لیتا ہے۔ اور جو شخص اسے ضائع کر دیتا ہے وہ دوسرے فرائض میں زیادہ کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے۔“ (موطأ للإمام مالک، باب وقوف الصلوة، حدیث: ۶) ⑤ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز باجماعت میں شریک ہونے کے لیے اہتمام بھی ثابت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک کسی شدید عذر کے بغیر نماز باجماعت سے پیچھے رہنا جائز نہ تھا۔ اس لیے جو بیار آدمی چل کر مسجد میں نہیں آ سکتا تھا وہ دوسروں کے سہارے مسجد میں آتا تھا لیکن گھر میں نماز نہیں پڑھتا تھا۔ ⑥ اس میں سنت کی پیروی کی ترغیب ہے کیونکہ سنت سے گریز گمراہی کا باعث ہے۔

۷۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ يَزِيدَ ۷۷۸- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
ابنِ إِزْرَاهِيمَ التَّسْتَرِيُّ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ ابْنِ إِزْرَاهِيمَ التَّسْتَرِيُّ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ
الْمَوْفِقِ أَبُو الْجَهْمِ: حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ الْمَوْفِقِ أَبُو الْجَهْمِ: حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ
مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ
إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ

بِحَقِّ مَمْشَايَ هَذَا فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْ أَشْرًا وَلَا بَطْرًا، وَلَا رِبَاءً وَلَا سُمْعَةً، وَخَرَجْتُ اتِّقَاءَ سُخْطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ، فَاسْأَلُكَ أَنْ تُعِيدَنِي مِنَ النَّارِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ]

”اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مانگنے والوں کے تجھ پر حق کی وجہ سے اور میں (نماز کے لیے) اپنے اس چلنے کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں میں نہ فخر کرتے ہوئے نکلا ہوں نہ اتراتے ہوئے نہ ریا کاری کے لیے نہ شہرت کے لیے میں تو تیری ناراضی سے بچنے کے لیے اور تیری رضا کے حصول کے لیے نکلا ہوں میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے جہنم سے پناہ دے دے اور میرے گناہ معاف فرما دے تیرے سوا گناہوں کو یقیناً کوئی نہیں بخش سکتا۔“

السَّائِلِينَ عَلَيْكَ، وَاسْأَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَايَ هَذَا، فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْ أَشْرًا وَلَا بَطْرًا وَلَا رِبَاءً وَلَا سُمْعَةً، وَخَرَجْتُ اتِّقَاءَ سُخْطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ، فَاسْأَلُكَ أَنْ تُعِيدَنِي مِنَ النَّارِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ أَقْبَلُ اللَّهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ، وَاسْتَغْفَرَ لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ.

۷۷۹- حَدَّثَنَا رَاشِدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ رَاشِدٍ الرَّمْلِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْمَشَاءُونَ إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلَمِ، أَوْلَئِكَ الْخَوَاصُّونَ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ».

۷۷۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اندھیروں میں مسجدوں کی طرف زیادہ چل کر جانے والے ہی اللہ کی رحمت میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔“

۷۸۰- حضرت بھل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت

۷۸۰- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ

۷۷۹- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناده ضعيف، أبو رافع أجمعوا على ضعفه، والوليد بن مسلم مدلس (تقدم، ح: ۲۵۵)، وقد عتقته".

۷۸۰- [إسناده حسن] أخرجه ابن خزيمة: ۳۷۷/۲، ح: ۱۴۹۸ في صحيحه عن الحلبي به * الشيرازي وثقه المعجلي، وابن خزيمة، والحلبي، فحديثه لا ينزل عن درجة الحسن.

الْحَلْبِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْحَارِثِ الشَّيْرَازِيُّ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّمِيمِيُّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَيَبْشُرَ الْمَشَاءُونَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بُنُورٌ تَأْمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

— مسجد میں زیادہ دور سے آنے والوں کے ثواب کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اندھیروں میں (مسجدوں کی طرف) بکثرت چلنے والوں کے لیے قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری ہے۔“

🌞 **فائدہ:** قیامت کے دن کا ایک مرحلہ وہ بھی ہے جب انسان مکمل اندھیرے میں ہوں گے۔ اس وقت مومنوں کا سفران کے ایمان اور عمل صالح کی روشنی میں طے ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (التحریم: ۸) ”ان کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل فرما دے اور ہماری مغفرت فرما، یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔“ جب کہ کافراں کو نور سے محروم ہوں گے۔ منافقوں کو شروع میں نور ملے گا جو کچھ فاصلہ طے ہونے کے بعد بجھ جائے گا۔ جو نیک اعمال اس نور کی تکمیل کا باعث ہیں ان میں ایک عمل یہ بھی ہے کہ نماز باجماعت کے لیے جاتے وقت راستے کی تاریکی کی پروا نہ کی جائے۔

۷۸۱- حَدَّثَنَا مَجْرَاهُ بْنُ سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدٍ، مَوْلَى ثَابِتِ الْبُنَّانِيِّ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الصَّائِغِ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَّانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ النَّامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

۸۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اندھیروں میں مسجدوں کی طرف زیادہ چلنے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور کے حصول کی خوشخبری دے دو۔“

(المعجم ۱۵) - باب: الْأَبْعَدُ فَلَا يَبْعُدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا (التحفة ۳۵)

باب: ۱۵- مسجد میں زیادہ دور سے آنے والوں کا ثواب زیادہ ہے

۷۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۸۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول

۷۸۱- [حسن] * الصائغ مجهول وتلميذه مستور، والحديث السابق شاهد له، وضعفه البوصيري.

۷۸۲- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب ماجاء في فضل المشي إلى الصلاة، ح: ۵۵۶ من حديث ابن أبي ذئب به، وصححه الحاكم، والذهبي.

اللہ ﷻ نے فرمایا: ”جو مسجد سے زیادہ دور ہو پھر جو اس سے بھی زیادہ دور ہو تو اس کا ثواب پہلے شخص سے بھی زیادہ ہے۔“

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ ابْنِ أَبِي ذَلْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْأَبْعَدُ فَلَا أَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَغْظَمُ أَجْرًا».

🌞 فوائد و مسائل: ① اس میں ان لوگوں کے لیے نماز باجماعت کی ترغیب ہے جن کی رہائش مسجد سے دور ہو۔ ② نیکی کے کاموں میں اگر کچھ مشقت اور مشکل پیش آئے تو اس سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ مشقت برداشت کرنے والے کو ثواب بھی زیادہ حاصل ہوگا۔ ③ اپنے آپ کو خواہ مخواہ مشقت میں ڈالنا شریعت میں مطلوب نہیں تاہم شریعت کی آسانی کے نام سے بے عملی اور سستی کا رویہ اختیار کرنا بھی درست نہیں۔ افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کے راستہ پر قائم رہنا چاہیے۔

۷۸۳- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک انصاری صحابی کا گھر مدینے میں سب سے دور تھا۔ (اس کے باوجود) اس کی کوئی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (باجماعت) ادا ہونے سے نہیں رہتی تھی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس پر ترس آیا میں نے کہا: فلاں صاحب! اگر آپ ایک گدھا خرید لیں تو (راستے میں) ریت کی گرمی برداشت کرنے سے اور پتھروں سے ٹھوکر لگ جانے سے محفوظ رہیں اور زمین کے کیڑے مکوڑوں (سانپ، بچھو وغیرہ) سے بھی بچ جائیں۔ اس نے کہا: قسم ہے اللہ کی! مجھے تو یہ بات پسند نہیں کہ میرا گھر محمد ﷺ کے گھر سے ملا ہوا ہو۔ اس کے یہ الفاظ مجھے بہت گراں محسوس ہوئے حتیٰ کہ میں نے نبی ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہو کر یہ بات عرض کر دی۔ نبی ﷺ نے اسے طلب فرما کر دریافت فرمایا تو اس

۷۸۳- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا عَبَادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُطَهَّلِيُّ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَبِي عَثْمَانَ التَّهْدِي، عَنْ أَبِي ابْنِ كَعْبٍ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، بَيْتُهُ أَقْصَى بَيْتٍ بِالْمَدِينَةِ، وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ الصَّلَاةُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ، فَتَوَجَّعْتُ لَهُ، فَقُلْتُ: يَا فَلَانُ! لَوْ أَنَّكَ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا يَبْقِيكَ الرَّمْضَ، وَيَرْفَعُكَ مِنَ الْوَقْعِ وَيَقِيكَ هَوَامَ الْأَرْضِ فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَحْبُّ أَنْ يَبْتِي بِطَنْبٍ بَيْتٍ مُحَمَّدٍ ﷺ. قَالَ، فَحَمَلْتُ بِهِ جَمَلًا حَتَّى أَتَيْتُ [بَيْتَ] النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ، فَذَكَرَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ، وَذَكَرَ أَنَّهُ يَرْجُو فِي أَثَرِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ».

مسجد میں زیادہ دور سے آنے والوں کے ثواب کا بیان
نے آپ ﷺ کے سامنے بھی وہی بات کہہ دی۔ اور کہا
کہ اسے اپنے قدموں کے نشانات پر ثواب کی امید
ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تو نے جس ثواب
کی نیت کی ہے وہ تجھ بل جائے گا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیکیاں حاصل کرنے کا کس قدر شوق رکھتے تھے یہ واقعہ اس کی ایک ادنیٰ
مثال ہے کہ دور دراز کے راستے کی مشقت صرف اس لیے گوارا ہے کہ دور سے چل کر آنے میں ثواب زیادہ
ہوگا۔ ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی ہمدردی بھی قابل اتباع ہے کہ ایک صحابی اپنے ساتھی کی مشقت کو اس طرح محسوس
کرتا ہے گویا وہ مشقت خود اسے لاحق ہے اس لیے اسے مناسب مشورہ دیتا ہے۔ ③ مسلمان کی خیر خواہی کا تقاضا
ہے کہ اسے اچھا مشورہ دیا جائے اگرچہ اس نے مشورہ طلب نہ کیا ہو۔ ④ حضرت ابی جحشؓ نے اس صحابی کی بات
رسول اللہ ﷺ کو بتائی تاکہ آپ ﷺ اسے نصیحت فرمائیں اس لیے اگر کسی کے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ فلاں
بزرگ کی نصیحت قبول کر لے گا تو اس بزرگ کو اس ساتھی کی غلطی اصلاح کی نیت سے بتا دینا جائز ہے البتہ اسے
ذلیل کرنے کی نیت سے بتانا درست نہیں۔ ⑤ کسی کی شکایت پہنچے تو تحقیق کیے بغیر اس کے بارے میں کوئی
نامناسب رائے قائم نہیں کرنی چاہیے۔ بہتر ہے کہ خود نامناسب الفاظ کہنے والے سے دریافت کر لیا جائے کہ اس کا
ان الفاظ سے کیا مطلب ہے؟ ⑥ مومن کی اچھی نیت ثواب کا باعث ہے۔

۷۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى، مُحَمَّدُ بْنُ
الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا
حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَرَادَتْ
بَنُو سَلَمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْ دِيَارِهِمْ إِلَى قُرْبِ
الْمَسْجِدِ، فَكَرِهَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعْرُوا
الْمَدِينَةَ، فَقَالَ: «يَا بَنِي سَلَمَةَ! أَلَا
تَحْسَبُونَ أَنَا أَرَاكُمْ؟» فَأَقَامُوا.
۷۸۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے انھوں نے فرمایا: قبیلہ بنو سلمہ کے افراد نے چاہا کہ
اپنی موجودہ رہائش ترک کر کے مسجد کے قریب منتقل
ہو جائیں۔ نبی ﷺ کو یہ بات اچھی نہ لگی کہ وہ مدینہ کے
اطراف کو خالی چھوڑ دیں اس لیے آپ نے فرمایا: ”اے
بنو سلمہ! کیا تمہیں اپنے قدموں سے ثواب کی امید نہیں؟“
چنانچہ وہ لوگ (وہیں) اقامت پذیر رہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے انھیں مسجد نبوی کے قریب رہائش اختیار کرنے سے منع فرمایا تاکہ شہر کی
سرحدیں محفوظ رہیں اور دشمن اچانک حملہ نہ کر سکیں۔ ② بنو سلمہ کا مقصد بھی یہ تھا کہ ان کے رہائش تبدیل نہ کرنے
میں مسلمانوں کا اجتماعی فائدہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی مفاد پر اجتماعی فائدے کو فوقیت حاصل ہے

بشرطیکہ اس سے کوئی بڑی خرابی لازم نہ آتی ہو۔ ۵- مسجد سے دور رہنے والوں کو بھی نماز باجماعت میں شریک ہونا لازم ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ انھیں گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیتے۔

۷۸۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ سِمَاكِ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَتْ الْأَنْصَارُ بَعِيدَةً مَنَازِلَهُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ. فَأَرَادُوا أَنْ يَفْتَرِبُوا فَتَزَلَّتْ: ﴿وَنَكُتُ مَا قَدَّمُوا وَمَا تَرَاهُمْ﴾. قَالَ، فَتَبَتُوا.

۷۸۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: انصار (میں سے بعض حضرات) کے گھر مسجد سے دور تھے۔ انھوں نے قریب آنا چاہا تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَنَكُتُ مَا قَدَّمُوا وَمَا تَرَاهُمْ﴾ ”جو کچھ انھوں نے آگے بھیجا، ہم وہ بھی لکھ لیتے ہیں اور ان کے نشانات بھی لکھتے ہیں۔“ چنانچہ وہ لوگ (وہیں) ٹھہرے رہے۔

☀ فائدہ: اہل عزیمت کے لیے مسجد سے دور رہنا افضل ہے لیکن عام لوگ جو نماز کا اس قدر اہتمام کرنے کے عادی نہ ہوں ان کے لیے مسجد کے قریب رہنا بہتر ہے تاکہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کا ارتکاب نہ ہو جائے۔

(المعجم ۱۶) - بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي جَمَاعَةٍ (التحفة ۳۶)

باب ۱۶- نماز باجماعت کی فضیلت

۷۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ، تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ، بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً».

۷۸۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کی جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز اس کے گھر یا بازار میں پڑھی ہوئی نماز سے بیس سے زیادہ درجے افضل ہے۔“

☀ فوائد و مسائل: ① دنیا میں ہمیں عمل کی جو مہلت ملی ہے وہ بہت مختصری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے بعض اعمال کا ثواب بہت زیادہ رکھا ہے۔ ہمیں اللہ کی اس رحمت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ

۷۸۵- [حسن] أخرجه ابن جرير في تفسيره من حديث إسرائيل به، وسنده ضعيف، وضعفه البوصيري، وانظر، ح: ۱۷۱ لعلته، وله طريق آخر، ضعيف شاذ عند الطبراني في الكبير، وللحديث شواهد عند مسلم، ح: ۶۶۵، والبخاري، وابن أبي حاتم وغيرهم، انظر سنن الترمذي بتحقيق، ح: ۳۲۲۶.

۷۸۶- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في مسجد السوق، ح: ۴۷۷، ومسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد... الخ، ح: ۶۴۹ من حديث أبي معاوية به مطولاً ومختصراً.

ثواب حاصل کرنے کے لیے نماز ہمیشہ باجماعت ادا کرنی چاہیے۔ ① اس حدیث میں [بِضْعًا وَعَشْرِينَ] کا لفظ ہے۔ بَضْع کا لفظ تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔ اس کی وضاحت اگلی حدیثوں سے ہوتی ہے جن میں ”پچیس گنا“ اور ”ستائیس گنا“ کے الفاظ وارد ہیں۔ ② اس عدد کا مطلب یہ ہے کہ ثواب اس حد تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر نماز میں توجہ خشوع و خضوع اور اطمینان میں نقص ہوگا تو ثواب میں بھی کمی ہو جائے گی۔

۷۸۷- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «فَضْلُ الْجَمَاعَةِ عَلَى صَلَاةِ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ جُزْءًا».

۷۸۷- حضرت ابو مرثدہؓ، محمد بن عثمان العثمانيؓ: حدیثنا ابراہیم بن سعید، عن ابن شہاب، عن سعید بن المسیب، عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: «فضل الجماعة على صلاة أحدكم وحده خمس وعشرون جزءاً».

۷۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً».

۷۸۸- حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، گھر میں نماز پڑھنے سے پچیس درجے زیادہ (اجر و ثواب کا باعث) ہے۔“

۷۸۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُمَرَ رُسْتَهُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَفْضُلُ عَلَى صَلَاةِ الرَّجُلِ

۷۸۹- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، آدمی کے اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔“

۷۸۷- أخرجه البخاري، التفسير، باب قوله "إن قرآن الفجر كان مشهودًا" ح: ٤٧١٧، ومسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة... الخ، ح: ٦٤٩ وغيرهما من طرق عن الزهري به باختلاف يسير.

۷۸۸- [صحيح] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب ماجاء في فضل المشي إلى الصلاة، ح: ٥٦٠ من حديث أبي معاوية به، وصححه ابن حبان، والحاكم، والذهبي.

۷۸۹- أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة... الخ، ح: ٦٥٠ من حديث يحيى القطان به.



۴- أبواب المساجد والجماعات وَحَدَّثَنَا بِسْنَعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً .
 نماز باجماعت سے پیچھے رہ جانے والے کے گناہ کا بیان

🌞 فائدہ: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے یا ستائیس نمازوں کا؟ دونوں مفہوم کی احادیث مروی ہیں۔ اس کے بارے میں علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس کا تعلق نماز کی ادائیگی عمدہ ہونے، خشوع و خضوع اور آداب و شرائط کے ساتھ ادا کرنے سے ہے۔ کسی کو کچیس گنا ثواب ملتا ہے اور کسی کو ستائیس گنا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے کچیس گنا ثواب کا وعدہ فرمایا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے مطابق امت کو بتا دیا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ثواب میں اضافہ کر کے ستائیس گنا کر دیا تو نبی ﷺ نے اس کے مطابق خبر دے دی۔ واللہ اعلم۔

۷۹۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ : ۷۹۰- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَقِيقِيُّ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کا جماعت سے نماز
 أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ پڑھنا، آدمی کے اکیلے نماز پڑھنے سے جو بیس یا کچیس
 أَبِي بَصِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ درجے زیادہ (ثواب کا باعث) ہوتا ہے۔“
 قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «صَلَاةُ الرَّجُلِ
 فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ
 أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ أَوْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً» .

(المعجم ۱۷) - بَابُ التَّغْلِيظِ فِي
 التَّخْلُفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ (التحفة ۳۷)
 باب: ۱۷- نماز باجماعت سے پیچھے رہ جانا سخت گناہ ہے

۷۹۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : ۷۹۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ
 حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے ارادہ کیا تھا کہ نماز کی اقامت
 أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ کہلو اوں پھر کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز
 رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ پڑھائے پھر جو لوگ نماز میں حاضر نہیں ہوتے ان کے
 بِالصَّلَاةِ فَنَقَامَ، ثُمَّ أَمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ پاس کچھ مردوں کو لکڑی کے گٹھوں کے ساتھ لے جاؤں
 بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَنْطَلِقَ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزْمٌ مِنْ اور ان (پیچھے رہ جانے والوں) کو گھروں سمیت آگ

۷۹۰- [حسن] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب في فضل صلاة الجماعة، ح: ۵۵۴ من حديث شعبة عن أبي إسحاق
 به، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، وابن معين، وابن المديني، والذهلي وغيرهم، أخرجه النسائي، ح: ۸۴۴ من
 حديث شعبة عن أبي إسحاق به.

۷۹۱- [صحیح] أخرجه أبو داود، الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة، ح: ۵۴۸ من حديث أبي معاوية به،
 وهو حديث متفق عليه عن الأعمش به، والبخاري، ح: ۶۵۷، ومسلم، ح: ۶۵۱.

حَطَبٌ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ، سَ جَلَادُونَ۔
فَأَحْرَقَ عَلَيْهِمْ يَوْمَئِذٍ الْتَّارِ۔

☀ فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے لیے نماز باجماعت میں حاضری ضروری ہے کیونکہ نقلی نیکی ادا نہ کرنے پر سزا نہیں دی جاتی۔ ② مجرموں پر اچانک چھاپہ مارنا اور انہیں گھر سے نکلنے پر مجبور کرنا جائز ہے۔ ③ یہ سختی ان لوگوں کے لیے ہے جو بلاعذر جماعت ترک کرتے ہیں کیونکہ بارش وغیرہ کے موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے مؤذن سے کہلوا یا تھا: [أَلَا صَلُّوا فِي الرَّحَالِ] ”اپنے خیموں یا گھروں میں نماز پڑھ لو۔“ (صحیح البخاری، الأذان، باب الرخصة في المطر والعلّة أن يصلي في رحله، حدیث: ۲۶۶) ④ رسول اللہ ﷺ نے اس ارادے پر اس لیے عمل نہیں فرمایا کہ گھروں میں عورتیں اور بچے بھی ہوتے ہیں جن پر نماز باجماعت میں حاضری ضروری نہیں۔ ⑤ اگرچہ نماز باجماعت سے بلاعذر پیچھے رہنا سخت گناہ ہے تاہم جو شخص عذر کی وجہ سے یا بلاعذر پیچھے رہ جائے اس کی نماز اکیلے ہو جائے گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا کہ ایسا شخص ضرور کسی اور شخص کو ساتھ ملا کر جماعت سے نماز ادا کرے البتہ اگر وہ کسی کے ساتھ مل کر باجماعت نماز ادا کرے تو اکیلے نماز پڑھنے کی نسبت ثواب زیادہ ہوگا۔



۷۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ۷۹۲۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میں بوڑھا اور نابینا ہوں میرا گھر دور ہے اور کوئی میری مرضی کے مطابق مجھے (مسجد میں) لانے والا نہیں تو کیا مجھے (جماعت کے بغیر گھر میں نماز پڑھنے کی) اجازت مل سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اذان سنتے ہو؟“ میں نے کہا: جی ہاں فرمایا: ”تم کو (نماز باجماعت سے پیچھے رہنے کی) کوئی اجازت نہیں۔“

☀ فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن صحیح مسلم کی روایت (۶۵۳) اس سے کفایت کرتی ہے۔ تفصیل کے لیے حدیث کی تحقیق و تخریج ملاحظہ فرمائیں۔ نیز دیگر محققین نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ۲۳۳/۲۳۴/۲۵۵) ② اس حدیث سے نماز باجماعت کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن

ام کتوم ﷺ کو جماعت کے بغیر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی حالانکہ ان کے متعدد عذر موجود تھے: (۱) وہ معمر تھے (ب) نایاب تھے۔ (ج) ان کا گھر دور تھا۔ (د) ان کے گھر کا کوئی فرد ایسا نہیں تھا جو انھیں مسجد میں لانے کا فرض مستقل طور پر انجام دے سکے۔ (ه) جو شخص انھیں مسجد میں لاتا تھا وہ بھی ان کی مرضی کے مطابق خدمت انجام نہیں دیتا تھا بلکہ اپنی سہولت کو زیادہ مد نظر رکھتا تھا۔ [لَيْسَ لِي قَائِدٌ وَلَا مُنِي] ”کوئی میری مرضی کے مطابق لانے والا نہیں۔“ کا یہی مطلب ہے۔ (و) ان کے گھر اور مسجد کے درمیان فُشبی علاقہ تھا جس میں بارش کے موقع پر پانی جمع ہو جاتا تھا۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: صلاة الجماعة، أهميتها و فضلها۔ تصنیف: ڈاکٹر فضل الہی۔ (۷) رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن ام کتوم ﷺ کو جماعت سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں دی تاکہ انھیں زیادہ سے زیادہ ثواب ملے۔ اس کا مقصد ترغیب تھا ورنہ نایاب آدمی اگر مسجد میں آنے میں دشواری محسوس کرے تو اسے گھر میں نماز پڑھنا جائز ہے جیسے کہ نبی ﷺ نے حضرت عثمان بن مالک ﷺ کو اجازت دے دی تھی۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۷۵۳) (۸) رسول اللہ ﷺ نے ان سے اذان کے متعلق پوچھا کہ آواز پہنچتی ہے یا نہیں؟ اس سے اشارہ ملا ہے کہ جو شخص آبادی سے دور قیام پزیر ہو جہاں عام طور پر اذان کی آواز نہیں پہنچتی، وہ میں نماز ادا کر سکتا ہے۔

۷۹۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ: أَنبَأَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ، فَلَا صَلَاةَ لَهُ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ».

۷۹۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اذان سن کر (نماز کے لیے مسجد میں) نہیں آتا اس کی کوئی نماز نہیں سوائے کسی عذر کی صورت کے۔“

فائدہ: نماز نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے نماز کا پورا ثواب نہ ملے گا یا وہ اس کی برکات سے محروم رہے گا۔

۷۹۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ الْحَكَمِ بْنِ مِينَاءَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ عُمَرَ أَنَّهُمَا سَمِعَا النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ عَلَى أَعْوَادِهِ: «لَيَتَّهِنَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجَمَاعَاتِ، أَوْ لَيَخْتَمَنَّ

۷۹۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے نبی ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا: ”لوگوں کو جماعت ترک کرنے سے باز آ جانا چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر ضرور مہر لگا دے گا“ پھر وہ ضرور غافلوں میں شامل ہو جائیں گے۔“

۷۹۳- [صحیح] أخرجه ابن حبان، ح: ۴۲۶ عن حديث عبد الحميد بن بيان به * وهشيم صرح بالسماع عند بحشل في تاريخ واسط (ص ۲۰)، وصححه، والحاكم، والذهبي، وله طريق آخر عند أبي داود، ح: ۵۵۱، وإسناده ضعيف.

۷۹۴- أخرجه مسلم، الجمعة، باب التغليظ في ترك الجمعة، ح: ۸۶۵ من حديث الحكم به.

۴- أبواب المساجد والجماعات نماز عشاء اور نماز فجر باجماعت ادا کرنے کی فضیلت کا بیان
اللہ علی قلوبہم، ثُمَّ لِيَكُونَنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ .

🌞 فوائد و مسائل: ① بعض افراد کی غلطی کو سب کے سامنے بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ دوسرے لوگ ان کی غلطی کو اختیار نہ کریں اور سب لوگ متنبہ ہو جائیں۔ ② کسی کا نام لیے بغیر غلطی پر تنبیہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انھیں اپنی غلطی کا احساس بھی ہو جائے اور ان کی عزت بھی محفوظ رہے۔ ③ بعض گناہوں کی وجہ سے دلوں پر مہر بھی لگ سکتی ہے جس کے نتیجے میں آئندہ نیکیوں کی توفیق سلب ہو سکتی ہے۔ ④ نماز باجماعت کا ترک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی سزا دنیا ہی میں دل پر مہر لگانے کی صورت میں مل سکتی ہے۔ ⑤ غفلت سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کو اپنے فائدے کا احساس اور شوق باقی نہ رہے اور اپنے نقصان کا احساس اور اس سے خوف باقی نہ رہے۔ یہ ایک بہت بڑی روحانی بیماری ہے جس کی وجہ سے خطرہ ہے کہ انسان نیکی اور بدی کا شعور ہی کھو بیٹھے اور آخر کار جہنم میں جا بیٹھے۔ اَعَاذَنَا اللہ من ذلک.

۷۹۵- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ۴۹۵- حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
الْهَذَلِيُّ الدَّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں کو چاہیے کہ جماعت
مُسْلِم، عَنِ ابْنِ أَبِي ذَيْبٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ قَانَ ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ میں ضرور ان کے
ابنِ عَمْرٍو الصَّمُرِيُّ، عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدِ گھروں کو آگ لگا دوں گا۔“
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ”لَيْسَتْ هِيَ رَجَالٌ
عَنْ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ، أَوْ لَأُحَرِّقَنَّ بَيُوتَهُمْ“.

🌞 فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے اس ارادے پر عمل نہیں فرمایا کیونکہ گھروں میں عورتیں اور بچے ہوتے ہیں جن پر جماعت میں حاضری فرض نہیں۔ ان کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے درگزر فرمایا لیکن جماعت سے پیچھے رہنا رسول اللہ ﷺ کی ناراضی کا باعث تو ہے ہی چنانچہ اسے ایک کبیہہ گناہ شمار کیا جاسکتا ہے۔

(المعجم ۱۸) - بَابُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ باب: ۱۸- نماز عشاء اور نماز فجر باجماعت
وَالْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ (التحفة ۳۸) ادا کرنے کی فضیلت

۷۹۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ۷۹۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول
الدَّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عشاء
الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي کی نماز اور فجر کی نماز میں کیا کچھ ہے۔ تو وہ ضرور ان
مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ: حَدَّثَنِي عِيسَى دونوں نمازوں میں حاضر ہوں خواہ انھیں گھسٹتے ہوئے

۷۹۵- [صحیح] إسناده ضعيف لعلل، والحديث السابق شاهد له

۷۹۶- [إسناده صحيح] أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ۳۸۷ من حديث يحيى بن أبي كثير به .

ابْنُ طَلْحَةَ : حَدَّثَنِي عَائِشَةُ ، قَالَتْ : قَالَ أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ : «لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ ، لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا» .

🌞 فوائد و مسائل: ① ”کیا کچھ“ سے مراد ان نمازوں کا بہت زیادہ ثواب اور ان کی برکات ہیں۔ ② یہ برکات اور رحمتیں صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہیں کہ یہ نمازیں باجماعت ادا کی جائیں۔ ③ [حَبَوًّا] کے معنی ہیں: ہاتھوں کے سہارے چلنا یا گھٹنوں یا سرینوں کے بل گھٹ گھٹ کر چلنا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر لوگوں کو ان نمازوں کی اہمیت کا کماحقہ احساس ہو جائے تو کبھی ان سے غیر حاضر نہ رہیں، خواہ مسجد تک آنے میں انھیں کتنی ہی تکلیف اور مشقت برداشت کرنی پڑے۔

۷۹۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : أَنبَأَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «إِنَّ أَثْقَلَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُتَأَفِّقِينَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَصَلَاةُ الْفَجْرِ ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا» .

۷۹۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”منافقوں پر جو نمازیں سب سے بھاری ہیں وہ عشاء کی نماز اور فجر کی نماز ہے۔ اور اگر انھیں معلوم ہوتا کہ ان میں کیا کچھ ہے تو وہ ضرور حاضر ہوتے“ خواہ گھٹ کر آنا پڑتا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① نیکی کے کاموں پر جسمانی راحت و آسائش کو ترجیح دینا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ مومن اللہ کی رضا کے لیے نیکی کرتا ہے، ثواب کی امید کی وجہ سے مشکل نیکی بھی اس کے لیے آسان ہوتی ہے۔ منافق ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے ثواب آخرت کا طلب گار نہیں ہوتا، اسے مجبوراً نماز پڑھنی پڑتی ہے تاکہ اسے مسلمان سمجھا جائے، لہذا نیکی کا کام اسے ایک بیگاری طرح دشوار محسوس ہوتا ہے۔ عشاء اور فجر کی نمازوں میں چونکہ جسمانی طور پر مشقت ہے اور ان کے لیے نفس سے جہاد کرنا پڑتا ہے اس لیے منافق ان کو زیادہ دشوار محسوس کرتے ہیں۔ ② جو شخص پابندی سے اور شوق کے ساتھ یہ نمازیں ادا کرتا ہے وہ عملی طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ وہ نفاق سے بری ہے۔ ③ جو عبادت نفس پر زیادہ شائق ہو اس کا ثواب زیادہ ہوتا ہے بشرطیکہ وہ خلاف سنت نہ ہو۔

۷۹۸- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : ۷۹۸- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۴- أبواب المساجد والجماعات — مساجد میں زیادہ وقت گزارنے اور نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت کا بیان

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ [غَزِيَّةَ] عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: «مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدٍ جَمَاعَةً أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، لَا تَقُوتُهُ الرَّكْعَةُ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ، كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا عِتْقًا مِنَ النَّارِ».

🌞 فوائد ومسائل: ① ”چالیس رات“ سے مراد چالیس دن رات کی مسلسل مدت ہے۔ ② چالیس دن مسلسل جماعت نماز ادا کرنے سے اس کی عادت ہو جاتی ہے، پھر آئندہ زندگی میں جماعت کی پابندی کرنے کی توفیق مل جاتی ہے جس کا نتیجہ اللہ کی رضا کا حصول اور جہنم سے آزادی ہے۔ ③ یہ روایت بعض حضرات کے نزدیک حسن ہے تاہم اس میں الفاظ: [لَا تَقُوتُهُ الرَّكْعَةُ الْأُولَى.....] ”اس کی نماز عشاء کی پہلی رکعت نہ چھوئے۔“ ثابت نہیں ان الفاظ کے بغیر ان کے نزدیک یہ صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحيحه) رقم: ۲۷۵۴

(المعجم ۱۹) - بَابُ لُزُومِ الْمَسَاجِدِ
وَانْتِظَارِ الصَّلَاةِ (التحفة ۳۹)

۷۹۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنْ أَحَدُكُمْ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ، كَانَ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ الصَّلَاةُ تَحِسُّهُ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّونَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ. يَقُولُونَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، اللَّهُمَّ تَبَّ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُحَدِّثْ فِيهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ».

۷۹۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی (مسلمان) جب مسجد میں داخل ہوتا ہے تو جب تک وہ نماز کی وجہ سے رکا ہوا ہے وہ (ثواب کے لحاظ سے) نماز ہی میں (شار) ہوتا ہے۔ اور (نماز کے بعد) جب تک وہ اس جگہ بیٹھا رہتا ہے جہاں اس نے نماز پڑھی تب تک فرشتے اس کے حق میں دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما! اے اللہ! اس پر رحم فرما! اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔ (اس کو یہ دعائیں ملتی رہتی ہیں) جب تک وہاں اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے اور جب

ثَابِتٌ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْمَغْرِبَ، فَرَجَعَ مَنْ رَجَعَ، وَعَقَّبَ مَنْ عَقَّبَ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُسْرِعًا، قَدْ حَفَرَهُ النَّفْسُ، وَقَدْ حَسَرَ عَنْ رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ: «أُبَشِّرُوا، هَذَا رَبُّكُمْ قَدْ فَتَحَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ، يَبَاهِي بِكُمْ الْمَلَائِكَةُ، يَقُولُ: انْظُرُوا إِلَى عِبَادِي قَدْ قَضَوْا فَرِيضَةً وَهُمْ يَنْتَظِرُونَ آخِرِي».

مغرب کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد جسے واپس جانا تھا واپس چلا گیا اور جسے بیٹھنا تھا وہ بیٹھا رہا۔ (اتنے میں) رسول اللہ ﷺ تیزی سے تشریف لائے آپ کا سانس پھولا ہوا تھا اور آپ نے گھٹنوں سے کپڑا اٹھا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”خوش ہو جاؤ تمہارے رب نے آسمان کا ایک دروازہ کھولا ہے اور فرشتوں کے سامنے تمہارا ذکرِ فخر سے کر رہا ہے۔ فرما رہا ہے: میرے بندوں کو دیکھو انھوں نے ایک فرض ادا کیا ہے اور دوسرے فرض (کی ادائیگی کے وقت) کا انتظار کر رہے ہیں۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا بہت عظیم عمل ہے۔ ② گھنٹا ستر میں شامل نہیں۔ ③ اللہ تعالیٰ مومن بندوں کے نیک اعمال سے خوش ہوتا ہے۔ ④ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ہم کلام ہوتا ہے۔ کلام اللہ کی صفت ہے وہ جب چاہتا ہے جس سے چاہتا ہے کلام فرماتا ہے قیامت کو ہر انسان سے براہ راست کلام فرمائے گا اور حساب لے گا اہل جنت سے اپنی رضا اور خوشنودی کے اظہار کے لیے اور اہل جہنم سے اپنے غضب کے اظہار کے لیے کلام فرمائے گا۔ ⑤ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ہم کلام اس لیے ہوتا ہے کہ انھوں ہی نے اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک روز کہا تھا کہ آدم کی اولاد تیری نافرمانی کرے گی خون بہائے گی اور فساد برپا کرے گی۔

۸۰۲- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا رِشْدِينَ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَاذُ الْمَسَاجِدَ، فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مِنْ ءَامِنٍ﴾

۸۰۲- حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم کسی کو مسجدوں میں جاتے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مِنْ ءَامِنٍ بِاللَّهِ.....﴾“ اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے.....“

بِاللَّهِ ﴿الآيَةُ﴾. [التوبة: ۱۸]

❖ غیر قاضی، ولہ شاهد عند أحمد، ۲/۸۰۲، ۱/۸۰۲، [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة، ح: ۹۳، وقال: "حسن غریب" * دراج صدوق، وفي حديثه عن أبي الهيثم ضعف كذا في الترمذی وخبره صحيح ابن حبان، وابن خزيمة، والحاكم، والذهبي.

المكتبة الحسنية

۹۹۔۔۔ جے ماذل ناؤن۔ لاہور

1.75.35.....

